www.KitaboSunnat.com

اسلامی معاشیات

پروفیسر عبدالحمید ڈار
پروفیسر محمد عظمت
پروفیسر میاں محمد اکرم

علمی کتاب خانہ
کبیر سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور-54000

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

اسلامی معاشیات

پروفیسر عبدالحمید ڈار
اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور

☆

پروفیسر محمد عظمت
گورنمنٹ کالج، لاہور

پروفیسر میاں محمد اکرم
گورنمنٹ سائنس کالج وحدت روڈ، لاہور

علمی کتاب خانہ
کبیر سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں!

نام کتاب	:	اسلامی معاشیات
مصنفین	:	عبدالحمید ڈار، محمد عظمت میاں محمد اکرم
ناشر	:	مرکزی کتب خانہ، اردو بازار، لاہور
پرنٹرز	:	الحجاز پرنٹرز، دربار مارکیٹ، لاہور
		فون: 7238009
اشاعت	:	2014
قیمت	:	Rs.220/-

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انتساب

محترم پروفیسر ڈاکٹر رفیق احمد صاحب

سابق وائس چانسلر و چیئرمین

شعبہ معاشیات، پنجاب یونیورسٹی کے نام

جن کے مخلصانہ جذبہ و عمل سے

اسلامی معاشیات کی تدریس کو فروغ ملا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

اللہ رب العزت نے اپنی حکمت بالغہ سے ہمارے گردوپیش میں پھیلی ہوئی وسیع وعریض کائنات کو تخلیق فرمایا۔ اس کی ہواؤں' فضاؤں' سمندروں اور زمینوں کو وسائل حیات سے معمور کر دیا کہ یہی اس کی صفت رحمت کا تقاضا اور اس کی شان ربوبیت کو زیبا ہے۔ اس نے ان گنت مخلوقات کو وجود بخشا اور ان کی رزق رسانی کا اہتمام فرمایا۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور احسن تقویم پیدا کیا۔ اس میں اپنی روح پھونکی اور اسے مکرم کیا اور زمین میں اپنا خلیفہ بنایا۔ کیسے ممکن تھا کہ ہر مخلوق کے لیے تو اس نے باافراط سامان زیست پیدا کیا ہو مگر اپنی تخلیق کے شاہکار ۔۔۔انسان۔۔۔کو قلت وکمیابی سے دوچار کر دیا ہو۔ اس نے تو زمین وآسمان کی ہر چیز کو اس کے لیے مسخر کیا ہے اور اسے اس کی فیض رسانی میں لگا دیا ہے۔

انسان کا معاشی مسئلہ روئے زمین پر اس کے ظہور کے ساتھ ہی وجود میں آ گیا تھا۔ احتیاجات اس کی فطرت کا جزولاینفک ہیں اور ان کی تسکین کا سامان خالق نے کائنات کے شش جہت میں رکھ دیا ہے اور سنت یہ ٹھہرا دی کہ سعی وجہد سے ہی انسان کو ان خزانوں تک رسائی حاصل ہوگی۔ تلاش معاش میں سرگردانی کا سبب وسائل کی کمیابی نہیں کہ یہ قطعی طور پر ایک غیر حقیقی مفروضہ ہے بلکہ یہ مشیت ایزدی کی کارفرمائی ہے۔ اس میں انسان کی آزمائش ہے کہ وسائل زیست کے حصول کی جدوجہد میں کون اپنے مالک کی رضا اور ہدایت کو ملحوظ رکھ کر خوف اور غم واندوہ سے اپنے آپ کو مامون بناتا ہے اور ابدی ودائمی راحتوں کو اپنا نصیب بناتا ہے۔ **ومن تبع هدای فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون** (البقرۃ) اور کون اس کی نافرمانی کا مرتکب ہو کر حرص وہوا کا بندہ بنتا اور تنگی حیات اور ضیق معیشت کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔ **ومن اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا** (طٰہٰ: ۱۲۴)۔

جدید معاشیات نے مغرب کے بے خدا مادہ پرستانہ ماحول میں پرورش پائی ہے۔ اس وجہ سے اس نہایت ہی مفید علم کے رگ وپے میں انسان کی حقیقی فلاح کی بجائے افادیت پسندی (Utilitarianism) کا زہر سرایت کر گیا ہے۔ ایک طرف معاشی جدوجہد کو قلت وسائل (Scarcity of Resources) کا شاخسانہ اور دوسری طرف زیادہ سے زیادہ مادی منفعت کے حصول کو اس کا نصب العین قرار دے کر انسانوں کو ایک ہمہ وقتی خودغرضانہ کشمکش کے سمندر میں اتار دیا گیا ہے۔ اس کے نتیجہ میں چند زورآور افراد جائز وناجائز طریقہ سے خوش حالی کے ساحل مراد تک ضرور پہنچ جاتے ہیں لیکن انسانوں کی غالب اکثریت غربت وافلاس کے گرداب میں غرق ہو جاتی ہے۔ جدید مغربی فکر آسمانی ہدایت سے محروم ہو کر انسان کو قلب ونظر کے ایسے ویرانوں میں لے گیا ہے جہاں سکون واطمینان اس کے لیے سراب بن کر رہ گیا ہے۔ تمام تر سائنسی اور مادی ترقی کے باوجود انسانی زندگی کے تمام بنیادی مسائل حل طلب پڑے ہیں بلکہ ان کی سنگینی اور الجھنا کی پہلے سے کہیں بڑھ گی ہے۔ بدامنی' عدم تحفظ' ظلم وناانصافی اور قوموں کے ہولناک تصادم کے بڑھتے ہوئے امکانات کے خوف سے لطف حیات معدوم ہو گیا ہے۔

اسلام نے انسانی زندگی کے مسائل کے حل کے لیے وحی الٰہی پر اعتماد کیا ہے۔ اس نے عقل وفکر کی خداداد قوتوں سے کام لینے کی حوصلہ افزائی کی ہے کہ ان کی جولانیوں سے ہی تسخیر کائنات کی چوٹی سر ہو سکتی ہے لیکن اس نے انہیں وحی الٰہی کے نور سے دور نہیں ہونے دیا۔ انسان کے معاشی مسئلہ کے حل کے لیے بھی اسلام نے اسی انداز

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کار کو اختیار کیا ہے۔ اس کی فکر کو توحید' رسالت اور آخرت کے عقائد کے لنگر سے مستحکم کیا ہے اور اس کے عمل کو عدل' احسان' اخوت' مساوات' تقویٰ اور تعاون وغیرہ کی اخلاقی اقدار کا پابند بنا کر معاشی جدوجہد کے میدان میں اتارا ہے۔ یہ اخلاقی اقدار دائمی اور آفاقی ہیں۔ ان کا منبع و ماخذ اللہ کی کتاب' قرآن حکیم اور سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ کوئی وقتی مفاد اور مصلحت انہیں تبدیل نہیں کر سکتی۔ تمام معاشی اعمال ۔۔۔ صرف' پیدائش' تقسیم اور تبادلہ دولت ۔۔۔ ان کی روشنی میں ہی انجام پا سکتے ہیں۔ ان اخلاقی اقدار کی عملداری سے انسانوں کو باہمی حریصانہ کشمکش اور خودغرضانہ تصادم سے نجات ملتی ہے۔ ان میں احساس وحدت و اخوت پروان چڑھتا ہے اور ان کی معاشی تگ و دو سب کو ایک ساتھ لے کر خوش حالی کی منزل کی طرف بڑھتی ہے۔ خوش حالی کی یہ منزل محض دولت (Wealth) یا مادی بہبود (Material Welfare) کا حصول یا کثیر مقاصد کی تکمیل کے لیے کمیاب وسائل کا باکفایت استعمال نہیں بلکہ حقیقی فلاح کا حصول ہے جو دنیوی اور پائیدار اخروی فلاح کا مجموعہ ہے۔

اس اعتبار سے اسلامی معاشیات وہ معاشرتی علم ہے جو انسان کے معاشی رویہ کا اسلامی نقطہ نظر سے مطالعہ کرتا ہے۔ اس میں اس بات کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ انسان اپنی احتیاجات کی تسکین کے لیے وسائل کے حصول کی جدوجہد میں اسلامی اقدار پر کس طرح کاربند ہوتا ہے تاکہ انفرادی اور اجتماعی طور پر حقیقی فلاح کا حصول ممکن ہو سکے۔

زیر نظر کتاب بنیادی طور پر ایم۔اے معاشیات کے طلبا و طالبات کی نصابی ضرورت کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے۔ اس وسیع و عریض نصاب کی تکمیل کے لیے متعدد کتب کے اندر ضروری مواد منتشر شکل میں موجود تھا لیکن اس تک رسائی عام طالب علم کے لیے قدرے دشوار تھی۔ اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی تھی کہ اس قیمتی مواد کو یکجا صورت میں پیش کیا جائے۔ ''اسلامی معاشیات'' اسی احساس کا نتیجہ ہے۔ امید ہے کہ اس کے مطالعہ سے طلبا اور اساتذہ کی ایک اہم ضرورت پوری ہو سکے گی۔

اسلامی معاشیات پر تحقیقی و تعلیمی کام ابھی اپنے ابتدائی مراحل میں ہے۔ اس لیے فطری طور پر اس کے مباحث میں تنقید و تنقیح کا وسیع امکان موجود ہے۔ مصنفین کی حیثیت سند کی نہیں محض طالبان علم کی ہے۔ اصلاح افکار کے لیے ہم ہر خیر خواہ کے مشوروں کے ممنون ہوں گے۔

عبدالحمید ڈار
محمد عظمت
میاں محمد اکرم

***

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حصہ اول

اسلامی معاشیات کیا ہے؟ (What is Islamic Economics?)

باب ۱ اسلامی معاشیات کی نوعیت و وسعت

* اسلام کا معاشی نظام اس کے نظریہ حیات کا ایک جزو ہے
* اسلامی معاشیات کے ماخذ
* اسلامی معاشیات کی نوعیت و وسعت
* اسلامی معاشیات کی ضرورت و اہمیت

باب ۲ اخلاقی اقدار اور اسلام کا معاشی نظام
(Basic Economic Values of Islam)

* تقویٰ، مساوات، اخوت، عدل، معاشی عدل
* احسان، تعاون، حلال و حرام کا تصور
* اسلام اور عدل اجتماعی

باب ۳ معاشیات کے ارتقاء میں مسلمانوں کا کردار
(Contribution of Early Muslim Scholars in the Development of Economics as a Science)

* قرآن و حدیث، فقہ، مسلمان مفکرین
* قرون اولیٰ (شروع کے ادوار) کے مسلمان مفکرین اور
* ان کے معاشی افکار

حصہ دوم

اسلام کا معاشی نظام (Economic System of Islam)

باب ۴ اسلام کا معاشی نظام
(Islam and Other Economic Systems)

۱۔ اسلام کا معاشی نظام ۲۔ سرمایہ دارانہ نظام معیشت ۳۔ اشتراکی نظام معیشت

حصہ سوم

نظریہ جزوی معاشیات : اسلامی تناظر میں
(Microeconomic Theory: The Islamic Perspective)

باب ۵ صرف دولت (Consumption)

* رویہ صارف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

* صرف کے اسلامی اصول
* اعتدال

باب ۶ اسلامی معیشت میں رویہ فرم (The Theory of Firm)
* قیمتوں کی میکانیت اور وسائل کی تخصیص
* اسلام کا کاروباری ضابطہ اخلاق

حصہ چہارم

اسلام میں مالیات کی فراہمی کے طریقے (Islamic Modes of Financing)

باب ۷ شراکت و مضاربت (کاروبار کی مختلف صورتیں)
* شراکت * مضاربت

باب ۸ اسلامی معیشت میں مالیات کی فراہمی کے مزید طریقے
اجارہ، بیع سلم، بیع موجل، بیع مرابحہ

حصہ پنجم

تقسیم دولت: اسلامی معیشت میں
(Distribution of Wealth in an Islamic Economy)

باب ۹ اسلام اور تقسیم دولت (۱)
* گردش دولت پر قرآن کا پرزور استدلال
* زمین کا لگان، منافع، اجرت، محنت کی عظمت

باب ۱۰ اسلام اور تقسیم دولت (۲)
ارتکاز دولت کے خاتمہ کے لیے اقدامات:
* قانونی اقدامات * اختیاری اقدامات
* ارتکاز دولت کے خاتمہ کے لیے اسلامی ریاست کے مزید اقدامات

حصہ ششم

اسلامی معاشیات میں کلی معاشیات کے بنیادی تصورات
(Basic Macro-Economics Topics in Islamic Economics)

باب ۱۱ اسلامی معیشت میں صرف، بچت اور سرمایہ کاری کے تفاعل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حصہ ہفتم

زر، بنکاری اور زری پالیسی (Money, Banking and Monetary Policy)

باب ۱۲ حرمت سود اور غیر سودی بنکاری

حصہ اول: سود

حصہ دوم: غیر سودی بنکاری

حصہ سوم: غیر سودی بنکاری: عملی پیش رفت کا جائزہ

باب ۱۳ اسلامی معیشت اور افراط زر

(Inflation & the Islamic Economy)

باب ۱۴ تجارت خارجہ اور مالیات کی بلاسود فراہمی

(Financing of Foreign Trade in an Islamic Economy)

باب ۱۵ انشورنس: اسلامی معیشت میں

حصہ ہشتم

زکوٰۃ اور مالیاتی پالیسی (Zakat and Fiscal Policy)

باب ۱۶ زکوٰۃ اور مالیاتی پالیسی

حصہ اول: مالیاتی پالیسی: زکوٰۃ بطور آلہ مالیاتی پالیسی

حصہ دوم: بیت المال

حصہ سوم: اسلام میں ٹیکسوں کا تصور

حصہ چہارم: اسلامی معیشت میں سرکاری اخراجات

ضمیمہ: گذشتہ سالوں میں پاکستان میں نظام زکوٰۃ کا جائزہ

باب ۱۷ اسلامی ریاست کا معاشی کردار

حصہ نہم

معاشی ترقی و منصوبہ بندی (Economic Development and Planning)

باب ۱۸ اسلام اور معاشی ترقی

باب ۱۹ اسلام اور معاشی منصوبہ بندی

حصہ دہم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور نیا عالمی اقتصادی نظام

(Islam and New International Economic Order)

باب ۲۰ اسلام اور نیا عالمی اقتصادی نظام

۱۔ بین الاقوامی تجارت اور اسلام ۲۔ اسلام اور نیا عالمی اقتصادی نظا

حصہ یازدہم

پاکستان میں معیشت کو اسلامی خطوط پر ڈھالنے کی کوششوں کا جائزہ

(Islamization of Economy in Pakistan: A Case Study)

باب ۲۱ پاکستان میں معیشت کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کی کوششوں کا جائز

* قرارداد مقاصد
* ۱۹۷۹ء میں کی جانے والی کوششوں کا جائزہ
* بینکاری اور مالیاتی ادارے
* زکوٰۃ وعشر کا نفاذ
* معیشت کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنے کی کوششوں کا جائزہ

حصہ بازدہم

(برائے ایم اے اسلامیات پارٹ ٹو)

باب ۲۲ اسلام کا نظریہ ملکیت

* ملکیت کے حقوق اور حدود
* زمین کی ملکیت
* قطیعہ (عطیہ زمین)
* مزارعت

باب ۲۳ اسلام اور عدل اجتماعی

* عدل: سیاسی شعبہ میں
* عدل: معاشرت میں
* عدل: روحانیت میں
* عدل: معاشی شعبہ میں

باب ۲۴ پیدائش دولت

* معاشی سرگرمیوں کی اہمیت وترغیب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فہرست

حصہ اول	اسلامی معاشیات کیا ہے؟	1
باب ا	اسلامی معاشیات کی نوعیت و وسعت	3
	1۔ اسلام کا معاشی نظام اس کے نظریہ حیات کا ایک جزو ہے	3
	دو نظریہ ہائے حیات:	3
	انسان کا معاشی مسئلہ۔ اسلامی نظریہ حیات کے تناظر میں	4
	2۔ اسلامی معاشیات کے ماخذ	7
	1۔ کتاب اللہ	7
	2۔ سنت رسول اللہؐ	7
	3۔ اجتہاد	8
	اجتہاد کی شکلیں	9
	(i) اجماع	9
	(ii) قیاس	9
	4۔ عرف عام یا رواج	10
	5۔ مصلحت	11
	3۔ اسلامی معاشیات کی نوعیت و وسعت	11
	اسلامی معاشیات کی تعریف	11
	اسلامی معاشیات بمقابلہ مغربی معاشیات	12
	1۔ بنیادی مفروضات کا فرق	12
	(الف) تصور کائنات	13
	(ب) تصور انسان	13
	(ج) معاشی انسان کا مفروضہ	14
	2۔ اخلاقی اقدار کی عمل داری کا فرق	15
	3۔ مقاصد کا فرق	15
	4۔ دائرہ بحث کا فرق	16

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	5۔ طریق تحقیق کا فرق	17
	6۔ علم وفن کا فرق	17
	7۔ شعبہ جاتی اہمیت کا فرق	17
	اسلامی معاشیات کی ضرورت	18
	کتابیات	20
باب۲	اخلاقی اقدار اور اسلام کا معاشی نظام	21
	(i) تقویٰ	22
	(ii) مساوات	30
	(iii) اخوت	33
	(iv) عدل	35
	(v) معاشی عدل	37
	(vi) احسان	41
	(vii) تعاون	47
	حلال وحرام کا تصور	51
	دائرہ معیشت میں حلال وحرام کی کارفرمائی	52
	صرف دولت' پیدائش دولت' تبادلہ دولت' تقسیم دولت کے شعبہ میں حلال وحرام	56
	کتابیات	57
باب۳	معاشیات کے ارتقاء میں مسلمانوں کا کردار	59
	* قرآن وحدیث	60
	* قرآن وحدیث کی معاشیات تعلیمات کا خلاصہ	62
	* مسلمان مفکرین کے کام کا مختصر جائزہ	66
	* معاشیات کے ارتقاء میں مسلمانوں کا حصہ	67
	* مسلمان مفکرین اور ان کے معاشی افکار	68
	(امام ابو یوسفؒ امام ابوعبید القاسم بن سلامؒ ناصر الدین موسیٰؒ امام ابن تیمہؒ علامہ ابن خلدونؒ شاہ ولی اللہ دہلویؒ علامہ ابن حزمؒ)	

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	کتابیات	78
	حصہ دوم: اسلام کا معاشی نظام	81
باب۴	اسلام اور دیگر معاشی نظام	83
	نظام کا مفہوم	83
	معاشی نظام کے لوازمات	84
	اسلام کا معاشی نظام	85
	اسلامی نظام معیشت کی فکری بنیادیں	88
	اسلامی نظام معیشت کے بنیادی خدوخال	90
	2۔ سرمایہ دارانہ نظام معیشت	96
	نظام سرمایہ داری کی فکری بنیادیں	98
	خوبیاں	101
	خامیاں	101
	3۔ اشتراکی نظام معیشت	104
	مفہوم	104
	فکری بنیادیں	105
	فکری لغزشیں	106
	اشتراکی نظام کی خصوصیات	107
	4۔ اسلام نظام معیشت اور دیگر معاشی نظاموں کا موازنہ	109
	(i) اسلام اور سرمایہ داری کا فرق	110
	(ii) اسلامی اور اشتراکی نظام معیشت کا فرق	111
	5۔ اشتراکیت اور سرمایہ داری۔۔ایک ہی سکہ کے دو رخ	113
	کتابیات	113
	حصہ سوم: نظریہ جزوی معاشیات : اسلامی تناظر میں	115
باب۵	صرف دولت	117
	1۔ مفہوم اور اہمیت	117

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	اسلام اور صرف دولت	118
2۔	صرف کے اصول	119
3۔	اعتدال	121
4۔	اسلامی معاشرہ میں رویہ صارف کا نظریہ	126
	رویہ صارف کا مغربی تصور	126
	رویہ صارف کا اسلامی نقطہ نظر	128
	(1) اسلام کا تصور آخرت	128
	(2) اسلام کا تصور کامیابی	129
	(3) اسلام کا تصور کامیابی	130
	مسلم صارف کا توازن	131
	کتابیات	132
باب ۶	اسلامی معیشت میں رویہ فرم	133
	(الف) اخلاقی اقدار اور رویہ فرم	133
	(ب) فرم کی پالیسی کے لئے رہنما اصول	135
	(ج) اسلامی فرم کے لئے محرکات	137
	(د) اسلامی فرم کے مقاصد	140
	(ھ) الحسبۃ اور اسلامی فرم	142
	(و) اسلامی فرم کا رویہ اور منڈی کے مختلف حالات	143
	(1) مکمل مقابلہ	143
	(2) اجارہ داری	144
	(3) چند اجارہ	145
2۔	اسلام اور قیمتوں کی میکانیت	146
3۔	عادلانہ قیمت کا نظریہ اور اسلام	149
4۔	تسعیر یعنی قیمتوں پر کنٹرول کا مسئلہ	151
	اسلام کا کاروبار ضابطہ اخلاق	154
	کتابیات	157

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حصہ چہارم: اسلام میں مالیات کی فراہمی کے طریقے	161
باب ۷ شراکت ومضاربت	161
(الف) شراکت	159
(i) شراکت کی تعریف	161
(ii) شراکت کا جواز	161
(iii) شراکت کی شرائط	163
(iv) شراکت کی اقسام	163
(v) شراکت کی جدید اقسام	166
(vi) شراکت کے احکام	166
(vii) شرکاء کی ذمہ داریاں اور حقوق	167
(viii) شراکت کی مدت	167
(ix) معاہدہ شراکت کی منسوخی	168
(x) شراکت اور صنعتی کاروبار	168
(ب) مضاربت	169
(الف) مضاربت کا مفہوم	169
(ب) تعریف	169
(ج) مضاربت کی صورتیں	170
(د) مضاربت کے بارے میں احادیث	170
(ھ) مضاربت کے احکام	172
(و) مضاربت کے ارکان (معاہدہ)	172
(ز) شرائط مضاربت	173
(س) مضاربت کے حقوق وفرائض	174
(ص) معاہدہ مضاربت کی مدت	175
(ط) نفع ونقصان کے احکام	175
(ظ) دور جدید میں مضاربت کا اطلاق	176
کتابیات	177

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۸	اسلامی معیشت میں مالیات کی فراہمی کے مزید طریقے	179
	(الف) بیع مسلم	179
	بیع مسلم کے ارکان	181
	دور جدید میں بیع مسلم سے استفادہ	183
	اسلامی بنکاری اور بیع مسلم	183
	(ب) بیع مرابحہ	185
	بیع مرابحہ کی شرائط	186
	مرابحہ اور ربا میں فرق	187
	بیع مرابحہ کے بارے میں فقہاء کی آراء	191
	دور جدید میں مرابحہ سے استفادہ	192
	پروانہ قرض اور مرابحہ	193
	بیع مرابحہ کے بارے میں چند اشکال	194
	(ج) بیع مؤجل	196
	بیع مؤجل کے شرعی احکام	196
	(د) اجارہ	201
	اجارہ کے قواعد وضوابط	201
	اجرت کے مسائل	203
	معاہدہ اجارہ کے صحیح ہونے کی شرائط	205
	اجارہ کی مدت	206
	(7) کرایہ	206
	(8) زرعی زمینوں کا کرایہ	208
	(9) اجارہ (کرایہ) اور اسلامی بنکاری میں اس کا استعمال	208
	کتابیات	210
حصہ پنجم:	تقسیم دولت: اسلامی معیشت میں	211
باب ۹	اسلام اور تقسیم دولت (۱)	213
	گردش دولت پر قرآن کا پرزور استدلال	213

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

1۔	زمین کا لگان	215
	(الف) زرعی زمینوں کو کرایہ یا اجارہ پر دینے سے متعلق احادیث	216
	(ب) لگان کی تعریف	216
	(ج) اسلام کا نظریہ لگان	217
	(د) لگان کا تعین	217
	(ھ) لگان کا تعین اور ریاست	218
	(و) اسلامی نظریہ لگان کی خصوصیات	221
2۔	منافع	221
	(الف) منافع کا جواز	222
	(ب) نفع آور کاروبار کی حدود	222
	(ج) منافع کی تعریف	224
	(د) منافع کے تعین کے اصول	224
3۔	اجرت	226
	(الف) اجرت کی تعریف	226
	(ب) اجرتوں کے تعین کے نظریات	226
	(ج) اجرتوں کا تعین: اسلامی نقطہ نظر	227
	(ھ) اجرتوں کا معیار	228
	(و) کم از کم معیار اجرت	229
4۔	محنت کی عظمت	230
	(الف) محنت اور سرمایہ کے تعلقات	232
	(ب) مزدوروں کے حقوق (یعنی آجر کے فرائض)	233
	(ج) آجر کے حقوق (یعنی مزدوروں کے فرائض)	235
	کتابیات	236
باب ۱۰	اسلام اور تقسیم دولت (۲)	237
	ارتکاز دولت کے خاتمہ کے لیے اقدامات:	237
	(الف) قانونی اقدامات	237

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(1)	زکوۃ	238
	(i) زکوۃ کی فرضیت	238
	(ii) زکوۃ کے معنی	239
	(iii) زکوۃ کا مقصد	240
	(iv) زکوۃ کا حکم	240
	(v) زکوۃ واجب ہونے کی شرائط	240
	(vi) نصاب اور شرح زکوۃ	240
	(vii) مصارف زکوۃ	241
	(viii) عشر۔ زمین کی زکوۃ	243
	(الف) قرآن وحدیث میں عشر کا حکم	243
	(ب) زکوۃ اور ٹیکس میں فرق	244
	(ix) نظام زکوۃ کی معاشی اہمیت	244
2۔	اسلام کا قانون وراثت	246
	(الف) وراثت	246
	(ب) قانون وراثت	247
	(ج) وراثت کے احکام قرآن میں	247
	(د) مصارف ترکہ کی ترتیب	248
	(و) اسلامی قانون وراثت کے اہم نکات	249
	(ذ) وراثت کے دیگر نظام	250
	(ر) قانون وراثت کی معاشی اہمیت	251
(ب)	اختیاری اقدامات	253
	(1) صدقات وخیرات	253
	(2) انفاق العفو	255
	(3) اوقاف	258
	موجودہ حالات میں وقف کے ادارہ سے استفادہ	260
	(4) ارتکاز دولت کے خاتمہ کے لئے	

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلامی ریاست کے مزید اقدامات	261
کتابیات	264
حصہ ششم: اسلامی معاشیات میں کلی معاشیات کے بنیادی تصورات	265
باب ۱۱ اسلامی معیشت میں صرف، بچت اور سرمایہ کاری کے تفاعل	267
(الف) کلی تفاعل صرف	268
(1) تفاعل صرف روایتی معاشیات میں	268
(2) تفاعل صرف کو متاثر کرنے والے عوامل	269
(3) صرف دولت کے مختلف نظریات	270
(4) رویہ صارف کے مغربی تصور کی بنیادیں	270
(5) رویہ صارف کا اسلامی تصور	271
(6) اسلامی معیشت میں تفاعل صرف	277
(الف) جزئی معاشیات میں تفاعل صرف	277
(ب) کلی معاشیات میں تفاعل صرف	280
(ج) کلی معاشیات میں صرف کا متحرک ماڈل	281
(د) اسلامی معیشت میں مجموعی تفاعل صرف	282
7۔ اسلامی معیشت میں تفاعل بچت	283
8۔ بچتیں اور مسلم ممالک میں اسلامی نظام کا نفاذ	284
9۔ اسلامی معیشت میں سرمایہ کاری	285
کتابیات	288
حصہ ہفتم: زر، بنکاری اور زری پالیسی	289
باب ۱۲ حرمت سود اور غیر سودی بنکاری	291
حصہ اول: سود	291
(1) سود کیا ہے؟	291
(2) سود کی تعریف	291
(3) تجارت اور ربو میں فرق	292

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(4)	اسلام میں ربا یا سود کی تعریف	292
(5)	سود کی اقسام	293
(6)	تجارت اور سود میں فرق	294
(7)	اسلام نے سود کو کیوں حرام قرار دیا ہے؟	295
(8)	حرمت سود پر اس قدر زور کیوں؟	297
(9)	حرمت سود کی اخلاقی اہمیت	299
(10)	حرمت سود کی معاشرتی اہمیت	299
(11)	حرمت سود کی معاشی اہمیت	299
	حصہ دوم: بلا سود بنکاری	305
(1)	بنک	305
(2)	سودی معیشت میں بنک کے فرائض	305
(3)	اسلامی معیشت اور بلاسود بنکاری	307
(4)	بلاسود بنکاری کی ضرورت	307
(5)	اسلامی نظام معیشت میں بنکاری	307
(6)	غیر سودی بنکاری کا ماڈل	308
(i)	بنک کا قیام	310
(ii)	بنک کا کاروبار	311
(iii)	شرکت ومضاربت کی بنیاد پر سرمایہ کاری	312
(xiii)	بنکاری میں قرض سرمایہ کا استعمال	318
(xvii)	بنک کی طرف سے قرضوں کا اجراء	321
(xx)	تخلیق زر کا عمل	324
(xxii)	مرکزی بنک	325
(xxv)	مالیات عامہ اور سرکاری قرضہ جات کی فراہمی	327
	حصہ سوم: عملی میدان میں ہونے والی پیش رفت کا جائزہ	329
	پاکستان میں بلاسود بنکاری	342
	بلاسود بنکاری کے مروجہ طریقے	343
	کتابیات	345

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۳	اسلامی معیشت اور افراط زر	347
	(1) تعریف	347
	(2) اقسام	347
	(3) اثرات	348
	(4) اسباب	348
	(5) اسلامی معیشت اور افراط زر	350
	(6) افراط زر پر قابو پانے کے لئے خصوصی اقدامات	351
	(7) قرضوں کی تجدید کے لئے خصوصی اقدامات	354
	کتابیات	358
باب ۱۴	تجارت خارجہ اور مالیات کی بلاسود فراہمی	359
	(1) تجارت خارجہ کے لئے مالیات کی فراہمی	359
	(الف) درآمدات کا شعبہ	360
	(ب) برآمدات کا شعبہ	361
	(2) مال کی ترسیل کے بعد	362
	کتابیات	363
باب ۱۵	انشورنس: اسلامی معیشت میں	365
	(1) تعریف	365
	(2) بیمہ کی اہمیت	365
	(3) انشورنس کا ارتقاء	367
	(4) انشورنس پر علماء کرام کے اعتراضات	368
	(5) انشورنس کا متبادل نظام	370
	(6) انشورنس کی مجوزہ تنظیم	372
	(7) بیمہ زندگی اور انشورنس کے نجی ادارے	373
	کتابیات	374

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حصہ ہشتم: زکوٰۃ اور مالیاتی پالیسی 375

باب ۱۶ زکوٰۃ اور مالیاتی پالیسی 377

حصہ اول: مالیاتی پالیسی: 377

۱۔ مالیاتی پالیسی کا مفہوم 377

۲۔ مالیاتی پالیسی کے آلات 378

۳۔ مالیاتی پالیسی کے مقاصد 378

۴۔ اسلامی ریاست اور اس کی مالیاتی پالیسی 378

۵۔ اسلامی ریاست کی مالیاتی پالیسی کے مقاصد 378

۶۔ زکوٰۃ بطور آلہ مالیاتی پالیسی 380

(۱) دولت کی منصفانہ تقسیم 381

(۲) افراط زر کے بغیر مکمل روزگار کا حصول 381

(۳) ذرائع کی تخصیص پر زکوٰۃ کے اثرات 382

(۴) استحکام معیشت اور زکوٰۃ 383

(الف) زکوٰۃ اور صرف 384

(ب) زکوٰۃ اور سرمایہ کاری 385

(ج) زکوٰۃ اور بچت 387

(د) زکوٰۃ اور معاشی ترقی 388

حصہ دوم: بیت المال 389

(الف) تعریف 390

(ب) بیت المال کا ارتقاء 390

(ج) بیت المال کے ذرائع آمدنی 391

(د) بیت المال کے مصارف 394

حصہ سوم: اسلام میں ٹیکسوں کا تصور 395

(الف) ٹیکس، الماکس، المکاس 396

(ب) خلفاء راشدین کا دور 397

(ج) اسلام میں ٹیکس پالیسی کے اصول 398

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

	حصہ چہارم: اسلامی معیشت میں سرکاری اخراجات	400
	(الف) اسلامی معیشت میں سرکاری اخراجات کی نوعیت	401
	(ب) سرکاری اخراجات کے اصول	402
	ضمیمہ: گزشتہ سالوں میں پاکستان میں نظام زکوٰۃ کا جائزہ	405
	کتابیات	409
باب ۱۷	اسلامی ریاست کا معاشی کردار	411
	(1) ریاست کا مفہوم اور مقاصد	411
	(2) اسلامی ریاست	411
	(3) اسلامی ریاست کا مفہوم	412
	(4) مقاصد و وظائف	412
	(5) اسلامی ریاست کا معاشی کردار	412
	کتابیات	419
	حصہ نہم: معاشی ترقی و منصوبہ بندی	421
باب ۱۸	اسلام اور معاشی ترقی	423
	(1) معاشی ترقی کا مفہوم	423
	(2) اسلام میں معاشی ترقی کا تصور	423
	(3) اسلامی معیشت میں معاشی ترقی	425
	(الف) معاشی ترقی کی تعریف	425
	(ب) معاشی ترقی کے اہداف	425
	(4) اسلامی معیشت اور مروجہ معیشت میں ترقی کے تصور کا فرق	427
	(5) دین کی اشاعت کا اہتمام	428
	(6) معاشی ترقی کی پیمائش	428
	(7) قرآن و حدیث میں معاشی جدوجہد اور معاشی ترقی کی ترغیبات	429
	(8) اجتماعی معاشی ترقی کی جدوجہد کی ترغیب	431
	(9) معاشی ترقی کے بارے میں فقہاء کی آراء	431
	(10) خلفائے راشدین کے دور میں معاشی ترقی کے لئے اقدامات	434
	کتابیات	435

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۹	اسلام اور معاشی منصوبہ بندی	437
	(1) معاشی منصوبہ بندی کی تعریف	437
	(2) منصوبہ بندی کے لوازمات	437
	(3) اسلام اور منصوبہ بندی	437
	(الف) صرف دولت اور منصوبہ بندی	438
	(ب) پیدائش دولت اور منصوبہ بندی	438
	(ج) تبادلہ دولت اور منصوبہ بندی	438
	(د) تقسیم دولت اور منصوبہ بندی	438
	(4) منصوبہ بندی کی اقسام	439
	(5) اسلام میں منصوبہ بندی کی نوعیت	440
	(6) منصوبہ بندی کی اہمیت	441
	(7) منصوبہ بندی کے مقاصد	444
	(8) انتخاب مقاصد	445
	(9) اہداف	445
	(10) حکمت عملی	446
	(11) ترجیحات	446
	(12) مالیات کی فراہمی	446
	کتابیات	448
حصہ دہم:	اسلام اور نیا عالمی اقتصادی نظام	449
باب ۲۰	اسلام اور نیا عالمی اقتصادی نظام	451
	(1) بین الاقوامی تجارت اور اسلام	451
	تجارتی پالیسی	455
	(2) اسلام اور نیا عالمی اقتصادی نظام	456
	1۔ عالمی اداروں کی تشکیل نو	457
	2۔ قومی وسائل پر ان کے اقتدار اور حق ملکیت کو تسلیم کیا جائے	457
	3۔ صنعت کی بہتر تقسیم کار	458

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

4۔ ترقی یافتہ ممالک کی منڈیوں تک رسائی	458
5۔ معاشی ترقی کے لئے مالیات کی فراہمی کا بہتر انتظام	458
آج کے دور کا حقیقی چیلنج	460
نیا عالمی اقتصادی نظام نہیں بلکہ نیا عالمی نظام	460
زندگی کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر	461
نئے نظام کے قیام میں اسلام کا کردار	462
کتابیات	465
حصہ یازدہم: پاکستان میں معیشت کو اسلامی خطوط پر ڈھالنے کی کوششوں کا جائزہ	467
باب ۲۱ پاکستان میں معیشت کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کی کوششوں کا جائزہ	469
زکوٰۃ وعشر آرڈیننس مجریہ 1980ء	474
زکوٰۃ وعشر آرڈیننس اور اس کے اطلاق کا تنقیدی جائزہ	477
کوتاہیاں اور خامیاں	477
کتابیات	478
حصہ یازدہم: (برائے ایم اے اسلامیات پارٹ ٹو)	479
باب ۲۲ اسلام کا نظریہ ملکیت	481
(الف) ملکیت کی حقیقت	481
(ب) ملکیت کے حقوق	483
(ج) نجی ملکیت کی حدود	486
زمین کی ملکیت	493
(1) وہ زمینیں جن کے مالک اسلام قبول کر لیں	497
(2) وہ زمینیں جن کے مالک اپنے دین پر قائم رہیں	497
(3) وہ زمینیں جن کے مالک بزور شمشیر مغلوب ہوئے ہوں	498
(4) وہ زمینیں جو کسی کی ملک نہ ہوں	498
موات زمینوں کے بارے میں حکم	499
اسلامی ریاست اور عطیہ زمین یا قطعیہ	500
(د) اجتماعی ملکیت کا تصور	502
(ھ) مالک زمین کے حقوق	503

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(ز) مزارعت 504
(i) مزارعت کی تعریف 505
(ii) مزارعت کا عدم جواز اور اس کی وجوہات 507
(iii) مزارعت کی مخالفت والی احادیث کی تحقیق 508
(iv) مزارعت کی ممنوعہ شکلیں 509
(v) مزارعت کی مختلف شکلوں کے بارے میں فقہاء کی آراء 510
(vi) زمین کے استعمال کے بارے میں فقہاء کی آراء 511
کتابیات 512

باب ۲۳ اسلام اور عدل اجتماعی 513
(1) مفہوم 513
(2) اسلام اور عدل اجتماعی 513
(3) فرد اور معاشرہ کے درمیان عدل 513
(4) عدل سیاسی شعبہ میں 514
(5) عدل معاشرت میں 515
(6) عدل روحانیت میں 516
(7) عدل: معاشی شعبہ میں 516
(8) عدل اجتماعی کے مقاصد 518
(9) عدل اجتماعی کے ذرائع 519
(10) عدل اجتماعی کی حکمت عملی 520
کتابیات 521

باب ۲۴ پیدائش دولت 523
(الف) معاشی سرگرمیوں کی اہمیت و ترغیب 523
(1) تقاضائے فطرت 523
(2) تسخیر کائنات کا تقاضا 523
(3) رزق کی فراوانی 523
(4) شکر گزاری کا تقاضا 524
(5) علوم و فنون کی ترقی 524

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حصہ اول

اسلامی معاشیات کیا ہے؟

(What is Islamic Economics)

باب ۱ اسلامی معاشیات کی نوعیت و وسعت

اسلام کا معاشی نظام اور اسلامی نظریہ حیات
اسلامی معاشیات کے ماخذ
اسلامی معاشیات کی نوعیت و وسعت
اسلامی معاشیات کی ضرورت و اہمیت

باب ۲ اخلاقی اقدار اور اسلام کا معاشی نظام

تقویٰ، مساوات، اخوت، عدل، معاشی عدل،
احسان، تعاون، حلال و حرام کا تصور،
اسلام کا کاروباری ضابطہ اخلاق

باب ۳ معاشیات کے ارتقاء میں مسلمانوں کا کردار

قرآن و حدیث، فقہ، مسلمان مفکرین،
قرون اولیٰ (شروع کے ادوار) کے مسلمان مفکرین اور
ان کے معاشی افکار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۱

اسلامی معاشیات کی نوعیت و وسعت

(Nature and Scope of Islamic Economics)

۱۔ اسلام کا معاشی نظام اس کے نظریہ حیات کا ایک جزو ہے۔

(Economic System of Islam as a part of its Overall Philosophy of Life.)

تاریخ انسانی کے مختلف ادوار میں جو بھی معاشی نظام کسی معاشرہ میں رائج رہے ہیں ان کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ وہ اس نظریہ حیات سے گہرے طور پر وابستہ تھے جو افراد کے فکر و شعور کا احاطہ کیے ہوئے تھا۔ اس نظریہ حیات کے زیر اثر ہی ان معاشی نظاموں کی مختلف تنظیموں، اداروں اور شعبوں کی صورت گری ہوئی اور انہیں ایک مختلف نہج اور جہت ملی۔

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو روئے زمین پر بسنے والے انسان کے مسئلہ معاش کے بہترین حل کے لیے اصلاً جس بات کی ضرورت ہے وہ اس نظریہ حیات کی تلاش ہے جو فطرت انسانی کے جملہ تقاضوں کو پورا کرنے والا اور کائنات کے حقائق سے مطابقت رکھنے والا ہو۔

دو نظریہ ہائے حیات

جزوی فرق اور اختلاف کے باوجود ابتدائے افرینش سے لے کر آج تک انسان نے اپنی عملی زندگی کی بنیاد جن نظریات پر رکھی ہے وہ دو ہی ہیں:

☆ ایک مادی نظریہ حیات

☆ دوسرا اخلاقی نظریہ حیات

مادی نظریہ حیات کے مطابق اس کائنات میں انسان کی حیثیت محض ایک حیوانی وجود کی ہے جس کا مقصد اپنی جبلی مادی احتیاجات کی تسکین کے سوا کچھ نہیں۔ وہ معاشرتی زندگی میں قواعد و ضوابط اور اقدار کا جو بھی ڈھانچہ بناتا ہے وہ اسی مقصد کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے ہوتا ہے۔ انسانوں سے بالاتر کسی اقتدار کی اطاعت اور اس کے سامنے جوابدہی کا یہاں سرے سے کوئی تصور نہیں ہوتا۔

اس نظریہ حیات کا فطری اور منطقی تقاضا یہ ہے کہ ہر فرد اپنی ذات میں اور اپنی ذات کے لیے زندہ رہے اور زیادہ سے زیادہ لذت و آسائشات نفس کا حصول ہی اس کا قبلہ مقصود بن جائے۔ اس فکر سے جو معاشرہ وجود میں آئے گا اس میں افراد کی جارحانہ خود غرضی، گردن توڑ مسابقت اور بے رحم کشمکش ہر شعبہ زندگی میں سایہ فگن ہوگی۔

یورپ کا امنہ سطیٰ (Middle Ages) کا نظام جاگیرداری ہو یا دور جدید کا سرمایہ دارانہ یا اشتراکی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نظام سب اسی مادی نظریہ حیات کی پیداوار ہیں اسی لیے معاشی تنظیمات اور اداراتی ڈھانچہ میں بعض اختلافات کے باوجود ان کے زیر اثر جو سماج وجود میں آیا ہے وہ ہمیشہ بالادست اور زیردست طبقات میں منقسم رہا ہے۔ اس طبقاتی تقسیم نے معاشی ترقی کے ثمرات کو ایک محدود گروہ میں محصور کر کے افراد کی اکثریت کو زندگی کی بنیادی ضروریات سے محروم رکھا ہے۔

مادی نظریہ حیات کے برعکس اخلاقی نظریہ حیات کائنات اور انسان کے بارے میں ایک مخصوص نقطہ نظر پر مبنی ہے۔ اس کے نزدیک ہمارے گردوپیش میں پھیلی ہوئی وسیع و عریض کائنات خود بخود یا کسی حادثہ کے نتیجہ میں وجود میں نہیں آ گئی بلکہ یہ ایک حی و قیوم' قادر مطلق خالق کی تخلیق ہے۔ اس کا مقصد تخلیق یہ ہے کہ انسان اس کے وسائل سے استفادہ کرے اور انہیں اس انداز سے زیر استعمال لا کر اپنی موجودہ زندگی کو بہتر بنائے کہ اس کی ابدی و دائمی زندگی کامیابی سے ہمکنار ہو جائے۔

اس نظریہ حیات کے مطابق انسان محض ایک حیوانی وجود نہیں بلکہ اس کائنات کے اندر اس کی حیثیت ایک مالک کائنات کے خلیفہ کی ہے۔ اس لیے اس کے لیے لازم ہے کہ وہ وسائل کائنات میں تصرف اس کے خالق و مالک کی مرضی کے مطابق کرے اور اس ایمان و یقین پر اپنے عمل کی بنیاد رکھے کہ مرضی مالک کی اتباع میں سراسر اس کا اپنا ہی مفاد مضمر ہے۔ مالک مائنات میں تصرف اس کے خالق و مالک کی اتباع میں سراسر اس کا اپنا ہی مفاد مضمر ہے۔ مالک کائنات کی حقیقی مرضی اس کی نازل کردہ آسمانی کتب' جس کی اب آخری اور مستند شکل قرآن پاک ہے' اور اس کے انبیاء علیہم السلام کی سنت' جس کا مستند ترین مظہر اب نبی آخرالزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور طریقہ ہے' میں موجود ہے۔

اس نظریہ حیات کو تسلیم کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ:

۱۔ انسان زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے جملہ اعمال اپنے خالق کی مرضی کے تابع کر دے۔

۲۔ کائنات کے جملہ وسائل سے بھرپور استفادہ کرے۔

۳۔ اس کا مقصود حقیقی دائمی اخروی زندگی کی فلاح قرار پائے۔

۴۔ اس کا کردار ایک ذمہ دار ہستی کا کردار ہو جو اپنے آپ کو اپنے مالک کے سامنے اپنے چھوٹے بڑے تمام اعمال کے لیے جوابدہ سمجھے۔ ان اوصاف سے جو انسانی رویہ ظہور میں آئے گا وہ جارحانہ خودغرضی اور بے دردطبقاتی کشمکش کے بجائے باہمی ہمدردی' تعاون اور ایثار و احسان کے محاسن سے مزین ہوگا اور اس کے نتیجہ میں ایک ایسا معاشرہ وجود میں آئے گا جہاں انسان زندگی کی حقیقی راحتوں اور امن و سکون سے شاد کام ہوں گے۔

انسان کا معاشی مسئلہ ۔ اسلامی نظریہ حیات کے تناظر میں

جاگیرداری' سرمایہ داری اور اشتراکی نظام مادی نظریہ حیات کی پیداوار ہیں اور ان کے بالمقابل اسلام کا معاشی نظام اخلاقی نظریہ حیات سے ماخوذ ہے۔ یہ نظام اپنے اصول و ضوابط اور انسانی رویہ کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بارے میں معیارات اخلاقی نظریہ حیات سے لیتا ہے۔ اس کا مقصد انسان کی معاشی احتیاجات کی تسکین کا اہتمام اس انداز میں کرنا ہے کہ اس کے اساسی نظریہ حیات کے عمومی مقاصد نہ صرف مجروح ہوں بلکہ یہ ان کے حصول میں مددگار ثابت ہو۔ اسلامی نقطہ نظر کی رو سے انسانی زندگی ایک وحدت ہے۔ اس کے متعدد شعبے اور اجزا تو ضرور ہیں لیکن وہ سب ایک دوسرے کے ساتھ گہرے طور پر وابستہ و پیوستہ ہیں۔ انہیں الگ الگ ہوا بند خانوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ سیاست' معیشت' معاشرت اور اخلاق وغیرہ سب اس وحدت کے اجزائے ترکیبی ہیں۔ ایک شعبے میں رونما عمل آنے والے اقدامات دوسرے شعبوں میں ارتعاش پیدا کرنے کا موجب بنتے ہیں۔ اسلام نے اس حقیقت کبریٰ کو پیش نظر رکھتے ہوئے انسان کے معاشی مسئلہ کو حل کرنے کی تدبیر کی ہے۔ وہ معاشی مسئلہ کو مسئلہ حیات انسانی کے مجموعی چوکھٹے میں رکھ کر اس کا مطالعہ کرتا اور حل تجویز کرتا ہے۔

مسائل حیات کے تجزیہ و مطالعہ کی ایک شکل "طریقہ تخصیص" (Method of Specialization) ہے اور دور جدید میں اس کا رواج عام بھی ہے۔ اس طریق تحقیق میں یہ فائدہ ضروری ہے کہ چونکہ انسانی زندگی کا صرف ایک جزو پیش نظر ہوتا ہے اس لیے اس کا تجزیہ آسان اور سہل ہو جاتا ہے اور ہر شعبہ حیات بلکہ اس کے ذیلی شعبوں میں ماہرین خصوصی (Specialists) پیدا ہو جاتے ہیں جو پیش نظر مسئلہ کی حقیقت اور نوعیت کو جلد سمجھ لیتے اور اس کا حل تجویز کر دیتے ہیں۔ اس طریقہ تخصیص کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ یہ حقیقت پسندانہ نہیں۔ غیر ذی روح مادی دنیا میں اس کی افادیت تو شائد ہو لیکن انسانی زندگی کی پیچ در پیچ گتھیوں کو سمجھنے اور سلجھانے میں اس کی افادیت مشکوک ہی نہیں بلکہ بالعموم مضر اثرات پیدا کرنے کا باعث بن جاتی ہے۔ فراہمی سرمایہ کا سودی نظام معاشرتی اقدار کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیتا ہے اور ارتکاز دولت کا باعث بن کر ریاستی نظام کو متزلزل کر دیتا ہے۔ اس طرح تحدید آبادی کا پروگرام خاندانی نظام کی چولیں ہلا دیتا ہے اور معاشرہ میں کارکنوں کی کمی کا باعث بن کر معاشی قوت کو مضمحل کر دیتا ہے۔

ان ہی خطرات کے پیش نظر اسلام انسان کے معاشی رویہ کا مطالعہ اسے اجتماعی زندگی کے دوسرے شعبوں سے الگ رکھ کر نہیں بلکہ اس کے مجموعی فریم ورک میں رکھ کر اسے دیکھتا ہے۔ اس کے نزدیک انسان کی اجتماعی زندگی متعدد شعبوں کا مجموعہ ہے۔ معاشی شعبہ کی حیثیت مرکزی اور اساسی بھی نہیں بلکہ محض جزوی ہے۔ اصل مقصود کل کی اصلاح و فلاح ہے۔ اس لیے معاشی شعبہ میں پیش آنے والے مسائل کو وہ اس انداز میں حل کرتا ہے کہ اس سے اجتماعی زندگی کے دوسرے شعبوں پر برا اثر نہ پڑے بلکہ خود معاشی شعبہ کے اندر بھی داخلی نوعیت کے تضادات داخل نہ ہوں۔ مثال کے طور پر قدرتی آفات کے نتیجہ میں اشیائے رسد کی کمیابی سے اگر قیمتیں بڑھ جائیں تو اسلام کے معاشی نظام میں اس کے حل کی یہ تدبیر مناسب نہیں سمجھی گئی کہ سرکاری انتظام میں قیمتوں کا کنٹرول نافذ کر دیا جائے کیونکہ اس سے تاجروں اور پیدا کنندگان کے بری طرح متاثر ہونے کا قوی امکان ہوتا ہے اور چور بازاری اور اس نوعیت کی اخلاقی بے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

راہروی کے درآنے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔

حیات اجتماعی کے اس مجموعی ڈھانچہ کی اصلاح اسلام کا حقیقی مقصود ہے۔ وہ کسی ایک جزو کی اصلاح پر قانع نہیں ہوتا۔ یہی حقیقت پسندانہ نقطہ نظر ہے لیکن یہ بات اصلاح وفلاح کے کام کو بڑا دقیق اور مشکل بنا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس کا بیڑا بڑی ٹھوس بنیادوں پر اٹھایا ہے۔ وہ ان مسائل کے حل کے لیے سب سے پہلے عقائد اور ایمانیات کی ایک مضبوط اساس فراہم کرتا ہے اور پھر ان کی قوت وتوانائی سے مختلف شعبہ ہائے حیات میں انسانی رویوں کے لیے روشنی اور رہنمائی کا اہتمام کرتا ہے۔ یہ عقائد توحید، رسالت اور آخرت ہیں جو حیات انسانی کے اس نظام کے قلب ومرکز میں اترے ہوئے ہیں اور ہر آن انسانی رویہ کا ایک مخصوص رنگ اور جہت مقرر کرتے ہیں۔ یہ عقائد اخوت، مساوات، تعاون، عدل اور احسان جیسی اخلاقی اقدار کو جنم دیتے ہیں اور زندگی کے ہر شعبہ میں ہر فرد کے لیے ان کی پاسداری کو لازم قرار دیتے ہیں۔ انسانی زندگی کا معاشی شعبہ بھی ان ہی عقائد اور اخلاقی اقدار کے تابع ہے اور اس حیثیت میں ہی یہ انسان کی حقیقی معاشی خوشحالی کا ضامن اور حیات اجتماعی کے فروغ واستحکام کا معاون بن سکتا ہے۔

اس ساری صورت حال کو ایک ڈائیگرام کے ذریعہ بھی واضح کیا جا سکتا ہے۔

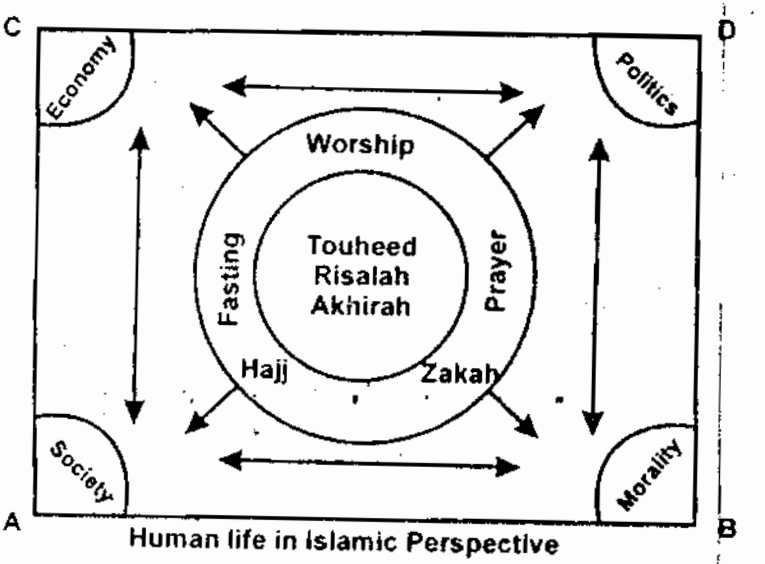

یہ ڈائیگرام حیات انسانی کے ABCD فریم ورک میں توحید، رسالت اور آخرت کے مقائد کو قلب میں ظاہر کرتا ہے جہاں سے اخلاق، معاشرت، سیاست اور معیشت کے شعبے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ شعبے باہم دگر مربوط بھی ہیں اور ایک دوسرے کی اثر اندازی اور اثر پذیری کو نمایاں کرتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ اسلامی معاشیات کے ماخذ

(Sources of Islamic Economics)

اسلامی معاشیات میں انسان کے معاشی طرزِ عمل کا احکام الٰہی کی روشنی میں مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ان احکام خداوندی کو معلوم کرنے کے ذرائع ہی اسلامی معاشیات کے مصادر و ماخذ ہیں۔ یہ ماخذ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ کتاب اللہ یعنی قرآن مجید: احکام الٰہی معلوم کرنے کا مستند ترین اولین ماخذ اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید ہے۔ یہ انسان کی زندگی کے جملہ پہلوؤں کے لیے عمومی ہدایت و رہنمائی کا جامع مجموعہ ہے۔ یہ اپنی کامل و اکمل شکل میں محفوظ ہے۔ انسان کی معاشی زندگی سے متعلق بنیادی نوعیت کے رہنما اصول اس کتاب میں ثبت کر دیئے گئے ہیں جن کی روشنی میں ہر عہد کے حالات کے مطابق پیش آمدہ معاشی مسائل کے حل کے لیے مفصل لائحہ عمل تیار کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً:

- ☆ حلال اشیاء کا صرف اور حرام اشیاء کی ممانعت۔
- ☆ صرف میں اعتدال۔
- ☆ بخل کی مذمت۔
- ☆ لین دین کو ضبطِ تحریر میں لانا۔
- ☆ سود اور قمار کی حرمت۔
- ☆ باہمی رضامندی پر مبنی تجارت کی حلت (حلال ہونا)۔
- ☆ گردشِ دولت کا فروغ۔
- ☆ زکوٰۃ کی فرضیت اور قانونِ وراثت وغیرہ جیسے معاشی طرزِ عمل سے تعلق رکھنے والے متعدد اصول قرآن پاک میں بیان کیے گئے ہیں۔

ان موضوعات پر غور کرنے سے صاف نظر آتا ہے کہ قرآن پاک میں صَرف دولت، اکتساب دولت، تبادلہ دولت اور تقسیم دولت سب کے متعلق بنیادی نوعیت کی ہدایات اور رہنما اصولوں کی نشاندہی کر دی گئی ہے، جن کی روشنی میں اسلامی معاشیات کے ماہرین معاشی زندگی کے ہر شعبہ کے بارے میں تفصیلی نقشہ کار طے کر سکتے ہیں۔

یہ بنیادی اصول نا قابلِ تغیر و تنسیخ ہیں۔ البتہ عملی واقعات پر ان کے انطباق (Application) کے متعلق غور و فکر کر کے کوئی رائے قائم کی جا سکتی ہے۔

مثال کے طور پر سود اور قمار (جواء) کی حرمت قرآن پاک سے ثابت ہے۔ تاہم لین دین کی مختلف شکلوں میں ان مفاسد کا تعین اور نشاندہی کرنے کے لیے ذمہ دارانہ تدبر و تفکر کی راہ ہمیشہ کھلی رہے گی۔

۲۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: قرآن پاک کی طرح سنت رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی احکامات الٰہی کو جاننے کا مستند ذریعہ ہے۔ سنت نبی ﷺ کے ثابت شدہ طریقہ کو کہتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس طریقہ کا اظہار خواہ آپ کے قول و فعل سے ہو یا تقریر (سکوت) سے۔ سنت رسول ﷺ قرآن پاک کی طرح ہی واجب الاطاعت ہے۔ نبی ﷺ کی حیثیت وحی خداوندی کے وصول کنندہ اور مبلغ کی ہی نہ تھی بلکہ اس وحی کی تبیین' تعبیر' تشریح اور تعلیم بھی آپ کے فرائض نبوت کا حصہ تھی جو آپ نے باتمام و کمال سرانجام دیا۔ یہی سنت رسول ہے۔ اس لیے یہ قرآن پاک سے الگ کوئی چیز نہیں بلکہ اسی کی توضیح وتوسیع ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

"(اللہ کے) رسول جو تمہیں دیں اسے لے لو اور جس بات سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔" (الحشر: ۷)

اس ارشادِ خداوندی کی تعمیل میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کی ایک ایک بات اور ایک ایک عمل اور اشارہ و کنایہ کو نہ صرف صرف پورے غور و انہماک سے سنتے و دیکھتے بلکہ دلی شوق و ذوق کے ساتھ اسے اپنے قالب عمل میں ڈھال لیتے۔ سیرت رسول کا یہی عملی نمونہ تواتر کے ساتھ امت میں منتقل ہوتا آیا ہے اور ایک لمحہ کے لیے بھی امت مسلمہ سنت رسولؐ کے اس پُرنور عمل سے محروم نہیں رہی۔

احادیث نبویؐ کے مستند تحریری مجموعوں مثلاً صحیح بخاری' صحیح مسلم' ابن ماجہ' ترمذی' نسائی اور ابوداؤد (جو صحاح ستہ کے نام سے موسوم ہیں) وغیرہ میں اسی سنت رسول کو منضبط و محفوظ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سنت رسولؐ کے اس خزینہ میں معاشی زندگی کے قریب قریب تمام پہلوؤں کے بارے میں اصولی اور عملی ہر دو لحاظ سے رہنمائی موجود ہے۔ مثلاً اشیاء اور وسائل پیداوار کی ملکیت' دولت' اکتساب رزق' تجارت' زراعت' محنت' سرمایہ' عاملین پیدائش کے معاوضے' تسعیر (پرائس کنٹرول)' صاف کا رویہ' آجر کا طرز عمل' زرواعتبار' سرکاری مالیات' معاشی ترقی اور معاشی اقدار جیسے سینکڑوں موضوعات پر سنت رسولؐ میں راہنمائی موجود ہے۔ اسلامی معاشیات کے ماہرین کے لیے اپنے تحقیق و تجزیہ کے سلسلہ میں سنت رسولؐ سے رجوع اور استفادہ کرنا ناگزیر ہے۔

۳۔ اجتہاد: اجتہاد بھی احکام الٰہی تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس کا لغوی مطلب تو انتہائی کوشش کرنا ہے لیکن اصطلاح شرعیہ میں اس سے مراد وہ انتہائی کوشش ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے اشارات و مضمرات سے کوئی حکم معلوم کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔ اجتہاد کی ضرورت انہی امور کے بارے میں پیدا ہوتی ہے جہاں قرآن و سنت میں براہ راست راہنمائی میسر نہ آ رہی ہو۔ قرآن و سنت کے نصوص کی موجودگی میں اجتہاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر سود کی حرمت قرآن پاک کے واضح حکم سے ثابت ہے اس کے بارے میں کسی آڑ میں یا کسی انداز میں جواز پیدا کرنے کے لیے اجتہاد سے کام نہیں لیا جا سکتا۔ اسی طرح سنت رسولؐ کے ثابت شدہ مسلمات میں کسی فرد یا ادارہ کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اجتہاد کے نام پر کوئی تغیر و تبدیلی کر سکے۔

مزید برآں اجتہاد بڑا ہی کٹھن اور ذمہ داری کا کام ہے۔ اس لیے یہ ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔ یہ ان ہی افراد کے کرنے کا کام ہے جو اس کے ہر لحاظ سے اہل ہوں۔ اس اہلیت کے لیے لازم ہے کہ وہ میں مندرجہ ذیل اوصاف پائے جاتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

☆ قرآن وسنت پر کامل عبور۔
☆ پیش آمدہ مسائل کی تہہ تک پہنچنے اور ان کے پیش وعقب کو اچھی طرح سمجھنے کی صلاحیت۔
☆ دیانت وتقویٰ اور بلند اخلاق وکردار۔

اجتہاد کی ضرورت: اجتہاد ایک متمدن انسانی معاشرہ کی فطری ضرورت ہے۔ انسان کی سماجی زندگی سکون وجمود سے نا آشنا ہے۔ انسانی زندگی میں ہر آن ایسے نئے مسائل اور نئے حالات سامنے آتے رہے ہیں جن کے حل کے لیے کوئی قرآن وسنت کے ذخیرہ میں واضح انداز میں رہنمائی موجود نہیں ہوتی۔ شریعت اسلامیہ کے تقاضوں مطابق ان مسائل سے عہدہ برآء ہونے کے لیے اصحاب اہلیت وصلاحیت کا اجتہاد ہی راہ کشا ہوسکتا ہے۔ اجتہاد نے شریعت اسلامی میں بے پناہ وسعت اور لچک پیدا کردی ہے اور اسے ہر زمانہ کے حالات وواقعات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت بہرہ ور کردیا ہے۔ تمدنی تغیرات اور ترقیوں کا عمل یوں تو زندگی کے ہر شعبہ میں جاری وساری ہے تاہم معاشی شعبہ میں اس کی رفتار بڑی تیز اور ہمہ گیر رہی ہے۔ بالخصوص دور جدید میں انسان کی معاشی زندگی تو بڑے بڑے طوفانی انقلابات سے دو چار ہے۔ نت نئے معاشی مسائل جنم لے رہے ہیں۔ نئے طریق ہائے پیدائش اور کاروباری تنظیم کے اچھوتے انداز ظہور میں آرہے ہیں۔ افراط آبادی کا حل کیا ہو؟ سودی نظام کا متبادل کیا ہو؟ بیمہ کی کیا شکل اختیار کی جائے؟ متاثرین جنگ' سیلاب زدگان اور دیگر آفات سماوی وارضی کی وجہ سے تباہ حال افراد کی امداد وبحالی کے کیا طریقے عمل میں لائے جائیں' وغیرہ وغیرہ۔ سینکڑوں ہزاروں مسائل اسلامی معاشیات کے ماہرین کو دعوت فکر دیتے ہیں۔ یہ چیز دور حاضر میں اجتہاد کی ضرورت واہمیت کو بخوبی واضح کرتی ہے۔

اجتہاد کی شکلیں: (i) اجماع (ii) قیاس

(i) اجماع: اجماع سے مراد کسی اجتہادی مسئلہ میں مجتہدین امت کا متفق ہو جانا ہے۔ یہ اجتہاد کی اعلیٰ ترین قسم ہے۔ اس کی حیثیت محض ایک رائے کی نہیں ہوتی بلکہ نصوص شریعت کی طرح یہ ایک حجت شرعی بن جاتا ہے جسے تسلیم کرنا ہر مسلمان کے لیے لازمی ہو جاتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں جبکہ مسلمان مختلف ممالک میں آباد ہیں اور ان کی خلافت اسلامیہ کی قسم کی کوئی مرکزی ہیئت مقتدرہ بھی موجود نہیں تمام امت مسلمہ کے لیے کسی مسئلہ پر اجماع کا امکان بہت کم ہے' تاہم کسی ایک ملک کی سطح پر مجتہدین کا اجماع ہو سکتا ہے جو اس ملک کے تمام مسلمانوں کے لیے نصوص قرآن وسنت کی طرح نافذ العمل اور واجب الاطاعت ہوگا۔

(ii) قیاس: جن معاملات میں شریعت نے کوئی حکم نہیں دیا مگر ان سے ملتے جلتے معاملات کے بارے میں شریعت نے کوئی حکم دیا ہے تو اس حکم کی علت یعنی سبب کو ٹھیک ٹھیک سمجھ کر ان تمام معاملات میں اس حکم کو جاری کرنا جن میں وہ علت فی الواقع پائی جاتی ہو' قیاس کہلاتا ہے۔

ظاہر کہ قیاس کی نوعیت کا اجتہاد بڑی ہی اعلیٰ درجہ کی اہلیت وبصیرت کا متقاضی ہے۔ یہ ہر کس و

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ناکس کے بس کی بات نہیں ہے۔ اجتہادی مسائل میں قیاس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ فقہ حنفی کے پیروکار عام لوگوں کی زندگی سے تعلق رکھنے والے معاملات میں خبر احاد (یعنی نبی ﷺ کی ایسی سنت جو صرف ایک ہی ذریعہ سے نقل ہوئی ہو) پر اسے بعض حالات میں ترجیح دیتے ہیں۔ موجودہ زمانے کے معاشی معاملات میں شریعت کی روح کو ملحوظ رکھتے ہوئے دائرہ اجتہاد میں قیاس سے کام لینے کے وسیع امکانات پائے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں عہد ماضی کے فقہاء اور علماء کی قابل قدر کاوشوں کا وسیع ذخیرہ پہلے ہی موجود ہے جو اسلامی معاشیات کے ماہرین کے لئے بیش قیمت ورثہ کی حیثیت رکھتا ہے اور آئندہ کام کے لئے روشنی کا مینار ثابت ہوسکتا ہے۔

۴۔ عرف یا رواج: اسلامی قانون کا ایک ماخذ عرف یا رواج بھی ہے۔ اس سے مراد کسی معاشرہ کا وہ دستور یا طور طریقہ ہے۔

☆ جسے فطرت سلیم اور عقل سلیم قبول کرتی ہو۔

☆ جو عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہو۔

☆ جو معاشرہ کے اچھے لوگوں میں رائج اور مقبول ہو۔

معاشرہ کے معروف یعنی اچھے رواجوں کو قرآن پاک میں بھی تسلیم کیا گیا ہے اور ان کے مطابق معاملات طے کرنے کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر جب کوئی شخص چاہے کہ اس کے بچہ کو اس کی مطلقہ بیوی دودھ پلائے تو بچہ کے باپ یا ولی پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ وہ دستور کے مطابق عورت کے کھانے' کپڑے اور دیگر ضروریات پوری کرنے کا انتظام کرے۔

''اور بچہ کے باپ پر دودھ پلانے والی کے کھانے اور کپڑے کی ذمہ داری ہے دستور (معروف) کے مطابق'' (البقرہ۔۲۳۳)

اس طرح یتیم کی جائیداد کے متولی و منتظم کے بارے میں فرمایا کہ

''اور جو غریب ہو تو دستور (معروف) کے مطابق اپنا خرچ لے لے'' (النساء۔۶)

معاشی میدان میں معروف کا یہ قاعدہ متعدد مسائل کو حل کرنے میں مدد دے سکتا ہے۔ معاشرہ کے یہ رواج وقت گزرنے کے ساتھ بدلتے بھی رہتے ہیں اور انسانی تجربہ سے ان کی بہتر سے بہتر شکلیں ظہور میں آتی رہتی ہیں۔ اس لئے شریعت نے ایسے امور کے لئے مستقل نوعیت کی پابندیاں عائد نہیں کیں۔ مثال کے طور پر دودھ پلانے والی عورت یا یتیم کی املاک کے متولی کے اخراجات ان کی عرفی حیثیت اور مصارف زندگی کے بدل جانے سے یقیناً بدل جائیں گے۔ اس لئے شریعت نے ان امور کے بارے میں فیصلہ کو عرف و رواج پر چھوڑ دیا ہے۔

موجودہ زمانہ میں بے روزگاری' بیماری' حادثہ اور سماجی تحفظ سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں مسائل ایسے ہیں جن کے بارے میں معاشرہ کے معروف اصولوں کو پیش نظر رکھ کر مناسب فیصلے کئے جاسکتے ہیں۔ اس لئے اسلامی معاشیات کے ماہرین ضروری پالیسیاں وضع کرتے ہوئے اسے پیش نظر رکھ سکتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۵۔ **مصلحت:** مصلحت سے مراد اسلام اور اہل اسلام کی مصلحت و مفاد ہے۔ جن امور کے بارے میں قرآن وسنت نے نفیاً (Negative) یا اثباتاً (Positive) کوئی حکم نہیں دیا ان کے متعلق فیصلہ کرنے میں اصحاب الرائے اور ارباب حل وعقد کو آزاد چھوڑ دیا ہے کہ وہ جس چیز میں اسلام اور اہل اسلام کی اجتماعی مصلحت پائیں اسے اختیار کریں۔ تاہم اس دائرہ میں بھی اس بات کا التزام کرنا ضروری ہے کہ کوئی ایسا اقدام ظہور میں نہ آئے جو قرآن وسنت کے کسی اصول کے خلاف ہو۔ اس چیز کو بعض فقہاء مصالح مرسلہ اور استحسان سے تعبیر کرتے ہیں۔

معاشی شعبہ زندگی میں اس نوعیت کے معاملات اکثر پیش آتے رہے ہیں۔ زر وسکہ کا رواج' درآمدی و برآمدی تجارت کے میدان میں کام آنے والے مختلف آلات اعتبار اور ذرائع تبادلہ' ٹیکسوں کے نفاذ' بنکاری و بیمہ اور ترقیاتی منصوبہ بندی سے تعلق رکھنے والے امور وغیرہ کے بارے میں اقتصادی نوعیت کی پالیسیاں بناتے ہوئے اہل اسلام کی اجتماعی مصلحتوں کو پیش نظر رکھنا ماہرین کے لئے لازم ہوگا۔

۳۔ اسلامی معاشیات کی نوعیت و وسعت

(Nature and Scope of Islamic Economics)

انسان کا معاشی مسئلہ تو اس روئے زمین پر اس کی پیدائش کے ساتھ ہی وجود میں آ گیا تھا لیکن اس کی بنیاد پر ایک مرتب علم کا ظہور بہت بعد میں ہوا۔ اہل مغرب آدم سمتھ کو معاشیات کا باوا آدم اور اس کی شہرہ آفاق کتاب 'دولت اقوام' (The Wealth of Nations) مطبوعہ ۱۷۷۶ء کو معاشیات کا صحیفہ اول قرار دیتے ہیں۔ جبکہ مسلمان مفکرین بالخصوص محمد بن حسن طوسی (۱۲۷۴ء) اور ابن خلدون (۱۳۳۲ء تا ۱۴۰۶ء) کی تحریروں میں آدم سمتھ سے تقریباً پانچ سو سال پہلے ''تدبیر منزل'' ''سیاست مدن'' اور ''المعاش'' کے ناموں سے اس علم پر مفصل بحثوں کا سراغ ملتا ہے۔

اسلامی معاشیات کی تعریف: قدیم وجدید علماء معاشیات نے معاشیات کی مختلف تعریفیں کی ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(الف) محمد بن حسن طوسیؒ (م ۱۲۷۴ء) کی تعریف:

> ''معاشیات (سیاسۃ المدن) وہ علم ہے جس میں عوامی بہبود کے قوانین کا مطالعہ کیا جاتا ہے جس کا مقصد اس تعاون کو فروغ دینا ہے جس کے نتیجے میں حقیقی ترقی کو فروغ حاصل ہو''۔

(ب) علامہ ابن خلدونؒ کی تعریف:

> ''معاشیات (المعاش) رزق ڈھونڈنے اور اسے حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرنے کا نام ہے''۔

(ج) الحریریؒ کی تعریف:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''معاشیات سے مراد یہ ہے کہ انسان تجارت' زراعت اور صنعت کے ذریعے اپنی زندگی کی ضروریات پوری کرے۔''

(د) حسن الزمان کی تعریف:

''اسلامی معاشیات وہ علم ہے جس میں اسلامی اصولوں کا اطلاق ہوتا ہے جو ناانصافی کے ذریعے مادی وسائل کے حصول کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور مادی وسائل کے استعمال کو اس انداز میں منضبط کرتے ہیں کہ انسان اپنی ضروریات کی تسکین کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ اور معاشرہ کی طرف سے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی کر سکے''۔

(ھ) محمد اکرم خان کی تعریف:

''اسلامی معاشیات کا مقصد انسانی فلاح کا مطالعہ کرنا ہے جو زمینی وسائل کو منظم کرنے' حصہ لینے اور باہمی تعاون سے حاصل ہوتی ہے''۔

(و) اسلامی معاشیات کی جامع تعریف:

''اسلامی معاشیات ایک ایسا سماجی علم ہے جو لوگوں کے معاشی مسائل کا اسلامی اقدار کی روشنی میں مطالعہ کرتا ہے''۔

"Islamic Economics is a social science which studies the economic problems of man in the light of Islamic values".

یورپ میں احیائے علوم کی تحریک اور صنعتی انقلاب کے نتیجہ میں گذشتہ چند صدیوں میں اقوام مغرب کو دنیا بھر میں اور بالخصوص بلاد اسلامیہ پر جو فکری' سیاسی اور عسکری برتری حاصل ہوئی ہے اس نے سرزمین مغرب میں پروان چڑھنے والے علوم وفنون کی چمک دمک اتنی عام کر دی ہے کہ محکوم اقوام کا سرمایہ علمی اس کے سامنے بالکل ماند بلکہ معدوم ہو کر رہ گیا ہے۔ اسلامی ممالک کے طرز جدید کے تعلیمی اداروں میں ان ہی مغربی علوم وفنون کی تعلیم وتدریس کا سلسلہ جاری ہے تاہم رواں صدی میں بہت سے مسلمان ملکوں کے آزاد ہو جانے کے بعد اب علوم وفنون کی تنظیم نو کا احساس مسلمان اہل فکر کے ہاں پیدا ہونے لگا ہے۔ اسلامی معاشیات کا مطالعہ اور ایک علم کی حیثیت سے اس پر ہونے والا کام اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اسلامی معاشیات بمقابلہ مغربی معاشیات

اسلامی معاشیات اور جدید مغربی معاشیات جس میں اشتراکی معاشیات بھی شامل ہے اگرچہ انسان کے معاشی رویہ سے ہی بحث کرتی ہیں لیکن ان کے طریق مطالعہ اور مقاصد ومنہاج میں کئی پہلوؤں سے بنیادی فرق پایا جاتا ہے ذیل میں اس اختلاف کے اہم نکات کی نشاندہی کی گئی ہے۔

۱۔ **بنیادی مفروضات کا فرق:** ہر علم ..... قدرتی ہو یا معاشرتی ۔۔ چند بنیادی مفروضات (Assumptions or Postulates) پر مبنی ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں بالخصوص کائنات اور کائنات میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انسان کی حیثیت اور دونوں کے باہمی تعلق کے بارے میں پائے جانے والے تصورات بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ اسلامی معاشیات اور جدید معاشیات کا فرق واختلاف اسی نقطہ آغاز سے ہوجاتا ہے۔

(الف) تصور کائنات: مغربی معاشیات کا سارا تانا بانا اس فکر سے تیار ہوا ہے کہ کائنات محض ایک مادی وجود ہے اور اس اعتبار سے مادہ کی تمام خصوصیات ..... محدودیت اور عدم فنا پذیری ..... اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اسی تصور سے وسائل رزق کی محدودیت وکمیابی (Scarcity) نے جنم لیا ہے اور وسائل کی یہ کمیابی ہی معاشی مسئلہ کے وجود میں آنے کی اصل بنیاد ہے۔ پروفیسر رابنز کے الفاظ میں ''معاشیات وہ علم ہے جو انسان کے اس رویہ کا مطالعہ کرتا ہے جو ایک سے زائد طریقوں سے استعمال میں آنے والے کمیاب ذرائع اور کثیر مقاصد کے مابین بطور ایک رابطہ کے ظاہر ہو۔''

وسائل کائنات کی کمیابی کا یہ تصور افراد میں جارحانہ خودغرضی' مسابقت اور باہمی کشمکش کو جنم دیتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں زور آور اور بہتر وسائل سے بہرہ ور افراد تو اپنی ضرورت سے کہیں زیادہ وسائل رزق سمیٹ لینے میں کامیاب ہوجاتے ہیں جبکہ کمزور افراد اس معاشی دوڑ میں بہت پیچھے اور محرومیوں کا شکار ہوکر رہ جاتے ہیں۔

اس کے برعکس اسلامی معاشیات کی بنیاد اس تصور پر قائم ہے کہ کائنات ایک علیم وخبیر خالق کی تخلیق ہے جو اپنی صفات ربوبیت' رزاقیت اور قدرت وقیومیت کے ساتھ اس کی تدبیر اور نگرانی کر رہا ہے۔ اس نے اس کائنات کے گوشہ گوشہ میں' زمین کی تہوں' مٹی کے ذروں' سمندر کی لہروں اور افلاک کی پنہائیوں میں انسان ہی نہیں جملہ موجودات کے لئے رزق کے اتھاہ خزانے اور لامتناہی وسائل پیدا کر رکھے ہیں۔ وہ ذات رب العالمین ہونے کی دعویدار ہے اس لئے اس کی شان کو یہی زیبا ہے کہ اس نے اپنی مخلوق جسے وہ اپنا کنبہ گردانتا ہے الخلق عیال اللہ (تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے) کی پرورش وضرورت کا سامان بہ تمام و کمال مہیا کر رکھا ہو۔ وسائل رزق کی کمیابی کے تصور سے اس کی صفات عالیہ کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہے جب کہ وہ ذات ہر نقص سے پاک' بے عیب و بے خطا ہے۔

وسائل رزق کی کثرت و لامحدودیت کے ساتھ ساتھ اس نے انسان کو احسن تقویم یعنی بہترین ساخت میں پیدا کر کے اسے ان تمام فکری وعملی صلاحیتوں سے آراستہ کر دیا ہے جو خزائن کائنات سے استفادہ کرنے کے لئے ضروری ہیں۔

مادی تصور کائنات کے برعکس اس اسلامی تصور کائنات سے انسان وسائل رزق کی قلت وکمیابی سے پیدا ہونے والی مایوسی' تنگ دلی اور خودغرضانہ ذہنیت سے نجات پالیتا ہے۔ اس کے قلب ونظر میں وسعت وکشادگی پیدا ہوتی ہے جس سے عملی زندگی میں سیر چشمی' انسانی ہمدردی' ایثار اور تعاون باہمی کے ارفع جذبات کا ظہور ہوتا ہے۔

(ب) تصور انسان: تصور کائنات کی طرح مغربی معاشیات اور اسلامی معاشیات کا تصور انسان بھی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اول الذکر کے نزدیک انسان کائنات میں پائے جانے والے دیگر حیوانات کی طرح محض ایک حیوان ہے جو اپنے جبلی داعیات کے تحت اعمال حیات سرانجام دیتا ہے۔

اس اعتبار سے جو اصول و قوانین دیگر حیوانات پر لاگو ہوتے ہیں اس کی زندگی اور اعمال زندگی پر بھی انہی کا اطلاق ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ڈارون (Darwin) کے نقطہ میں کارفرما ہے نوع انسانی کے افراد میں بھی اس کی علمداری پائی جاتی ہے۔ انسان کے حیاتیاتی ارتقاء کے باوجود اس کی حیواناتی سطح میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا۔ معاشیات کی نظر میں اس کا یہی حیواناتی پہلو اصل اہمیت کا حامل ہے کہ اس کی جسمانی و مادی احتیاجات کی تسکین کا انتظام کس انداز میں کیا جائے۔ اسلامی معاشیات کا انسان کے بارے میں تصور یہ ہے کہ انسان اس روئے زمین پر اللہ کا خلیفہ یعنی نائب ہے جسے اس نے اہتمام خاص کے ساتھ اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اور اس کی فطرت میں اپنی قدوسی روح پھونک کر اس پر اپنی صفات کا پرتو ڈالا ہے۔ اس اعتبار سے اس کائنات میں اس کا مرتبہ مقام مخلوقات سے اعلیٰ و اشرف ہے۔ وہ محض ایک حیوان نہیں بلکہ ایک قدوسی وجود ہے۔ جسے اس کے خلاق و پروردگار نے اپنے احکامات و مرضیات کی تنفیذ کے لئے منتخب کیا ہے۔ اس لئے وہ اعلیٰ اور کریمانہ سلوک کا مستحق ہے۔ اسے روٹی اور روزی کے لئے ذلیل نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی غلامی و بیگار کی زنجیروں میں اسے جکڑا جا سکتا ہے جو اس کے شرف کے شایاں اور طیبات و رزق کریم کی فراہمی کا ضامن ہو۔

(ج) معاشی انسان کا مفروضہ: مغربی معاشیات حیوانی انسان کے اندر ایک معاشی انسان (Economic Man) کی موجودگی کا بھی تصور رکھتی ہے جس کی فطرت کا خمیر خود غرضی، خود پرستی سے تیار ہوا ہے۔ یہ معاشی انسان ہر معاملہ میں اپنے ذاتی مفاد کے لئے کوشاں اور اپنے وسائل سے زیادہ سے زیادہ تسکین حاصل کرنے اور زیادہ سے زیادہ منافع کمانی کے لئے بے قرار اور سرگرم عمل رہتا ہے۔ اس کے قوائے عمل حصول مسرت اور دفعیہ الم (رنج و غم کو دور کرنا) کے احساسات کے تحت ہی حرکت میں آتے ہیں۔ فطرت انسانی کا یہ تصور افراد معاشرہ میں خود غرضانہ مفاد پرستی، گردن توڑ مقابلہ اور بے درد کشمکش کو ہی جنم دے سکتا ہے۔ ایثار، ہمدردی، ترحم اور تعاون کے جذبات ایسے انسانوں کے سینوں میں ہرگز موجود نہیں ہو سکتے۔

اسلامی معاشیات فطرت انسانی کے اس تصور کی تائید نہیں کرتی۔ وہ اسے رب رحیم کی تخلیق کا بہترین شاہکار سمجھتی ہے جو اپنے اندر اپنے خالق کی ارفع و اعلیٰ صفات کا رنگ لئے ہوئے ہے۔ اسلامی معاشیات گوشت پوست کے انسانی ہیولا میں اخلاقی انسان (Moral Man) کی موجودگی کا تصور رکھتی ہے اور اس کی نگاہ میں انسان کی معاشی سرگرمیوں کو مثبت، تعمیری اور مفید خطوط پر استوار رکھنے کے لئے اخلاقی انسان، کی بیداری اور برتری زیادہ توجہ طلب ہے۔ اخلاقی انسان، اپنی صفات عدل و انصاف، ایثار و احسان اور امداد و تعاون سے افراد کی احتیاجات کی تسکین کا ایسا خوشگوار اور سازگار ماحول وجود میں لا سکتا ہے جو ظلم اور استحصال کی ہر شکل سے پاک ہوگا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ اخلاقی اقدار کی عملداری کا فرق: ایک علم کی حیثیت سے اسلامی معاشیات اصلاً ہدایاتی یا معیاراتی (Normative Science) ہے۔ اس میں انسانی طرز عمل کا مطالعہ چند اخلاقی اقدار کے تحت ہی کیا جاتا ہے اور ان کی روشنی میں اس کے حسن و قبح یا جائز و ناجائز کے بارے میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ صرف کے کون سے انداز درست ہیں اور کون سے غلط۔ پیدائش دولت اور اکتساب رزق کے کون سے طریقے جائز اور کون سے ناجائز ہیں۔ اسی طرح تبادلہ و تجارت کی سرگرمیوں کو حلال و حرام کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا۔ تاہم یہاں اثباتی (Positive) پہلو سے بھی صرف نظر نہیں کیا گیا۔ اسلامی معاشیات میں انسان کے معاشی رویہ کا مطالعہ مخصوص حالات و واقعات کے اندر ہی کیا جاتا ہے۔

اسلامی معاشیات قرآن و سنت کے اوامر و نواہی اور اخلاقی اقدار کے معاشی متغیرات (Economic Variables) پر اثرات کا مطالعہ کرتی ہے۔ شریعت اسلامی نے سود کی ممانعت کی ہے۔ اسلامی معاشیات میں اس بات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا کہ تنسیخ سود سے سرمایہ کاری، صرف و بچت اور روزگار کے معیار پر کیا اثر پڑتا ہے۔ اس طرح حقائق کی بنیاد پر دیکھا جائے گا کہ زکوٰۃ و انفاق سے معاشرہ کی صرفی سطح اور انداز (Pattern) کس طرح متاثر ہوگا۔ اور تقسیم دولت کے نظام میں کیا تغیرات رونما ہوں گے۔

اس کے برعکس مغربی معاشیات بنیادی طور پر اثباتی (Positive) ہے اور ماہرین معاشیات کی غالب اکثریت کو اس کے اثباتی ہونے پر اصرار ہے۔ وہ اس کے معیاراتی رنگ یعنی انسانی اعمال کی اچھے اور برے یا مفید و مضر ہونے کے بارے میں رائے قائم کرنے کو اس کی سائنسی روح کے منافی قرار دیتے ہیں یعنی وہ معاشی حقائق کے محض مطالعہ اور تجزیہ تک اپنی کوشش کو محدود رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اخلاقی اقدار معاشی رویہ کے مطالعہ کے لئے غیر ضروری و غیر متعلق ہیں۔ پروفیسر رابنز کے الفاظ میں۔

''معاشیات مقاصد کے (اچھا یا برا ہونے کے) بارے میں غیر جانبدار ہے۔''

اس طرح مغربی ماہرین نے انسان کے معاشی رویہ کو اخلاقی اقدار سے بے نیاز کر کے ظلم و استحصال کی راہ کھول دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بے مثال اقتصادی ترقی اور اشیائے استعمال کی کثیر پیداوار کے باوجود انسانوں کی غالب اکثریت معاشی آسودگی کی نعمت سے محروم ہے۔

۳۔ مقاصد کا فرق: مغربی معاشیات کا منتہائی مقصود فرد کی مادی خوشحالی یا مادی فلاح ہے۔ الفرڈ مارشل اور اس کے متبعین تو اسے مادی فلاح (Material Welfare) کا ہی علم قرار دیتے ہیں۔ مارشل کے الفاظ ہیں۔

''یہ علم انسان کی انفرادی اور اجتماعی جدوجہد کے اس حصہ کا جائزہ ہے جس کا اس چیز سے گہرا تعلق ہے کہ خوشحال زندگی کے مادی لوازمات کیوں کر حاصل کئے جاتے ہیں اور انہیں کس طرف صرف کیا جاتا ہے۔''

''معاشیات کا مقصد ان عمومی اسباب کی وضاحت کرنا ہے جن پر انسانوں کی مادی فلاح کا انحصار ہے۔'' (کینن)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلامی معاشیات اس نقطہ نظر کی مکمل طور پر تائید نہیں کرتی۔ وہ فلاح کو معاشی جدوجہد کا مقصود تو ضرور قرار دیتی ہے لیکن اس کے نزدیک فلاح کا تصور محض انسان کی اس دنیا کی مادی ضروریات کی تسکین تک محدود نہیں ہے۔ وہ فلاح کے اس تصور کو اہمیت دیتی ہے جو اسلام کے عمومی نظریہ حیات سے مطابقت رکھتا ہے۔ اور وہ ہے اخروی زندگی کی دائمی فلاح و کامیابی۔ اس اعتبار سے دنیوی فلاح کی وہی شکل اس کے نزدیک معاشیات کا مقصد قرار پاسکتی ہے جو آخرت کی ابدی فلاح کے حصول میں معین و مددگار ہو۔ صرف و پیدائش اور تبادلہ و تقسیم دولت کے جو اقدامات اخروی فلاح سے متعارض و متصادم ہوں وہ اسلامی معاشیات کے دائرہ سے خارج متصور ہوتے ہیں۔

۴۔ دائرہ بحث کا فرق: مقاصد کا فرق مغربی اور اسلامی معاشیات کے دائرہ بحث میں بھی فرق پیدا کردیتا ہے۔ مغربی معاشیات کا دائرہ بحث انسان کی صرف ان سرگرمیوں تک محدود ہے جو اس کی مادی فلاح و بہبود کا باعث ہیں۔ پروفیسر رابنز کی معاشیات کی تعریف بھی اس علم کو کثیر مقاصد اور کمیاب ذریعہ کے مابین انتخاب کے عمل کے مطالعہ تک محدود کردیتی ہے لیکن اسلامی معاشیات اس علم کی حدود کو وسیع کردیتی ہے۔ وہ نہ صرف دنیاوی اعتبار سے مادی فلاح کے اسباب کو زیر بحث لاتی ہے بلکہ وہ اخروی فلاح کے وسیع تناظر میں رکھ کر انسانی رویہ کا مطالعہ و تجزیہ کرتی ہے۔ ایک اور پہلو سے بھی اسلامی معاشیات کا دائرہ مغربی معاشیات سے وسیع ہے۔

مغربی معاشیات کا میدان کار متغیرات بازار (Market Variables) یا معاشی متغیرات مثلاً طلب و رسد' بچت' سرمایہ کاری' شرح سود' شرح اجرت' مصارف پیدائش اور صرف کے معیار وغیرہ تک ہی محدود ہے۔ حالانکہ یہ معاشی متغیرات بذات خود متعدد غیر معاشی عوامل سے متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن مغربی معاشیات میں انہیں خارجی عوامل قرار دے کر ان سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔

انسان کے معاشی رویہ کے مطالعہ کے بارے میں اسلامی معاشیات کا طریقہ بین العلمی (Inter-disciplinry) ہے۔ یعنی پورے معاشرتی نظام کے وسیع تناظر میں رکھ کر اس کا تجزیہ و مطالعہ کیا جاتا ہے۔ معاشی متغیرات پر غور و فکر کرتے ہوئے نہ صرف ان کے دیگر شعبہ ہائے حیات کے ساتھ روابط کو پیش نظر رکھا جاتا ہے بلکہ ان نتائج و اثرات پر بھی نگاہ رکھی جاتی ہے جو ان متغیرات کے باہمی عمل و ردعمل سے اخروی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں۔

بالفاظ دیگر مغربی معاشیات صرف اور صرف معاشیات ہی ہے جبکہ اسلامی معاشیات' معاشیات کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت کچھ ہے۔ اسلامی معاشیات کے ایک ماہر کے لئے ضروری ہے کہ وہ صرف معاشی امور کا ہی ماہر نہ ہو بلکہ دیگر معاشرتی علوم کا بھی شعور و ادراک رکھتا ہو۔

تاہم ایک لحاظ سے اسلامی معاشیات کا دائرہ مغربی معاشیات کے مقابلہ میں محدود ہے۔ اسلامی معاشیات انسان کی ان ہی سرگرمیوں کو زیر بحث لاتی ہے جو قرآن و سنت کے عطا کردہ اخلاقی معیار پر پورا اترتی ہیں۔ مثال کے طور پر صرف و تبادلہ وغیرہ کے حرام ذرائع کو اسلامی معاشیات میں سرے سے زیر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مطالعہ ہی نہیں لایا جائے گا۔ سود اور قمار جو مغربی معاشیات کی تشکیل میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں اسلامی معاشیات کے دائرہ سے یکسر خارج ہوں گے۔

۵۔طریق تحقیق کا فرق: مغربی ماہرین معاشیات کا دعویٰ ہے کہ ان کا طریق تحقیق تجرباتی اور معروضی (Empirical and Objective) ہے۔ یہاں انسانی طرز عمل کا حقائق کی روشنی میں ہی جائزہ لیا جاتا ہے اور کسی قسم کے خارجی مابعد الطبیعاتی تصورات اور اخلاقی اقدار کو اس تجزیہ و مطالعہ پر اثر انداز نہیں ہونے دیا جاتا۔ اسلامی معاشیات بھی اپنا مواد معاشی زندگی کے حقائق سے اخذ کرتی ہے اور انسانی طرز عمل کو تجربہ کی کسوٹی پر پرکھنا بھی اس کے طریق مطالعہ کا ایک اہم حصہ ہے۔ لیکن اس کی علاوہ بھی اس کے پاس انسانی اعمال و افعال کو جانچنے پرکھنے اور اس سے آگے بڑھ کر رہنمائی مہیا کرنے کا ایک مابعد الطبیعاتی ذریعہ وحی الٰہی کی شکل میں موجود ہے۔ انسانی تجربہ و مشاہدہ اس بات پر گواہ ہے کہ تجرباتی طریق تحقیق میں غلطی کا امکان موجود ہوتا ہے۔ تجرباتی طریق تحقیق کے بے خطا ہونے کے لیے جس نوعیت کا علم محیط درکار ہے وہ انسانی عقل و حواس کی دسترس سے باہر ہے۔ وحی الٰہی کا ماخذ چونکہ علیم و خبیر خدا کی ذات ہوتی ہے اس لیے یہ ہر لحاظ سے بے عیب اور قابل اعتماد ہے۔

مثال کے طور پر تجرباتی طور پر یہ بات تسلیم شدہ حقیقت تصور کی جاتی ہے کہ کسی شے کی قیمت میں کمی سے اس کی طلب پھیل جاتی ہے اور قیمت میں اضافہ سے طلب سکڑ جاتی ہے لیکن ایک اسلامی معاشرہ میں جہاں لوگوں کے فکر و عمل میں صحیح اسلامی روح جاری و ساری ہوگی وہاں شراب یا اس جیسی کسی اور حرام سے کی قیمت میں کمی اس کی طلب میں قطعاً کسی اضافہ کا باعث نہیں بنے گی کیونکہ افراد معاشرہ پر بذریعہ وحی الٰہی یہ حقیقت عیاں کی جا چکی ہے کہ شراب حرام اور ام الخبائث ہے۔ نیز یہ کہ حرمت شراب کا یہ حکم اس کے محض معاشی مفاسد پر مبنی نہیں بلکہ اس کے عمومی و اجتماعی اثرات کی بناء پر دیا گیا ہے۔

۶۔علم و فن کا فرق: مغربی معاشین کی غالب اکثریت معاشیات کو محض ایک علم تک محدود رکھنے کی طرف میلان رکھتی ہے اور وہ بھی صرف اثباتی علم (Positive Science) تک۔ معاشیات کو ہدایاتی علم (Normative Science) قرار دینے اور بالخصوص اس کو ایک فن کا درجہ دینے کے بارے میں ان کے درمیان واضح اختلاف موجود ہے۔

اسلامی معاشیات کے ماہرین کے نزدیک معاشیات نہ صرف اثباتی اور ہدایاتی علم ہے بلکہ یہ اس کے ساتھ ساتھ ایک فن بھی ہے۔ اسلامی معاشیات معاشی حقائق کا نہ صرف مطالعہ و تجزیہ کرتی ہے بلکہ وہ پیش آمدہ مسائل کے حل کی تدابیر کی نشاندہی بھی کرتی ہے۔ مثال کے طور پر یہاں معاشرہ میں پائی جانے والی تقسیم دولت کی ناہمواریوں کے اسباب و اثرات کا نہ صرف جائزہ لیا جائے گا بلکہ اسے دور کرنے اور تقسیم دولت کے نظام کو منصفانہ بنانے کے لیے عملی اقدامات بھی تجویز کیے جائیں گے۔ قرآن و سنت کی رو سے اسلامی معاشرہ کے ہر فرد کی طرح ماہرین معاشیات پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ امر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بالمعروف و نہی عن المنکر یعنی بھلائیوں کا حکم دینے اور برائیوں کا دفعیہ کرنے کے سلسلہ میں اپنا فریضہ انجام دیں۔ اس اعتبار سے ان کا کام محض مشاہدہ و مطالعہ تک محدود ہو کر نہیں رہ جاتا بلکہ ایک اچھے معالج کی طرح معاشی روگ کا علاج تجویز کرنا بھی ان کے لئے لازم قرار پاتا ہے۔

۷۔ **شعبہ جاتی اہمیت کا فرق:** مغربی معاشیات کے تفصیلی مطالعہ سے یہ بات عیاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ اس کی توجہ کا اصل مرکز پیدائش دولت کا شعبہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی ماہرین معاشیات پیدائش دولت کے امور و مسائل کے ساتھ جس شرح و بسط کے ساتھ بحثیں کرتے ہیں' صرف و تبادلہ اور بالخصوص تقسیم دولت کے ساتھ ان کی دلچسپی کا انداز وہ نہیں ہوتا۔ ان کا یہ طرز عمل وسائل کی کمیابی کے بنیادی مفروضہ کا منطقی نتیجہ ہے۔ اس مفروضہ کی موجودگی نے وسائل سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی تدابیر پر ان کی توجہ کو مرکوز کر دیا ہے۔ اس انداز فکر و عمل سے تقسیم دولت کا شعبہ بالخصوص بری طرح متاثر ہوا ہے۔ دولت کی تقسیم کو ہموار اور منصفانہ رکھنے کے بجائے پیدائش دولت اور افزائش دولت پر توجہ مرکوز ہو جانے سے وسائل دولت کے چند ہاتھوں میں سمٹ جانے کا رجحان پیدا ہوا ہے جس نے امارت و خوش حالی کے پہلو بہ پہلو گھمبیر غربت و افلاس کو پیدا کر دیا ہے۔ اسلامی معاشیات میں اگرچہ معاشی زندگی کے تمام شعبوں صرف دولت' پیدائش دولت' تبادلہ دولت اور تقسیم دولت میں ایک توازن پیدا کرنے کا انداز اختیار کیا گیا ہے تاہم تقسیم دولت اس کی خصوصی توجہ کا مرکز ہے۔ تقسیم دولت کو منصفانہ بنانے اور ہر عامل پیدائش کو اس کی سعی و جہد کا منصفانہ معاوضہ دلانے کے مسئلہ کو یہاں بڑی اہمیت دی گئی ہے اور اس سلسلہ میں عمومی اور خصوصی نوعیت کے اقدامات تجویز کئے گئے ہیں۔ اسراف و تبذیر اور بخل کی ممانعت' حرام ذرائع اکتساب کا سد باب اور صرف حلال ذرائع کی اجازت نیز زکوٰۃ و صدقات اور قانون وراثت وغیرہ کے احکامات منصفانہ تقسیم دولت کی اہمیت کو ہی اجاگر کرتے ہیں۔

متذکرہ بالا بحث سے اسلامی معاشیات اور مغربی معاشیات کا فرق بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ انسان کے معاشی رویہ کا مطالعہ دونوں کا موضوع بحث ہے لیکن ان کا انداز مطالعہ و تجزیہ ایک دوسرے سے بہت مختلف ہے۔

اسلامی معاشیات کی ضرورت

(Need of Islamic Economics)

اسلامی معاشیات کی نوعیت مغربی معاشیات سے بہت حد تک مختلف ہے' اسی بنا پر مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ علمی و عملی موضوع یعنی "اسلامی معاشیات" کی ضرورت ہے۔ جس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

۱۔ **جدید مغربی معاشیات کا ارتقاء مغربی معاشروں میں ہوا ہے۔** جب کہ مسلم معاشرے روحانی' سماجی' سیاسی اور ثقافتی لحاظ سے مغربی معاشروں سے یکسر مختلف ہیں۔ اسی بنا پر مغربی معاشی تجزیوں کا اطلاق مسلمانوں پر کرنا مشکل ہے۔ البتہ کچھ نظریات ایسے ہو سکتے ہیں کہ جن کا اطلاق ہر معاشرے میں ہو سکتا ہو۔ لیکن مجموعی طور پر مغربی معاشی تجزیہ کی بنیاد اخلاقی اقدار پر نہیں ہے (یعنی وہ معاشرے Value

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

Neutral ہیں) اور اس کے ساتھ ساتھ مغربی معاشروں میں موجود بہت سی اقدار بھی مسلم معاشروں کی اقدار سے مختلف ہیں۔ اس بنا پر مغربی معاشی تجزیوں (Western Economic Analysis) کا اطلاق مسلم معاشروں پر نہیں ہوتا۔ مثلاً اسلامی تعلیمات میں سود حرام ہے جب کہ مغربی معاشیات کا پورا ڈھانچہ سود پر کھڑا ہے۔ اس لئے سودی نظام مسلمانوں کے لئے قابل قبول نہ ہونے کی وجہ سے انہیں ایک ایسے نظام کی ضرورت ہے جو کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تشکیل دیا گیا ہو۔

۲۔ مغربی معاشیات کا پورا زور ایک صارف کے لئے زیادہ سے زیادہ تسکین کے حصول (Maximisation of Utility) اور آجر کے لئے زیادہ سے زیادہ منافع کے حصول (Maximisation of Profit) پر ہے اور اسی کو ایک عقلیت پر مبنی رویہ (Rational Behaviour) تصور کیا جاتا ہے جو کہ خود غرضی پر مبنی رویہ ہے اور انسان کو دوسرے انسانوں سے بیگانہ کر دیتا ہے۔ جب کہ اس کے مقابلہ میں مسلمان ایک دوسرے کیلئے قربانی دینے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ انس اور محبت اور ایک دوسرے کے مفادات کا تحفظ ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا اہم جز ہے۔ جبکہ مغربی معاشیات میں ان رویوں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس لئے بھی مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ معاشی نظام کی ضرورت ہے جس میں ان باتوں کے لئے جگہ موجود ہو اور معاشی تجزیہ کی بنیاد کے اندر ان اقدار کو سمویا گیا ہو۔

۳۔ اسلامی عقلیت پسندی (Islamic Rationality) مغربی عقلیت پسندی سے بہت زیادہ مختلف ہے کیونکہ ایک مسلمان کے پیش نظر یہ دنیا اور اس کے فوائد ہی نہیں ہیں بلکہ آخرت کا تصور اور اخروی افادہ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول اس کی زندگی کا محور ہے۔ اسی لئے اپنے تمام فیصلوں (بشمول معاشی فیصلوں) میں ایک مسلمان دونوں جہانوں کے فوائد کو بیک نظر دیکھتا ہے اور اس کا معاشی تجزیہ مغربی معیشت دان سے بہت حد تک مختلف ہو جاتا ہے۔

۴۔ مغربی معاشی تجزیہ میں معاشی افراد (Economic Agents) کی نظر مادی اشیاء و خدمات کے حصول اور اس کے نتیجے میں تسکین کے حصول تک محدود ہوتی ہے جبکہ اسلامی معاشی تجزیہ اشیاء و خدمات کے حصول کے ساتھ ساتھ انسان کی روحانی تسکین اور معاشرتی و ثقافتی تسکین کو بھی پیش نظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔

۵۔ مغربی معاشی تجزیہ انسانی رویوں کا مطالعہ منڈی / مارکیٹ کے تناظر میں کرتا ہے۔ اور اس تجزیہ کے دوران سماجی و اخلاقی و تمدنی معاملات خارج از بحث ہوتے ہیں لیکن اسلامی معاشی تجزیہ میں زندگی کو ایک اکائی تصور کیا جاتا ہے۔ معاشی، سماجی، تمدنی و ثقافتی، تعلیمی و سیاسی اور دیگر پہلو زندگی کی اس اکائی کی مختلف کڑیاں ہیں۔ اس بنا پر صرف معاشی مسئلہ کا حل ہی معاشی تجزیہ کی بنیاد نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ پوری اسلامی نظریہ حیات کو پیش نظر رکھ کر اپنی پالیسیاں بنائی جاتی ہیں۔ اسی لئے بہت سے ایسے تغیرات (Variables) جو مغربی معاشیات میں بیرونی (Exogenous) سمجھے جاتے ہیں وہ اسلامی دائرہ کار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں اندرونی (Endogenous) حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ مثلاً اخروی ثواب اور انعام اسلامی پالیسی میں اندرونی متغیر (Endogenous Variable) کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

۶۔ مغربی معاشی تجزیہ کی پوری بنیاد انسانی سوچ وفکر پر مبنی ہے اور اس کے طریقہ کار میں مادی علوم کی طرح کا طریق کار اختیار کیا جاتا ہے اس کے نتیجے میں جو بات سامنے آتی ہے اسے قانون کا درجہ دے دیا جاتا ہے۔ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ ان تجزیہ نگاروں کی نظر میں انسانی سوچ وفکر ہی حرف آخر ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسانی فکر بہت محدود ہے اور اسے الہامی ہدایت کی اشد ضرورت ہے جس کے بغیر صحیح فیصلے کرنے اور نتائج کی منزل کھوئی ہوتی ہے۔ اس لئے اسلام میں اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت قرآن پاک کی آیات کی صورت میں اور اللہ تعالیٰ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت سے بھرپور تعلیمات کی روشنی میں موجود ہے۔ جو انسان کو بھٹکنے سے بچاتی اور صحیح انسانی رویوں کی طرف مائل کرتی ہے۔

۷۔ مغربی تجزیہ کے مطابق معاشیات کا اصل اس کا اثباتی علم (Positive Science) ہونا ہے اور معاشیات کا اخلاقی واقدار کے ساتھ کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ جب کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اثباتی پہلو کیساتھ ساتھ معاشیات کا اخلاقی پہلو (Normative Aspect) بھی اتنا ہی اہم ہے۔ اسی لئے ایک مسلمان معاشیات دان تمام معاشی نظریات کو اسی تناظر کے اندر پرکھتا ہے' ان کا تجزیہ کرتا ہے' اس کے نتائج وعواقب پر نظر ڈالتا ہے اور اس تحقیق کی روشنی میں لائحہ عمل مرتب کرتا ہے۔

۸۔ مغربی معاشیات کا سب سے زیادہ زور پیدائش دولت پر ہے۔ اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر تمام تجزیے کئے جاتے اور لائحہ عمل مرتب کیا جاتا ہے۔ جبکہ تقسیم دولت کا پہلو ان کی نظروں سے اوجھل رہتا ہے۔ اسی لئے جدید دور نے انسانوں کے درمیان خلیج حائل کی ہے اور آج امیر وغریب کا فرق اپنی انتہاؤں کو چھو رہا ہے۔

اسلامی معاشیات میں پیدائش دولت' صرف دولت' تبادلہ دولت اور تقسیم دولت غرضیکہ تمام معاشی پہلوؤں پر بھرپور توجہ دی جاتی ہے اور سب سے زیادہ زور دولت وآمدنی کی منصفانہ تقسیم پر دیا جاتا ہے۔

اوپر دیئے گئے نکات اور اس کے علاوہ دیگر وجوہات کی بنیاد پر مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ معاشی نظریے: ''اسلامی معاشیات'' کی اشد ضرورت ہے۔

کتابیات

۱۔ اسلامی نظریہ حیات' خورشید احمد' شعبہ تصنیف وتالیف' کراچی یونیورسٹی۔

۲۔ اسلامی نظام معیشت' صدرالدین اصلاحی' مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی پاکستان۔

۳۔ اسلامی قانونی کی تدوین' مولانا امین احسن اصلاحی' مکتبہ المنبر' فیصل آباد۔

4- A Challenge of Islamic Economics, Muhammad Akram Khan, All Pakistan Islamic Educational Congress.

***

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۲

ا۔ اخلاقی اقدار اور اسلام کا معاشی نظام

(Moral Values and Economic System of Islam)

انسان کو دیگر انواع حیات سے ممیز کرنے والی بنیادی چیز اس کی اخلاقی حس ہی ہے۔ طمع و حرص، ذاتی مفاد، غصہ اور بقائے نسل وغیرہ کے جذبات کے اعتبار سے انسان اور حیوانات میں کوئی فرق نہیں۔ تاہم حیوانات اچھائی برائی اور نیک و بد کے شعور سے بے بہرہ ہیں جبکہ انسان اس صفت سے فطری طور پر متصف ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:۔

فالهمها فجورها و تقوٰها (الشمس: ۸)

ترجمہ: پھر اس کی بدی اور پرہیز گاری اس پر الہام کردی۔

گویا اخلاق فطرت انسانی کا وہ جوہر ہے جس کی تخلیق خود خالق کائنات نے کی ہے جو صانع حکیم ہے۔ انسان کے احسن تقویم میں پیدا ہونے کا ایک پہلو اس جوہر اخلاق کا اس کی شخصیت میں موجود ہونا ہے۔

انسان اپنی ساخت اور استعداد کے لحاظ سے بے مثل اور ارض و سما کی قوتوں کو مسخر کرنے کی صلاحیتوں سے آراستہ ہے لیکن جو چیز اس کی تسخیرات کو صحیح معنوں میں اس کی ذات اور پوری نوع انسانی کے لیے خیر اور نافع بنا سکتی ہے وہ نور اخلاق ہی ہے۔ یہ نور ایک فرد کی شخصیت میں نمودار ہو کر اس میں صبر و ثبات، حوصلہ، نرمی، تحمل، ہمت، شجاعت، جفاکشی، حزم و احتیاط، معاملہ فہمی، ارادہ کی پختگی اور ضبط نفس کے ساتھ ساتھ فیاضی، رحم، انصاف، وسعت قلب و نظر، صداقت، راست بازی، امانت، دیانت، ایفائے عہد، اعتدال و شائستگی، طہارت و نظافت اور دوسروں کے لیے ہمدردی و ایثار کے جذبات پیدا کرتا ہے۔ ان اخلاق عالیہ سے متصف فرد یقیناً معاشرہ کا گل سرسبد کہلانے کا مستحق ہے اور ایسے افراد سے مل کر وجود میں آنے والا معاشرہ ہی حقیقی معنوں میں پرسکون، پرامن اور خوشگوار زندگی کی ضمانت بن سکتا ہے۔ اگر معاشرہ اپنا کوئی ارفع نصب العین متعین کرلے اور اسے ایسے باصلاحیت، مخلص و دیانت دار قائدین میسر آجائیں جن کی اطاعت اور تعمیل احکامات پر افراد دل و جان سے آمادہ ہو جائیں تو اسے لازماً دوسرے معاشروں پر تسلط اور فوقیت حاصل ہو کر رہے گی۔

اسلام محض چند رسومات کا مذہب نہیں بلکہ انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کا ایک مکمل ضابطہ اور دین ہے۔ انسان کی فلاح اس کا مقصود ہے جس کے حصول کے لیے ایک پرسکون مثالی معاشرہ کا قیام ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اخلاقی اقدار کی کارفرمائی کو اپنے نظام حیات میں نمایاں حیثیت و

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اہمیت دی ہے۔ سیاست' معیشت' معاشرت اور معاملت کے ہر گوشہ میں ان اخلاقی اقدار کو اساس و بنیاد بنایا ہے۔ مزید برآں ان اخلاقی اقدار کو مستحکم اور غیر متزلزل بنانے کے لیے انہیں توحید خداوندی یعنی خالص رضائے الٰہی کے حصول اور آخرت کی جوابدہی کے مضبوط لنگروں سے جوڑ دیا ہے۔

اسلام کے معاشی نظام کی عمارت بھی ان ہی اخلاقی اقدار پر اٹھائی گئی ہے۔ معیشت کے دائرہ کار میں کیے جانے والے تمام فیصلوں حتیٰ کہ تکنیکی و تنظیمی نوعیت کے اقدامات میں کارفرما روح یہی اقدار ہی ہیں۔ یہاں صرف و تبادلہ اور تقسیم دولت کا ڈھانچہ اخلاقی اقدار کی بنیاد پر ہی استوار کیا جائے گا اور پیدائش دولت حتیٰ کہ آلات پیدائش کی تخلیق و ایجاد اور ان کا استعمال بھی ان اقدار کی عملداری سے عاری نہ ہوگا۔ اس نظام کے اندر زیادہ سے زیادہ منافع کے حصول کی خاطر بھی کوئی ایسا ذریعہ پیدائش وجود میں نہیں لایا جا سکے گا جو مخلوق کے لیے جسمانی و روحانی یا کسی اور اعتبار سے ضرر رساں ہو۔

ان اخلاقی اقدار میں اہم ترین مقام تقویٰ' مساوات' اخوت' عدل' احسان اور تعاون کو حاصل ہے۔ ذیل میں معاشی دائروں میں ان اقدار کی کارفرمائی کو الگ الگ طور پر واضح کیا گیا ہے۔

i- تقویٰ (Piety)

مفہوم: تقویٰ سے مراد جسم و لباس کی کوئی مخصوص وضع قطع اور تراش و خراش نہیں بلکہ یہ "نفس انسانی کی اس کیفیت کا نام ہے جو خدا ترسی اور احساس ذمہ داری سے پیدا ہوتی ہے اور زندگی کے ہر پہلو میں ظہور کرتی ہے" (سید مودودیؒ)

مقصد: تقویٰ کا مقصود صرف اور صرف اللہ کی رضا کا حصول اور اس کی ناراضگی سے بچنا ہے۔ تقویٰ کسی ایک دائرہ تک محدود نہیں بلکہ ہمہ گیر و ہمہ جہت اور ایک ہمہ وقتی کیفیت ہے۔ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے چھوٹے بڑے تمام معاملات اس کے دائرہ اثر میں ہیں۔ زندگی کی خاردار پگڈنڈیوں پر چلتے ہوئے معصیت کے کانٹوں سے اپنے دامن کو بچا کر رضائے الٰہی کی منزل کی طرف رواں دواں رہنا ہی تقویٰ کا نصب العین ہے۔

اہمیت:

(الف) حصول مقصد کا ذریعہ: اسلامی نقطہ نظر سے انسان کی زندگی کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ مسلمان اسی کے لیے جیتا اور اس کے لیے مرتا ہے۔

قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین

ترجمہ: (اے پیغمبر) آپ فرما دیجئے بے شک میری نماز' میری عبادت' میری زندگی اور میری موت اللہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جہانوں کے پروردگار کے لئے ہی ہے۔

اور تقویٰ اس کا موثر ترین ذریعہ اور بہترین زادراہ ہے۔

ان خیر الزاد التقوی (البقرۃ: ۱۹۷)

ترجمہ: بے شک بہترین زادراہ تقویٰ ہی ہے۔

(ب) عبادت کا مقصود: نماز، روزہ، حج، قربانی و زکوٰۃ تمام عبادات کا مقصود تخلیق تقویٰ ہے۔

کتب علیکم الصیام .....لعلکم تتقون (البقرۃ: ۱۸۳)

ترجمہ: تم پر روزے فرض کئے گئے .....تاکہ تم تقویٰ شعار بن جاؤ۔

(ج) توفیق ہدایت کا معیار: ہدایت خداوندی یعنی قرآن حکیم کے اخذ وقبول کی شرط اول ہی تقویٰ ہے۔

ذالک الکتاب لاریب فیه هدی للمتقین (البقرۃ: ۲)

ترجمہ: یہ کتاب الٰہی ہے۔ اس کتاب الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت ہے متقین یعنی خدا سے ڈرنے والوں کے لئے۔

(د) معیار عزت: اللہ کے نزدیک عزت واکرام کا معیار دولت وثروت اور منصب واقتدار نہیں بلکہ تقویٰ ہے۔

ان اکرمکم عنداللہ اتقکم (الحجرات: ۱۳)

ترجمہ: بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ تقویٰ کرنے والا ہے۔

(ھ) افراط رزق کا سبب: خدا ترس اور معصیت سے بچنے والے معاشروں پر پروردگار عالم رزق و وسائل کے دہانے کھول دیتا ہے۔

ولو ان اهل القریٰ اٰمنوا واتقوا لفتحنا علیهم برکٰت السماء والارض (الاعراف:۹۶)

ترجمہ: اور اگر بستیوں میں رہنے والے ایمان اور تقویٰ کی روش اختیار کر لیتے تو ہم ان پر آسمان وزمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

(و) اخروی نعمتوں کے حصول کا ذریعہ: عالم آخرت کی لازوال نعمتیں بھی اہل تقویٰ کے لئے مقدر کر دی گئی ہیں۔

ان للمتقین عند ربهم جنت النعیم (القلم:۳۴)

ترجمہ: یقیناً متقیوں کے لئے ان کے رب کے ہاں نعمت بھری جنتیں ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(ذ) خیر و شر کی کسوٹی: تقویٰ انسان کے اندر خیر و شر اور نیکی و بدی کی تمیز کی حس پیدا کر دیتا ہے۔ یہ حس امتیاز ہی انسان کو شیطان کے ہتھے چڑھنے سے بچانے والا موثر ترین ہتھیار ہے۔

ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا O

ترجمہ: ''اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو اللہ تم کو حق و باطل کا امتیاز بخشے گا۔''

(ر) فلاح کی ضمانت: تقویٰ دنیا و آخرت میں فلاح اور کامیابی کی یقینی ضمانت ہے۔

واتقوا اللہ لعلکم تفلحون (البقرۃ:۱۸۹)

ترجمہ: اللہ (کی نافرمانی) سے ڈرو تا کہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔

دائرہ معیشت میں تقویٰ کا کردار:

انسانی اعمال میں کیفیت تقویٰ کا ظہور مثبت اور منفی دو جہتوں سے ہوتا ہے۔ اثباتی دائرہ میں ان امور کو اختیار کرنا تقویٰ ہے جو اللہ کی رضا کا ذریعہ ہیں اور منفی پہلو میں تقویٰ یہ ہے کہ ان کاموں کو ترک کر دیا جائے جو اللہ کو ناپسند ہیں۔

اللہ رب العزت کے نزدیک جو تقویٰ مطلوب و مقبول ہے وہ ہمہ گیر و ہمہ جہت تقویٰ ہے جو زندگی کے ہر گوشہ اور ہر معاملہ کو اپنی رنگ میں رنگ لیتا ہے۔ معاشی زندگی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ انسان کی معاشی جدوجہد کو صحیح خطوط پر استوار رکھنے اور بے اعتدالیوں سے محفوظ رکھنے میں تقویٰ موثر کردار ادا کرتا ہے۔

صرف دولت اور تقویٰ:

معاشیات کی اصطلاح میں صرف دولت سے مراد اپنے وسائل کو ان اشیاء و خدمات کے استعمال پر خرچ کرنا ہے جن سے انسان کی احتیاجات براہ راست تسکین پذیر ہوں۔ مثال کے طور پر خوراک، لباس، رہائش، علاج، تعلیم، تفریح وغیرہ۔ صرف دولت کے باب میں اسلام کا رہنما اصول یہ ہے۔

وکلوا واشربوا ولا تسرفوا..... (الاعراف:۳۱)

ترجمہ: کھاؤ پیو البتہ اسراف مت کرو۔

(ا) اثباتی پہلو:

(الف) حلال و طیب اشیاء کا استعمال:

اس آیہ مبارکہ سے اثباتی طور پر تقویٰ کا یہ رخ سامنے آیا کہ اللہ رب العزت نے اس کائنات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں حلال اور طیب قسم کی جو اشیائے رزق پیدا کی ہیں انہیں استعمال کیا جائے اور اپنی احتیاجات کی تسکین کے لئے ان سے بھرپور استفادہ کیا جائے۔ ان کا ترک کر دینا کسی صورت بھی پسندیدہ نہیں۔

قل من حرم زینته الله التی اخرج لعباده والطیبات من الرزق (الاعراف:۳۲)

ترجمہ: پوچھو کس نے حرام ٹھہرایا ہے اللہ کی اس زینت کو جو اس نے اپنی بندوں کے لئے پیدا کی اور رزق کی پاکیزہ چیزوں کو۔ (تدبر قرآن)

اس لحاظ سے ضروری ہے کہ اشیائے صرف نہ صرف حلال ہوں بلکہ پاکیزہ بھی ہوں۔ حلال چیزیں گندی اور غلاظت بھری ہوں تو ان کا استعمال بھی تقویٰ کی روح کے منافی ہے۔ مزید برآں یہ بھی ضروری ہے کہ استعمال کی جانے والی اشیاء جسمانی و ذہنی اعتبار سے نفع بخش بھی ہوں۔ مٹی پھانکنا کہ پاک و طیب ہے تقویٰ کے خلاف ہے یا ایسی تفریحات پر روپیہ صرف کرنا جو محض وقت کٹی کے لئے ہوں تقویٰ سے مطابقت رکھنے والا صرف نہیں ہے۔

(ب) کفایت شعاری: وسائل رزق جو اللہ تعالیٰ نے کسی ملک و قوم کو دیئے ہیں انہیں حد درجہ کفایت کے ساتھ استعمال کیا جانا چاہئے۔ وسائل حقیقی ضرورتوں پر بقدر ضرورت ہی صرف ہونے چاہئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جس نے کفایت شعاری اختیار کی وہ کبھی تنگدستی سے دوچار نہیں ہوا۔''

(۲) انسدادی پہلو: صرف و دولت کے سلسلہ میں تقویٰ کا انسدادی پہلو اپنے اندر بہت وسعت رکھتا ہے۔

(الف) حرام اشیاء کی ممانعت:

وہ تمام اشیاء جنہیں قرآن و سنت میں حرام قرار دیا گیا ہے ان کے استعمال پر دولت صرف کرنے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔

ان میں ہر قسم کی شراب اور دیگر منشیات' خون' سور کا گوشت' مردہ جانوروں کا گوشت اور غیر اللہ کے نام پر کیا گیا ذبیحہ' غیر اللہ کے لئے مانی جانے والی نذریں وغیرہ شامل ہیں۔

(ب) اسراف و تبذیر کی ممانعت: اسراف سے مراد کسی جائز اور حلال کام پر حقیقی ضرورت سے زائد خرچ کرنا ہے۔

سورۃ الاعراف: ۳۱ میں اسراف سے روکا گیا ہے اور اسے اللہ کی نگاہ میں نہایت ناپسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے۔ اس سے وسائل کے ضیاع کی راہ کھلتی ہے جو ان گنت معاشی مفاسد کو جنم دینے کا باعث بن جاتی ہے۔

تبذیر' بے محل' بے ضرورت اور بلا جواز صرف کا نام ہے۔ فخر اور ریا اور نمائش کے خرچ' عیاشی اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فسق و فجور کے خرچ اور تمام ایسے خرچ جو انسان کی حقیقی ضرورتوں اور مفید کاموں میں صرف ہونے کے بجائے دولت کو غلط راستوں میں بہادیں' تبذیر کے دائرہ میں آتے ہیں۔

(تفہیم القرآن' سورہ بنی اسرائیل' حاشیہ ۲۹)

قرآن پاک میں تبذیر کے مرتکب کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔ (بنی اسرائیل: ۲۷)

(ج) عیاشانہ صرف کی ممانعت: عیاشانہ ٹھاٹھ باٹھ اور لہو ولعب کے سامان پر صرف کی ممانعت کردی گئی ہے۔ مردوں کے لئے سونا اور ریشمی ملبوسات کا استعمال حرام کردیا گیا ہیا ور سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے روک دیا گیا ہے۔

(د) دل آزاری والے صرف کی ممانعت: جس صرف سے دوسرے افراد کی دل آزاری کا پہلو نکلتا ہو اس سے بھی منع کیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بازاروں میں کھڑے ہوکر یا چلتے پھرتے کھانے پینے کو ناپسند کیا ہے کہ یہ نہ صرف ادب و وقار کے منافی ہے بلکہ اس سے دیکھنے والوں کی دل آزاری کا پہلو بھی نکلتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ گھر میں اگر کوئی اچھی چیز پکاؤ تو اس کا کچھ حصہ اپنی ہمسایہ کے گھر بھی بھیجو۔ پھلوں وغیرہ کے چھلکے بھی باہر نہ پھینکے جائیں کہ راہ گزاروں بالخصوص ہمسایوں کے بچوں میں کم مائیگی کا احساس اور حسد وتنگدلی پیدا ہونے کا امکان ہے۔

پیدائش دولت اور تقویٰ:

پیدائش دولت سے مراد اللہ رب العزت کے پیدا کردہ وسائل کائنات کو عقل وفکر اور جسمانی محنت ومشقت کے ذریعہ زیادہ کارآمد بنانا اور ان کے جوہر افادیت کو بڑھانا ہے۔ اس مقصد کے لئے انسان ہاتھوں سے ہی کام نہیں لیتا بلکہ آلات اور اوزاروں سے مدد لینے اور نئے نئے طریقہ ہائے کار (ٹیکنالوجی) کو بنانے اور اپنانے کا سلیقہ اور صلاحیت بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں ودیعت کردی ہے۔ اس کاوش ذہنی وجسمانی کے نتیجہ میں جو اشیاء وخدمات وجود میں آتی ہیں ان پر اس کارکن کا حق تصرف تسلیم کیا جاتا ہے۔ گویا پیدائش دولت اکتساب رزق کے ہی مترادف ہے۔ اس بات میں اسلام کا رہنما اصول یہ ہے:

وابتغوا من فضل الله وذكروا الله كثيرا لعلكم تفلحون (الجمعہ:۱۰)

ترجمہ: اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تم فلاح پاجاؤ۔

اس آیہ مبارکہ کی روشنی میں پیدائش دولت کے سلسلہ میں تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ:۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

(۱) اثباتی پہلو:

(الف) ترک دنیا کے بجائے تلاش رزق کے لئے مقدور بھر کوشش کی جائے اور اس مقصد کے لئے امکانی حد تک اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لایا جائے۔

(ب) اکتساب رزق کے لئے صرف اور صرف حلال اور پاکیزہ ذرائع ہی استعمال کئے جائیں۔

(ج) تلاش رزق کے دوران احکامات الٰہی کو ہر لحظہ یاد رکھا جائے۔

(د) حصول رزق محض مادی احتیاجات کی تسکین کے لئے نہ ہو بلکہ اس کا مقصود حقیقی (اخروی) فلاح سے ہمکنار ہونا ہو۔

(۲) انسدادی پہلو:

(الف) حصول رزق کے حرام بلکہ مشتبہ ذرائع سے بھی اجتناب کیا جائے۔ مثلاً سود' سٹہ' قمار' چوری' عصمت فروشی اور بلا اجازت کسی کی املاک میں تصرف کرنا خواہ کوئی قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو۔

(ب) 'ضرر' اور 'غرر' کے لین دین سے بچا جائے۔

'ضرر' سے مراد کاروبار کے وہ طور طریقے ہیں جن سے دوسروں کی جان' مال اور عزت وشہرت کو بالواسطہ یا بلاواسطہ نقصان پہنچے۔ اس میں گندگی' غلاظت اور آلودگی (Pollution) کا باعث بننے والے طریقے بھی شامل ہیں۔ ملاوٹ' ذخیرہ اندوزی' اناج کو دانستہ تلف کرنا اور مصنوعی طور پر قیمتوں میں اضافہ کرنا بھی 'ضرر' میں داخل ہے۔

دھوکہ' فریب اور تنازعات کا باعث بننے والے تمام معاملات 'غرر' میں شامل ہیں۔

جھوٹی قسموں کے ذریعہ دولت پیدا کرنا اور پرفریب اشتہار بازی کے ذریعہ سادہ لوح افراد کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالنا بھی اس میں شامل ہے۔

(ج) شرف انسانی کے منافی کاموں سے اجتناب کرنا مثلاً طفیلی پن' مسخرہ پن' گداگری' غلامی اور ذلیل وخوار بن کر روزی کمانے کے تمام دھندے تقویٰ کے منافی ہیں۔

تبادلہ دولت اور تقویٰ:

تبادلہ دولت انسانی احتیاجات کی تسکین کا موثر ترین ذریعہ ہے۔ کوئی بھی انسان اپنی ضرورت کی تمام اشیاء وخدمات خود پیدا نہیں کرتا۔ پیدائش دولت کا عمل تقسیم محنت کے اصول پر ظہور میں آتا ہے جو اشیاء وخدمات کے تبادلہ کو ناگزیر بنا دیتا ہے۔

تبادلہ دولت کے باب میں اسلام کا رہنما اصول یہ ہے۔

.....لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم (النساء:۲۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اور ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے مت کھاؤ سوائے اس کے کہ تجارت ہو باہمی رضامندی سے۔

اس آیہ مبارکہ کی روشنی میں تبادلہ دولت کے سلسلہ میں تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ:۔

(۱) اثباتی پہلو:

(الف) اشیاء کا تبادلہ باہمی رضامندی سے ہو۔

(ب) تبادلہ احکامات خداوندی کے مطابق ہو۔

(ج) تبادلہ اشیاء لین دین کے مسلمہ معروف اصولوں کے مطابق ہو۔

(۲) انسدادی پہلو:

(الف) تبادلہ اشیاء کے سلسلہ میں جھوٹ، دھوکہ، فریب جیسے تمام باطل طریقوں سے اجتناب کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے دھوکہ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

(ب) ناپ تول میں کمی سے بچا جائے۔

(ج) قسموں بالخصوص جھوٹی قسموں کو تبادلہ اشیاء کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔

(د) تبادلہ میں ظلم اور جبر و اکراہ سے کام نہ لیا جائے۔

تقسیم دولت اور تقویٰ:

تقسیم دولت سے مراد قومی آمدنی کی تخلیق میں حصہ لینے والے عوامل کو ان کی خدمات کا معاوضہ دینا ہے۔ معاوضہ دینے کا یہ عمل جتنا منصفانہ ہوگا اتنا ہی ان عوامل میں کام کرنے کا جذبہ زیادہ ہوگا اور معاشی شعبہ داخلی کشمکش سے آزاد ہو کر بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر سکے گا۔

تقسیم دولت کے شعبہ میں اسلام کا رہنما اصول یہ ہے:۔

(الف) اعدلوا هو اقرب للتقوى (المائدہ:۸)

ترجمہ: انصاف کرو۔ یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔

(ب) ..... كئى لايكون دولة بين الاغنياء منكم (الحشر:۷)

ترجمہ: ایسا نہ ہو کہ دولت تمہارے امراء کے درمیان ہی گردش کرتی رہے۔

ان آیات مبارکہ کی روشنی میں تقسیم دولت کے باب میں تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ:۔

(۱) اثباتی پہلو:

(الف) عاملین پیدائش ۔۔ زمین، محنت اور سرمایہ کو ان کی خدمات کا معاوضہ پورے انصاف کے ساتھ ادا کیا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جائے۔

(ب) دولت کی گردش کو فروغ دینے والے اقدامات کئے جائیں۔ مالی' زری اور تجارتی پالیسیاں ایسی بنائی جائیں جن سے تمام افراد معاشرہ اپنی ضرورت کی اشیاء و خدمات حاصل کرنے کے قابل ہو جائیں۔

(ج) کسی مجبوری یا معذوری کی بنا پر معاشی جدوجہد میں پیچھے رہ جانے والے افراد کی کفالت کا مناسب انتظام کیا جائے۔ اس سلسلہ میں زکوۃ اور صدقات واجبہ کے علاوہ صدقات نافلہ کے ذریعہ اصحاب ثروت سے کمزور اور کم مایہ افراد کو دولت کی منتقلی کا اہتمام کیا جائے۔

(د) وراثت کے احکامات الٰہی کے مطابق عادلانہ تقسیم کا موثر انتظام کیا جائے۔

(ھ) سود اور دیگر ان تمام حرام ذرائع آمدنی کی بیخ کنی کی جائے جو دولت کی گردش کو محدود کرتے اور چند ہاتھوں میں اس کے ارتکاز کا باعث بنتے ہیں۔

(و) عاملین پیدائش کے حقوق کسی صورت بھی غصب نہ کئے جائیں۔ اس سلسلہ میں بیگار' استحصال اور ظلم سے ہرگز کام نہ لیا جائے۔ بالخصوص مزدوروں کے حقوق و واجبات کی ادائیگی میں کسی زیادتی کا ارتکاب نہ کیا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔

اعطوا الا جیر الاجرا قبل ان یجف عرقه

''مزدور کو اس کی اجرت پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو''

(ز) طے شدہ شرائط کار میں جبر و اکراہ سے کوئی ایسی تبدیلی نہ کی جائے جو کسی عامل کے حقوق میں کمی کا باعث ہو۔

متذکرہ بالا بحث سے یہ بات بخوبی عیاں ہو جاتی ہے کہ تقویٰ کی کارفرمائی سے معیشت کے تمام شعبے صرف دولت' پیدائش دولت' تبادلہ و تقسیم دولت صحت مند بنیادوں پر استوار ہو جاتے ہیں۔ اور معاشی جدوجہد کے دائرہ میں در آنے والے مفاسد کا سدباب ممکن ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی نظام معیشت میں تقویٰ کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔

تقویٰ اجتماعی معیشت میں:

صرف و پیدائش دولت اور تبادلہ و تقسیم دولت کے انفرادی دائرہ کے علاوہ معیشت کے اجتماعی حلقہ میں بھی تقویٰ کی کارفرمائی مطلوب ہے۔ اس سلسلہ میں بالخصوص ریاست کا کردار بہت اہمیت رکھتا ہے۔ جس طرح افراد کے لئے انفرادی دائرہ میں تقویٰ کی روش اختیار کرنا ضروری ہے اسی طرح ریاست کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لئے بھی لازم ہے کہ وہ اپنی منصوبہ سازی اور پالیسیوں کی تشکیل اور نفاذ میں احکامات خداوندی کی پابندی کرے اور اپنی فرائض خدا ترسی اور احساس مسئولیت کے تحت انجام دے۔

ریاست قومی آمدنی کے فروغ و استحکام اور کامل روزگار کی سطح کے حصول کے لئے جو بھی مالیاتی' زری اور تجارتی پالیسیاں وضع کرے ان میں تقویٰ کی روح کارفرما ہونی چاہئے۔ قرآن پاک میں یہ بات واضح کر دی گئی کہ نظام صلوٰۃ و زکوٰۃ کے علاوہ بھلائیوں کو فروغ دینا اور برائیوں کا سدباب کرنا بھی ریاست کے فرائض میں داخل ہے۔

اس اعتبار سے معیشت کے فروغ و استحکام اور اجتماعی بہبود کے کاموں میں رہنمائی و نگرانی مہیا کرنا اور معاشی مفاسد کے سدباب کے لئے اقدامات کرنا ریاست کی اہم ذمہ داری قرار پاتی ہے۔ قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق جب اجتماعی سطح پر تقویٰ کا اظہار اس انداز میں ہونے لگے تو پروردگار عالم زمین و آسمان کی برکتوں یعنی رزق کریم کے دہانے کھول دیتا ہے اور ایسی بستیوں پر رزق آسمان سے برستا ہے اور زمین سے ابلتا ہے۔

لاکلوا من فوقھم ومن تحت ارجلھم (المائدہ ٦٦)

ii- مساوات (Equality)

مفہوم: عرف عام میں مساوات سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ تمام انسان ہر لحاظ سے برابر ہیں۔ لیکن یہ دعویٰ خلاف حقیقت ہے۔ تمام انسان ہر لحاظ سے برابر نہیں ہیں۔ خالق کائنات نے ان کی طبیعتوں' صلاحیتوں' رجحانات' میلانات اور فکر و نظر میں فرق رکھا ہے۔ تاہم ان فطری اختلافات کی بنیاد پر انسانوں کے درمیان مستقل نوعیت کی طبقہ بندی کا کوئی جواز نہیں۔ کیونکہ انکی پیدائش میں انسان کی کسی اپنی کوشش کا دخل نہیں۔ فاطر فطرت نے اپنی عظیم مصلحتوں اور حکمتوں کے پیش نظر انسانی طبائع میں اس فرق و اختلاف کو تخلیق کیا ہے۔

مساوات انسانی کا مسئلہ تاریخ انسانی میں بڑی اہمیت کا حامل رہا ہے اور معاشروں کے بناؤ اور بگاڑ میں اس نے فیصلہ کن کردار ادا کیا ہے۔ قدیم یونانی و رومی تمدنوں میں انسانی مساوات کا کوئی تصور موجود نہ تھا۔ غلامی ان کی معاشرت کا اہم جزو تھی۔ ہندوؤں نے تو مذہبی طور پر اپنی معاشرہ کو چار ذاتوں میں مستقلاً تقسیم کر رکھا ہے۔ جدید سرمایہ دارانہ معیشت نے انسانوں کے درمیان فرق و امتیاز کو معاشی بنیاد فراہم کر دی ہے اور معاشی جدوجہد کو رواں دواں رکھنے کے لئے آجر اور اجیر (مزدور) کے طبقات کی موجودگی کو لازم قرار دیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا تصور مساوات:

اسلام نے مساوات انسانی کے مسئلہ کو اپنی مخصوص متوازن انداز میں حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:۔

''اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا۔'' (النساء:۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے تھے۔ پس کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر' کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر فضیلت نہیں' فضیلت صرف تقویٰ کی بنا پر ہے۔'' (حدیث نبویؐ)

خلقی مساوات:

ان ارشادات سے جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ یہ کہ انسان ہونے کے ناطے سے تمام انسان برابر ہیں۔ ان کا مادہ تخلیق اور طریق تخلیق ایک ہے۔ سب اللہ کا کنبہ اور روئے زمین پر اس کے نائب (خلیفہ) ہیں۔ انسان ہونے کی حیثیت سے ان کے درمیان فرق و امتیاز درست نہیں۔ ہاں اپنے خالق و مالک کی فرمانبرداری اور نافرمانی ان کے درمیان فرق ضرور پیدا کر دیتی ہے اور افراد مسلم و کافر کے دو گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ یہ تقسیم بھی اپنا مستقل وجود نہیں رکھتی۔ ایک کافر و نافرمان شخص بندگی و اطاعت گزاری کی روش اختیار کر کے اللہ کے فرمانبردار بندوں میں شامل ہو سکتا ہے اور ان تمام حقوق و مراعات سے مستفید ہو سکتا ہے جو مومن و مسلم کے لئے اللہ کے ہاں مخصوص ہیں۔

نیابتی مساوات:

نائب خدا ہونے کے اعتبار سے بھی تمام انسان ایک سے ہیں لیکن نیابت و خلافت کے عملاً سزاوار اور اہل وہی افراد قرار پاتے ہیں جو اپنے مالک کی کامل اطاعت کے عہد پر کاربند رہتے اور اس کی رضا کو اپنی زندگی کا مقصود حقیقی بنا لیتے ہیں۔ اسلام اسی کو کامیابی کی راہ قرار دیتا ہے۔ اس کی دعوت عالمی و آفاقی ہے۔ کوئی مخصوص طبقہ یا گروہ اس کا مخاطب نہیں۔ اس دعوت کے اعتبار سے تمام انسان یکساں ہو جاتے ہیں۔ کسی کو کسی پر خصوصی فضیلت و فوقیت حاصل نہیں رہتی۔ ان سب کے قانونی' سیاسی اور معاشرتی حقوق برابر ہو جاتے ہیں۔ رنگ' نسل' زبان' علاقہ وغیرہ کے اختلافات یک قلم معدوم ہو جاتے ہیں۔

اسلام اس سطح پر نہ صرف انسانی مساوات کو تسلیم کرتا ہے بلکہ اسے مضبوط و مستحکم بنانے کے لیے انفرادی و اجتماعی سطح پر موثر اقدامات بھی کرتا ہے اور اسے کمزور کرنے والے رجحانات کی شدت کے ساتھ بیخ کنی کرتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معاشی دائرہ میں مساوات:

اسلام نے انسان کے معاشی مسئلہ کے حل کے لئے جو نظام معیشت تجویز کیا ہے اس میں مساوات کی قدر کو بڑی اہمیت دی ہے اور اس کے ذریعہ استحصال کی بہت سی صورتوں کا سدباب کیا ہے۔

۱۔ اسلامی نقطہ نظر سے تمام انسان اللہ کی مخلوق ہیں۔ اس لئے انسان ہونے کی حیثیت سے مساوی ہیں۔

۲۔ تمام انسان اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ اشیاء اور نعمتوں سے استفادہ کرنے کا مساوی حق رکھتے ہیں۔ دریاؤں اور چشموں کا پانی' جنگل کی لکڑی' قدرتی درختوں کے پھل' خودرو گھاس اور چارہ' ہوا اور پانی' صحرا کے جانور' سطح زمین پر کھلی ہوئی کانیں عامۃ الناس کے فائدہ کے لئے کھلی ہیں۔ ان پر کسی کا قبضہ وملکیت جائز نہیں۔ ہر کس و ناکس کو ان سے استفادہ کرنے کا مساوی حق حاصل ہے۔

۳۔ بعض معاشی شعبوں یا سرگرمیوں کو خاص گروہ یا طبقہ کے لئے مخصوص کر دینے کا کوئی جواز نہیں۔ اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ معاشی میدان میں اجارہ داریاں قائم نہیں کی جاسکتیں کیونکہ ان سے مخصوص طبقاتی مفادات جنم لیتے ہیں۔

۴۔ ضروریات زندگی کی تکمیل کا حق بلا امتیاز تمام انسانوں کو حاصل ہے۔ اس بارے میں مسلم و کافر کے درمیان بھی کوئی فرق روا نہیں رکھا گیا۔ اس کے حصول کے لئے اسلام اپنے تعلیمی و تربیتی پروگرام کے ذریعہ افراد معاشرہ کو تیار کرتا ہے کہ وہ کمزوروں کی حاجت روائی کے لئے انفرادی و اجتماعی انداز میں برضا و رغبت آگے بڑھیں۔ اس سلسلہ میں خاندان کے ادارہ کو مستحکم کر کے معاشی اعتبار سے کمزور اہل قرابت کی کفالت کا خودکار نظام قائم کیا گیا ہے۔

۵۔ تمام افراد معاشرہ کو حصول رزق کے یکساں مواقع حاصل ہیں۔ ہر کوئی اپنی قابلیت و اہلیت اور طبعی رجحان و پسند کے مطابق روزی کمانے کا پیشہ اختیار کر سکتا ہے۔ رنگ' نسل' ذات' زبان اور علاقہ وغیرہ کی بنیاد پر معاشی جدوجہد کے معاملہ میں ان کے درمیان فرق و امتیاز روا نہیں رکھا جاسکتا۔

۶۔ امتیاز قیمت (Price Discrimination) یا اغراق (Dumping) جیسی پالیسیاں بھی اسلام کے تصور مساوات کے منافی ہیں کہ ان سے بہت سے معاشی مفاسد جنم لیتے ہیں۔

۷۔ اسلام نے تمام انسانوں کے لئے معاشی ضروریات کی تکمیل اور حصول رزق کے یکساں مواقع کی فراہمی کے لئے ریاستی اقتدار کو بھی استعمال کیا ہے۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داری قرار دی گئی ہے کہ وہ:

(الف) ہر شہری کے لئے روٹی' کپڑے' مکان' علاج اور تعلیم کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کا انتظام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرے اور اس کی جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کا بندوبست کرے۔

(ب) ریاست کی مالیاتی، زری، تجارتی اور انتظامی پالیسیاں ایسی ہوں کہ وسائل مالدار طبقات کے لئے ہی مخصوص ہو کر نہ رہ جائیں بلکہ پسماندہ اور کمزور افراد کی معاشی بہتری ان اقدامات کا نصب العین ہونا چاہئے تاکہ افراد کے درمیان معاشی فرق و امتیاز کی خلیج کو کم کیا جا سکے۔

مثال کے طور پر سرکاری اخراجات کے لئے غریب اور متوسط طبقہ کے علاقوں کو ترجیح دی جائے۔ ان کے لئے تعلیمی و تربیتی سہولتوں کی فراہمی کو عام اور آسان بنایا جائے۔ امراء پر محصولات کا زیادہ اور غرباء پر کم بوجھ ڈالا جائے اور سرکاری قرضوں کی فراہمی میں کمزور افراد کو ترجیح دی جائے وغیرہ۔

iii- اخوت (Brotherhood)

مفہوم: اخوت اس لطیف جذبہ کا نام ہے جو افراد کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر انہیں ایک مضبوط وحدت بنا دیتا ہے۔ اگر ایسے افراد میں فکری و نظریاتی ہم آہنگی بھی موجود ہو تو یہ جذبہ انہیں ایک سیسہ پلائی دیوار بنا دیتا ہے۔

انسانی معاشرہ میں امن و سکون کے قیام اور تمدنی ترقی کے مراحل طے کرنے کے لئے بڑی قوت اور ٹھوس وسائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ قوت منتشر افراد کے بس کی بات نہیں۔ افراد کی یک جہتی اور باہم وگر وابستگی کے احساس سے ہی یہ وجود میں آ سکتی ہے۔ ہر انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے لامحدود ذہنی و جسمانی صلاحیتیں لے کر دنیا میں آتا ہے لیکن طبعی و مزاجی اختلاف اور ماحولیاتی پس منظر کا فرق ان قوتوں کے باہمی اتصال کے راہ میں دیوار بن کر انہیں کمزوری کی طرف مائل رکھتا ہے۔ جذبہ اخوت کے ذریعہ انسانی قوتوں کو مربوط کر کے تسخیر کائنات کے عمل کو ممکن بنایا جا سکتا ہے اور افراد معاشرہ کے درمیان پائے جانے والے ناخوشگوار فرق و امتیاز کو دور کیا جا سکتا ہے۔

اخوت کی معاشی ضرورت:

اسلام انسانوں کے درمیان صلاحیت کار کے اعتبار سے فطری عدم مساوات کو تسلیم کرتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں حصول رزق میں اختلاف کا پیدا ہو جانا ناگزیر ہے۔ وسائل رزق کی یہ نامساویانہ تقسیم معاشی اور معاشرتی اعتبار سے بہت سے مفاسد کا باعث بن سکتی ہے۔ اسلام نے اس صورت حال کا علاج اشتراکیت کی طرح مصنوعی طریقہ پر معاشی مساوات پیدا کر کے نہیں کیا بلکہ جذبہ اخوت کو پروان چڑھا کر کیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:۔

ترجمہ: ''مومن تو سب بھائی بھائی ہیں'' (الحجرات:۱۰)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے:۔ ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔''

اس تصور اخوت کی موجودگی میں اس بات کا امکان نہیں رہتا کہ لوگ معاشی جدوجہد میں کمزوروں کو روند کر آگے بڑھ جائیں اور افراد کے درمیان گردن توڑ مسابقت (Cut throat competition) اور بے رحم طبقاتی کشمکش (Cruel class war) سر اٹھا سکے۔

اخوت کی وسعت: جذبہ اخوت کے ظہور کے تین اہم دائرے ہیں:۔

(الف) قرابتی اخوت (Kinship)

(ب) انسانی اخوت (Human or Universal Brotherhood)

(ج) ایمانی اخوت (Brotherhood in Faith)

(الف) قرابتی اخوت: اس کے دائرہ میں والدین اور ابوی (باپ کی طرف سے) اور اموی (ماں کی طرف سے) ناطے کے اقربا حتیٰ کہ رضائی (دودھ شریک) رشتہ دار بھی آتے ہیں۔

قرابتی اخوت کے ان متعلقین کو خدمت و امداد کے معاملہ میں سب سے مقدم رکھا گیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں مسلمان اور کافر و مشرک کے امتیاز کو بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق رشتہ داروں کی خدمت میں دہرا اجر ہے۔ ایک قرابت کا اور دوسرا خدمت کا۔

وراثت کے مال میں ان ہی خونی رشتہ داروں کو حصہ دار بنایا گیا ہے۔

(ب) انسانی اخوت: اس کا تصور اس اصول پر قائم ہے کہ:۔

تمام انسان اللہ کا کنبہ ہیں (حدیث نبویؐ)

اس اعتبار سے اسلام پوری نوع انسانی کو اخوت کے رشتہ میں منسلک کر دیتا ہے اور معاشی احتیاجات کی تسکین کے معاملہ میں انہیں ایک سطح پر لے آتا ہے اور بلا امتیاز عقیدہ و مذہب ایک جیسے سلوک کا مستحق قرار دیتا ہے۔

(ج) ایمانی اخوت: اس کے دائرہ میں اس جذبہ کا اظہار پوری طاقت اور پرجوش مخلصانہ انداز میں ہوتا ہے۔ بلکہ اسے ایمان کی کسوٹی بنا دیا گیا ہے۔

ارشاد نبویؐ ہے:۔

''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی نہ چاہے جو اپنی لئے چاہتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

اخوت کے بارے میں ان تعلیمات اسلامیہ کی روشنی میں معاشی دائرہ میں مندرجہ ذیل باتیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سامنے آتی ہیں:۔

۱۔ بے جا اور نمائشی صرف سے اجتناب کیا جائے کہ اس سے کمزور افراد معاشرہ کی دل آزاری کا پہلو نکلتا ہے۔

۲۔ معاشی اعتبار سے کمزور افراد کے ساتھ ضروریات زندگی کی فراہمی میں بھرپور تعاون کیا جائے اور ممکن حد تک ان کی احتیاجات کو اپنی خواہشات پر ترجیح دی جائے۔

۳۔ معاشرہ کے کسی فرد کو لاچار و بے یارومددگار نہ چھوڑا جائے اور انفرادی اور اجتماعی کوششوں کے ذریعہ ایسے افراد کو معاشی طور پر اوپر اٹھایا جائے۔

۴۔ بیماری' بے روزگاری' معذوری اور غیر متوقع ہنگامی حالات کا شکار ہو جانے والے افراد کی دستگیری کی جائے اور اس سلسلہ میں ہمسایوں کی خبر گیری کو خصوصی اہمیت دی جائے۔

۵۔ تلاش رزق کی جدوجہد میں امداد اور رہنمائی مہیا کی جائے اور باعزت و باوقار روزگار کے حصول کی قابلیت پیدا کرنے والے علوم وفنون سیکھنے میں تعاون کیا جائے۔

۶۔ حصول رزق کی جدوجہد میں ''ضرر'' سے اجتناب کیا جائے یعنی ایسے طریقے اور انداز اختیار نہ کئے جائیں جو دوسروں کے لئے ایذا یا خرابی کا باعث ہوں کہ یہ اخوت کی روح کے منافی ہے۔

۷۔ تبادلہ اشیاء میں دھوکہ' فریب اور غلط کاریوں سے بچا جائے اور لین دین باہمی رضامندی کی بنیاد پر کیا جائے۔

۸۔ عاملین پیدائش کے معاوضے انصاف پسندی اور خوشدلی سے ادا کئے جائیں اور اس سلسلہ میں طے شدہ شرائط کو ہر حال میں ملحوظ رکھا جائے۔

۹۔ ریاستی سطح پر لوگوں کی اصلاح احوال کے لئے کئے گئے اقدامات میں بھی جذبہ اخوت و مساوات کا رنگ نظر آنا چاہئے۔ اسلامی ریاست حاکم ومحکوم سے نہیں بنتی بلکہ امیر اور مامور کے رشتہ اخوت کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔

۱۰۔ تمام معاشی کارکن رشتہ اخوت کی بنیاد پر اپنے تعلقات استوار کریں۔ صارفین اور آجرین' مالکان زمین اور مزارعین' سرمایہ دار اور مزدور' گاہک اور دوکاندار بھائی چارہ کی روح سے معمور ہو کر باہمی معاملات طے کریں۔

iv- عدل (Justice)

اعدلوا ھو اقرب للتقوی (المائدہ:۸)

۱۔ مفہوم: عدل کا لفظ عام طور پر عدالتی انصاف کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اس کا حقیقی مفہوم' اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے کہیں وسیع ہے۔ اس سے مراد وہ توازن و تناسب ہے جو ہر وجود کی ساخت میں اس کے خالق نے رکھ دیا ہے۔ اسی سے موجودات کائنات میں حسن و خوبی اور فیض رسانی کا سلسلہ جاری ہے۔ اس ترتیب و تناسب میں ادنیٰ سا تغیر و انحراف حسن فطرت کو مسخ کر کے رکھ دیتا ہے۔ سائنسی تحقیقات کے مطابق سورج یا کسی اور ستارہ و سیارہ کے اپنے مدار مقررہ سے ایک بال برابر انحراف سے پورا کارخانہ ہستی درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔

۲۔ اہمیت:

(الف) **امن و سکون کا حصول:** اشیاء کے طبعی وجود کی طرح انسانی اعمال میں بھی عدل کو اہم مقام حاصل ہے۔ جس طرح صحت جسمانی کے لئے اعضاء و جوارح کی تعدیل شرط اول ہے اسی طرح انفرادی اور اجتماعی سطح پر انسانی اعمال کا عدل کی بنیاد پر استوار ہونا امن و سکون اور معاشرتی خوشگواری کے لئے ضروری ہے۔

(ب) **بعثت انبیاء کا مقصود:** عدل کی راہ ہی سیدھی راہ ہے اور اسی راہ پر کاروان انسانی کو رواں دواں رکھنا اسلام کا نصب العین ہے۔ کتب آسمانی کے نزول کی غایت اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصود نوع انسانی کو عدل و انصاف پر قائم رکھنا ہی ہے۔ (الحدید:۲۵)

(ج) **تخلیقی صلاحیتوں کی جلاء:** 'عدل' ہی سے انسان کی خداداد تخلیقی صلاحیتوں کو جلاء ملتی ہے اور وہ خلافت ارضی کی ذمہ داریوں کو بطریق احسن پورا کرنے کے قابل ہو سکتا ہے۔ ظلم شیطان کا ہتھیار ہے جو انسان کے جوہر تعمیر و تخلیق کو مسخ کرتا اور اس کی قابلیتوں کو تخریبی راہوں پر لگا کر کارگہ حیات میں اسے ناکامی سے دوچار کرتا ہے۔

(د) **فرد اور معاشرہ کا حسین ربط:** فرد اور معاشرہ کے باہمی تعلق کو صحت مند بنیادوں پر استوار رکھنے میں بھی عدل فیصلہ کن کردار ادا کرتا ہے۔ اگر ان کے درمیان توازن اور عدل برقرار نہ رہے تو لازماً فرد کی شخصیت بھی کمزور پڑتی ہے اور معاشرہ بھی دیر یا بدیر زوال و اضمحلال سے دوچار ہوتا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت نے انسانی سماج کو اسی المیہ سے دوچار کر رکھا ہے۔ فرد اور معاشرہ کے حقوق و فرائض میں افراط و تفریط نے تمام تر تمدنی و سائنسی ترقیوں کے باوجود زندگی کی مسرتوں اور طمانیت سے محروم کر کے انسان کو فکر و نظر کی تلخیوں اور عدم تحفظ کے گرداب میں دھکیل دیا ہے۔

۳۔ قیام عدل کے ذرائع: انسان کو حقیقی مسرتوں سے معمور پرسکون زندگی سے ہمکنار کرنے کے لئے عدل کا قیام ناگزیر ہے۔ اس کی ایک شکل یہ ہے کہ انسان اپنی عقل و فکر اور عملی تجربات سے استفادہ کرتے ہوئے قیام عدل کی راہیں تلاش کرے۔ عصر حاضر کے مفکرین و ماہرین کا انداز فکر و عمل یہی ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس سے معاملات انسانی اصلاح پذیر ہونی کے بجائے روز بروز مزید الجھے چلے جا رہے ہیں۔ یہ نتیجہ ایک لحاظ سے فطری بھی ہے۔ انسان کی معاشرتی زندگی اتنی پیچیدہ اور تہہ در تہہ ہے کہ اسے آسانی سے اس کے اجزائے ترکیبی میں تحلیل نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے اصلاح احوال کا کوئی بھی نسخہ ضروری معلومات کی عدم موجودگی میں نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوسکتا۔

قیام عدل کا دوسرا ذریعہ وحی الٰہی ہے۔ آسمانی وحی کا منبع و ماخذ علیم وخبیر' خالق و مالک خدا کی ذات ہے۔ وہ فاطر فطرت ہے۔ اس کا علم مخلوقات کی زندگی کے ہر گوشہ کو محیط ہے۔ اس کی ذات کا یہ وصف اور استحقاق ہے کہ وہ اپنی تخلیق کے شاہکار' انسان کو پرسکون زندگی بسر کرنے کی راہ بتائے اور قیام عدل کا ضابطہ عطا فرمائے۔ اسلام نے قیام عدل کے لئے وحی الٰہی پر ہی اعتماد کیا ہے۔

۴۔ **عدل کی نوعیت:** حیات انسانی کے دائرہ میں اسلام نے عدل کو ہر شعبہ فکر وعمل تک وسعت دی ہے۔ وہ انسان کی انفرادی زندگی کی خلوتوں میں بھی عدل چاہتا ہے اور اجتماعی زندگی کی جلوتوں کو بھی عدل سے معمور دیکھنے کا متمنی ہے۔ اس نے زندگی کی مادی لذتوں میں استغراق و انہماک کو بھی مسترد کیا ہے اور ترک دنیا کے راہبانہ تصور کی بھی تردید کی ہے۔ اس نے زندگی کے مادی اور روحانی پہلوؤں کے حسین امتزاج کو پسند کیا ہے اور معاملات انسان میں افراط اور تفریط سے بچ کر راہ وسط کو اختیار کرنے پر زور دیا ہے۔ یہ راہ وسط انفرادی زندگی کی طرح سیاست' معیشت' معاشرت' قانون اور اخلاق جیسے اجتماعی شعبوں سے بھی ہو کر گزرتی ہے۔ اس لئے اسلام کا تصور عدل کسی ایک دائرہ تک محدود نہیں بلکہ وہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔ اسی کا نام عدل اجتماعی ہے اور اسی کا قیام اسلام کا مقصود حقیقی ہے۔

عدل اجتماعی کا تقاضا ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں توازن اور تناسب اور ہم آہنگی پائی جائی کسی ایک شعبہ کی طرف ایسا جھکاؤ نہ ہو کہ دوسرے شعبوں کی کارکردگی پر برا اثر پڑے۔ اسی طرح ایک ہی شعبہ میں قیام عدل کے لئے ضروری ہے کہ اس کے مختلف حصوں یا شاخوں میں موافقت و مطابقت پائی جائے۔

معاشی عدل (Economic Justice)

معاشی عدل سے مراد صرف و پیدائش اور تقسیم و تبادلہ دولت کے دائرہ میں توازن و تناسب کا پایا جانا ہے تاکہ معاشی سرگرمیاں صحت مند خطوط پر رواں دواں رہیں اور افراد معاشرہ اپنی معاشی احتیاجات کی تسکین کا سامان باوقار طریقہ سے حاصل کرسکیں۔

اسلام کے مجوزہ منصوبہ حیات (Scheme of Life) میں معاشی عدل کے قیام کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ فقر و فاقہ اور اقتصادی بدحالی کو ایمان کے لئے خطرہ کی گھنٹی اور رزق و روزی کو اللہ کا فضل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قرار دیا گیا ہے۔ اسلام نے انسان کو معاشی خوشحالی اور فلاح سے ہمکنار کرنے کے لئے ایک جامع نظام عطا کیا ہے جس کی روح اور بنیادی قدر عدل ہے۔ معاشی جدوجہد کے ہر میدان میں عدل ہی کو رہنما اصول کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور ظلم و استحصال کی ہر شکل کے سدباب کے لئے اقدامات تجویز کئے گئے ہیں۔ ذیل میں اس کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کیا گیا ہے:

صرف اور عدل:

(الف) صرف دولت کے باب میں کفایت شعاری اور اقتصاد یعنی میانہ روی کو عدل کے سنہری اصول کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ کفایت شعاری سے مراد جائز حاجات پر جائز حد تک صرف کرنا ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے "جس نے (صرف میں) میانہ روی اختیار کی وہ کبھی تنگ دستی سے دوچار نہیں ہوا" کفایت شعاری انسان کو بہت سے معاشی، معاشرتی اور ذہنی عوارض سے محفوظ کر دیتی ہے اس سے بچتیں بڑھتی ہیں اور پیداواری عمل کو تیز کرنے کے لئے وسائل میسر آتے رہتے ہیں۔

(ب) اسراف و تبذیر کی شدت کے ساتھ ممانعت کی گئی ہے۔ کہ اس سے نہ صرف وسائل کا بے دریغ ضیاع عمل میں آتا ہے بلکہ وسائل پیدا آوری کاموں میں صرف ہونے کے بجائے نام و نمود، فخر و ریا اور فسق و فجور کی شیطانی راہوں میں بہہ جاتے ہیں۔ انسان عیش کوشی کا رسیا ہو کر خلیفۃ اللہ کے مقام بلند سے گر کر اخلاقی پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں جا پڑتا ہے۔

(ج) بخل کی مذمت اور اس پر اللہ رب العزت کی طرز سے عذاب و سزا کی سخت وعید بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ بخل وسائل پیدائش کو ایک جگہ پر روک کر نظام عدل کی پرورش کرنے والے خون کو منجمد کر دیتا ہے جس سے سارا نظام معیشت جمود اور تعطل کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔

(د) ذاتی احتیاجات کی تسکین کے بعد بچ جانے والے وسائل مستحق حاجت مندوں کی حاجت روائی کے لئے خرچ کئے جائیں۔ یہ انفاق نہ صرف خیر و برکت اور رضائے الٰہی کے حصول اور غرباء کی پرخلوص دلی دعاؤں کا باعث بنے گا بلکہ اس سے موثر طلب (Effective Demand) میں اضافہ ہو جانے سے پیدا آوری سرگرمیوں میں تیزی کا رجحان بھی پیدا ہوگا۔

پیدائش دولت اور عدل:

(الف) پیدائش دولت کے باب میں عدل کا سنہری اصول رزق حلال کی جدوجہد ذاتی اغراض کے ٹکراؤ سے معاشرہ کو محفوظ کر دیتی ہے اور انسانی توانائیاں مثبت و مفید تعمیری کاموں پر مرکوز ہو جاتی ہیں جس سے عمل پیدائش تیز اور مفاسد سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

(ب) معاشرہ کے تمام افراد کو اپنی صلاحیتیں بے کار چھوڑنے کے بجائے مفید پیدا آوری کاموں میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صرف کرنی چاہئیں۔ گداگری اور طفیلی پن کی ہر شکل معاشرہ کے توازن کو خراب کر دیتی ہے۔

(ج) اکتساب مال (مال کمانے) کے تمام حرام ذرائع کی سختی سے ممانعت کر دی گئی ہے۔ منشیات' سود' جوا' رشوت' چوری' ذخیرہ اندوزی' فحش اور مخرب اخلاق اشیاء کی پیدائش و فروخت' قحبہ گری' عصمت فروشی' ناچ گانا اور اس طرح کی دیگر سرگرمیوں کے ذریعہ روزی کمانا حرام قرار دے دیا گیا ہے کہ اس سے ان گنت معاشی' معاشرتی اور اخلاقی مفاسد جنم لیتے اور معاشرہ کے حسن و سکون کو تہہ و بالا کر دیتے ہیں۔

(د) ضرر اور غرر' جبر و اکراہ اور غلامی و بے گار کے ذریعہ دولت کمانے کی بھی ممانعت کر دی گئی ہے کہ اس سے نہ صرف انسانی شرف پر دھبہ لگتا ہے بلکہ معاشی سرگرمیوں کا توازن بھی بگڑ جاتا ہے۔

تقسیم دولت اور عدل:

تقسیم دولت کے باب میں عدل کی کارفرمائی معاشی نقطہ نظر سے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ عاملین پیدائش کے معاوضوں کے تعین میں پائی جانے والی ناانصافی اور ارتکاز دولت کے عمل نے معاشی ترقی کے ثمرات کو ایک مخصوص طبقہ تک محدود کر کے رکھ دیا ہے اور امارت کے پہلو بہ پہلو گھمبیر غربت کا اندھیرا پیدا کر دیا ہے۔ اسلامی نظام معیشت میں تقسیم دولت کو عادلانہ بنیادوں کو استوار کرنے پر بڑی توجہ دی گئی ہے۔

(الف) عاملین پیدائش کو ان کی خدمات کا منصفانہ معاوضہ دینے پر زور دیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں بالخصوص مزدوروں کے حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے اور لازم قرار دیا گیا ہی کہ معاوضوں کی ادائیگی بلا تاخیر اور طے شدہ شرائط کے مطابق ہو۔

(ب) معاوضوں کی ادائیگی کو محنت اور خطر (Risk) کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے۔ اس کے بغیر معاوضہ پر کسی کے حق کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ اس سے ظلم و جبر اور دھوکہ فریب کے ذریعہ دولت سمیٹنے کے راستے مسدود ہو جاتے ہیں اور تقسیم دولت کا نظام خلل اور فساد سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

(ج) ارتکاز دولت کو سخت ناپسند کیا گیا ہے اور اس کا سدباب کرنے کے لئے موثر اقدامات کئے گئے ہیں۔ حرام ذرائع آمدن کی ممانعت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

(د) جائز حدود کے اندر معاشی جدوجہد کے نتیجہ میں آمدنیوں میں پیدا ہو جانے والے تفاوت کو کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ عیاشانہ و مسرفانہ طرز زندگی کی مذمت اور ذاتی ضروریات سے زائد مال حاجت مندوں کو دے دینے کی تلقین تقسیم دولت کے نظام کو منصفانہ بنانے کے فکر کا ہی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نتیجہ ہے۔

(ھ) رضا کارانہ انفاق فی سبیل اللہ کے فروغ کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کا قانونی نظام قائم کیا گیا ہے تاکہ دولت امراء سے لے کر غرباء کی طرف منتقل کی جا سکے۔

(ھ) زکوٰۃ وصدقات کے علاوہ بھی ریاست کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ خصوصی اقدامات کے ذریعہ اصحاب ثروت سے ان کی زائد دولت لے کر ناداروں کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کا بندوبست کرے۔

(ذ) گردش دولت کو بڑھانے کے لئے موثر اقدامات کئے گئے ہیں۔ بخل اور زر اندوزی کی مذمت تقسیم دولت کی ناہمواریوں کو روکنے کی ایک اہم وجہ ہے۔ انفاق العفو یعنی اپنی ضرورت سے زائد مال کو خرچ کر دینے کی تلقین اور فضیلت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

تبادلہ دولت اور عدل:

تبادلہ دولت کے سلسلہ میں اسلام نے عدل کے اصول کو بڑی اہمیت دی ہے۔ اشیاء و خدمات کے لین دین میں خریدنے والے اور بیچنے والے کی باہمی رضا مندی کو بنیادی اصول قرار دیا ہے اور کاروبار کی ان تمام شکلوں کی ممانعت کردی ہے جو ظلم و جبر پر مبنی ہوں' جن سے فریقین کے درمیان تنازعات پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہو' جن میں سود اور قمار بازی سے مشابہت پائی جاتی ہو۔ جن میں دھوکہ اور فریب سے کام لیا گیا ہو یا جن میں ایک فریق کے نقصان پر دوسرے کے منافع کی بنیاد رکھی گئی ہو۔

ریاست کی معاشی ذمہ داریاں اور عدل: ریاست کے قیام کی بنیادی وجہ قیام عدل ہی ہے۔ اسلامی ریاست کو اس سلسلہ میں نہایت اہم ذمہ داریاں تفویض کی گئی ہیں۔ ان میں معاشی میدان میں عدل کی فضا قائم کرنا بھی شامل ہے۔

(الف) ریاست بلا امتیاز تمام شہریوں کو بنیادی ضروریات زندگی فراہم کرنے کی ذمہ دار ہے۔

(ب) ریاست کے لئے لازم ہے کہ وہ تمام شہریوں کو معاشی جدوجہد کے یکساں مواقع مہیا کرے۔

(ج) معاشی اجارہ داریوں اور مخصوص مفادات کا سدباب کرے۔

(د) آجر اور اجیر (مزدور) کے تعلقات کو مساویانہ بنیادوں پر استوار کرے اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لئے اقدامات کرے۔

(ھ) محصولات کی وصولی اور سرکاری اخراجات میں اصول عدل کو پیش نظر رکھتے ہوئے محصولات کا زیادہ بوجھ امراء پر ڈالے اور اخراجات سے معاشی لحاظ سے کمزور افراد کی حالت بہتر بنانے کا اہتمام کرے۔

اسلامی نقطہ نظر سے عدل کی نوعیت کو ایک سادہ ڈائیگرام کی مدد سے بھی واضح کیا جا سکتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

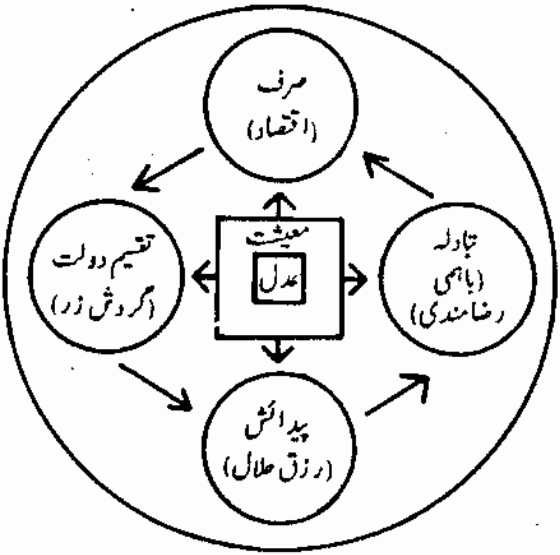

اس ڈائیگرام سے واضح ہے کہ معیشت کا پہیہ اسی صورت میں صحت مند خطوط پر رواں دواں رہ سکتا ہے جب معیشت کے سب شعبے عدل و انصاف کی بنیاد پر توازن و تناسب کے ساتھ مربوط ہوں اور ہر شعبہ داخلی طور پر بھی عدل پر قائم ہو۔

v- احسان (Benevolence)

ا۔ مفہوم: احسان کا لفظ 'حسن' سے ماخوذ ہے جس کا مطلب تجمیل و زیبائی (خوبصورتی) ہے۔ خالق نے کائنات کے شش جہات (ہر طرف) میں اشیاء پیدا ہی نہیں کیں بلکہ انہیں حسن و خوبی کے زیور سے آراستہ بھی کیا ہے تاکہ احتیاجات کے ساتھ ساتھ انسان کے ذوق جمال کی تسکین کا سامان بھی ہو۔ مظاہرات فطرت کی طرح اعمال کا حسن بھی انسان کی فطری طلب ہے۔ احسان کے اس پہلو کی مشہور حدیث جبریل میں نبی اکرم ﷺ نے نہایت عمدہ انداز میں اس طرح تشریح فرمائی ہے۔

''احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی بندگی و اطاعت اس طرح کرے کہ جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو یہ سمجھ کر کرے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔'' (مسلم)

بندہ فطری طور پر اپنے مالک کی موجودگی میں اپنی فرض کو انتہائی درجہ میں حسن و خوبی کے ساتھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انجام دینے کا آرزومند ہوتا ہے تاکہ اس کا مالک اس سے مطمئن اور راضی ہو جائے۔ دین کا عمومی مطالبہ تو اعمال صالحہ کی بجاآوری ہے لیکن مذکورہ بالا حدیث کا تقاضا اس سے کچھ زیادہ ہے اور وہ یہ کہ نیک اعمال بھی اس انداز میں انجام دئے جائیں کہ ان میں حسن ہو' خوبصورتی ہو' سلیقہ اور شائستگی ہو۔ ان سے خلوص' خیر خواہی اور فیاضی کا رنگ جھلکتا ہو۔ اور یہ کسی نفسانی خواہش کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ کی رضا کے حصول کے لئے ہوں۔

اطاعت الٰہی کے باب میں حسن عمل کا یہ معاملہ صرف عبادات تک ہی محدود نہیں بلکہ زندگی کے ہر دائرہ اور گوشہ میں مطلوب ہے۔ اس کی جہتیں بے شمار اور وسعتیں لامحدود ہیں۔ یہ عدل سے زائد ایک چیز ہے۔ عدل سے ایک معین مقدار کا تصور ذہن میں آتا ہے جس کی ادائیگی سے اس کا حق ادا ہو جاتا ہے لیکن احسان کا مقام اس سے ارفع ہے۔

۲۔ اہمیت:

(الف) معاملات انسانی میں عدل ایک نہایت اعلیٰ قدر ہے۔ لیکن جہاں عدل کی حد ختم ہوتی ہے احسان کا وہ نقطہ آغاز ہوتا ہے۔ اس سے انسانی سیرت و کردار اپنی بلندیوں کو چھوتا ہے۔ اخلاق کریمانہ اپنے معراج کمال کو پہنچتے ہیں۔ معاشرہ میں ہر طرف خیر اور بھلائی کی ہوائیں چلتی ہیں اور معاشرہ انسانوں کے لئے راحت و آرام اور امن و سکون کا گہوارہ بن جاتا ہے۔

(ب) حکمت دین اور دعوت و ارشاد کے پہلو سے بھی احسان ایک گہر تابدار ہے۔ جس کے نور سے جہالت کی ظلمت چھٹتی اور قبولیت حق کی راہ روشن ہو جاتی ہے۔ قرآن پاک کے دلائل و براہین اور عدل و انصاف کے اصولوں سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرنے والوں سے کہیں زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی جو حضور نبی پاک ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حسن سلوک' اخلاق کریمانہ اور فیضان عام کی بدولت حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

احسان کے دعوتی کردار کی وضاحت اس واقعہ سے بخوبی ہو جاتی ہے کہ جب ایک سائل کی درخواست کے جواب میں نبی پاکؐ نے مدینہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان چرنے والا پورا ریوڑ اسے عطا فرما دیا تو اس نے اپنے قبیلہ میں پہنچ کر ان سے کہا:

''تم سب اسلام قبول کرلو۔ خدا کی قسم محمد ﷺ اس شخص کی طرح عطا فرماتے ہیں جسے فقر و فاقہ کا کوئی ڈر نہ ہو۔''

(ج) دنیا میں جتنے بھی نظام ہائے حیات انسان نے اپنی عقل و فکر سے ترتیب دیئے ہیں ان کا منتہائے مقصود قیام عدل کو قرار دیا ہے لیکن اسلام نے نوع انسانی کو جس ضابطہ حیات سے روشناس کرایا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے اس کا حقیقی جوہر عدل سے بھی آگے یعنی احسان ہے۔ ظلم کی بیخ کنی اس کا اول قدم ہے۔ عدل کا قیام اس کا دوسرا قدم ہے اور احسان اس کی معراج ہے۔ اللہ رب العزت اپنے بندوں کو میدان احسان میں سعی و جہد کرتے دیکھنا پسند فرماتے ہیں۔

''احسان کرو بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔'' (البقرہ: ۱۹۵)

۳۔ **احسان میدان معیشت میں:** یوں تو احسان انسان کی پوری زندگی کا حسن اور نکھار ہے۔ معاشرت' سیاست' اخلاق ہر کہیں اس کی جلوہ گری سے افراد معاشرہ کو سکون و راحت کی شیرینی نصیب ہوتی ہے لیکن معیشت کے باب اس کا جوہر تلخیوں کو کم کر کے حلاوت حیات کو کچھ زیادہ ہی بڑھا دیتا ہے۔

صرف میں احسان:

(الف) داعیات نفس کو کچلا نہ جائے بلکہ احتیاجات ضروریہ کی تسکین کا مناسب اہتمام کیا جائے البتہ نفس کو عیش و عشرت کا خوگر نہ بننے دیا جائے۔ اعتدال کی راہ اختیار کی جائے کہ یہی حسن صرف ہے۔

(ب) صرف ذاتی کو ہی زندگی کا مرکز و محور نہ بنایا جائے بلکہ مخلوق خدا کو اس میں شریک کیا جائے۔ احسان کے اس دائرہ کو اپنے اہل و عیال سے شروع کر کے دور دراز کے رشتہ داروں' دوست احباب' خدمت گزاروں' ہمسایوں' مسافروں' مہمانوں' محتاجوں' مقروضوں' اسیروں' مسکینوں' یتیموں' بیواؤں اور تہی دستوں تک وسیع کیا جائے۔ ہدیے' تحفے اور عاریت جذب باہم اور الفت و محبت پیدا کرنے کے بہترین ذرائع ہیں قرآن پاک کی یہی تعلیم ہے اور حضور نبی پاک ﷺ کا یہی اسوہ حسنہ ہے۔

(ج) حسن صرف میں درجہ کمال کو پانے کی کوشش کی جائے۔ اس سلسلہ میں تعلیم یہ ہے کہ دوسروں کی خدمت اور تعاون کے لئے اپنا بہترین اور محبوب ترین مال صرف کیا جائے' اس حال میں صرف کیا جائے جب خود اس کی شدید ضرورت ہو اور تا بہ حد' العفو' یعنی اپنی جائز ضروریات سے زائد سارا مال صرف کیا جائے اور اس کا انداز یہ ہو کہ اس میں نہ ریا کا زہر شامل ہو' نہ احسان اور ایذا کی آمیزش ہو اور نہ داہنے سے دیئے کا بائیں کو علم ہو۔ بلکہ یہ سب خالصتہ لوجہ اللہ ہو اور فقط خوشنودی خدا مقصود ہو۔

پیدائش دولت اور احسان: احسان کا اصل میدان پیدائش دولت ہے۔ عہد حاضر کے معاشی نظاموں کا بنیادی روگ یہ ہے کہ انسانی معاملات کو طے کرنے کے لئے میکانکی انداز کو معیار مان لیا گیا ہے اور اسے عدل و انصاف کا نام دے کر بے لچک اصول کے طور پر اپنا لیا گیا ہے۔ ایثار و قربانی اور احسان کا ان کے ہاں سرے سے کوئی مقام ہی نہیں رہا۔ آجر کا منتہائے مقصود کم سے کم لاگت پر اشیاء کی پیدائش اور زیادہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ منافع کا حصول رہ گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ احسان کی اس ذہنیت کے ساتھ کوئی مناسبت ہی نہیں۔ اگر کسی مرحلہ پر کوئی آجر حسن عمل کی توفیق پاتا بھی ہے تو اکثر اس کی تہہ میں کوئی خودغرضانہ مقصد پوشیدہ ہوتا ہے۔ خالص خوشنودی خلق و خدا کی اس طرز فکر میں کوئی گنجائش ہی نہیں۔

اسلام نے اس میدان میں بھی احسان کی کارفرمائی کا ایک وسیع و عریض دائرہ قائم کیا ہے۔

(الف) آجروں کو ترغیب دی ہے کہ وہ عاملین پیدائش بالخصوص محنت کشوں' مزارعوں اور خدمت گزاروں کے معاوضوں کی ادائیگی کے سلسلہ میں طلب و رسد کے میکانکی اصولوں کے اسیر ہونے کے بجائے فیاضی و فراخدلی کا مظاہرہ کریں۔ اور انہیں متعارفہ (Nominal) اور حقیقی (Real) شکل میں ایسے معاوضے دیں جن سے وہ اپنے متعلقین سمیت باوقار طریقہ پر اپنی حقیقی ضروریات پوری کرسکیں۔

(ب) اشیاء کی قیمتوں کا تعین اس انداز سے ہو کہ مخلوق خدا کے لئے ان کا استعمال ممکن اور سہل ہو۔

(ج) محض زیادہ سے زیادہ منافع کا حصول ہی کام کا محرک نہ ہو بلکہ مخلوق کی بھلائی اور آسودگی بھی پیش نظر ہو کہ اللہ کے بندوں کی خدمت اللہ کی رضا کا ذریعہ ہے۔

(د) پیدائش دولت کے ایسے مستعد اور موثر طریقے اختیار کئے جائیں جو مصارف کو کم اور پیداوار کو بڑھانے والے ہوں لیکن مقصد یہ ہو کہ اعلیٰ معیار کی اشیاء ارزاں قیمتوں پر لوگوں کو مہیا کی جاسکیں۔

(ھ) آجر اپنی تگ و تاز اور سرمایہ کاری کی سرگرمیاں صرف منافع بخش کاموں تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ معاشرتی بہبود کے منصوبوں اور کارخیر کی سکیموں کو پروان چڑھانے میں بھی ذوق و شوق سے حصہ لیں۔ اس سلسلہ میں تعلیم' صحت' آلودگی سے تحفظ وغیرہ کی سہولتیں فراہم کرنے نیز بے روزگاری' بیماری اور حادثات کا شکار ہونے والے افراد کی رضاکارانہ بنیادوں پر انفرادی یا اجتماعی شکل میں امداد کا بندوبست کیا جائے۔

(و) احسان کا تقاضا یہ بھی ہے کہ کام کی نوعیت' جگہ کے انتخاب اور کام کے طریقوں کے اختیار کرنے میں صرف معاشی اغراض کو ہی پیش نظر نہ رکھا جائے بلکہ گردوپیش کی فضا' صارفین اور دیگر پیشہ وروں کے مفادات کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔ اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مدینہ کی حدود سے باہر نکل کر بیرونی تاجروں سے مال خریدنے کی اس بنا پر ممانعت کردی گئی کہ اس سے تاجروں کو شہر کے حالات سے بے خبری کی بنا پر کم قیمت ملنے اور اہل شہر کو اشیائے ضرورت مہنگی ملنے کا خطرہ پیدا ہوتا تھا۔

(ز) احسان کا تقاضا یہ بھی ہے کہ غیر معمولی ہنگامی حالات میں نفع کے بغیر بلکہ نقصان پر بھی اشیائے ضرورت مہیا کی جاتی رہیں۔ قحط و کمیابی' آسمانی و زمینی آفات اور ملکی دفاع اور سلامتی کے تحفظ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے موقعوں پر ایثار و قربانی کے مظاہرہ کی ہر فرد کی طرح ہر آجر سے بھی توقع کی جاتی ہے۔

(ح) کاروباری منافع میں مزدوروں کی شرکت' ان کے لئے بہتر حالات کار اور موزوں شرائط کار بھی احسان کی شکلیں ہیں۔ ان کے ساتھ نرم روئی' غیر ارادی نقصان پر عفو و درگزر' ان کی اخلاقی تعلیم و تربیت کا اہتمام اور اچھے آداب و عادات اور حسن کارکردگی پر ان کے لئے انعام و اکرام مزدور کو گرویدہ کر لینے والی باتیں ہیں۔

مزدور خوش دل کند کار بیش

مزدوروں کے لئے بھی لازم ہے کہ وہ احسان شناس اور خوب کار ہوں اور اپنے حسن عمل سے امانت اور اہلیت کا ثبوت دیں۔

تبادلہ میں احسان: تبادلہ دولت کے باب میں بھی احسان کی کارفرمائی کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اشیاء کے لین دین میں خریدار اور فروخت کار کے دو فریق شریک ہوتے ہیں۔ تعلیمات اسلامی کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے بارے میں احسان کا مظاہرہ کرتے ہوئے فیاضی اور فراخدلی کا رویہ اپنائیں۔ دوسرے کو اس کے حق سے زیادہ دینا اور دوسرے سے اپنے حق سے کم لینے پر تیار ہو جانا ہی احسان کی اصل روح ہے۔ مختلف مواقع پر اس کی مختلف شکلیں ظہور میں آ سکتی ہیں۔

(الف) فروخت کار ناپ تول کے وقت خریدار کو جھکا ہوا یعنی کچھ زیادہ دے۔

(ب) معاشی اعتبار سے کمزور افراد کو مروجہ قیمت سے بھی کم قیمت پر مال فراہم کرے۔

(ج) خریدار کے لئے برموقع رقم کی ادائیگی مشکل ہو تو اس کی سہولت کے لئے ادھار دے دے اور وصولی کی کسی آسان شکل پر رضامند ہو جائے مثلاً بالاقساط وصولی وغیرہ۔

(د) گاہک سے خوش خلقی' خندہ روئی اور تواضع سے پیش آئے اور خریداری کے سلسلہ میں دیانتداری کے ساتھ اس کی رہنمائی کرے۔

(ھ) بھول چوک کی درستی یا کسی وجہ سے مال کی واپسی کا مسئلہ پیدا ہو تو فراخدلی کا مظاہرہ کرے۔

(و) قرض کی وصولی میں تحمل اور نرمی سے کام لے۔

(ذ) خریدار رقم کی ادائیگی خوشدلی کے ساتھ کرے اور ادھار کی صورت میں اپنے وعدہ کو خوش اسلوبی کے ساتھ وفا کرے۔

(ح) مقروض ادائیگی قرض کے وقت رضاکارانہ طور پر اصل رقم سے کچھ زائد دے۔ سنت رسولؐ یہی ہے۔

(ط) کسی غریب شخص سے مال خریدا جائے تو اسے مطلوبہ قیمت سے زیادہ رقم دی جائے۔

تقسیم دولت میں احسان: اسلام نے افراد کو نجی ملکیت کا حق دیا ہے۔ اس کے نتیجہ میں آمدنیوں میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اختلاف کا پیدا ہو جانا ناگزیر ہے۔ معاشرہ کے عمومی مفاد اور معیشت کی کارکردگی اور استحکام کو بہتر بنانے کے لئے آمدنیوں کے تفاوت کو کم کرنے اور تقسیم دولت کو زیادہ سے زیادہ منصفانہ بنانے کو اسلامی نظام معیشت میں بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں جہاں قانونی نوعیت کے اقدامات تجویز کئے گئے ہیں وہاں احسان پر بڑا انحصار کیا گیا ہے۔

(الف) انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دے کر احسان کا بے پایاں میدان وا کر دیا گیا ہے۔ اس انفاق کے ذریعہ دولت امراء سے غرباء کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ اس سے تقسیم دولت میں ایک توازن وجود میں آ جاتا ہے۔

(ب) عاملین پیدائش کے معاوضوں کی ادائیگی کے سلسلہ میں آجروں کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ عادلانہ ہی نہیں بلکہ فیاضانہ طرز عمل کا مظاہرہ کریں تاکہ ہر عامل پیدائش کو اپنی ضروریات زندگی پورا کرنے کے مناسب وسائل دستیاب ہوں۔

(ج) وقف املاک اور وصایا کے ذریعہ نہ صرف اہل حاجت کی امداد کی جاسکتی ہے بلکہ ان کی آمدنی سے کمزور افراد کو علوم وفنون کی تربیت دے کر حصول روزگار کے قابل بنایا جاسکتا ہے۔

(د) کاروباری خسارہ سے دب جانے والے افراد کو مالی سہارا دے کر از سر نو پاؤں پر کھڑا کیا جاسکتا ہے۔

(ھ) تقسیم وراثت میں کسی کمزور وارث کو دیگر ورثاء کی رضامندی سے اس کے قانونی حصہ سے زیادہ دینا تاکہ وہ معاشی اعتبار سے مستحکم ہو سکے۔

ریاست اور احسان: یوں تو احسان افراد کے رضاکارانہ حسن عمل کا نام ہے اور ریاست اپنے احکامات اور قوانین کو بالجبر نافذ کرنے والا ادارہ ہے۔ تاہم ایک اسلامی ریاست کے لئے بالواسطہ اور بلاواسطہ شہریوں کے مفادات کے معاملہ میں احسان کا رویہ ہی زیادہ پسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ عفو و درگزر کو ریاست کے استحکام کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ زکوٰۃ وغیرہ جیسے لازمی واجبات تک کی وصولی میں نرمی اختیار کرنے اور نسبتاً کمتر مال لینے کی تلقین کی گئی ہے جس سے اسلامی ریاست کے حقیقی مزاج کی عکاسی ہوتی ہے۔ عامۃ الناس کی فلاح و بہبود کے جملہ کام اسلامی ریاست کی ذمہ داریوں میں شامل ہیں۔ بیت المال کا ادارہ ریاست کے اسی ایثار و احسان کا مظہر ہوتا ہے۔ احسان کے شعبہ میں اسلامی ریاست بالواسطہ طور پر زیادہ موثر کردار ادا کرتی ہے۔ احسان کا سرچشمہ جس فکر سے رواں ہوتا ہے ریاست اس فکر کی تخلیق و ترویج کے لئے اقدامات کرتی ہے۔ ریاست عقائد و عبادات کی روح پر مبنی ایسا نظام تعلیم و تربیت وضع کرتی اور اسے پروان چڑھاتی ہے جس سے افراد میں رضاکارانہ طور پر خیر کے کاموں میں سبقت لینے کا ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔ ریاست کی مساعی سے جو معاشرہ اور ماحول وجود میں آتا ہے اس میں قدر و منزلت کا معیار تقویٰ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور احسان ہی ہوتا ہے۔ اس لئے احسان اس معاشرہ کا طرہ امتیاز اور افراد کا روزمرہ کا معمول ہوتا ہے۔

vi- تعاون (Co-operation)

۱۔ مفہوم: کارزار حیات میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور کسی مشترکہ مقصد کے حصول کے لئے مل جل کر کوشش کرنے کا نام تعاون ہے۔ اسلام نے تعاون کو نیکی اور بھلائی کے کاموں کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے اور معصیت کے کاموں میں ساتھ دینے سے منع کر دیا ہے۔

وتعاونوا علی البر والتقوی O ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان O (المائدہ:۲)

ترجمہ: تم نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں تعاون کرو اور گناہ اور ظلم و زیادتی میں تعاون نہ کرو۔

۲۔ اہمیت:

(الف) تعاون انسان کے مدنی الطبع ہونے کا فطری تقاضا ہے۔ معاشرتی زندگی کی کٹھن راہیں اس کے بغیر طے نہیں ہو سکتیں۔

(ب) انسان کی فطری صلاحیتوں کی جلاء اس کے ہم جنسوں کے تعاون سے ہی ممکن ہوتی ہے۔

(ج) انسانی تمدن کے ارتقاء میں تقسیم کار (Division of Labour) کے اصول نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ یہ تقسیم کار تعاون باہمی ہی کی ایک شکل ہے۔

(د) اسلام کے تصور زندگی میں تعاون کو مرکزی اور اساسی اہمیت حاصل ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے اس کائنات میں انسان کی حیثیت خلیفۃ اللہ کی ہے۔ روئے زمین پر مرضی الٰہی کے نفاذ اور خلافت ارضی کی گراں بار ذمہ داریاں انسانوں کے باہمی تعاون سے ہی پوری کی جا سکتی ہیں۔ وسائل کائنات سے استفادہ کرنے کا جو طریقہ مستحسن قرار دیا گیا ہے وہ مقابلہ و مسابقت کے بجائے تعاون اور باہمی اشتراک ہے۔ کائنات کی ہر شے کو اللہ تعالیٰ نے جوڑے (زوج) کی شکل میں پیدا کیا ہے اور زوجین کی سرشت میں رحمت و مودت ودیعت کر دی ہے۔ تاکہ وہ ایک دوسرے کی صلاحیتوں کے فکری خلاء کو پر کر سکیں۔

معاملات زندگی میں عدل کا قیام تعاون سے ہی وجود میں آ سکتا ہے اور احسان تو تعاون ہی کی ایک اعلیٰ شکل کا نام ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم صحابہ نے پوچھا۔ اے اللہ کے رسولؐ ہم مظلوم ہونے کی صورت میں تو اس کی مدد کر سکتے ہیں مگر ظالم ہونے کی صورت میں ہم اس کی مدد کیسے کریں؟ آپؐ نے فرمایا اسے ظلم سے روکنا ہی اس کی مدد کرنا ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس تعاون باہمی سے معاشرہ میں ظلم کا سدباب ہوگا اور قیام عدل کی راہ ہموار ہوگی۔

اسلام جس نوعیت کے معاشرہ کو وجود میں لانا چاہتا ہے اس کی بنیاد تعاون پر ہی قائم ہے۔ حضورﷺ کا ارشاد ہے "باہمی الفت ومحبت اور ایک دوسرے پر رحم کرنے اور شفقت ومہربانی کرنے میں تم اہل ایمان کو ایک جسم کی طرح دیکھو گے کہ جب اس کا ایک عضو تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو جسم کے باقی سارے اعضاء بھی بخار اور بے خوابی میں اس کے شریک حال ہوجاتے ہیں۔"

اس تعاون کی عظمت کا یہ حال ہے کہ جو بندہ خدا اپنے کسی بھائی کی مدد کے لئے کوشاں ہوتا ہے اللہ رب العزت اس کی مدد اور دستگیری فرمانے میں لگ جاتے ہیں۔

ایک مقام پر آپؐ نے اہل ایمان کے باہمی تعلق کو ایک مضبوط دیوار سے تشبیہ دی ہے کہ جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کی مضبوطی کا باعث بنتی ہے۔

۳۔ معیشت کے میدان میں تعاون: اسلامی نظریہ حیات میں ہر شعبہ زندگی کی طرح معیشت کے دائرہ میں بھی تعاون کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اور معاشی سرگرمیوں میں مصروف کارکنان کے لئے مقابلہ کے بجائے تعاون کی روش اختیار کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

صرف میں تعاون:

(الف) صرف کے باب میں زیادہ سے زیادہ تسکین کے حصول کو مطمع نظر بنانے کے بجائے فلاح حقیقی یا رضائے الٰہی کو نصب العین قرار دیا جائے اور اس کے تقاضوں کے طور پر اپنے اموال صرف میں دوسروں کو شریک کیا جائے۔ ہدیے تحفے اور مہمان نوازی میں دولت صرف کی جائے' اپنے خورد ونوش وغیرہ میں اپنے خادموں' معاونوں اور بالخصوص اوس پڑوس کے رہنے والوں کو شریک کیا جائے۔

(ب) اہل حاجت' آفت رسیدہ لوگوں اور ناداروں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے اللہ کے دئے ہوئے مال کو صرف کیا جائے۔ اس کی اعلیٰ ترین شکل یہ ہے کہ تنگدستی کے باوجود ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دی جائے۔

(ج) اشیائے صرف کی ایسی خریداری سے اجتناب کیا جائے جو دوسروں کے لئے اشیاء کی قلت اور گرانی کا باعث بن جائے۔

(د) نمائشی صرف سے احتراز کیا جائے کہ یہ دوسروں کے لئے وجہ آزار بنتا ہے۔

(ھ) بخل اور اسراف وتبذیر کی ممانعت اور صرف میں اقتصاد واعتدال سے وسائل کی بچت ہوگی جسے تعاونی سرگرمیوں کو فروغ دینے میں استعمال کیا جاسکے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پیدائش میں تعاون:

(الف) عمل پیدائش کو خوشگوار خطوط پر رواں دواں رکھنے کے لئے آجر اور مزدور کے درمیان مخلصانہ تعاون ناگزیر ہے۔ اس سے ان کے باہمی تنازعات معدوم ہو جائیں گے اور ہڑتالوں اور تالہ بندیوں کی نوبت نہیں آئے گی۔ اس سلسلہ میں آجر کو احسان کا رویہ اپنانے اور مزدور کو امانت و دیانت کے ساتھ فرائض انجام دینے کی تلقین کی گئی ہے۔

(ب) آجر زیادہ سے زیادہ منافع کے حصول کو ہی اپنی کاوشوں کا مقصود نہ بنائیں بلکہ معاشرہ کے مجموعی مفاد اور استحکام کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی پالیسیاں تشکیل دیں۔ اس سلسلہ میں جگہ کے انتخاب' پیداوار کی مقدار کے تعین اور طریق پیدائش کے انتخاب وغیرہ کے بارے میں فیصلہ کرتے ہوئے بہبود عوام کے مقصد کو پیش نظر رکھا جائے۔

(ج) صارفین کے استحصال کی ہر شکل سے اجتناب کیا جائے۔ ان کی ضروریات کی فراہمی کے لئے مقدور بھر کوشش کی جائے اور اس سلسلہ میں ان کے لئے آسانیاں پیدا کی جائیں۔

(د) صارفین کے استحصال کی ہر شکل سے اجتناب کیا جائے۔ ان کی ضروریات کی فراہمی کے لئے مقدور بھر کوشش کی جائے اور اس سلسلہ میں ان کے لئے آسانیاں پیدا کی جائیں۔

(ھ) اجارہ داری (Monopoly) خواہ آجروں کی ہوں یا صارفین کی (Monoposony) تعاون کی روح کے منافی ہوتی ہیں۔ اس لئے ان کا ہر حال میں سدباب ہونا چاہئے۔

(و) آجروں کے باہمی تعلقات مقابلہ کے بجائے تعاون کی بنیاد پر قائم ہونے چاہئیں۔ دوسروں کو گرا کر اپنے لئے میدان منافع کو مخصوص کر لینے کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ اغراق (Dumping) جیسی جارحانہ پالیسیوں کی اسلامی نظام معیشت میں کوئی گنجائش نہ ہوگی۔

(ز) حصول منافع کے سلسلہ میں اعتدال کو ملحوظ رکھا جائے۔ اور ایک معقول حد منافع سے زائد آمدن کو صارفین کو سہولت پہنچانے اور اجتماعی فلاح کے کاموں کے لئے مخصوص کیا جائے۔ اسلام نے تعلیم' ترغیب اور قانونی ذرائع سے آجروں کے ذاتی مفاد اور معاشرہ کے اجتماعی مفاد کو متوازن بنانے کا موثر لائحہ عمل دیا ہے۔ اس سلسلہ میں آجر آخرت کا تصور دے کر شح نفس (تنگدلی) کے اثر بد سے انسان کو محفوظ کر دیا ہے اور لوگوں میں باہمی ایثار و قربانی کے جذبہ کو ابھارا ہے۔

(ح) آجر انفرادی اور اجتماعی طور پر مشترکہ وسائل سے معاشرتی بہبود کے منصوبے شروع کر سکتے ہیں۔ فروغ تعلیم' روزگار کی فراہمی' صحت اور سماجی بہبود کے کام جن میں منافع کا عنصر بالعموم عنقا ہوتا ہے آجروں کی مشترکہ مساعی سے بروئے کار لائے جا سکتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(ط) آجر کارکنوں کو اتنا ہی کام دیں جتنی ان میں استطاعت ہو۔ اگر کام ان کی طاقت سے زیادہ ہو تو اس کی انجام دہی میں ان کا ہاتھ بٹایا جائے۔

تعاونی اور شراکتی کاروبار خیر و برکت کا موجب قرار دیے گئے ہیں۔ ایک حدیث قدسی کے مطابق اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ جو دو آدمی شراکت کا کاروبار کریں تو تیسرا میں ان کے ساتھ ہوتا ہوں یعنی میری رحمت اور برکت ان کے ساتھ ہوتی ہے۔

تبادلہ اور تعاون:

(الف) تبادلہ اشیاء کا بنیادی اصول یہ ہے کہ یہ فریقین کی باہمی رضامندی سے عمل میں آئے۔ اس میدان میں تعاون باہمی کی بے شمار شکلیں ظہور میں آ سکتی ہیں۔

(ب) تاجر اچھے معیار کی اشیاء ارزاں قیمت پر صارفین کو مہیا کریں۔

(ج) ناپ تول میں فیاضی اور فراخدلی سے کام لیا جائے۔

(د) معاشی اعتبار سے کمزور افراد کو خصوصی مراعات دی جائیں۔ مناسب قیمت کے ساتھ ساتھ قیمت کی وصولی میں سہولت پیدا کی جائے۔

(ھ) مال کو جاذب نظر بنانا اور صحت و صفائی کے معیار کو ملحوظ رکھنا بھی تعاون ہی کی ایک شکل ہے۔ حدیث رسولؐ میں طہارت کو نصف ایمان کہا گیا ہے۔ اس طہارت و نظافت کا رنگ اشیاء کی تیاری اور انداز فروخت میں بھی نظر آنا چاہئے۔

(و) اشیاء کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں عہد و پیمان کو وفا کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ اس سے باہمی اعتماد فروغ پاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

''اپنے عہدوں کو پورا کرو'' (المائدہ:۱)

کاروباری معاملات میں ایفائے عہد کا حسن و خوبی کے ساتھ اہتمام کرنا چاہئے۔

(ز) کاروبار میں تعاون کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ بائع (بیچنے والا) مشتری (خریدنے والا) کی صحیح انداز میں رہنمائی کرے۔ شے کی نوعیت اور معیار کے بارے میں ٹھیک ٹھیک معلومات بہم پہنچائے تاکہ وہ پورے یقین و وثوق کے ساتھ شے خریدے۔

ملاوٹ، دھوکہ، فریب اور ضرر و غرر کے سودے روح تعاون کے منافی ہونے کی بناء پر حرام قرار دیئے گئے ہیں۔

تقسیم میں تعاون: معاشی نظام کے استحکام میں تقسیم دولت کے مسئلہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ تمام تر تکنیکی اور سائنسی ترقیوں کے باوجود سرمایہ دارانہ نظام معیشت کے عدم استحکام کا بنیادی سبب تقسیم دولت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی ناہمواری ہے۔ اسلام نے تقسیم دولت کے نظام کو عادلانہ اور منصفانہ بنانے پر بہت زور دیا ہے اور اس کے لئے بڑا جامع اور موثر لائحہ عمل وضع کیا ہے۔ اسلام نے تقسیم دولت کے نظام کو تعاون کی بنیاد پر استوار کر کے اسے نہایت مضبوط بنیاد فراہم کر دی ہے۔

(الف) آجروں کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ مزدوروں کے معاوضے ان کی کارکردگی کے مطابق ادا کریں۔ اور ان کے ساتھ نہ صرف طے شدہ شرائط کو پورا کریں بلکہ حسن عمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے کچھ زائد دینے کا اہتمام کریں تا کہ وہ اپنی احتیاجات پوری کرنے کے قابل ہو سکیں۔

(ب) اصحاب ثروت کو بڑے پرزور انداز میں اس بات پر ابھارا گیا ہے کہ وہ اپنے اموال کو رضا کارانہ طور پر اہل حاجت کی حاجات پوری کرنے پر صرف کریں اور معاشرے کے گرے پڑے لوگوں کو معاشی اعتبار سے اوپر اٹھائیں۔ اس سلسلہ میں شخصی حاجات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں زیور تعلیم اور ہنر و مہارت سے آراستہ کر کے مستقل طور پر باعزت روزگار کے حصول کے قابل بنانے کو نہایت پسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے۔

(ج) اسراف و تبذیر اور بخل انسان کو خود پرست بنا دیتے ہیں جس سے تعاون کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں۔ اس لئے انکی سختی کے ساتھ مذمت اور ممانعت کی گئی ہے۔

ریاست اور تعاون:

اسلامی ریاست بھی فروغ تعاون کے سلسلہ میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ عوام اور حکومت کے درمیان تعاون ریاست کے استحکام کا باعث بنتا ہے۔ حکومت اپنی تعلیمی' قانونی' انتظامی اور اقتصادی پالیسیوں کے ذریعہ تعاون کی فضا کو سازگار بنا سکتی ہے۔ اسلامی ریاست افراد کی والی اور سرپرست ہونے کے ناطے سے ان کی جان' مال' عزت و آبرو اور اقتصادی خوشحالی کی ذمہ دار ہے تو شہریوں پر اولو الامر یعنی صاحب ایمان حکمرانوں کی اطاعت لازم قرار دی گئی ہے۔ نیز امور حکومت کی سرانجام دہی کے لئے باہمی مشورہ کی تائید و تلقین کی گئی ہے۔

۲۔ حلال اور حرام کا تصور

(Concept of Halal and Haram)

اسلامی نقطہ نظر سے اس کائنات کا حاکم حقیقی اور مقتدر اعلیٰ (Sovereign) اللہ عزوجل ہے۔ وہ عرش ارض و سما پر متمکن ہو کر اس کی براہ راست نگرانی اور تدبیر فرما رہا ہے۔ مقتدر اعلیٰ کی حیثیت سے اس کے احکامات و فرامین مخلوق کے لئے قانون کا درجہ رکھتے ہیں جن کی تعمیل لازماً ہر حال میں کی جانی چاہئے۔ ان قوانین میں کچھ وہ ہیں جو بعض کاموں کو کرنے کی اجازت دیتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو بعض

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کاموں کو کرنے سے روکتے ہیں۔ اول الذکر کو حلال (Permissible or Lawful) اور موخر الذکر کو حرام (Prohibited or Unlawful) کہا جاتا ہے۔

ا۔ اہمیت: اسلامی ضابطہ حیات میں حلال و حرام کے تصور کو مرکزی و محوری حیثیت حاصل ہے۔ حلال کے ساتھ اللہ کی رضا اور حرام کے ساتھ اللہ کی ناراضی وابستہ ہے۔ انسان چونکہ اس دنیا میں اللہ کا خلیفہ ہے اس لئے یہ اس کی منصبی ذمہ داری ہے کہ وہ ان ہی امور کو انجام دے جو اس کے مالک کی خوشنودی کا باعث بننے والے ہوں اور ان کاموں سے اجتناب کرے جو اس کے غضب کو بھڑکانے والے ہوں۔ حلال و حرام کے تصور کا دائرہ صرف چند امور تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے ہر گوشہ پر محیط ہے اور محض عارضی اور وقتی نہیں مستقل اور دائمی ہے۔ مزید برآں اس کی پشت پر کسی فرد یا ادارہ کی نہیں بلکہ مقتدر اعلیٰ خدائے قدوس و قیوم کی سند ہوتی ہے۔ حلال و حرام کا اختیار اس کی ذات والا صفات کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ حلال و حرام کی ان حدود سے مقتدر اعلیٰ کا اپنا کوئی مفاد وابستہ نہیں ہے۔ وہ اپنی ذات میں یکتا و یگانہ ستودہ صفات اور مستغنی عن الحاجات (حاجات سے بے پرواہ) ہے۔ تمام مخلوق کے اولین و آخرین مل کر اس کی حمد و ستائش میں نغمہ سنج ہو جائیں تو اس کی شان بڑھا نہیں سکتے اور اگر سب اس کی ناسپاسی و ناقدری میں لگ جائیں تو اس کی عظمت و کبریائی میں ذرہ برابر کمی نہیں کر سکتے۔ ان حدود کی پاسداری سراسر انسانوں کے لئے ہی انفرادی اور اجتماعی اعتبار سے مفید اور نافع ہوتی ہے۔

۲۔ دائرہ معیشت میں حلال و حرام کی کارفرمائی:

یوں تو حلال و حرام کے تصورات انسان کی پوری معاشرتی زندگی کو عدل اور استحکام سے ہمکنار کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں تاہم معاشی شعبہ میں ان کی کارفرمائی بڑے اور دور رس اثرات کی حامل ہوتی ہے۔

i۔ صرف دولت کے شعبہ میں:

صرف دولت کے باب میں اسلام نے حلال و حرام کا ایک مفصل ضابطہ دیا ہے جس کے تحت ایک طرف تو خود صرف کی جائز اور ناجائز شکلوں کا تعین کیا گیا ہے اور دوسری طرف تسکین احتیاجات کے لئے صحیح اور غلط ذرائع کی نشاندہی کی گئی ہے۔

صرف کی جائز شکلیں یہ ہیں:

(۱) خوراک، لباس، رہائش، علاج، تعلیم جیسی بنیادی ضروریات زندگی کی تسکین کے لئے صرف دولت۔

(۲) استعداد کار کو بڑھانے والی آسائشات زندگی کے حصول کے لئے صرف۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۳) پرورش و تربیت اطفال، صلہ رحمی، مہمانوں، مسافروں اور پڑوسیوں کی خدمت و تواضع، سماجی خدمات کی فراہمی، خیر و بھلائی کے کام اور تبلیغ و اشاعت دین اور جہاد کے لئے صرف۔

صرف کی ناجائز شکلیں یہ ہیں:

(۴) اسراف و تبذیر

(۵) نمود و نمائش اور تکبر و تفاخر

(۶) تعیشات

(۷) حرام اشیاء مثلاً شراب و دیگر مسکرات (نشہ آور اشیاء)، سور کا گوشت، سامان لہو و لعب، سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا وغیرہ۔

صرف دولت کی جائز صورتوں کے لئے بھی جائز ذرائع کے استعمال کو لازم کیا گیا ہے اور حرام ذرائع کی قطعی ممانعت کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں بنیادی اصول یہ طے کیا گیا ہے کہ تسکین احتیاجات کے لئے حلال اور طیب اشیاء ہی استعمال کی جائیں۔ حلال اپنی باطنی پاکیزگی کی وجہ سے اور طیب اپنی ظاہری نفاست اور صفائی کے اعتبار سے۔ اس سلسلہ میں اسلام نے یہ حکیمانہ انداز اختیار کیا ہے کہ کائنات کی تمام اشیاء کو اصلاً حلال قرار دیا ہے سوائے ان کے جن کی بطور حرام کے نشاندہی کر دی گئی ہے اور وہ تعداد میں مقابلتاً بہت کم ہیں۔ جیسے حرام جانور، مردار، شراب وغیرہ۔

لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ حلال ذرائع حلال اور جائز طریقے سے ہی حاصل کئے گئے ہوں۔ غصب، غبن اور دھوکہ فریب سے حاصل کردہ دولت جائز اور حلال احتیاجات کی تسکین کے عمل کو بھی باطل اور حرام بنا دیتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

''وہ گوشت (یعنی انسان) جنت میں داخل نہیں ہوگا جو حرام مال سے پلا ہو اور ہر وہ گوشت جو حرام مال سے پلا ہو آگ ہی کے زیادہ لائق ہے۔'' (مشکوۃ)

حلال و حرام اور صارف کا طرز عمل:

اسلامی جذبہ سے معمور صارف کے طرز عمل کے تعین کرنے میں حلال و حرام کے تصورات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مروجہ مادہ پرستانہ معیشت کے دائرہ میں صارف کا مطمع نظر اپنی مادی احتیاجات کو پورا کر کے زیادہ سے زیادہ افادہ (Utility) یا تسکین حاصل کرنا ہوتا ہے۔ احتیاجات کی نوعیت اور انہیں پورا کرنے والے ذرائع کے جائز اور ناجائز ہونے سے اسے کوئی بحث نہیں ہوتی۔ کسی صارف کو شراب کے ایک گلاس سے دودھ کی نسبت اگر زیادہ تسکین حاصل ہوتی ہے تو شراب کا استعمال ایک عمل معقول (Rational Act) تصور کیا جائے گا۔ گویا صارف کا مقصود اپنے وسائل سے زیادہ سے زیادہ مادی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تسکین حاصل کرتا ہے۔ یہی اس کی فلاح کا پیمانہ اور معیار ہے۔

اسلام کا نقطہ نظر اس سے مختلف ہے۔ اسلام کے نزدیک صارف کا نصب العین زیادہ سے زیادہ حقیقی فلاح (Real Welfare) کا حصول ہے۔ جو مجموعہ ہوتا ہے دنیوی اور اخروی فلاح کا۔ اس نصب العین تک رسائی حلال وحرام کی حدود کو ملحوظ رکھ کر ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ حرام اور ممنوعہ اشیاء جات اور وسائل خواہ کتنے ہی پرکشش اور لطف ولذت کا باعث بننے والے ہوں وہ زیادہ سے زیادہ فلاح کے نصب العین سے صارف کو ہمکنار نہیں کر سکتے۔ زیادہ سے زیادہ تسکین نفسی کے ساتھ اگر اللہ کی ناراضی ملی ہوئی ہو تو صارف کی حقیقی فلاح کا پلڑا ہلکا ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ حقیقی فلاح کے حصول کی صرف اور صرف ایک شکل ہے کہ صرف اشیاء رضائے الٰہی کے تابع ہو اور حرام سے بچ کر حلال دائرہ کے اندر ہو۔ اسلامی نقطہ نظر سے صارف کا یہ رویہ عمل معقول (Rational Act) کہلانے کا مستحق ہے۔ حرام وحلال کی حدود میں رہتے ہوئے صارف اپنے وسائل کے استعمال کے مختلف اشتراک (Combination) بنا سکتا ہے اور توازن کا ایسا نقطہ حاصل کر سکتا ہے جو اسے زیادہ سے زیادہ حقیقی فلاح سے ہمکنار کرنے والا ہو۔

ii- پیدائش دولت کے شعبہ میں:

اسلام نے پیدائش دولت کے شعبہ میں حلال وحرام کی حدود کی پاسداری پر بڑا زور دیا ہے۔ اس سلسلہ میں اکتساب مال کے جائز اور ناجائز ذرائع کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور حصول معاش کے لئے صرف حلال ذرائع اختیار کرنے کی اجازت دی ہے۔

حلال ذرائع:

(الف) ہاتھ کی کمائی یعنی جسمانی ودماغی محنت سے حاصل کردہ آمدنی کو بہترین قرار دیا گیا ہے۔

(ب) کان کنی' تعمیرات' ماہی گیری' زراعت' تجارت' صنعت وحرفت' ملازمت اور پیشہ وارانہ خدمات سے حاصل ہونے والی آمدنی بشرطیکہ حلال وجائز طریقوں کو اپنایا گیا ہو۔

(ج) قانونی وراثت اور ہبہ' وظائف' تحائف اور ہدیے۔

حرام ذرائع:

(الف) تمام حرام اور ممنوعہ اشیاء کی تیاری اور خرید وفروخت'

(ب) رشوت' غصب' خیانت' دھوکہ فریب' جھوٹ' لوٹ مار' چوری ڈاکہ' سود' جوا' سٹہ' عصمت فروشی' بت فروشی' تشیع فواحش (بے حیائی کا فروغ) کا باعث بننے والی سرگرمیاں اور قنون' ظلم وجبر اور ضرر وغرر کے کاروبار' کہانت اور فال گیری جیسے توہم پرستانہ دھندے وغیرہ۔

(ج) اجارہ وارانہ استحصال کے تمام اعلانیہ اور خفیہ ہتھکنڈے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(د) تخمیس یعنی مال کے معیار کو گرا کر زیادہ منافع کمانا۔

(ھ) احتکار یعنی قیمتوں کو بڑھانے کی غرض سے اجناس کی ذخیرہ اندوزی۔

حلال وحرام کا تصور اور آجر کا طرز عمل:

مروجہ مادہ پرستانہ معیشت کے دائرہ میں زیادہ سے زیادہ مادی منافع کے حصول (Maximization of Profit) کو ہی آجر کا نصب العین قرار دیا گیا ہے۔ اس کی ساری ذہنی و دماغی کاوش اور ایجادات و اختراعات کا محرک یہی ہوتا ہے۔ اسی کی خاطر وہ عاملین پیدائش کے مختلف اشتراک کو بروئے کار لا کر کم سے کم لاگت پر اشیاء پیدا کرنے کی سعی و کوشش کرتا رہتا ہے۔ اشیاء کی نوعیت اور طریق پیدائش سے افراد معاشرہ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں وہ ان سے بے نیاز ہوتا ہے۔

آجر کے طرز عمل کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر اس سے مختلف ہے۔ وہ آجر کے اس حق کو تسلیم کرتا ہے کہ وہ اپنی منافع کو زیادہ سے زیادہ بنانے کے لئے سعی و جہد کرے لیکن وہ اس پر یہ پابندی عائد کر دیتا ہے کہ وہ اپنی طرز عمل میں حلال وحرام کی حدود کی مکمل طور پر پاسداری کرے۔ مزید برآں یہ کہ وہ محض مادی منافع میں اضافہ کرنے کو ہی اپنا مطمع نظر نہ بنائے بلکہ خدا کی خوشنودی اصلاً اس کا مقصود ہونا چاہئے۔ مادی منافع کی کچھ قربانی سے اگر وہ رضائے الٰہی کو پالے تو اس کا حقیقی منافع (Real Profit) اس صورت سے یقیناً زیادہ ہوگا جس میں وہ مادی منافع کی زیادہ سے زیادہ حد کو تو چھولے مگر اس طرز عمل سے اپنے خالق حقیقی کو ناراض کرلے۔ مثال کے طور پر ایک مسلمان آجر کو چینی کی نسبت شراب کی تیاری اور فروخت سے زیادہ منافع کی توقع ہے لیکن وہ سراب کے زیادہ منافع کو چھوڑ کر چینی کے کم منافع کو ترجیح دے گا کیونکہ اس صورت میں چینی کا کم منافع اخروی اجر وثواب یعنی منافع سے مل کر حقیقی اعتبار سے زیادہ ہوگا۔ اسلامی نقطہ نظر سے حقیقی منافع مادی منافع اور اخروی منافع کے مجموعہ کا نام ہے۔ اسلام اس حقیقی منافع کو زیادہ سے زیادہ کرنے کو آجر کا نصب العین قرار دیتا ہے اور اس کے حصول کے لئے حلال وحرام کی حدود کی پاسداری کو ضروری سمجھتا ہے۔

iii- تبادلہ کے شعبہ میں:

پیدائش دولت کی طرح تبادلہ کو بھی اسلامی نظام معیشت میں حلال وحرام کی بنیاد پر منضبط کیا گیا ہے۔ اس میں بنیادی اصول یہ طے کیا گیا ہے کہ وہی تبادلہ اشیاء درست اور جائز ہے جو فریقین کی باہمی رضامندی سے وقوع پذیر ہو اور جو ہر قسم کے جبر و تبادلہ اشیاء درست اور جائز ہے جو فریقین کی باہمی رضامندی سے وقوع پذیر ہو اور جو ہر قسم کے جبر و کراہ سے پاک ہو۔ اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(الف) ناپ تول کے پیمانے درست ہوں۔

(ب) اشیاء کے عیب وصواب (خوبیوں اور خامیوں) سے گاہک کو مطلع کیا جائے۔

(ج) کاروباری عہد و پیمان کی مکمل طور پر پاسداری کی جائے۔

(د) لین دین صرف حلال اشیاء کا ہو۔ حرام اشیاء کے استعمال کی طرح ان کی خرید وفروخت بھی ممنوع قرار دی گئی ہے۔

(ھ) ایسے تمام کاروبار حرام قرار دیے گئے ہیں جن میں ایک کا فائدہ دوسرے کے نقصان پر منتج ہو یا ایک کا فائدہ یقینی اور دوسرے کا مشکوک ومشتبہ ہو۔

(ذ) ملاوٹ کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

(ح) جھوٹی قسموں کے ذریعہ مال بیچنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

(ط) جن سودوں میں سود اور قمار کا شائبہ بھی ہو ان سے روکا گیا ہے۔

iv- تقسیم دولت کے شعبہ میں:

اسلامی نظام معیشت میں منصفانہ تقسیم دولت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اسے یقینی بنانے کے لئے بڑے موثر اقدامات کئے گئے ہیں اور حلال وحرام کا حصار کھینچ کر ان اقدامات کو قوی کر دیا گیا ہے۔

(الف) دولت کی کمائی کو حلال ذرائع کا پابند کر کے آمدنیوں میں پیدا ہونے والے تفاوت کا سب سے بڑا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔

سود، سٹہ، جوا، سمگلنگ، منشیات اور تعیشات وغیرہ جیسے حرام ذرائع کی ممانعت سے تقسیم دولت کے شعبہ میں پیدا ہونے والی ناہمواریوں کا بڑی حد تک قلع قمع کر دیا گیا ہے۔

(ب) عاملین پیدائش کے معاوضوں کی ادائیگی میں جبر واستحصال کی ممانعت کی گئی ہے اور عدل واحسان کو اپنانے پر زور دیا گیا ہے۔

(ج) بخل کی مذمت وممانعت اور انفاق کی تلقین وترغیب بالخصوص زکوٰۃ وصدقات کے لازمی انتظام کے ذریعہ دولت کی گردش کو بڑھانے اور تقسیم دولت کو عادلانہ ومنصفانہ بنانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

(د) قانون وراثت کے ذریعہ تقسیم دولت کی وسیع دائرہ میں تقسیم کو یقینی بنایا گیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

۱۔ تفہیم القرآن' سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ ادارہ ترجمان القرآن' لاہور۔

۲۔ تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں' سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اسلامک پبلیکیشنز' لاہور۔

۳۔ اسلامی نظریہ حیات' خورشید احمد' کراچی یونیورسٹی۔

۴۔ اسلام میں حلال وحرام' یوسف القرضاوی' اسلامک پبلیکیشنز' لاہور۔

۵۔ اسلام کا قانون تجارت' ڈاکٹر نور محمد غفاری' دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری' لاہور۔

6- Economic Enterprise in Islam, Dr. Muhammad Nejatullah Siddiqui, Islamic Publications, Ltd., Lahore.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۳

معاشیات کے ارتقاء میں مسلمانوں کا کردار

(Contribution of Muslim Economists to the Development of Economics as a Science)

تاریخ انسانیت میں یہ منفرد مقام اسلام کو ہی حاصل ہے کہ وہ سراپا علم بن کر آیا۔ اور تعلیمی دنیا میں ایک ہمہ گیر انقلاب کا پیامبر ثابت ہوا۔ اس کائنات میں انسان کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور ان کو علم اشیاء دیا گیا۔ مسلمانوں کی یہ علمی روایت آگے بڑھتی رہی اور حضرت محمد ﷺ نے تو ہر مرد و عورت کے لئے علم کے حصول کو فریضہ قرار دیا۔

اس علمی روایت کو مسلمانوں نے فروغ دیا۔ اور مسلمانوں نے ہر ہر علم کو وسعت دے کر اپنے وقت کے لحاظ سے تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ آج کی جدید سائنس مسلمانوں کی ان کاوشوں کی مرہون منت ہے کہ جب یورپ دور جاہلیت (Dark Ages) سے گزر رہا تھا تو مسلمان فزکس، کیمسٹری، بیالوجی، تاریخ، جغرافیہ وغیرہ علوم میں ترقی کی بہت زیادہ منزلیں طے کر چکے تھے۔ ان علوم میں معاشیات کو بھی بہت زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ اور بہت سے مسلمان مفکرین نے علم معاشیات کی ترقی کے لئے بہت سا قابل قدر کام سرانجام دیا۔

یورپ کا دور جاہلیت (Dark Age) پانچویں صدی میں رومن ایمپائر کے سقوط سے لے کر پندرہویں صدی کے وسط تک پر محیط ہے۔ اس ایک ہزار سالہ دور کو مغربی مفکرین بھی تاریک دور کا نام دیتے ہیں۔ لیکن اس دور کا تذکرہ کرتے ہوئے وہ مسلمانوں کے علمی کام کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں حالانکہ یہی وہ بنیاد تھی جس پر یورپی اقوام نے تحقیق کے ذریعے علوم کو آگے بڑھایا۔ البتہ مسلم اقوام کی یہ بدقسمتی ہے کہ مسلمانوں نے علوم کو بہت زیادہ وسعت دینے کے بعد علم سے کنارہ کشی اختیار کر لی، اور جس انداز میں پہلے کام ہو رہا تھا۔ اس میں بہت زیادہ کمی آ گئی۔ بہرحال اس ایک ہزار سالہ دور میں دیگر علوم کے ساتھ ساتھ مسلمانوں نے علم معاشیات کو بھی وسعت دی۔ اور بہت سا علمی مواد اس دور میں مسلمانوں کے ہاتھوں منصۂ شہود پر آیا۔

اس دوران مسلمانوں کی عظیم سلطنت کی وسعت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمان مغرب میں سپین اور مراکش (Morocco) اور ایشیاء کے جنوب مشرقی سواحل تک پھیلے ہوئے تھے اور لاکھوں مربع میل کے اس علاقہ میں ہر رنگ اور ہر نسل کے لوگ اسلام کے جھنڈے تلے جمع تھے۔ اللہ پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایمان نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو ایک نسل بنا دیا۔ جو دوسرے لوگوں سے اپنے رہن' سہن' اور افکار و نظریات کے لحاظ سے مختلف تھے۔ ان کے افکار و خیالات میں ہم آہنگی ان کے قرآن پر ایمان اور غور و فکر کا نتیجہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں بھی مسلمانوں کی حکمرانی قائم ہوئی' انہوں نے اس معاشرے کے افکار و خیالات اور نظریات کو اسلام کے رنگ میں رنگ دیا اور مسلمان مفکرین نے اس مقصد کے لئے شبانہ روز جدوجہد سے تمام عالم کو علوم کے نور سے منور کر دیا۔

مسلمانوں کے معاشی افکار کے تین ذرائع ہیں:

۱۔ قرآن پاک و حدیث رسول ﷺ

۲۔ قرآن کے بعد معرض وجود میں آنے والا اسلامی لٹریچر

۳۔ وہ کتب اور مضامین جن میں معاشیات اور اس کے نفس مضمون پر علیحدہ سے بحث کی گئی ہے۔

۱۔ قرآن و حدیث:

(الف) قرآن پاک: مندرجہ بالا ذرائع علم ایک دوسرے کے ساتھ مربوط (Related) ہیں۔ اور اسلامی تاریخ کے مختلف مراحل (Stages) کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان تینوں میں سب سے زیادہ بنیادی اہمیت کا حامل ذریعہ قرآن مجید ہے جو رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ (۶۳۲ء۔ ۵۷۰ء) کے دوران نازل ہوا۔ مسلمانوں کے تمام علوم کی بنیاد قرآن مجید ہی ہے۔ قرآن پاک جہاں اپنے پیروکاروں کو روحانی' اخلاقی' سماجی و معاشرتی اقدار پر تفصیلی ہدایات دیتا ہے۔ وہیں معاشی خوشحالی (Economic Prosperity) اور انسانی معاشی رویوں کے بارے میں بھی ہدایات عطا کرتا ہے۔ قرآن عظیم معاشی خوشحالی کو پسندیدہ قرار دیتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی سے تعبیر کرتا ہے۔

مثلاً سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قل من حرم زینة الله التی اخرج لعباده والطیبت من الرزق (۳۲:۷)

ترجمہ: ''(اے پیغمبرؐ) ان لوگوں سے پوچھو کہ اللہ نے جو زینت (کے ساز و سامان) اور کھانے (پینے) کی ستھری چیزیں پیدا کی ہیں۔ ان کو کس نے حرام کیا ہے.....''

قرآن مجید کا عمیق مطالعہ ہمارے سامنے درج ذیل نکات پیش کرتا ہے:

۱۔ انسانی فلاح اور خوشحالی کے لئے تمام قدرتی ذرائع کو بروئے کار لانے کی ترغیب۔

۲۔ ہر ذی روح کے لئے ضروریات زندگی کی فراہمی۔

۳۔ لوگوں کے معیار زندگی کو بلند کرنے کی ضرورت پر زور۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴۔ مفاد عامہ کے کاموں پر توجہ۔

۵۔ غریب اور کم آمدنی والے لوگوں کی قوت خرید میں اضافہ کے لئے اقدامات۔

ان کے علاوہ درج ذیل اقدامات پر بھی قرآن پاک تفصیلی احکام دیتا ہے۔ جن کا مقصد ارتکاز دولت کا خاتمہ، دولت پرستی کا خاتمہ اور مفید معاشی رویوں کا ارتقاء ہے۔

۱۔ تقسیم وراثت اور اس کے تفصیلی احکام۔

۲۔ کمائی اور خرچ کے صحیح ذرائع کی وضاحت اور غلط طریقوں کی ممانعت

۳۔ قرضوں کا لین دین

۴۔ سود کی ممانعت

۵۔ سونا چاندی اور دیگر قیمتی دھاتوں کو چھپا کر اور کنز بنانے (Hoarding) کی ممانعت

(ب) احادیث رسول ﷺ: قرآن حکیم کے بعد دوسرا ذریعہ علم رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور حیات طیبہ ہے جو قرآن پاک کی تشریح ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے بغیر قرآن پاک کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

احادیث رسول ﷺ کی جمع و تدوین کا کام رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے بعد شروع ہوا۔ اس سلسلہ میں محدثین کرام نے بہت احتیاط، محنت اور محبت کے ساتھ آپؐ کی زندگی کے ایک ایک گوشہ اور ایک ایک قول کو جمع کیا۔ جو آج ہمارے سامنے کتب احادیث کی صورت میں موجود ہے۔ احادیث کی مشہور کتب درج ذیل ہیں جو کہ صحاح ستہ کہلاتی ہیں:

۱۔	صحیح البخاری:	امام بخاریؒ (م870ء)
۲۔	صحیح المسلم:	امام مسلمؒ (م 875ء)
۳۔	سنن ابن ماجہ:	امام ابن ماجہؒ (م 886ء)
۴۔	سنن ابوداؤد:	امام ابوداؤدؒ (م 888ء)
۵۔	سنن ترمذی:	امام ترمذیؒ (892ء)
۶۔	سنن نسائی:	امام النسائیؒ (915ء)

ان کتب احادیث کے علاوہ کئی احادیث کے مجموعے ہیں۔ ان کتب حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور آپؐ کی عملی زندگی کے اعمال بیان ہوئے ہیں۔ جن میں معاشی معاملات سے متعلق بھی آپؐ کی تعلیمات موجود ہیں۔ چونکہ احادیث رسولؐ قرآن کی ہی تشریح ہیں اور آپؐ کے اقوال بھی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے القاء کیے جاتے تھے۔ اس لئے قرآن و حدیث کی تعلیمات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ قرآن و حدیث کی معاشی تعلیمات کا خلاصہ درج ذیل ہے:[1]

قرآن و حدیث کی معاشی تعلیمات کا خلاصہ:

۱۔ وہ تمام ذرائع و وسائل جن پر انسان کی معاش کا انحصار ہے۔ سب اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ انسان ایک امین کی حیثیت سے ان میں تصرف کرنے کا مجاز ہے۔

۲۔ انسان ذرائع پیداوار کے اکتساب اور استعمال کے معاملے میں آزاد ہونے کا حق نہیں رکھتا۔ اس کے اختیارات اللہ اور رسول ﷺ کے مقرر کردہ حدود کے پابند ہیں۔ وہ خود حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے قاعدے وضع نہیں کر سکتا۔

۳۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دیئے ہوئے حدود کا منشاء یہ ہے کہ اس پر سختی سے عمل کیا جائے کیونکہ ایک روز انسان کو اللہ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ جب احکام خداوندی کی پابندی کا اجر ملے گا اور ان سے روگردانی پر سخت مواخذہ کیا جائے گا۔ ساتھ ہی ساتھ ایمان، عبادات تعلیم اور اخلاقی تربیت کے ذریعہ انسان کی داخلی اصلاح کی جاتی ہے تاکہ اس کے اندر ایک مضبوط اخلاقی حس پیدا ہو، جس سے وہ عدل و انصاف پر قائم رہے۔

۴۔ رسول عربیؐ کی تعلیم انسانی وحدت و اخوت کی علمبردار ہے اور تفرقہ و تصادم کی مخالف ہے، آپ کی تعلیم ان تمام ذرائع کا سد باب کرتی ہے۔ جو معاشرے کو مصنوعی طبقات میں تقسیم کر کے طبقاتی نزاع کی طرف لے جاتے ہیں۔ انسانی قابلیتوں اور حالات کی بناء پر جو طبقات انسانی معاشرہ میں فطرتاً پیدا ہوتے ہیں۔ آپ کی تعلیم ان کو ہمدردی اور تعاون کی راہ دکھاتی ہے نہ کہ نزاع اور کشمکش کی۔

۵۔ رسول عربی ﷺ کی معاشی تعلیم کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ وہ ہر شخص کو اپنے خرچ میں کفایت شعاری اور میانہ روی کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیتے ہیں تاکہ افراد اپنے معاشی وسائل سے کام لینے میں افراط و تفریط کی روش اختیار کر کے تقسیم دولت کے توازن کو بگاڑ نہ سکیں۔ اس باب میں رسول عربیؐ کی دی ہوئی ہدایت صرف اخلاقی تعلیم ہی پر اکتفا نہیں کرتی ہے بلکہ بخل اور فضول خرچی کی ان تمام صورتوں کو جو معاشی زندگی میں بدنظمی پیدا کرنے کا باعث ہوں حرام قرار دیتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی پیش کردہ تعلیمات کی روشنی میں دولت کے حصول، انفاق اور اس سے استفادہ کے

---

[1] * مقالات سیرت ترتیب و مقدمہ محمد میاں صدیقی۔ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد۔ (صفحات ۱۹۶۔۱۹۱)
• نبی کریم ﷺ کی معاشی تعلیمات۔ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

متعلق ذیل کے چند اصول ہمارے سامنے آتے ہیں جو ایک خوشحال اور متوازن معاشرہ کے لئے ناگزیر ہیں:

۱۔ انسان دولت کے بارے میں حریت مطلق آزادی کا مالک نہیں ہے۔ لہٰذا اس کو یہ حق ہرگز نہیں پہنچتا ہے کہ وہ دولت کے حصول' صرف اور اس سے استفادہ کے سلسلہ میں معاشرے کے مفاد کے منافی کوئی قدم اٹھائے۔

۲۔ دولت کے خرچ میں انسان کو پورا اختیار حاصل ہے لیکن یہ اختیار معاشرہ اور افراد کی بہبود کے ساتھ مقید ہے۔

۳۔ انسان کے لئے دولت کو ذریعہ استغلال کے طور پر استعمال کرنا ممنوع ہے۔ اس لئے کہ یہ اکرام انسانی کے منافی ہے۔

۴۔ چند افراد کے ہاتھوں میں دولت کو اس طرح مرتکز کر دینا جائز نہیں ہے کہ دولت کی فطری گردش رک جائے' اور قوم اس نعمت سے محروم رہ جائے' اسی مقصد کے حصول کے لئے اسلام نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔

۵۔ صرف دولت میں معاشرہ اور فرد کی معاشی حفاظت کا پورا لحاظ رکھا جائے گا اور یہ مقصد اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب فسق و فجور کے مسرفانہ مشاغل میں صرف دولت کی تمام راہیں بند کر دی جائیں۔

۶۔ ضرورت سے زائد دولت پر معاشرے کے ہر حاجت مند کا حق ہے' لہٰذا زائد دولت کو اس طرح استعمال کیا جائے کہ حاجت مندوں کی ضرورت پوری ہو جائے' اس مقصد کے حصول کے لئے مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض کی گئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے بعد خلفاء راشدین کا نظام حکومت و معیشت اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور حکومت مسلمانوں کے معاشی افکار کے عملی مظاہرہ کا دور تھا۔ خصوصاً حضرت عمر فاروقؓ کا دور حکومت اور آپؓ کے اقدامات معاشی حوالہ سے سب اہم ہیں جن کی وجہ سے اسلامی ریاست میں کوئی بھوکا ننگا نہ تھا۔ اور اسلامی ریاست انسانوں کی ہی نہیں بلکہ جانوروں تک کی زندگی کی حفاظت اور ان کی ضروریات کی فراہمی کے سلسلہ میں فکر مند تھی۔ اور اس دور میں جو معاشی خوشحالی آئی وہ انسانی تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ اس دور کے تذکرے بھی کتابی شکل میں موجود ہیں اور مسلمانوں کے معاشی افکار کی وضاحت کرتے ہیں اور مسلمانوں کے معاشی رویہ کے ارتقاء پر روشنی ڈالتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(ج) اسلامی فقہ اور معاشی علوم کا ارتقاء:

حضرت عمرؓ کے دور میں اسلامی ریاست کی حدود وسیع تر ہوتی چلی گئیں اور ان کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ اور اسلامی ریاست لاکھوں مربع میل تک پھیلتی چلی گئی۔ اس دور میں اسلامی ریاست میں ہر قوم و نسل کے لوگ داخل ہوتے چلے گئے اسی بنا پر نئے نئے معاشی' معاشرتی اور سیاسی مسائل پیش آنے لگے۔ جن کے بارے میں قرآن و حدیث میں واضح احکام موجود نہ تھے۔ اس موقع پر مسلمان فقہاء نے ان مسائل کو قرآن و حدیث کے دیئے ہوئے اصولوں کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کی۔ اور اسلامی فقہ کا وہ بے مثال لٹریچر سامنے آیا جو دنیا کی علمی تاریخ میں ایک انمول اضافہ ہے۔

اسلامی فقہ کے اس لٹریچر میں دینی' معاشرتی اور دیگر معاملات کے ساتھ ساتھ معاشی معاملات پر بیش بہا مباحث موجود ہیں۔ ان مباحث نے مسلمانوں کے معاشی افکار اور علم معاشیات کے ارتقاء میں اہم کردار ادا کیا۔

اسلامی فقہ کی تدوین کا دور آٹھویں اور نویں صدی کا دور ہے۔ اس دور میں فقہ کے چار مشہور اماموں اور ان کے شاگردوں نے اسلامی لٹریچر میں بہت مفید اضافہ کیا۔ ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ (م 767ء) فقہ حنفی کے بانی
۲۔ حضرت امام مالکؒ (م 795ء) فقہ مالکی کے بانی
۳۔ حضرت امام شافعیؒ (م 820ء) فقہ شافعی کے بانی' اور
۴۔ حضرت امام مالکؒ (م 855ء) فقہ مالکی کے بانی۔

ان چاروں فقہاء کرام نے مختلف موضوعات پر قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیلی احکام بیان کئے اور ساتھ ساتھ معاشی معاملات پر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں معاملات کا جائزہ پیش کیا۔

اسلامی فقہ کی کتب میں ''موطا امام مالکؒ'' بہت اہم کتاب ہے۔ اس کے علاوہ صدی خلیل کی ''مختصر'' امام نوویؒ کی ''منہاج الطالبین'' امام ابن حجرؒ کی ''تحفہ'' الرملیؒ کی ''نہایۃ'' الخراسانیؒ کی ''جامع الرموز'' اور النسفیؒ کی ''کنز الدقائق'' وغیرہ نہایت اہم کتب ہیں۔

فقہ کی ان کتب میں تین اہم موضوعات ہیں:

۱۔ عبادات
۲۔ عقوبات: یا سزائیں (Penal Laws)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ معاملات: (Social Laws)

معاملات کے ابواب معاش اور معاشرتی قوانین سے متعلق ہیں۔ مثلاً قانون وراثت' جائیداد' سماجی بہبود کے فنڈ' (Social Welfare Funds) قرضے (Loans)' مختلف اقسام کے ٹیکسوں کی تفصیل' وصولی اور خرچ کے اصول' شیر خوار بچوں' بوڑھوں اور ماؤں کے لئے پنشن' مفاد عامہ کے کام (Public Utility Works)' تجارت اور کاروبار (Trade and Commerce)' خوراک کی فروخت اور ذخیرہ اندوزی (Stocking and Selling of Foodgrains)' قیمتیں (Prices)' صرف (Consumption)' پیداوار (Production)' تقسیم دولت (Distribution) اور تبادلہ دولت (Exchange)۔

(د) قرآن وحدیث اور فقہی لٹریچر کا علم معاشیات کے ارتقاء میں کردار:

قرآن وحدیث اور فقہی لٹریچر نے علم معاشیات کے ارتقاء کے لئے جو بنیاد فراہم کی اس کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے:

۱۔ اس لٹریچر میں بہت سے ایسے معاشی مسائل پر تفصیلی مباحث کئے گئے جن کے بارے میں آج تک سوچا بھی نہ گیا تھا۔

۲۔ گو اس لٹریچر میں باقاعدہ ترتیب کے ساتھ تو معاشی موضوعات اور مسائل پر بحث نہیں کی گئی تھی۔ لیکن اس کا انداز بحث یونانیوں (Greeks)' اور رومیوں (Romans) اور قرون وسطیٰ (Medieval) کے مفکرین اور مصنفین سے زیادہ منظم (Systematic) تھا۔ اس اسلامی لٹریچر میں معاشی مسائل اور دیگر معاشی موضوعات مثلاً (Public Works) مفاد عامہ کے کام منافع' سود' کاروبار اور تجارت (Trade and Commerce)' سرکاری مالیات' صرف دولت' پیدائش دولت' محاصل (Taxation)' زرعی ملکیت اور مضاربت پر علیحدہ علیحدہ ابواب میں بحث کی گئی۔

۳۔ اس لٹریچر نے اس وقت کے معاشی خیالات اور عمل (Practice) پر بحث کی اور سماجی اور معاشی تاریخ کے لئے مواد فراہم کیا۔

۴۔ اس لٹریچر میں علم کی اہمیت پر زور دیا گیا کہ جس کے نتیجہ میں انسانی مسائل کو سمجھنے اور حل کرنے کی راہیں کھلتی چلی گئیں۔

۵۔ سب سے اہم بات یہ کہ اس لٹریچر نے وہ رکاوٹ دور کردی جو مادی خوشحالی کے خلاف مختلف مذاہب نے عائد کردی تھی۔ مختلف مذاہب نے دولت اور آسائشات دنیا کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

روحانی ترقی کی راہ میں رکاوٹ قرار دے کر انسان کو گوشہ نشینی کی زندگی کا سبق دیا تھا۔ لیکن دین اسلام نے آخرت کے سنوارنے اور روحانی ترقی اور تزکیہ نفس کے ساتھ ساتھ دنیاوی آسائشات کو اہمیت دی۔ اس نقطہ نظر نے علم کو ایک نئی جہت دی۔ اور لوگوں کے سوچنے کے انداز اور اس کے ذریعے علم معاشیات کے بارے میں غور وفکر کی راہ ہموار کی۔

(ھ) مسلمان مفکرین کے کام کا مختصر جائزہ:

مسلم مفکرین نے علم معاشیات کو تین نام دیئے ہیں:

۱۔ ''تدبیر منزل'' (Management of House holds and business)

۲۔ ''سیاستہ المدن'' (سیاست المدن) (Political Economy)

۳۔ ''المعاش'' (Economics)

۱۔ محمد بن حسن طوسیؒ (م 1274ء)' علامہ ابن خلدونؒ (1406ء ۔ 1332ء)' الحریری (1122ء ۔1054ء) اور کئی دیگر مسلم مفکرین نے اپنی کتب میں ''سیاستہ المدن'' اور ''المعاش'' کی تعریفیں تجویز کی ہیں۔ فارابیؒ (م ۹۵۰)' ابن سینا (۱۰۳۷۔۹۸۰) کی کتب میں بھی معاشی موضوعات پر مباحث کئے گئے ہیں۔ محمد بن حسن طوسیؒ کی کتاب ''اخلاق ناصری'' میں تین طویل مضمون ان موضوعات پر ہیں:

محمد بن حسن طوسیؒ (م ۱۲۷۴ء) نے معاشیات کی درج ذیل تعریف بیان کی: ''سیاستہ المدن (Political Economy) وہ علم ہے جس میں عوامی بہبود کے قوانین (Laws of Public Welfare) کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ جس کا مقصد اس تعاون کو فروغ دینا ہے جس کے نتیجہ میں حقیقی ترقی کو فروغ حاصل ہو' اس کا نفس مضمون معاشرے کے اس ڈھانچہ کا مطالعہ ہے۔ جو انسانوں کے مل جل کر رہنے سے وجود میں آتا ہے اور ان کی سرگرمیوں کے منبع کے طور پر کام کرتا ہے' اور ان کے پیشوں میں مہارت سے ہدایت حاصل کرتا ہے۔ پس ہر فرد اپنے پیشے پر توجہ دیتا ہے ایسا وہ اس پیشے کی اچھائی یا برائی کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لئے کرتا ہے کہ اس کا تعلق اس پیشہ سے گہرا ہوتا ہے اور وہ اس میں سماجی ضرورت کے تحت مہارت حاصل کرتا ہے۔'' اس تعریف میں تقسیم کار (division of labour) اور عوامی بھلائی (Public Welfare) پر زور دیا گیا ہے۔

۲۔ علامہ ابن خلدونؒ کی تعریف: انہوں نے اپنی کتاب ''مقدمہ تاریخ'' میں المعاش کی تعریف یوں بیان کی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''معاش رزق ڈھونڈنے اور اسے حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرنے کا نام ہے۔''

۳۔ الحریری کی تعریف: ''معاش سے مراد یہ ہے کہ انسان تجارت' زراعت' اور صنعت کے ذریعے اپنی زندگی کی ضروریات پوری کرے۔''

۴۔ سیاستہ المدن میں معاشی سرگرمیوں پر تفصیلی مباحث موجود ہیں ان کی علاوہ بہت سی کتب ایسی ہیں جو خالصتاً معاشی مباحث پر مشتمل ہیں۔ مثلاً:

کتاب الخراج: امام ابو یوسفؒ (م ۷۹۸ء)

کتاب الخراج: یحییٰ بن آدم القرشیؒ (۸۱۸ء)

کتاب الاموال: ابوعبیدؒ القاسم بن سلام (م ۸۳۹ء)

کتاب الخراج وصنعہ الکتابۃ (A book of Industry and Taxation)

کتاب الاموال: ابوجعفر الداؤدی (م ۱۰۴۲ء) وغیرہ۔

۵۔ ان خالص معاشی مباحث پر مبنی کتب کے علاوہ دیگر کتب جو کہ اسلام کے سیاسی' قانونی' اخلاقی اور معاشرتی امور سے متعلق ہیں ان میں اسلام کی معاشی اقدار اور معاشی پالیسی پر بھی مختلف ابواب موجود ہیں۔ ان مفکرین میں امام غزالیؒ (۱۱۱۱ء ۔ ۱۰۵۸ء) کی ''کیمیائے سعادت'' ''احیاء علوم الدین'' ''تہر المسبوک'' ''رسالۃ العقائد'' اور ''خلاصہ الفقہ'' میں مختلف معاشی موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔

۶۔ امام الماوردیؒ (۱۰۵۸ء ۔ ۹۴۷ء) کی کتب ''الاحکام السلطانیۃ'' ''سیاستہ الملوک'' ''قوانین وزارت'' میں معاشی موضوعات پر نہایت وسیع اور قابل قدر کام موجود ہے۔ اس فہرست میں ابن ابی ربیعؒ کی ''سلوک الملوک فی تدبیر الممالک'' ابن رشدؒ کی ''فرائض السلاطین و الخلفاء'' نظام الملک طوسیؒ کی ''سیاست نما'' ابن قتیبہؒ کی ''عیون الاخبار'' علامہ ابن حزمؒ کی ''المحلی'' امام سرخسیؒ کی ''المبسوط'' علامہ المقریزیؒ کی ''صبح الاعشیٰ'' ابن مماتی کی ''قوانین الدواوین'' اور ابوالفضل کی ''آئین اکبری'' اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی ''حجتہ اللہ البالغہ'' شامل ہیں۔

(و) معاشیات کے ارتقاء میں مسلمانوں کا حصہ

اوپر دی گئی کتب اس لٹریچر میں شامل ہیں جو اسلامی معاشی افکار کے حوالہ سے قرآن و حدیث اور فقہ کے بعد سامنے آیا۔ یہ لٹریچر دسویں صدی عیسوی سے چودھویں صدی عیسوی پر محیط ہے۔ یعنی مرکنٹلزم (Mercantilism) اور فزیوکریسی (Physiocracy) سے پہلے بلکہ یورپ کی نشاۃ ثانیہ (Renaissance) سے بھی پہلے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ زمانہ تاریخ انسانی میں سیاسی' سماجی اور فکری لحاظ سے ارتقاء کا زمانہ تھا۔ اس دور میں اسلامی مملکت لاکھوں مربع میل علاقہ پر پھیلی ہوئی تھی۔ مسلمانوں کو دوسری اقوام مثلاً ایرانی' رومی' یونانی اور چینی وغیرہ اقوام سے میل ملاپ کا موقع ملا۔ اس دوران میں بڑے بڑے تعلیمی ادارے معرض وجود میں آئے' اسلامی مملکت کے بہت سے شہر علم کے مراکز قرار پائے' جہاں دور ونزدیک سے علم کے متلاشی علم کی پیاس بجھانے آتے' اس چیز نے عربوں کے لئے بھی علم کے دروازے کھول دیئے' اس دور میں مسلمانوں نے لٹریچر' ادب' آرٹ' سائنس اور فلسفہ پر لازوال اور قابل قدر کام کیا' مسلمانوں نے علم کے ہر شعبہ کو ترقی اور وسعت دی۔ انہوں نے یونانی لٹریچر کے تراجم کئے اور ان کی تشریحات لکھیں جس سے نہ صرف یونانی علوم کو محفوظ کرنے کا راستہ کھلا' بلکہ نئے نئے علوم کی بنیاد پڑے مثلاً تاریخ' کیمسٹری' ریاضی' فزکس' نفسیات' حیاتیات' حیوانیات' زراعت' جغرافیہ' ارضیات' شہریت' مابعد الطبعیات' طب' فزیالوجی اور معاشیات وغیرہ۔

فروغ علم کے اس عظیم دور میں عربوں نے محسوس کیا' کہ معاشی مسائل پر علیحدہ سے بحث کی ضرورت ہے۔ کیونکہ سماجی اور ثقافتی سرگرمیوں میں اضافہ اور اسلامی ریاست کی سرحدوں میں توسیع نے علم معاشیات کی اہمیت کو بہت بڑھا دیا تھا۔

یونانیوں کی طرح عرب بھی شروع میں سمجھتے تھے کہ فلسفہ تمام زندگی پر حاوی ہے۔ انہوں نے مذہب کے علاوہ تمام مضامین کو فلسفہ کے تحت مطالعہ کیا۔ لیکن زندگی کی وسعتوں نے انہیں باور کروادیا کہ فلسفہ تمام مضامین کا حق ادا نہیں کرسکتا۔

انہوں نے فلسفہ کو چھ علیحدہ (Independent) مضامین میں تقسیم کیا۔ یہ کام سب سے پہلے الفارابی (Alpharobius' ۹۵۰ء) نے کیا اور بعض لوگوں کے نزدیک یہ اعزاز ابن سینا (۱۰۳۷ء۔ ۹۸۰ء) کو حاصل ہے۔ انہوں نے فلسفہ کو مندرجہ ذیل چھ مضامین میں تقسیم کیا:

۱۔ اخلاقیات (Ethics) ۲۔ معاشیات (Economics)

۳۔ سیاسیات (Politics) ۴۔ طبیعات (Physics)

۵۔ ریاضی (Mathematics) اور ۶۔ مذہب (Theology)

پہلے تین علوم عملی (Practical Sciences) کہلائے جبکہ بقیہ تین علوم خالص اور اطلاقی (Pure and Applied) کہلائے۔ اس طرح سیاستہ المدن (Political Economy) یا معاشیات المعاش یا (Economics) کا مضمون معرض وجود میں آیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(ذ) مسلمان مفکرین اور ان کے معاشی افکار

۱۔ امام ابو یوسفؒ (۷۹۸ء۔۷۳۱ء):

آپؒ کا نام یعقوب بن ابراہیم اور کنیت ابو یوسف تھی۔ آپ ۱۱۳ھ بمطابق ۷۳۱ء میں کوفہ میں پیدا ہوئے' پہلے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ کے شاگرد ہوئے اور ازاں بعد امام ابوحنیفہؒ کی شاگردی اختیار کی۔ ۱۶۶ھ میں مشرقی بغداد کے قاضی مقرر ہوئے اور خلیفہ ہارون الرشید کے دور میں سلطنت عباسیہ کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) مقرر ہوئے۔ آپ نے متعدد کتب لکھیں' جن میں ''کتاب الاثار'' ''کتاب الخراج'' ''امالی'' اور ''اصول فقہ'' وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

امام ابو یوسف کے معاشی افکار:

۱۔ امام ابو یوسفؒ نے نظام محاصل (Taxation) اور اسلامی ریاست کی معاشی ذمہ داریوں کے موضوع پر تفصیلاً لکھا۔

۲۔ آپ نے زمینوں پر (Fix levy) معینہ ٹیکس کے بجائے متناسب ٹیکس (Proportional Taxation) کو بہتر قرار دیا۔

۳۔ آپ نے ٹیکس عائد کرنے کے اصول مثلاً استطاعت ادائیگی (Capacity to Pay)' ٹیکسوں کی وصولی کے وقت اور طریقہ کار میں اصول سہولت (Convenience of Assessees) اور مرکزی ٹیکس انتظامیہ کے تصورات پیش کیے۔

۴۔ امام ابو یوسفؒ نے مفاد عامہ کے کام (Public Works) اور خصوصاً حکومت کی طرف سے آبپاشی کی سہولتوں کی فراہمی اور شاہراہات کی تعمیر پر زور دیا۔

۵۔ اس کے علاوہ انہوں نے حکمرانوں کی تجویز کیا کہ زراعت کی ترقی کے لئے مزید جو بھی اقدامات ممکن ہوں انہیں کیا جائے۔

۶۔ امام ابو یوسف نے قیمتوں اور اشیاء کی رسد کے باہمی تعلقات پر بھی روشنی ڈالی۔

۷۔ آپ نے تسعیر (Price Control) نہ کرنے کی تجویز حکومت کو پیش کی۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

امام ابو یوسفؒ لکھتے ہیں۔ ''بڑے دریا جو سارے مسلمانوں کے لئے عام ہوں' اگر کسی کی کھدائی یا مرمت کے محتاج ہوں تو اس کی ذمہ داری امام کے سر ہوگی۔ اگر اس کے بند ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو تو امام کو چاہئے کہ اسے درست کرائے۔ (کتاب الخراج ص ۳۳۰)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''دجلہ وفرات اور دوسرے بڑے دریاؤں پر گھاٹ' بند اور پانی نکالنے کی جگہوں کی تعمیر اور مرمت پر آنے والے مصارف کا پورا بار بیت المال پر ڈالا جائے' اہل خراج پر اس سلسلے میں کوئی بار نہ ڈالا جائے گا کیونکہ یہ سارے مسلمانوں سے تعلق رکھنے والے امور ہیں اور ان کے مصالح کا تحفظ تمام تر امام کے ذمہ ہے۔'' (کتاب الخراج ص ۳۵۵'۳۵۶)

۸۔ معین ٹیکس کے بجائے متناسب ٹیکس کے حق میں دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ محصول کے طور پر غلہ کی کوئی متعین مقدار' یا درہموں کی کوئی متعین مقدار' مختلف شرحوں کے ساتھ ان پر عائد کرنا سلطان اور بیت المال کے نقصان کا باعث ہوگا۔ یہ شکل خراج ادا کرنے والوں کے باہمی معاملات میں بھی خرابیاں پیدا کرے گی۔''

''جہاں تک متعین مقدار غلہ کی شکل میں محصول عائد کرنے کا سوال ہے تو اگر غلہ بہت سستا ہو' تو سلطان اس مقدار کو کافی نہ سمجھے گا جو ان پر عائد کی گئی ہیں۔ اور اس طرح جو ان کو چھوٹ مل رہی ہوگی۔ اس پر وہ دل سے راضی نہ ہوگا اور ان تھوڑے محاصل کے ذریعے فوجوں کو ضروری قوت نہ بہم پہنچائی جا سکے گی اور سرحدوں کے استحکام اور ان پر سپاہی مقرر کرنے کا کام بھی ٹھیک طریقے سے انجام نہ پا سکے گا۔''

''اگر غلہ بہت زیادہ گراں ہو تو خراج ادا کرنے والوں کو مقررہ مقدار زیادہ معلوم ہوگی لیکن سلطان کو اس میں تخفیف گوارہ نہ ہوگی۔ (بحوالہ اسلام کا نظام محاصل ترجمہ کتاب الخراج ص ۲۱۷)

۹۔ تسعیر (Price Control) کے بارے میں امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ لازمی نہیں کہ اشیاء کی طلب و رسد ہی قیمتوں پر اثر انداز ہوتی ہو' بلکہ ''ارزانی اور گرانی کی کوئی حد متعین نہیں ہے' جسے معلوم کیا جا سکے۔ یہ (نرخ کا) معاملہ اوپر آسمان پر طے ہوتا ہے۔ نہیں معلوم کہ یہ کس طرح طے پاتا ہے' ارزانی غلہ کی فراوانی کے سبب نہیں ہوتی' نہ گرانی اس کی قلت کے سبب ہوتی ہے' نرخ کی گرانی اور ارزانی اللہ کے فیصلے اور اس کے حکم کے تحت ہوتی ہے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ غلہ فراواں یعنی رسد زیادہ ہو' مگر گراں ہو' اور یہ بھی ہوتا ہے' کہ کم ہو مگر سستا ہو۔ (اسلام کا نظام محاصل ص ۲۱۷)

امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں مختلف معاشی موضوعات پر بہت وقیع کام کیا' جو علم معاشیات کے لئے بنیاد کا کام کرتا ہے' اور جدید ماہرین معاشیات کے خیالات پر ان کے چھاپ نظر آتی ہے۔ اس کا اندازہ کتاب الخراج کے موضوعات کی فہرست سے لگایا جا سکتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب الخراج کے اہم موضوعات کی ایک مختصر فہرست:

۱۔ ٹیکس اور حکمرانوں کا رویہ
۲۔ ٹیکسوں کی اقسام
۳۔ ٹیکس عائد کرنے کے اصول
۴۔ ٹیکسوں کی وصولی کے اصول
۵۔ وصول شدہ ٹیکسوں کی تقسیم
۶۔ سامان تجارت پر ٹیکس
۷۔ زرعی زمینوں پر ٹیکس
۸۔ محصول ترکہ یا وراثت ٹیکس (Death Duties)
۹۔ محصول چونگی (Octroi Duties)
۱۰۔ نئے علاقوں میں زرعی رقبہ کا انتظام
۱۱۔ زرعی زمینداریاں' ان کی کاشت اور تقسیم
۱۲۔ لگان کی شرائط
۱۳۔ پانی کی فراہمی سے متعلقہ مسائل
۱۴۔ ماہی گیری
۱۵۔ جنگلات اور چراگاہیں

۲۔ امام ابوعبید القاسم بن سلامؒ (۲۲۴ھ۔۱۵۰ھ):

آپؒ کا نام قاسم اور کنیت ابوعبید تھی اور والد کا نام سلام تھا۔ آپؒ ہرات میں پیدا ہوئے' ابتدائی تعلیم ہرات میں حاصل کی۔ اس کے بعد کوفہ' بصرہ اور بغداد تشریف لے گئے اور علم کی پیاس ان مشہور علمی مراکز میں بجھائی۔ آپؒ ثابت بن نصر بن مالک کی ''طرطوس'' کی گورنری کے زمانہ میں ''طرطوس'' کے قاضی مقرر ہوئے اور اٹھارہ (۱۸) سال اس عہدے پر کام کیا۔ آپؒ نے (۳۴) چونتیس کتب تصنیف کیں۔

امام ابوعبیدؒ کی واحد مطبوعہ کتاب کا نام ''کتاب الاموال'' ہے۔ یہ کتاب اسلام کے مالیاتی نظام (Fiscal System) کا بیش بہا خزانہ ہے۔ کتاب الاموال میں جن معاشی موضوعات پر مباحث کئے گئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔ بیت المال (سرکاری خزانہ) کے ذرائع آمدنی۔
۲۔ مال فئے' اس کی مختلف صورتیں اور طریقے
۳۔ جزیہ
۴۔ فئے' خمس اور جزیہ کی وصولی
۵۔ جزیہ اور خراج کی وصولی
۶۔ صلح کے ذریعے مفتوحہ علاقوں میں خراج لگانا
۷۔ فوجی قوت کے ذریعے مفتوحہ علاقوں میں خراج لگانا
۸۔ مصارف فئے
۹۔ فئے میں سے وظائف مقرر کرنے کا نظام
۱۰۔ فئے سے عورتوں' بچوں اور غلاموں کے لئے وظائف
۱۱۔ اسلامی ریاست میں سماجی تحفظ
۱۲۔ زمینوں سے متعلق احکام
۱۳۔ اراضی کی آبادکاری
۱۴۔ گھاس اور پانی والی زمین کی مشترک ملکیت کا تصور
۱۵۔ خمس اور اس کے احکام
۱۶۔ صدقہ (زکوۃ کے احکام)
۱۷۔ زکوۃ کا نصاب' اونٹوں' گائے' بیلوں' بھیڑ' بکریوں' سونے' چاندی' تجارتی سامان اور قرضوں پر زکوۃ کا بیان۔
۱۸۔ زمین سے پیدا ہونے والے غلہ جات اور پھلوں کی زکوۃ
۱۹۔ پیمانوں (Measures) کا بیان
۲۰۔ عشور (Custom Duties) کا تصور اور اس کی شرحیں
۲۱۔ مصارف زکوۃ
۲۲۔ زکوۃ کی کم از کم ادائیگی کتنی ہو
۲۳۔ رشتہ داروں کی زکوۃ کی ادائیگی
۲۴۔ زکوۃ کی اسی علاقہ میں تقسیم جہاں سے وصولی کی گئی ہو

یہ کتاب بھی اسلامی ریاست کے ذرائع آمدن' ان کی تقسیم اور مصارف اور نظام محاصل پر ایک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مستند کتاب ہے۔

۳۔ ناصر الدین طوسیؒ (۱۲۷۴ھ۔۱۲۰۱ھ):

علامہ ناصر الدین طوسیؒ نے عوام (Households) اور حکمرانوں کی آمدنی (Revenue) اور اخراجات (Expenditure) پر بحث کی۔ انہوں نے بچتوں (Savings) کی اہمیت' اسراف (فضول خرچی) اور غیر پیداواری اثاثوں (Unproductive Assets) مثلاً زیورات اور غیر کاشت شدہ زمینوں پر اخراجات کے نقصانات پر بحث کی۔

علامہ طوسیؒ نے تجارت اور دوسرے پیشوں کے مقابلہ میں زراعت کی اہمیت پر روشنی ڈالی' علاوہ ازیں انہوں نے محنت میں تقسیم کار (Division of labour) کے موضوع پر لکھا۔ علامہ ناصر الدین طوسیؒ نے سرکاری مالیات (Public Finance) پر بحث کرتے ہوئے کچھ ٹیکسوں کو ناپسندیدہ قرار دیا' جن کی کہ اسلام اجازت نہیں دیتا۔

۴۔ امام ابن تیمیہؒ (۱۳۲۸ء۔۱۲۶۲ء):

امام ابن تیمیہؒ کی مشہور کتاب ''الحسبۃ فی الاسلام'' ہے۔ انہوں نے ''ثمن مثل'' (Equivalent Price) اور اس سے متعلقہ موضوع ''مناسب منافع'' (Fair Profit) کے موضوع پر اپنی اس کتاب میں لکھا ہے امام ابن تیمیہؒ نے خامیوں (Imperfection) سے پاک منڈی میں قیمت کے تعین پر تحقیق کی۔ مثلاً امام ابن تیمیہؒ تسعیر والی مشہور حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

''.....اس حدیث میں یہ نہیں بتایا گیا کہ کسی فرد نے کسی ایسی چیز کو فروخت کرنے سے انکار کر دیا تھا جس کی فروخت اس پر واجب تھی یا کسی ایسی کام کے کرنے سے انکار کر دیا تھا جس کا کرنا اس پر واجب تھا یا یہ کہ اس نے اس (چیز یا کام کے معاوضہ) کے سلسلہ میں عوض مثل سے زیادہ کا مطالبہ کیا تھا۔ (الحسبۃ فی الاسلام ص ۲۷۔۲۹)

اور فرمایا ''جب کسی خرابی کا پورے کا پورا دفع کرنا ممکن نہ ہو تو فرض یہ ہے کہ اس حد تک اس کا ازالہ کر دیا جائے' جس حد تک ممکن ہو' ایسی شکلوں میں تسعیر بلا کسی اختلاف کے واجب ہے۔ اس تسعیر (Price Control) کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ ان لوگوں کو اس بات کا پابند بنا دیا جائے کہ مال کی خرید و فروخت قیمت مثل (Price of Equivalent) کے مطابق کریں۔'' (الحسبۃ فی الاسلام ص ۱۴' ۱۷)

امام ابن تیمیہؒ نے اجارہ داری (Monopoly) اور (Monopsony)' ذخیرہ اندوزی (Hoarding) اور سٹہ بازی (Speculation) کی صورت میں منڈی (Market) میں سرکاری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مداخلت کی حمایت کی انہوں نے "حسبہ" کے تصور پر بھی تفصیلی اظہار خیال کیا۔ انہوں نے پیداکاروں (Producers) تاجروں اور آڑھتیوں (Middle Men) پر اسلامی قانون اخلاق کے اطلاق کے ذریعے مناسب (fair) مقابلہ اور دیانت دارانہ لین دین کو قائم کرنے پر زور دیا۔ علاوہ ازیں انہوں نے عوامی ضروریات کی فراہمی کے سلسلہ میں ریاست کی ذمہ داریوں پر بھی بحث کی۔

۵۔ علامہ ابن خلدونؒ (۷۳۲ھ۔۸۰۸ھ بمطابق ۱۳۳۲ء۔۱۴۰۶ء):

آپ کا نام ابو زید عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد بن خلدون ہے۔ آپ تیونس میں پیدا ہوئے' علامہ ابن خلدونؒ نے بہت سی کتب لکھیں۔ ان میں سے "مقدمہ تاریخ" ان کی معرکتہ الآراء کتاب ہے یہ کتاب فلسفہ تاریخ کو بیان کرتی ہے۔ "مقدمہ تاریخ" کے پانچویں باب کی بتیس (۳۲) طویل فصلیں "المعاش" (Economics) سے متعلق ہیں۔

علامہ ابن خلدون کو اسلام کا اولین بڑا معیشت دان کہا جاسکتا ہے۔ علامہ نے جن معاشی موضوعات پر بحث کی اس کی فہرست بہت طویل ہے۔ جس کا اندازہ درج ذیل موضوعات سے لگایا جاسکتا ہے:

۱۔ معاشیات کی تعریف
۲۔ قدر (Value)
۳۔ تقسیم کار (Division of labour)
۴۔ نظام قیمت (Price System)
۵۔ قوانین طلب و رسد
۶۔ صرف (Consumption)
۷۔ پیدائش دولت (Production)
۸۔ زر اور اس کی خصوصیات
۹۔ سرمایہ اندوزی (Capital formation)
۱۰۔ افزائش آبادی (Population growth) اور اس پر اثر انداز ہونے والے معاشی عوام
۱۱۔ سرکاری مالیات (Public finance)
۱۲۔ تجارتی چکر (Trade Cycles)
۱۳۔ قیمتوں' محنت اور قدر کا باہمی انحصار
۱۴۔ معاشی ترقی کے مراحل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۵۔ دیہاتی اور شہری معاشی نظام
۱۶۔ ٹیکسوں کی شرحیں
۱۷۔ سرکاری خرچ کے معاشی فوائد
۱۸۔ صنعتوں کی ترقی اور زوال کی وجوہات
۱۹۔ علامہ ابن خلدون کے دور کی بڑی صنعتیں۔ وغیرہ

علامہ ابن خلدون نے ناصر الدین طوسیؒ سے تقریباً ایک سو سال بعد معاشیات کی تعریف بیان کی۔ اور اس مضمون (Subject) کو "سیاستہ المدن" (Political Economy) کے بجائے "المعاش" (Economics) کا نام دیا۔ انہوں نے فرمایا:

"المعاش (Economics) رزق ڈھونڈنے اور اسے حاصل کرنے کی جدوجہد کرنے کا نام ہے۔"

ابن خلدون معاشیات کو علم الحقیقت (Positive Science) کے ساتھ ساتھ علم الہدایت (Normative Science) سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں فرد کے بجائے "الجمور" (یعنی سب) کی بھلائی مقصود ہے۔

علامہ نے "مقدمہ" میں ان مراحل کو بیان کیا ہے جن سے ایک معاشرہ معاشی ترقی کے دوران گزرتا ہے۔ محنت کی رسد کے سلسلہ میں انہوں نے (Backward Sloping Supply Curve of Labour) کا تصور بھی پیش کیا۔ انہوں نے (کسی بھی شہر میں) آمدنی اور خرچ کے توازن کا کلی معاشیات (Macro Economics) کا نظریہ بھی پیش کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر آمدنی اور خرچ کا معیار بلند ہوگا تو شہر ترقی کرتے ہیں۔

سرد بازاری (Slumps) سے بچنے اور معاشی ترقی کی رفتار کو برقرار رکھنے کے سلسلہ میں طلب اور خصوصاً سرکاری اخراجات میں اضافہ ابن خلدون کے نزدیک ضروری ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ نظریہ قدر میں محنت (Labour) کا مقام سب سے اہم ہے۔ اس طرح محنت کا نظریہ قدر (Labour Theory of value) ریکارڈو سے کئی سو سال قبل ابن خلدون کی تحریروں میں ملتا ہے۔

علامہ ابن خلدونؒ تاریخ انسانی کی تشریح کے سلسلہ میں معاشی عوامل (Economic Factors) کی کارفرمائی کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ معاشی استحکام ملک میں معاشی ترقی کی راہ ہموار کرتا ہے۔ ابن خلدون زر (Money) کے دو افعال (functions) بیان کرتے ہیں۔ یعنی زر آلہ مبادلہ (Medium of exchange) اور ذخیرہ قدر (Store of value) ہے۔

علامہ ابن خلدونؒ نے آبادی اور معاشی ترقی کے باہمی تعلق پر تفصیلاً روشنی ڈالی اور کہا کہ ابتدا میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انسان زرخیز زمینوں میں وحشیانہ زندگی بسر کرتا ہے اور خانہ بدوش بن کر رہتا ہے۔ اس سے قبائلی زندگی وجود میں آتی ہے' بعد ازاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے تجربہ' غور وفکر اور قوت ایجاد کے بل بوتے پر انسان زراعت اور صنعت وحرفت سیکھتا ہے۔ پکے گھر بناتا ہے۔ اس طرح شہروں کا آغاز ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور تقسیم کار کی بدولت فنی مہارت حاصل کرتا ہے' جس سے وقت کی بچت ہوتی ہے' فرصت کے لمحات میسر آتے ہیں۔ اور انسان تعیش پسند اور نفاست پسند ہو جاتا ہے۔ یہ کمال کی انتہا ہے' جس کے بعد زوال شروع ہو جاتا ہے۔ آرام طلبی اور موت کا ڈر' سادگی کے بجائے تکلف' ہر قسم کا بے جا اسراف' اور اس کے مضمر معاشی نتائج کی بنا پر دشمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا' وحشی لوگ ان پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ اور شہریت میں قدم رکھتے ہیں۔ اور وہ بھی اس رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ قوموں کے عروج و زوال کی یہ داستان تقریباً ۱۲۰ سال میں مکمل ہوتی ہے' ان کا کہنا ہے کہ مادی طاقت اور خوشحالی انسان کے اخلاق کو بدل دیتی ہے' اور یہ اخلاق کی تبدیلی بالآخر مادی طاقت کے زوال کا سبب بنتی ہے۔ اس لئے جو قوم دنیا میں زندہ رہنا چاہتی ہے اس کا فرض ہے کہ تہذیب وتمدن' صنعت وحرفت کی ترقی کے ساتھ ساتھ اخلاق وسیرت پر کڑی نظر رکھے (مقدمہ باب دوم وسوم)۔

ابن خلدون کے نزدیک ریاست کا اصل مقصد عوام کی معاشی کفالت کا انتظام کرنا ہے۔ اس لئے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے وسائل فراہم کرے جس سے لوگوں کو روزگار میسر ہو۔ منڈی کے سلسلہ میں ان کا کہنا ہے کہ حکومت اس میں مداخلت نہ کرے' بلکہ منڈی کو آزادانہ طور پر کام کرنے کا موقع فراہم کرے' کیونکہ اس سے تقسیم دولت (distribution) بہتر طور پر ہو سکتی ہے اور منڈی میں طلب ورسد کی قوتوں کے آزادانہ عمل سے قیمتوں کا تعین بہتر طور ہو سکتا ہے۔

ابن خلدون محنت ہی کو انسانی اجرتوں کا معیار قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ محنت کے بغیر قدرتی ذرائع سے فائدہ اٹھانا دشوار ہے۔

ابن خلدون پیداوار کی سماجی تنظیم کی اہمیت پر زور دیتے ہیں جس کا سب سے اہم عنصر انسانی محنت ہے۔ اس کے بعد وہ بین الاقوامی تقسیم کار (International Division of Labour) کی طرف آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس کا زیادہ انحصار لوگوں کی مہارت پر ہے نہ کہ وہاں کے قدرتی وسائل پر۔ اس سے وہ بین الاقوامی تجارت کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ جو امیر اور غریب ممالک کے درمیان تشکیل پاتی ہے۔ اور اس کا انحصار میلان درآمد و برآمد (Propensity to import and export) پر ہے۔

ابن خلدون کا نام معاشیات کے بنیاد رکھنے والوں میں سے ہے' کہ جنہوں نے آدم سمتھ سے بہت پہلے نیکی (virtue) اور تقسیم کار (Division of Labour) کی ضرورت پر زور دیا' نظریہ قدر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

محنت (Principal of labour value) ریکارڈو سے پہلے پیش کیا۔ اور کینز سے صدیوں پہلے حکومت کے کردار پر روشنی ڈالی۔ بولکیا کے الفاظ ہیں:

"But much more than that, Ibn Khuldon used these concepts to build a Coherent dynamic system in which the Economic mechanism in exorably led Economic activity to long term fluctuations." (Boulakia)

۶۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ (۱۱۱۴ھ تا ۱۱۷۶ھ بمطابق ۱۷۰۲ء تا ۱۷۶۳ء):

شاہ ولی اللہؒ دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والد شاہ عبدالرحیمؒ بہت بڑے عالم تھے۔ آپؒ نے اپنے والد بزرگوار سے تعلیم پائی اور حرمین شریفین جاکر بھی تحصیل علم کی۔ آپ نے مختلف موضوعات پر ایک صد کے قریب کتب تحریر فرمائیں۔ ان میں ''حجتہ اللہ البالغۃ'' سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اس کے علاوہ ''البدوء البازغۃ'' اور ''خیرالکثیر'' میں آپ نے معاشی موضوعات پر بھی اپنے خیالات تحریر فرمائے۔

شاہ ولی اللہؒ کے خیال میں معاشی خوشحالی اچھی زندگی کا بنیادی خاصہ ہے' آپ نے ضروریات زندگی (Wants)' مسئلہ ملکیت (Ownership)' ذرائع پیدائش (Means of Production)' تعاون (Co-operation)' تقسیم دولت (Distribution) اور صرف دولت (Consumption) پر اظہار خیال فرمایا جو آپ کی ان موضوعات پر گہری نظر کی غمازی کرتا ہے۔

آپؒ لکھتے ہیں ''بدن کو مناسب غذا نہ ملے اور انسان ہر وقت احتیاج اور تنگی کا نشانہ بنا رہے تو اس کا اثر لازماً اس کے نفس پر پڑتا ہے چنانچہ اس کی اخلاقی ترقی رک جاتی ہے۔ اور وہ ٹھٹھر کر رہ جاتا ہے' پریشان حالی اور افلاس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان کو اپنی اخروی سعادت و فلاح اور خدا سے رشتہ بندگی جوڑنے کے لئے بھی مہلت نہیں ملتی۔ اور انسان کولہو کے بیل کی طرح صرف اس کام میں جتا رہتا ہے۔''

ذرائع پیداوار (Means of Production) کے بارے میں شاہ ولی اللہؒ کی رائے یہ ہے کہ ان میں سے بعض قدرتی ذرائع سرکاری ملکیت میں رہنے چاہئیں۔ ان کے خیال میں انسان کو اپنی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لئے دولت کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور یہ دولت انسان کو بہت سی اخلاقی برائیوں سے بچاتی ہے لیکن انسان کو دولت کی ہوس سے بچنا چاہئے کیونکہ یہ چیز انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کردیتی ہے۔ اور انسان انسانیت سے گر کر حیوانیت کے درجہ میں پہنچ جاتا ہے۔ اس لئے راہ اعتدال انسان کے لئے بہت ضروری ہے۔

اسلامی حکومت کے فرائض پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بادشاہ (یعنی حکومت) کا فرض ہے کہ وہ عوام کی بہبود اور معاشی فارغ البالی کے لئے مختلف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اقدامات کرے' ناجائز ذرائع آمدن پر پابندی لگائے۔ اور جوا' سود' رشوت' ذخیرہ اندوزی' ناجائز منافع خوری کو مٹانے اور عوام کی خوشحالی کے لئے منصوبہ بندی کرے۔ مثلاً ایسا نہ ہو کہ اکثر لوگ زراعت کو چھوڑ کر صنعتوں میں چلے جائیں۔ اور زرعی شعبہ نظرانداز کر دیا جائے یا اہل صنعت غیر ضروری اشیاء بنانے لگ جائیں اور بنیادی ضرورت کی چیزوں کی کمی واقع ہو جائے اور ملک بحران کا شکار ہو جائے' اس کے لئے باقاعدہ منصوبہ بندی کی ضرورت ہے کہ لوگوں کو زرعی پیداوار میں اضافہ کے لئے اکسایا جائے اور صنعت وحرفت میں انہی چیزوں کو بنانے کی اجازت دی جائے' جو معاشرے کے لئے ضروری ہوں۔"

۷۔ علامہ ابن حزمؒ (۹۹۴ء تا ۱۰۶۴ء):

ابو محمد علی بن احمد بن حزم' علامہ ابن حزمؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کی پیدائش ۹۹۴ء میں قرطبہ میں ہوئی۔ ان کا تعلق ظاہری مسلک سے تھا۔ علامہ ابن حزم کی کتب کی تعداد چار سو تک شمار کی جاتی ہے' جن میں سے 'المحلیٰ' کو شہرت دوام حاصل ہوئی۔ اس کتاب میں علامہ نے معاشی موضوعات پر اپنی آراء دیں۔ علامہ کے معاشی افکار کے حوالہ سے درج ذیل موضوعات خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

۱۔ مزدوروں سے ان کی صلاحیت (Ability to work) کے مطابق کام لیا جائے۔

۲۔ علامہ کے خیال میں اسلامی ریاست کو اپنے باشندوں پر ٹیکس لگانے کا حق حاصل ہے' لیکن ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ٹیکس صرف اس صورت میں لگائے جائیں' جب زکوۃ سے حاصل ہونے والی رقم غرباء کی ضروریات کو پورا نہ کرے۔ علامہ ابن حزمؒ کے مطابق غریبوں کی ضروریات میں خوراک' موسم کے اعتبار سے کپڑے اور ایسی پناہ گاہ جو انہیں بارش اور دھوپ اور راہ گیروں کی نگاہ سے محفوظ رکھے' شامل ہیں۔

۳۔ علامہ ابن حزمؒ کی رائے میں اسلام منصفانہ تقسیم دولت کا داعی ہے۔

۴۔ علامہ کے خیال میں مرنے والے شخص کو اپنے ترکہ میں سے یتیموں اور مساکین کا حق لازمی ادا کرنا چاہیے۔

۵۔ علامہؒ زمینوں کے اجارہ پر دینے کے مخالف ہیں۔ زمین نہ تو کھیتی باڑی کے لیے اجارہ پر دی جائے اور نہ ہی کسی اور مقصد کے لیے۔ اسی طرح درھم و دینار یا کسی اور چیز کے عوض دینا بھی درست نہیں ہے یا تو اپنی زمین خود کاشت کرے یا کسی دوسرے فرد کو بلا معاوضہ کاشت کے لیے دے دے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

1- The origin of Economics and Arabs (Pakistan Economic Journal, March, 1953) By Dr. Rafiq Ahmad.

2- Ibn Khuldun - A great pioneer Economist (Punjab University Economist, 1955) By Dr. Rafiq Ahmad.

3- Muslim Economic Thinking: A survey of contemporary literature, Studies in Islamic Economics, The Islamic Foundation, U.K. By Dr. Nijatullah Siddique.

۴۔ کتاب الاموال۔ ابوعبیدالقاسم بن سلام: ترجمہ عبدالرحمٰن طاہر سورتی' ادارہ تحقیقات اسلامی' اسلام آباد۔

۵۔ اسلام کا نظام محاصل۔ ترجمہ کتاب الخراج' امام ابو یوسفؒ مترجم ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی' اسلامک پبلیکیشنز' لاہور۔

۶۔ موجودہ اقتصادی بحران اور اسلامی حکمت معیشت۔ شعبہ نشر و اشاعت جماعت اسلامی پاکستان۔

۷۔ اسلام کا اقتصادی نظام۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ ادارہ اسلامیات' لاہور۔

۸۔ مقالات سیرت' ترتیب و مقدمہ محمد میاں صدیقی ادارہ تحقیقات اسلامی' اسلام آباد۔

۹۔ نبی کریم ﷺ کی معاشی تعلیمات' ڈاکٹر ضیاء الدین احمد' ادارہ تحقیقات اسلامی' اسلام آباد۔

***

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حصہ دوم

اسلام کا معاشی نظام
(Economic System of Islam)

باب ۴ اسلام اور دیگر معاشی نظام

۱۔ اسلام کا معاشی نظام

* مفہوم
* مقاصد
* فکری بنیادی

۲۔ سرمایہ دارانہ نظام معیشت (Capitalism)

* عہد حاضر کا سرمایہ داری نظام
* تعریف
* فکری بنیادیں
* خصوصیات
* خامیاں

۳۔ اشتراکی نظام معیشت (Socialism)

* مفہوم
* فکری بنیادیں
* خصوصیات
* خامیاں

۴۔ اسلامی نظام معیشت اور دیگر معاشی نظاموں کا موازنہ

۱۔ اسلام اور سرمایہ داری

۲۔ اسلام اور اشتراکی نظام معیشت

۵۔ اشتراکیت اور سرمایہ داری ۔ ایک ہی سکہ کے دو رخ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۴

اسلام اور دیگر معاشی نظام

(Islam and Other Economic Systems)

نظام کا مفہوم: لغوی اعتبار سے نظام کسی وجود کے مختلف اجزا کے ایسے مجموعہ کا نام ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح مربوط ہوں کہ وہ ایک وحدت بن جائے یا یہ حقائق' اصولوں اور ضوابط کا ایسا مجموعہ ہے جسے باضابطہ طریقہ پر اس طرح مرتب کیا گیا ہو کہ اس کے تمام اجزاء میں منطقی ربط پیدا ہو جائے۔

لوازمات: نظام کی اس تعریف کے مطابق ضروری ہے کہ:

(الف) مجموعہ کی مختلف اکائیوں یا حصوں کے درمیان باہمی ربط پایا جائے۔

(ب) مجموعہ کی اکائیوں میں خارجی عوامل یا اثرات کا مقابلہ کرنے یا انہیں اپنے اندر مناسب انداز میں جذب کر لینے کی صلاحیت پائی جائے۔

(ج) ہر حصہ اور اکائی انفرادی طور پر اور مجموعہ کلی طور پر ایک ہی مقصد کے لئے متحرک ہوں۔

مادی دنیا میں نظام شمسی اور نظام جسمانی وغیرہ اس کی بہترین مثالیں ہیں۔

مادی دنیا کی طرح انسان کی معاشرتی زندگی میں بھی نظام کا قیام عمل میں آ سکتا ہے۔ انسان کی معاشرتی زندگی مختلف شعبوں سے مل کر تشکیل پاتی ہے۔ سیاست' معاشرت' معیشت' اخلاق' تہذیب' ثقافت وغیرہ اس کے اہم اجزاء ہیں۔ اگر فکر و عمل کا کوئی ضابطہ ان اجزاء کو ایک وحدت میں پرو دے اور ان کی روح کو ایک رنگ میں رنگ دے تو اس سے زندگی کا مخصوص نظام وجود میں آ جائے گا۔

اسلام اسی نوعیت کا ایک ضابطہ حیات ہے۔ یہ محض چند عقائد و عبادات یا رسومات مرگ و ولادت کا مجموعہ نہیں۔ یہ انسان کی معاشرتی زندگی کا ایک نظام ہے جو اس کے انفرادی و اجتماعی معاملات کی ایک خاص انداز میں صورت گری کرتا ہے۔ اس کی فکر کو ایک سمت عطا کرتا اور اس کے قوائے عمل اور اجتماعی اداروں کو ایک نصب العین کے حصول کے لئے متحرک کر دیتا ہے۔ اس نظام کا قلب (Core) توحید' رسالت اور آخرت کے عقائد ہیں۔ جنہیں نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ کی عبادات کے ذریعہ ہمہ وقت افراد کے ذہنوں میں تازہ رکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ ان اساسی عقائد سے چند اقدار (Values) اخذ کی گئی ہیں جو افراد کے روزمرہ معاملات کو منضبط کرتی اور انہیں ایک مخصوص سمت عطا کرتی ہیں۔ ان میں مندرجہ ذیل اقدار خاص طور پر بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔

تقویٰ' اخوت' مساوات' عدل' احسان اور تعاون۔ عقائد' عبادات اور اقدار کا یہ ڈھانچہ مل کر اسلامی نظام حیات کے نصب العین ۔۔ دنیوی اور اخروی فلاح ۔۔۔ کے حصول کے لئے روبہ عمل آتا ہے۔ اس سے افراد کے فکر و عمل اور احساسات و جذبات میں مقصدی وحدت پیدا ہو جاتی ہے۔ معاشرہ ایک بنیان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مرصوص یعنی سیسہ پلائی دیوار بن جاتا ہے۔ معاشرتی زندگی کا ہر شعبہ داخلی تضادات سے پاک ہو جاتا ہے اور اس میں موافق خارجی عوامل کو جذب کرنے اور ناموافق عوامل کے مقابلہ کی بدرجہ اتم صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

اسلامی نظام حیات متعدد تحتی نظاموں (Sub Systems) سے مرکب ہے۔ مثلاً سیاسی نظام (Political System)، معاشرتی نظام (Social System)، ثقافتی نظام (Cultural System)، اخلاقی نظام (Ethical System)، معاشی نظام (Economic System) وغیرہ۔ یہ تمام تحتی نظام اپنی اپنی روح اور مقاصد کے اعتبار سے اسلام کے کلی نظام حیات سے پوری طرح ہم آہنگ ہیں۔ ان کے درمیان باہمی طور پر بھی کوئی تضاد نہیں پایا جاتا ہے اور نہ ہی کلی نظام کے ساتھ عدم موافقت پائی جاتی ہے۔

معاشی نظام کا مفہوم: اسلام کے معاشی نظام کے تفصیلی جائزہ سے پہلے یہ ضروری ہے کہ معاشی نظام کے مفہوم کی وضاحت کر دی جائے۔ مختلف مفکرین نے معاشی نظام کی مختلف انداز میں تعریف کی ہے۔

(الف) معاشی نظام پیدائش دولت، تقسیم و تبادلہ دولت اور اشیاء و خدمات کے صرف میں مصروف افراد کے منظم ربط باہمی کا نام ہے۔

(ب) ایسے معاشی اداروں، تنظیمات اور ان کے عمل کے معیار اور ضوابط کا مجموعہ جو باہم وگر مربوط ہوں اور جو معاشرہ کے معاشی مقاصد کے حصول کے لئے ایک ساتھ متحرک ہوں۔

(ج) کسی ملک کے افراد کے ایسے باہمی روابط جن کے ذریعہ ملک کے قدرتی وسائل سے استفادہ کر کے وہ اپنی معاشی احتیاجات پوری کرتے ہیں۔

معاشی نظام کے لوازمات:

(الف) ایک متعین مقصد جس کے حصول کے لئے تمام معاشی اکائیاں یا ادارے سرگرم عمل ہوں۔

(ب) تمام معاشی اداروں یا تنظیمات کے مابین باہمی ربط کا پایا جانا تاکہ وہ ایک دوسرے کی فعالیت (Functioning) سے متاثر ہوں۔

(ج) تمام معاشی اداراتی اکائیوں کے طرز عمل میں مقصد کے حصول کے حوالہ سے یکسانیت کا پایا جانا۔

معاشی نظام کے مقاصد: ہر معاشی نظام چند معاشی مقاصد کے حصول کے لئے تشکیل پاتا ہے۔ مادی نظریہ حیات سے ماخوذ معاشی نظاموں کی توجہ کا محور زیادہ سے زیادہ افراد کی زیادہ سے زیادہ مادی بہبود (Material Welfare) ہوتی ہے لیکن اسلامی نظام معیشت اس مقصد کے افق کو بہت وسعت دے دیتا ہے۔ وہ اسے مادی بہبود کے محدود دائرہ سے نکال کر افراد معاشرہ کی زیادہ سے زیادہ حقیقی فلاح (Maximum Real Welfare) تک پھیلا دیتا ہے۔ یہ حقیقی فلاح دنیوی اور اخروی فلاح کا مجموعہ ہوتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مقصد کا یہ اختلاف اسلامی نظام معیشت کو دوسرے معاشی نظاموں مثلاً سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکی نظام سے ممتاز کر دیتا ہے۔

معاشی نظام کے وظائف: کسی بھی معاشی نظام کے وظائف و فرائض کا تعین درج ذیل فیصلوں کے تحت ہوتا ہے:

(الف) کون سی اشیاء و خدمات پیدا کی جائیں اور کس مقدار میں پیدا کی جائیں؟

(ب) اشیاء و خدمات پیدا کرنے کے لئے کون سے طریقے اختیار کئے جائیں؟

(ج) ان فیصلوں کے مطابق صرف و پیدائش اور تبادلہ و تقسیم دولت کے شعبوں میں خاص انداز کی سرگرمیاں اور ان کے نتائج ظہور میں آتے ہیں اور نجی اور سرکاری شعبہ کی حدود کا تعین ہوتا ہے۔ لیکن بحیثیت مجموعی ان سب فرائض اور سرگرمیوں کو معاشی نظام کے بالاتر مقاصد ہی منضبط کرتے ہیں۔

۱۔ اسلام کا معاشی نظام

(Economic System of Islam)

مفہوم: ''اسلامی نظام معیشت سے مراد کسی منظم معاشرہ میں رہنے والے افراد کی معاشی احتیاجات کی تسکین کا وہ طریق کار ہے جو قرآن و سنت کی ہدایات کے تابع ہو۔ ان ہدایات کے مطابق اس بات کا تعین کیا جاتا ہے کہ صرف دولت، پیدائش دولت اور تقسیم و تبادلہ دولت کا انداز کیا ہو۔'' اس نظام میں افراد معاشرہ کی معاشی سرگرمیاں چند اقدار (Values) سے منضبط ہوتی ہیں جن میں تقویٰ، عدل، احسان، تعاون، اخوت اور مساوات خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔ ان اقدار کا منبع و ماخذ قرآن پاک اور سنت رسول ﷺ ہے۔ یہ دائمی اور نا قابل تغیر ہیں۔ صارف، آجر اور تاجر سب کے لئے ان اقدار کی پابندی لازم ہے۔ عملی زندگی میں ان اقدار کے اطلاق و نفاذ کے لئے اگرچہ ایک سطح پر ریاست بھی اپنے اختیارات کو بروئے کار لا سکتی ہے تاہم روزمرہ معاملات میں ان کی کارفرمائی کے لئے اسلام نے اپنے تعلیمی و تربیتی نظام اور معاشرہ کی عام نیک فضا کے قیام کو ہی اس کا ذریعہ بنایا ہے۔

معاشی نظام کے اہم ادارے: اسلام کا معاشی نظام جن اداروں، تنظیمات اور ضوابط سے تشکیل پاتا ہے ان میں نجی ملکیت کا ادارہ، نظام زکوٰۃ و عشر، خمس و خراج، قانون وراثت، انفاق و صدقات، شراکت و مضاربت، تجارتی لین دین کے ضابطے، سود اور قمار کی حرمت اور ریاست کی کفالت عامہ کی ذمہ داری وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان تمام اداروں میں معنوی اعتبار سے ربط پایا جاتا ہے۔ سب باہم مل کر ہی معاشی مقاصد کے حصول میں مددگار ہو سکتے ہیں۔ کسی ایک کو اس مجموعہ سے نکال کر روبہ عمل لانے سے اس کے جوہری اثرات معدوم ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر سرمایہ دارانہ نظام معیشت کی موجودگی میں سود کی ممانعت پر مبنی تجارت اور بنکاری کے اداروں سے متوقع نتائج ہرگز برآمد نہیں ہو سکیں گے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مقاصد: اسلام نظام معیشت کے پیش نظر مندرجہ ذیل مقاصد ہوتے ہیں:

(۱) حصول فلاح: اسلام کے معاشی نظام کا اعلیٰ ترین مقصد اللہ کریم کے تخلیق کردہ وسائل کائنات سے استفادہ کرتے ہوئے معاشی احتیاجات کی تسکین کا ایسا انداز اختیار کرنا ہے جس سے زیادہ سے زیادہ انسانوں کو زیادہ سے زیادہ دنیوی و اخروی فلاح حاصل ہو۔ بالفاظ دیگر اسلامی نظام معیشت نہ تو صرف دنیوی فلاح کو اپنا مقصود قرار دیتا ہے اور نہ محض اخروی فوز وفلاح اس کا نصب العین ہے۔ اس کا ہدف حقیقی فلاح کا حصول ہے جو مجموعہ ہے دنیوی اور اخروی فلاح کا۔ اسے رضائے الٰہی (Pleasure of God) کا نام بھی دیا جاسکتا ہے۔

(۲) معاشی ترقی: اسلامی نظام معیشت کا ایک اہم مقصد تیز رفتار معاشی ترقی کا حصول ہے۔ قرآن پاک اور ارشادات رسول ﷺ میں وسائل کائنات سے بھرپور استفادہ کرنے یعنی تسخیر کائنات پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں خداداد قوائے علم وعمل ۔۔۔ سمع و بصر اور فواد (کان، آنکھ اور دل) ۔۔۔ کو بروئے کار لانے کی تلقین کی گئی ہے اور انہیں بے کار چھوڑ دینے یا غلط راہوں پر لگا دینے کو قابل مواخذہ جرم قرار دیا گیا ہے۔

زندگی کے آخری سانس تک معاشی جدوجہد پر کمربستہ رہنے کی اہمیت حضور ﷺ کے اس ارشاد سے بہت عمدہ طریقہ سے واضح ہوتی ہے:

"اگر قیامت قائم ہوجائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں پودا ہو تو وہ اس وقت تک کھڑا نہ ہو جب تک کہ اس پودے کو بو نہ دے بشرطیکہ یہ بات اس کے اختیار میں ہو۔"

گویا خاتمہ کائنات کا اعلان بن کر بھی پیدا آوری کام سے ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔ اگر کسی معاشرہ کے تمام انسان ۔۔ مرد اور عورتیں ۔۔ وسائل کائنات سے استفادہ کرنے کے اس عمل میں اس جذبہ سے سرشار ہو کر جت جائیں اور اپنی تمام تر ذہنی و جسمانی صلاحیتیں اور توانائیاں سمندروں، پہاڑوں، زمینوں اور ہواؤں جیسے قدرتی خزانوں کو کھنگالنے میں کھپا دیں تو یقیناً روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کی ضروریات پوری کرنے کا وافر سامان وجود میں آسکتا ہے۔

تاہم تسخیر کائنات کے اس عمل اور حقیقی فلاح کے حصول میں توازن پیدا کرنے کے لئے انسان کو متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ معاشی جدوجہد کے دوران اللہ کی یاد یعنی اس کے احکامات وہدایات سے ہرگز غافل نہ رہے۔ بصورت دیگر کثرت وسائل کے باوجود انسانی معاشرہ قلت وکمیابی اور معاشی پریشانیوں کا شکار رہے گا۔

ترجمہ: اور جس نے میری یاد سے منہ موڑا تو یقیناً وہ تنگی معاش (کے مسائل ومصائب) سے دوچار ہوگا۔ (طٰہٰ: ۱۲۵)

(۳) فقر وفاقہ سے نجات: اللہ رب العزت کو ویرانوں کی آبادی اور بستیوں کی شادابی پسند ہے۔ وہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنے عیال کو خوش حال دیکھنا چاہتا ہے۔ اس لئے اس نے اپنے کلام پاک میں انسانوں کو وہ اصول بتائے جو ارض و سما کے رزق کے خزانوں کو ان کی طرف بہا دیں۔

ترجمہ: ''اگر بستیوں کے رہنے والے ایمان اور تقویٰ کی روش کو اپنالیں تو ہم ان پر آسمان و زمین کی برکتوں یعنی رزق کے دہانے کھول دیں۔'' (الاعراف:۹۶)

ہمارے حضور ﷺ کسی مسلمان کو مفلوک الحال دیکھتے تو آزردہ خاطر ہو جاتے اور خوشحال مسلمان کو دیکھ کر آپ ﷺ کے چہرہ انور پر رونق آ جاتی۔ اسلام کے معاشی نظام میں غربت و افلاس کے خاتمہ کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ دیگر معاشی نظاموں میں غربت کو محض ایک انسانی مسئلہ قرار دیا گیا ہے لیکن اسلامی نظام معیشت میں انسانی مسئلہ کے ساتھ ساتھ اسے ایک نظریاتی مسئلہ بھی سمجھا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کاد الفقر ان یکون کفرا (ترجمہ) ''قریب ہے کہ غربت کفر بن جائے'' اس اعتبار سے افراد معاشرہ کو فقر و فاقہ سے نجات دلانا صرف معاشی استحکام کے لئے ہی ضروری نہیں بلکہ مملکت کی نظریاتی سرحدوں کے تحفظ اور سلامتی ایمان کے لئے بھی اس کا استحصال لازم ہے۔

(۴) منصفانہ تقسیم دولت: دولت کی منصفانہ تقسیم کے بغیر معاشرہ کی حقیقی خوش حالی محض ایک سراب بن کر رہ جاتی ہے۔ قومی دولت کے چند ہاتھوں میں مرتکز ہو جانے اور اکثریت کے وسائل زیست سے محروم ہو جانے کو کسی ملک کی معاشی خوشحالی کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ معاشرہ معاشی خوشحالی سے اسی وقت ہمکنار ہو سکتا ہے جب تمام افراد کو معقول انسانی معیار پر ضروریات زندگی میسر آ رہی ہوں۔ اسلامی نظام معیشت کا ایک اہم مقصد تقسیم دولت کے نظام کو عادلانہ بنانا ہے تاکہ ایک طرف ظلم اور استحصال کی ہر شکل کو ختم کر کے جملہ عاملین پیدائش کو ان کے کام اور کارکردگی کے مطابق معاوضوں کی ضمانت دی جائے اور دوسری طرف حصول معاش کی جدوجہد میں پیچھے رہ جانے والوں کی احتیاجات کو پورا کرنے کا موثر اہتمام کیا جائے۔

دیگر معاشی نظاموں میں بھی منصفانہ تقسیم دولت کے سلسلہ میں اقدامات کئے جاتے ہیں لیکن اسلامی نظام معیشت میں اس مقصد کے لئے جس انداز میں مستقل نوعیت کے ادارے مثلاً زکوٰۃ و انفاق کا نظام، بیت المال کا قیام، قانون وراثت، نظام اوقاف اور حلال و حرام کے ضوابط تجویز کئے گئے ہیں وہ دوسرے نظاموں میں ناپید ہیں۔

(۵) آزادی کا تحفظ: اسلام کے معاشی نظام کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ معاشی جدوجہد کا ایسا انداز اختیار کیا جائے کہ فرد حریت فکر و عمل سے محروم نہ ہونے پائے۔ اس کی انسانی آزادی برقرار رہے۔ وہ اپنی پسند کے کسی بھی شعبہ میں اپنی خداداد توانائیوں کے جوہر دکھانے میں آزاد ہو۔ حلال ذرائع سے حاصل کردہ وسائل کے استعمال و تصرف پر اسے مکمل اختیار ہو اور اس پر کوئی پابندی بجز اس کے مالک۔۔ خدا۔۔ کی رضا کے نہ ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۶) ضیاع کا سدباب: وسائل کے ضیاع کا سدباب بھی اسلامی نظام معیشت کا ایک اہم مقصد ہے۔ اللہ رب العزت نے وسائل کائنات تمام انسانوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے پیدا کئے ہیں اور ایک اندازے کے مطابق پیدا کئے ہیں۔ یہاں کوئی چیز عبث اور غیر ضروری نہیں۔ ان وسائل کو اس نے اپنی نعمتیں قرار دیا ہے اور انسان کو متنبہ کیا ہے کہ ان نعمتوں کے استعمال کے بارے میں اس سے پرسش ہوگی۔ دیگر معاشی نظاموں میں بھی وسائل کے ضیاع کو روکنے کو اہمیت دی جاتی ہے لیکن وہاں کسی بالاتر ہستی کے سامنے اخروی جوابدہی کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔ اس لئے وہاں ضیاع استثناء نہیں بلکہ معمول بن جاتا ہے۔

اسلامی نظام معیشت کے وظائف: اسلام کے معاشی نظام کو میدان عمل میں جو فیصلے کرنے ہوتے ہیں وہی اس کے وظائف شمار ہوتے ہیں۔ ان فیصلوں کے مطابق یہ طے کیا جاتا ہے کہ ملک میں کیا چیزیں پیدا کی جائیں؟ کن کے لئے پیدا کی جائیں؟ اور انہیں پیدا کرنے کے لئے کیا طریقے اختیار کئے جائیں؟ بالفاظ دیگر معاشی جدوجہد کے ضمن میں صرف دولت' پیدائش دولت اور تقسیم و تبادلہ دولت کا کیا انداز اور اسلوب اختیار کیا جانا چاہئے۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ اسلامی نظام معیشت اس پوری معاشی جدوجہد کو اپنی اخلاقی اقدار کے ذریعہ منضبط کرتا ہے۔ ان اقدار میں تقویٰ' عدل' احسان اور تعاون وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کسی بھی معاشی شعبہ میں کوئی عمل ان اقدار سے بے نیاز ہو کر انجام نہیں دیا جاسکتا۔ ان اقدار کا منبع و ماخذ قرآن پاک اور سنت رسول ﷺ ہے۔ ان اقدار کی مطابقت کے ساتھ ہی انسان احتیاجات کی تسکین اور منافع کے حصول کے لئے سعی کرسکتا ہے۔ دیگر معاشی نظاموں سے اسلام کے معاشی نظام کو ممتاز کرنے والی ایک بات یہ بھی ہے کہ عام معاشی نظاموں کا اخلاقی اقدار کے بارے میں یہ رویہ نہیں ہوتا۔ لیکن اسلامی نظام معیشت میں ان اقدار کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔

اسلامی نظام معیشت کی فکری بنیادیں

اسلام نے انسان کی معاشی ضروریات پوری کرنے کے لئے جو نظام یا لائحہ عمل تجویز کیا ہے وہ نہایت مضبوط فکری بنیادوں پر قائم ہے۔ اس فکری اساس کے ذہن میں موجود رہنے سے اس نظام کے مختلف پہلوؤں کی حکمتیں سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

۱۔ خالق کائنات کی موجودگی: اسلامی نظام معیشت کا بنیادی مفروضہ یہ ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق و مالک ہے۔ جو حی و قیوم' رازق و رب' علیم و خبیر اور قدیر و عزیز ہے۔ تمام مخلوق اس کا کنبہ ہے اور وہ اپنے کنبہ کا ایک ذمہ دار والی و نگران ہے۔

۲۔ انسان نائب خدا ہے: کائنات میں انسان اپنے خالق و مالک خدا کا خلیفہ و نائب ہے۔ اس اعتبار سے اس کا فرض منصبی یہ ہے کہ وہ اپنے دائرہ اختیار میں اپنے مالک کی مرضی کا نفاذ کرے۔

۳۔ وسائل رزق کی بہتات: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ربوبیت کے تقاضوں کے عین مطابق اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کائنات کو رزق کے اتھاہ خزانوں سے معمور کر دیا ہے۔ زمین کی تہوں' آسمان کی وسعتوں اور سمندر کی گہرائیوں میں انسانی ضروریات کو پورا کرنے والے لامحدود وسائل پنہاں پڑے ہیں۔ حضور ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق ''رزق کا دروازہ عرش تک کھلا ہوا ہے''

۴۔ **وسائل رزق انسان کی فیض رسانی کے لئے ہیں:** اللہ رب العزت نے اس کائنات میں جو غیر محدود اسباب معیشت پیدا کئے ہیں وہ محض اس کی عظمت و شوکت کے ہی مظہر نہیں ہیں بلکہ وہ سب انسان کی فیض رسانی اور تسکین احتیاجات کے لئے تخلیق کئے گئے ہیں۔

ترجمہ: آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب اللہ نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔ یہ سب کچھ اس کی طرف سے ہے۔ (الجاثیہ)

کارخانہ کائنات کی کوئی بھی چیز عبث اور بے کار محض نہیں۔ ہر شے اپنے پروردگار کے حکم سے بالواسطہ یا بلاواسطہ انسان کی نفع رسانی میں لگی ہوئی ہے۔ اس لئے کسی انسان یا جماعت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کوئی ایسا اقدام کرے جو وسائل رزق کے بیکار پڑے رہنے یا ان کے ضیاع کا باعث بنے نیز یہ کہ وسائل کائنات بلا امتیاز تمام انسانوں کی منفعت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اس لئے ان سے استفادہ کرنے کا حق تمام افراد کو یکساں طور پر حاصل ہے۔ کسی فرد یا جماعت پر اکتساب رزق کے دروازے بند نہیں کئے جاسکتے اور نہ ہی کسی فرد یا گروہ کو اس بات کی اجازت دی جاسکتی ہے کہ وہ مصنوعی اجارہ داری کے ذریعہ ذرائع معاش پر سانپ بن کر بیٹھ جائے۔

۵۔ **وسائل رزق سے استفادہ منشائے الٰہی کے مطابق ہی ہوسکتا ہے:** انسان کے لیے لازم ہے کہ وہ وسائل کائنات سے ان کے خالق و مالک کی منشاء کے مطابق ہی استفادہ کرے۔ اس سے وسائل رزق میں کشادگی اور فراخی کی راہیں وا ہوتی چلی جاتی ہیں۔

ترجمہ: اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دہانے کھول دیتے۔'' (الاعراف:۹۶)

اس کے برعکس اگر وسائل کائنات میں تصرف منشائے ایزدی کے خلاف یا اس سے بے نیاز ہو کر کیا جائے تو معاشرتی فساد رونما ہوتا ہے اور انسان تنگی حیات کے روح فرما مصائب کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔

ترجمہ: ''جس نے میری نصیحت سے منہ موڑا تو اس کے لئے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی۔'' (طٰہٰ:۱۲۵)

۶۔ **معاشی مسئلہ حیات انسانی کا محض ایک جزو ہے:** اسلامی نظام معیشت کا سارا تانا بانا اس مفروضہ پر استوار کیا گیا ہے کہ انسان کا معاشی مسئلہ اس کی پوری زندگی کا محض ایک جزو ہے۔ اس لئے اسے حل کرتے ہوئے اجتماعی زندگی کے دوسرے پہلوؤں کے مفادات سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ اس اعتبار سے معاشی دائرہ میں کوئی ایسی تدبیر اختیار نہیں کی جاسکتی جو انسانی شرف کے منافی ہو یا جس سے اجتماعی زندگی میں شر اور فساد پیدا ہو۔ یہاں تک کہ وسائل رزق کی افزائش و ترقی کے لئے بھی کوئی ایسی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تکنیکی تدبیر (Technological Device) اختیار نہیں کی جاسکتی جو معاشرتی اقدار کی ہم آہنگی کو تلپٹ کردے یا جو ایک یا چند افراد کے فائدہ کا باعث بن کر دوسرے افراد کے مفادات کو پائمال کردے۔ عدل اجتماعی یا ہم آہنگ معاشرتی ترقی اسلام کے معاشی نظام کی روح رواں ہے۔

۷۔ احساس مسئولیت: معاشی جدوجہد کا سارا عمل اور وسائل رزق سے استفادہ کی ہر کوشش اس احساس کی ساتھ کی جائے کہ ایک روز پروردگار عالم کو حساب دینا ہے اور وہ نیکی و بدی کی میزان میں اعمال کو تول کر اجر یا عذاب دے گا۔

ترجمہ: ''پھر اس روز یعنی روز قیامت تم سب سے پروردگار کی عطا کردہ نعمتوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔'' (التکاثر:۸)

اسلامی نظام معیشت کے بنیادی خدوخال

اسلام نے متذکرہ بالا فکری بنیادوں پر ایک متوازن اور مربوط معاشی نظام استوار کیا ہے۔ جو ایک طرف افراد معاشرہ کی معاشی احتیاجات کی تسکین کا موثر اہتمام کرتا ہے تو دوسری طرف انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں کامل ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ ذیل میں اسلامی نظام معیشت کے اہم بنیادی خدوخال بیان کئے گئے ہیں:

۱۔ وسائل کائنات سے بیش از بیش فائدہ اٹھانے کی ترغیب: اسلامی نظام معیشت کا اہم ترین بنیادی اصول یہ ہے کہ کائنات کی وسعتوں میں پھیلے ہوئے ان گنت وسائل سے بھرپور استفادہ کیا جائے اور اس مقصد کے لئے انسان فکر و عمل کی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔ اسلام انسان کی ان صلاحیتوں کے بیکار پڑے رہنے کو قابل مواخذہ جرم قرار دیتا ہے۔ ترک دنیا یعنی رہبانیت کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا (بنی اسرائیل:۳۶)

ترجمہ: یقیناً کان آنکھ اور دل (یعنی جملہ قوائے فکر و عمل) سب ہی کی بازپرس ہونی ہے۔

یہ فکر و احساس انسان کو تحقیق و جستجو اور وسائل کی ترقی و افزائش پر ہمہ وقت مستعد رکھتا ہے۔ وہ کام کے نت نئے طریقے معلوم کرنے میں سرگرم اور سرگرداں رہتا ہے۔ یہ نقطہ نظر تکنیکی علوم و فنون کے فروغ اور ایجادات کے معرض ظہور میں آنے کا باعث بنتا ہے۔ وسائل کا ضیاع انسان کے نزدیک ناقابل تصور بن جاتا ہے اور یوں انسانی توانائیوں کے بھرپور استعمال سے قومی پیداوار میں بیش از بیش اضافہ عمل میں آتا ہے۔

۲۔ حصول رزق کے لئے حلال ذرائع کا استعمال: اسلام نے انسان کو حصول رزق کے لئے مقدور بھر جدوجہد کرنے پر ابھارا ہے۔ طفیلی پن اور گداگری جیسے مذموم رجحانات کی بیخ کنی کی ہے۔ تاہم حصول معاش کی جدوجہد کے لئے یہ لازم قرار دیا ہے کہ وہ رزق حلال ہی کے لئے ہو۔ ہاتھ کی محنت ہو یا دماغی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

محنت' تجارت ہو یا صنعت وحرفت' کھیتی باڑی ہو یا ماہی گیری وکان کنی' تعمیرات کا کام ہو یا ملازمت ہو' ہر کہیں حلال ذرائع سے ہی روزی کمائی جاسکتی ہے۔ حرام کمائی کی قطعی ممانعت کردی گئی ہے اور حرام ذرائع کی پوری وضاحت کردی گئی ہے۔ چوری' رشوت' جوا' سود' عصمت فروشی' نشہ آور اشیاء کی پیدائش اور خرید وفروخت' مصوری' بت تراشی' آلات موسیقی اور ذخیرہ اندوزی (احتکار) روزی کمانے کی یہ سب راہیں بند کردی گئی ہیں کہ ان سے ایک یا چند افراد تو دولت سے ہاتھ رنگ لیتے ہیں لیکن معاشرہ کے اجتماعی وجود میں فساد کا زہر سرایت کر جاتا ہے۔

یاایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا ولا تتبعوا خطوت الشیطن انه لکم عدو مبین (البقرہ:۱۶۸)

ترجمہ: لوگو! زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں انہیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر نہ چلو۔ وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔

۳۔ صرف دولت کی ترغیب مگر حدود کے اندر: حلال ذرائع سے کمائی ہوئی دولت پر اسلام انسان کے حق تصرف کو تسلیم کرتا ہے اور اسے اس بات کی اجازت دیتا بلکہ حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ وہ اسے اپنی حقیقی ضروریات پوری کرنے پر صرف کرے یا معاشرے کے دیگر افراد کو امداد یا عطیہ کے طور پر دے دے۔ لیکن صرف دولت کے باب میں بھی اسلام معاشرہ کے اجتماعی مفاد کے تحفظ کے پیش نظر ضروری پابندیاں عائد کردیتا ہے۔ گویا حلال روزی پر بھی انسان کے مطلق حق تصرف کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ فرد کی ذات اور اخلاق وکردار کو تباہ کرنے والی اشیاء مثلاً شراب اور دیگر منشیات پر دولت صرف کرنے کی ممانعت کردی گئی ہے۔ نام ونمود کے کاموں اور عیش وعشرت کے ساز وسامان' نیز اسراف وتبذیر کی ہر شکل پر صرف زر (خرچ کرنے) کو سختی کے ساتھ روکا گیا ہے۔

کلوا واشربوا ولا تسرفوا انه لایحب المسرفین (الاعراف:۳۱)

ترجمہ: کھاؤ پیو مگر حد سے نہ گزرو۔ اللہ حد سے گزر جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ولا تبذر تبذیرا O ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین (بنی اسرائیل:۲۶۔۲۷)

ترجمہ: بے جا خرچ نہ کرو۔ بے شک بے جا خرچ کرنے والے لوگ شیطانوں کے بھائی ہیں۔

اس طرح اسلامی نظام معیشت میں صرف دولت کو چند حدود سے مقید کر کے اس کے فوائد کو یقینی بنادیا گیا ہے اور اس کے مفاسد سے معاشرہ کو محفوظ کردیا گیا ہے۔

۴۔ مال و دولت جمع کرنے کی ممانعت: اسلامی نظام معیشت میں حلال ذرائع سے حاصل کردہ دولت کو جائز مدات پر میانہ روی کے ساتھ صرف کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ دولت کے اکتناز (جمع کرنے) اور اسے سینت سینت کر رکھنے کے رجحانات کی پرزور انداز میں مذمت کی گئی ہے اور اسے اللہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

والذین یکنزون الذھب والفضة ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم (توبہ:۳۴)

ترجمہ: اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خبر دے دو۔

ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتھم اللہ من فضلہ ھو خیرا لھم بل ھو شرلھم سیطوقون مابخلوا بہ یوم القیمة (آل عمران:۱۸۰)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے دیئے ہوئے فضل کے معاملہ میں بخل سے کام لیتے ہیں۔ وہ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ یہ ان کے لئے اچھا ہے۔ بلکہ یہ ان کے لئے بہت برا ہے۔ جس مال میں انہوں نے بخل کیا ہے اس کا طوق قیامت کے روز ان کے گلے میں ڈالا جائے گا۔

بخل اور اکتناز مال جہاں بخیل کے لئے اللہ کی رحمت اور خیر و برکت کی بہت سی راہیں بند کر دیتا ہے وہاں یہ معاشرہ کے لئے بھی وبال بن جاتا ہے۔ اس سے دولت کا بہاؤ رک جاتا ہے۔ جس سے پیدا شدہ اشیاء پوری طرح فروخت نہیں ہو پاتیں۔ آجر سرمایہ کاری سے ہاتھ روک لیتے ہیں۔ مشینوں اور دیگر آلات پیدائش سے ان کی پوری استعداد کے مطابق فائدہ اٹھانا ممکن نہیں رہتا۔ اور عمومی طور پر تمام عاملین پیدائش کی طلب سکڑ جاتی ہے۔ یہ صورت حال معیشت میں بیروزگاری اور بحران پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے جس سے بالآخر بخیل بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

۵۔ گردش دولت کے فروغ کا اہتمام: اسلامی نظام معیشت کا ایک اہم وصف یہ ہے کہ اس میں اس بات کا بڑا موثر اہتمام کیا گیا ہے کہ دولت چند طبقات میں محصور و مرکوز ہو کر نہ رہ جائے بلکہ یہ معاشرہ کے زیادہ سے زیادہ افراد کے درمیان گردش کرتی رہے۔ جس طرح انسانی خون کے رگوں میں رواں دواں رہنے سے جسم صحت مند رہتا ہے اسی طرح معیشت میں دولت کی گردش کا دائرہ جس قدر وسیع ہوگا اسی قدر معیشت صحت مند اور مستحکم ہوگی۔

قرآن پاک میں اقتصادی حکمت عملی کے اس بنیادی اصول کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

کی لایکون دولة بین الاغنیاء منکم (الحشر:۷)

ترجمہ: ایسا نہ ہو کہ دولت تمہارے مالداروں کے درمیان ہی گردش کرتی رہے۔

اس مقصد کے حصول کے لئے رزق حلال کو جائز ضروریات پر صرف کرنے کی تلقین ہی نہیں بلکہ اس حد تک حوصلہ افزائی کی ہے کہ اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات پر صرف کرنا بھی اجر و ثواب قرار دے دیا ہے۔ اس کے علاوہ اعزہ و اقربا اور عام اہل حاجت کی امداد پر لوگوں کو ابھارا گیا ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور اسے قرب الٰہی اور رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ بنادیا ہے۔

قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتمیٰ والمسٰکین وابن السبیل وما تفعلوا من خیر فان اللہ بہ علیم (البقرہ۔ ۱۷۷)

ترجمہ: (اے نبی ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ جو کچھ مال تمہیں صرف کرنا ہو وہ اپنے والدین پر، رشتے داروں پر، یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرو اور بھلائی کا جو کام تم کرو گے اللہ اس سے باخبر ہوگا۔

اس طرح جہاد فی سبیل اللہ یعنی اسلام کے دفاع، غلبہ دین اور فروغ و اشاعت اسلام کی جدوجہد کے لئے انفاق کی پرزور انداز میں تلقین کی گئی ہے۔ اس نوع کے صرف دولت سے بھی معاشی سرگرمیوں کو فروغ حاصل ہوتا ہے اور دولت کی گردش کا عمل مسلسل رواں دواں رہتا ہے۔

گردش دولت کو بڑھانے والے ان رضاکارانہ اعمال کے پہلو بہ پہلو چند موثر قانونی اقدامات بھی کئے گئے ہیں تاکہ اولذکر صورت میں اگر کوئی خلاء رہ جائے تو اسے حکومتی اقدامات سے پورا کیا جاسکے۔ اس سلسلہ میں ایک تو صدقات واجبہ مقرر کئے ہیں جو مختلف مواقع پر ہر صاحب حیثیت مسلمان کو ادا کرنا ہوتے ہیں۔ مثلاً صدقہ فطر، نذریں اور کفارے وغیرہ۔ لیکن اس سلسلہ میں موثر ترین اقدام فرضیت زکوٰۃ ہے۔ یہ زکوٰۃ ہر صاحب نصاب مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ زکوٰۃ کے ذریعے ہر سال قانونی طور پر اصحاب ثروت سے ان کی دولت کا ایک معقول حصہ لے کر معاشرہ کے غرباء و مساکین کی طرف منتقل کیا جاتا ہے۔ اس سے مستقل اہل حاجت کی قوت خرید پیدا ہوتی ہے جو پیدا شدہ اشیاء کے فوری نکاس کا باعث بنتی ہے۔ اس طرح معیشت میں غیر فروخت شدہ اشیاء کے انبار نہیں لگنے پاتے۔ گرم بازاری کا ماحول قائم رہتا ہے۔ ضارب (Multiplier) اور اسراع (Acceleration) کے اصولوں کے مطابق سرمایہ کاری اور نئی آمدنیوں کی تخلیق کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے اور یوں معیشت صحت مند خطوط پر فروغ پذیر رہتی ہے۔

زکوٰۃ و صدقات کے نظام سے بھی دولت کے ارتکاز کے امکانات بہت محدود ہو جاتے ہیں۔ تاہم جس نظام معیشت میں ذاتی ملکیت کو روا رکھا گیا ہو وہاں کسب حلال پر حدود و قیود کے باوجود نجی املاک معرض وجود میں آجاتی ہیں، اور یوں دولت کے انجماد کی ایک شکل پیدا ہو جاتی ہے۔ دولت کے اس جمود کو توڑنے اور اسے وسیع تر حلقہ میں پھیلا دینے کے لئے اسلام نے تقسیم وراثت کا قانون مقرر کیا ہے۔ اس قانون کے تحت فوت ہونے والے ہر شخص کی جائیداد اس کے اہل و عیال اور قریبی اعزہ میں تقسیم ہو جاتی ہے۔

دولت کو روبہ گردش لانے والے ان قانونی اقدامات کے باوجود بھی اسلامی حکومت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اہل حاجت کی ضروریات پوری کرنے کے لئے اصحاب ثروت سے محصولات وغیرہ کی شکل میں وصولیاں کرے۔ کیونکہ زکوٰۃ و صدقات کی ادائیگی کے باوجود بھی دولت مندوں کے مال میں افراد معاشرہ کا حق باقی رہتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان فی المال حقا سوی الزکوۃ (ترمذی)

ترجمہ: بیشک (دولت مندوں کے) مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔

معاشرہ میں دولت کی گردش کو بڑھانے والے متذکرہ بالا اقدامات کے ساتھ ساتھ ان تمام سرگرمیوں کی ممانعت کردی گئی ہے جو اس راہ میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہیں۔ اس سلسلہ میں سود کی حرمت خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ طبعی بخل کے بعد جو چیز سب سے بڑھ کر انسان کو اکتناز دولت پر ابھارتی ہے وہ سود کے حصول کی تمنا ہے۔ موجودہ زمانہ کے سرمایہ دارانہ نظام میں تو سود ہی ذخیرہ زر کا سب سے بڑا محرک بن چکا ہے اور اس زراندوزی کا ہی نتیجہ ہے کہ اس معیشت میں وقتاً فوقتاً اقتصادی بحران پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اسلام نے سود کی قطعی ممانعت کردی ہے۔ اس کی سخت ترین الفاظ میں مذمت ہی نہیں کی بلکہ اسے فوجداری جرم قرار دے دیا ہے اور سودی لین دین کرنے والوں کو اللہ اور رسول کی طرف سے جنگ کا الٹی میٹم دے دیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

اتقوا اللہ و ذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مومنین O فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ (البقرہ: ۲۷۸۔۲۷۹)

ترجمہ: اللہ سے ڈرو اور جو سود تمہارا لوگوں پر باقی ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان قبول کرو۔

اس کے علاوہ بھی اسلامی حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ گردش دولت کی راہ میں حائل ہونے والے تمام ذرائع کا سدباب کرنے کے لئے مناسب قانونی، زری اور مالیاتی نوعیت کے اقدامات کرے۔

۶۔ معاشی آزادی: اسلامی نظام معیشت میں تمام افراد معاشرہ کے لئے کسب معاش کے مواقع یکساں طور پر کھلے ہیں۔ اجارہ داریوں اور خصوصی معاشی امتیازات کا یہاں کوئی جواز نہیں۔ تاہم ضروری ہے کہ افراد اپنی معاشی آزادی کو اللہ تعالیٰ یعنی شریعت اسلامی کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر استعمال کریں اور حلال ذرائع سے حاصل شدہ آمدنی کو جلال مدات پر ہی صرف کریں۔

۷۔ نجی ملکیت کا حق: جائز ذرائع سے حاصل کردہ دولت پر اسلام افراد کے حق ملکیت کو تسلیم کرتا ہے خواہ وہ اسے اپنی نجی ضروریات پوری کرنے کے لئے تصرف میں لائیں یا مزید دولت پیدا کرنے کے لئے استعمال کریں۔ تاہم ہر دو صورتوں میں شریعت کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر ہی افراد اپنی نجی ملکیت سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

نجی ملکیت کی اجازت دینے کے باوجود ذرائع پیدائش کی اجتماعی ملکیت کی قطعی طور پر نفی نہیں کی گئی۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام نے خلافت انسانی اور آخرت کی جوابدہی کا جو نظریہ پیش کیا ہے اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے نجی ملکیت کے حق کا اثبات ہی زیادہ موافقت رکھتا ہے۔ تاہم عامۃ الناس کی مصلحت اور ملکی مفاد کے پیش نظر اسلامی حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ضرورت کے مطابق بعض ذرائع پیداوار کو مناسب انداز سے قومی ملکیت میں لے لے۔

۸۔ **منصفانہ تقسیم دولت:** اسلامی نظام معیشت میں دولت کی منصفانہ تقسیم پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ ایک طرف حصول دولت اور صرف دولت کو حلال ذرائع سے مقید کیا گیا ہے تو دوسری طرف جمع شدہ دولت کو اخلاقی تعلیمات اور قانونی اقدامات مثلاً زکوٰۃ اور قانون وراثت وغیرہ کے ذریعہ اصحاب ثروت سے محروم وسائل افراد تک پہنچانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس طرح تقسیم و تبادلہ دولت کا اعتدال پر مبنی ایک منصفانہ خودکار نظام وجود میں آ گیا ہے۔ نیز عاملین پیدائش کے لئے منصفانہ معاوضوں کے حصول کو ممکن اور آسان بنانے کے لئے ضروری اقدامات کئے گئے ہیں اور استحصال کی ہر شکل کا سدباب کیا گیا ہے۔

۹۔ **اخلاقی اقدار اور ریاست کا کردار:** افراط و تفریط سے مبرا عادلانہ اسلامی نظام معیشت کو بروئے عمل لانے کے لئے افراد معاشرہ کی اخلاقی تعلیم و تربیت کا ایک جامع منصوبہ بنایا گیا ہے جو عقائد و عبادات کے ایک مضبوط و مربوط نظام سے منسلک ہے۔ یہ اخلاقی اقدار معاشی عوامل کے کردار کو موثر انداز میں منضبط کر کے معیشت کو داخلی فساد اور خلل سے محفوظ کر دیتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نظام میں معاشی خوشحالی کے اقدامات کو فروغ دینے کے لئے ریاستی اقتدار کو بھی موثر طور پر روبہ عمل لایا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں حکومت کو اس بات کا ذمہ دار بنایا گیا ہے کہ وہ عوام کو فقر و فاقہ سے نجات دلائے اور ان کی معاشی احتیاجات کی تکمیل کے لئے موثر اقدامات کرے۔

۱۰۔ **لچکداری:** اسلامی نظام معیشت میں نئے افکار، اداروں اور تنظیمات کو جذب کرنے کی مکمل صلاحیت پائی جاتی ہے۔ یہاں صرف و پیدائش اور تقسیم و تبادلہ کی میدان میں انسانی تجربات سے استفادہ کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ مشترکہ سرمایہ کی کمپنیوں، معاشی منصوبہ بندی، سماجی بہبود اور بیمہ و بنکاری کے اداروں، زر اور اعتبار کے جدید آلات، تکنیکی ترقی کے ساز و سامان اور تجارت خارجہ کی تنظیمات وغیرہ کو اپنانے کی یہ نظام اپنے اندر پوری گنجائش رکھتا ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ یہ چیزیں اسلامی نظام حیات کی اخلاقی اقدار اور ضوابط سے متصادم نہ ہوں۔

۱۱۔ **قیمتوں کی منضبط میکانیت:** اسلامی نظام معیشت اپنی روح کے اعتبار سے آزاد معیشت کا نظام (System of free Enterprize) ہے۔ اس میں معاشی متغیرات (Economic Variables) طلب و رسد کی قوتوں کے تابع ہوتے ہیں۔ قیمتوں کی میکانیت ہی معاشی سرگرمیوں کا رخ متعین کرتی ہے لیکن سرمایہ دارانہ نظام معیشت کے برعکس یہاں قیمتوں کی میکانیت کا نظام مطلق طور پر آزاد و بے قید نہیں ہے بلکہ اس نظام کو اخلاقی اقدار کے ذریعہ منضبط کیا گیا ہے۔ اخلاقی اقدار اس نظام میں اندرونی خودکار مستحکم کنندہ (Built-in Stablizer) کا کردار ادا کرتی ہیں اور صرف و پیدائش اور تقسیم و تبادلہ دولت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے میدان میں انسانی رویوں کو بے قابو ہو کر نظام معیشت کو متزلزل و مختل کرنے سے روکتی ہیں۔ اس سلسلہ میں اسلامی ریاست بھی اہم اصلاحی کردار ادا کرتی ہے۔

۱۲۔ ریاست کا مثبت کردار: اسلامی کا معاشی نظام اگرچہ بنیادی طور پر آزاد معیشت کا نظام ہے تاہم اس کے مقاصد کے حصول کے لئے ریاست بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ایک طرف ریاست اپنے انتظامی اور قانونی اقدامات کے ذریعہ اس بات کا اہتمام کرتی ہے کہ معاشی میدان میں ظلم و استحصال کی ہر شکل کا خاتمہ ہو اور لوگوں کو معاشی ضروریات پوری کرنے کی جملہ سہولتیں حاصل ہوں تو دوسری طرف وہ معاشی نظام میں پیدا ہونے والی ناہمواریوں کے سدباب' آمدنیوں کے عدم تفاوت' بے روزگاری کے خاتمہ اور کامل روزگار اور قیمتوں کی مناسب سطح کے حصول کے لئے بھی کوشاں ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ریاست قیمتوں کی میکانیت کے آزادانہ نظام کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے ناموافق اثرات کے ازالہ کے لئے بھی ضروری زری اور مالیاتی پالیسیاں وضع کرتی ہے۔ اسلامی نظام معیشت کے تحت ریاست معاشی زندگی کے ہر شعبہ میں انضباطی' ہدایاتی اور رہنمایانہ کردار ادا کرتی ہے تاکہ معاشی انصاف کا قیام عمل میں آسکے۔

۲۔ سرمایہ دارانہ نظام معیشت (Capitalism)

سرمایہ داری محض ایک معاشی نظام نہیں بلکہ ایک مخصوص انداز فکر اور طرز عمل کا نام ہے جو بنیادی طور پر اس تخیل سے جنم لیتا ہے کہ صاحب سرمایہ اپنے سرمایہ کو اپنی ذاتی قابلیت و مہارت اور علم و تدبر کا نتیجہ سمجھتا ہے اور اس اعتبار سے خود کو اس کے صرف و استعمال پر اپنے مطلق حق کا مستحق قرار دیتا ہے۔ اور ایک طرح کے احساس برتری میں مبتلا ہو کر اس حقیقت کو فراموش کر لیتا ہے کہ اس کی اس دولت و ثروت کی تخلیق میں معاشرہ کے بہت سے دوسرے عوامل کا تعاون بھی شامل ہے۔ جس کا عادلانہ معاوضہ ادا کرنا اس کی انسانی اور اخلاقی ذمہ داری ہے۔ یوں اس ذہنیت سے کمزور افراد معاشرہ کے معاشی استحصال کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ سرمایہ دار اپنی برتر معاشی حیثیت سے ایک طرف بلا لحاظ جائز و ناجائز مزید دولت پیدا کرنے کی دھن میں لگ جاتا ہے اور دوسری طرف کثرت مال کے نشہ میں بدمست ہو کر بیش قیمت مادی وسائل کو فلاح انسانی کے کام میں لانے کے بجائے عیش و عشرت اور لذت خواہشات کی آگ میں جھونک دیتا ہے۔

یہ سرمایہ دارانہ طرز فکر اور اس سے پیدا ہونے والا معاشی و معاشرتی فساد تاریخ انسانی کے ہر دور میں کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا ہے۔ قرآن پاک نے اس طرز فکر کے نمائندہ کے طور پر قارون کے کردار کو پیش کیا ہے۔ جس نے بنی اسرائیل کا فرد ہونے کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تحریک اصلاح اور معاشی و سیاسی اعتبار سے پسے ہوئے افراد کی بیداری اور اٹھانے (Emancipation) کی کوششوں کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ساتھ دینے کے بجائے اس کی بھرپور مخالفت کی اور اپنے معاشی مفادات کے تحفظ و فروغ کے لئے فرعونی اقتدار کا ساتھ دیا۔ اس نے مال و دولت کے اتنے بڑے خزانے جمع کئے کہ جن کی محض کنجیاں ہی ایک بڑی جماعت سے بمشکل اٹھائی جاتی تھیں۔ جب اس سے کہا گیا کہ کثرت مال کی اس نعمت پر وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور اس میں سے کمزور و نادار افراد معاشرہ کی ضروریات کی تسکین کے لئے بھی کچھ حصہ نکالے تو اس نے یہ کہہ کر ان کا حصہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ مال و اموال اس کے اپنے علم اور حکمت و تدبیر کا ثمرہ ہیں۔ قرآن یہ بھی بتاتا ہی کہ اس کے اس طرز فکر و عمل سے معاشرہ میں شر اور فساد پھیل رہا تھا جس پر اس کے اہل قوم اسے متنبہ کرتے رہے مگر وہ اپنی کثرت مال و اسباب کے زعم میں غرور و تکبر اور نمائش و ریا میں ہی مستغرق رہا۔ یہاں تک کہ اللہ کے عذاب نے اس کو آلیا اور وہ اپنے مال و اسباب سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا۔ (سورہ القصص آیت ۷۶ تا ۸۱)

عہد حاضر کا سرمایہ داری نظام: عہد حاضر میں جس معاشی نظام کو سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) کہا جاتا ہے وہ اسی قارونی ذہنیت کی وسیع تر منظم اجتماعی شکل ہے۔ جس کا آغاز یورپ میں بورژوا طبقہ یعنی سوداگروں، ساہوکاروں اور صناعوں کے ہاتھوں جاگیرداری نظام (Feudal System) کی شکست و ریخت سے ہوا۔ تحریک احیائے علوم (Renaissance) کے ظہور و فروغ سے علوم و فنون کے میدان میں جو ہمہ گیر ترقی وجود میں آئی اور جس کے نتیجہ میں تجارت و انکشافات کی ایک نئی دنیا اہل مغرب کے ہاتھ لگی اس نے ایک طرف انہیں معاشی اعتبار سی پیش قدمی کے گراں قدر وسائل مہیا کر دیئے تو دوسری طرف معاشی ترقی کے عمل کو آگے بڑھانے کے لئے نئے پیداواری وسائل بالخصوص سرمایہ کی ضرورت و اہمیت کو بھی بہت نمایاں کر دیا۔ یوں عملی پیدائش اور اشیاء و خدمات کی اندرونی و بیرونی منڈیوں میں فروخت کے انتظامات کو مربوط اور منظم کرنے کے لئے نئی تنظیمات اور اداروں کا وجود ناگزیر ہو گیا۔ اس سارے عمل کا مرکز و محور چونکہ سرمایہ تھا اس لئے اس نسبت سے اس نظام عمل کو سرمایہ دارانہ نظام کے نام سے موسوم کیا جانے لگا۔ اٹھارہویں صدی عیسوی کے "صنعتی انقلاب" (Industrial Revolution) تک یہ نظام یورپ میں اپنے گہرے اثرات قائم کر چکا تھا اور بیسویں صدی عیسوی کے آغاز تک امریکہ اور مغربی یورپ میں یہ اپنے نقطہ کمال کو پہنچ چکا تھا۔ یورپی اقوام کی نوآبادیاتی توسیع (Colonial Expansion) کے دور میں اس نظام کی حدود میں بے مثال وسعت پیدا ہوئی اور چند اشتراکی ممالک کو چھوڑ کر دنیا کے تمام ممالک پر اس کا اثر و تسلط قائم ہو گیا۔

بیسویں صدی کے تیسرے عشرہ کے عالمی بحران (Great Depression) کے بعد بعض ممالک میں اس نظام کے اندر چند ترامیم کی گئیں۔ معاشی معاملات میں حکومت کے عمل دخل کا دائرہ وسیع کیا گیا اور ایک طرح کی مخلوط معیشت (Mixed Economy) کو رواج دیا گیا جس میں نجی شعبہ کے ساتھ ساتھ بعض معاشی شعبوں کو حکومت کی تحویل اور انتظام و انصرام میں دے دیا گیا۔ روس اور دوسرے ممالک میں رائج اشتراکی نظام کی پیش قدمی کا سدباب کرنے کے لئے مزدوروں کے حقوق کے تحفظ اور لوگوں کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معاشی فلاح و بہبود کے لئے اقدامات کو اہمیت دی جانے لگی۔ لیکن ان تمام اقدامات کے باوجود اس نظام کی بنیادی روح اور نتائج و ثمرات میں ماضی کی نسبت کچھ زیادہ فرق واقع نہیں ہوا۔ دولت کی غیر عادلانہ تقسیم کا روگ ابھی تک اسے لگا ہوا ہے۔ ارتکاز دولت' بے کاری و بے روزگاری' معاشی بحرانوں کا ظہور' امارت کے پہلو بہ پہلو غربت و افلاس کی موجودگی اور ایک عمومی معاشی عدم تحفظ کا خوف آج تک اس نظام کا جزو لاینفک بنا ہوا ہے۔

تعریف: کسی بھی معاشی نظام کی جامع و مانع تعریف ایک مشکل کام ہے۔ تاہم بعض مفکرین نے اپنے اپنے انداز میں اس کی تعریف کی ہے۔ ذیل میں چند تعریفیں درج کی گئی ہیں جن سے سرمایہ دارانہ نظام کی نوعیت واضح ہوتی ہے:

(الف) وہ معاشی نظام جس میں تمام یا بیشتر ذرائع پیداوار مثلاً زمین' کارخانے' سڑکیں وغیرہ اور تقسیم کا انتظام ذاتی ملکیت میں ہوتے ہیں اور انہیں منافع کی خاطر استعمال میں لایا جاتا ہے۔ اس نظام کے ابتدائی مرحلہ میں یہ سارا کام مکمل مقابلہ کے حالات میں طے پاتا تھا جس کے نتیجہ میں ارتکاز دولت کے رجحان کو تقویت ملی لیکن بعد کے دور میں بڑے بڑے کاروباری ادارے (Corporations) وجود میں آ گئے اور سرکاری مداخلت اور کنٹرول میں بھی اضافہ ہوگیا۔[1]

(ب) اس سے مراد وہ معاشی نظام ہے جس میں افراد کو ذاتی ملکیت کے حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ سرمایہ کاری اور پیداوار کے متعلق فیصلے بھی نجی افراد کرتے ہیں اور اشیاء و خدمات کی پیداوار اور ان کی بازار میں فراہمی منافع کی خاطر کی جاتی ہے۔ اس نظام کے تحت اشیاء و خدمات کی قیمتوں کا تعین ان کی طلب اور رسد کے باہمی آزادانہ عمل اور ردعمل سے ہوتا ہے۔[2]

(ج) کارل مارکس (Karl Marx) کے نزدیک سرمایہ دارانہ نظام سے مراد اشیاء و خدمات کی پیداوار کا وہ نظام ہے جس میں بنیادی طور پر پیدا کنندگان کے دو طبقے شامل ہوتے ہیں۔ ایک سرمایہ دار جو ذرائع پیداوار (زمین اور سرمایہ) کے مالک ہوتے ہیں۔ فنی طریق پیدائش' پیداوار اور اشیاء کی فروخت کے متعلق بنیادی نوعیت کے معاشی فیصلے کرتے ہیں اور کاروبار کے منافع کے مالک ہوتے ہیں۔ دوسرے مزدور جن کی کوئی ملکیت نہیں ہوتی لیکن وہ اپنی محنت اجرت کے عوض ان شرائط پر فروخت کرتے ہیں جس کا انحصار تلاش روزگار کے لئے سرگرداں ان کی تعداد اور ان کی خدمات کی طلب پر ہوتا ہے۔[3]

نظام سرمایہ داری کی فکری بنیادیں

(الف) مادہ پرستی (Materialism): نظام سرمایہ داری مادی فلسفہ حیات سے ماخوذ ہے۔ اس نظریہ

---

[1] Webster's New World College Dictionary Page 208.

[2] Merit Students Encyclopedia Vol.4, Page 181.

[3] The Social Science Encyclopedia. 2nd Edition, Page 72

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق حیات و کائنات کی اصل مادہ ہے۔ مادہ سے ماورا یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ اس لئے انسان کی جدوجہد کا مرکز و محور مادی احتیاجات کی تسکین ہی ہونی چاہئے۔

(ب) آزادروی (Libralism): فرد کو ہر شعبہ زندگی میں فکر و عمل کی کامل آزادی حاصل ہے۔ کسی بالاتر ہستی کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ فرد کی آزادی پر کوئی قدغن لگا سکے۔ اس کامل آزادی کی موجودگی میں ہی فرد اپنی بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کرسکتا ہے۔ ریاست کے اقتدار اعلیٰ کا کام بھی فرد کی آزادی کو محدود کرنا نہیں بلکہ اسے محفوظ کرنا ہے۔

(ج) افادیت پسندی (Hedonism): فرد کی جملہ مساعی کا مقصود ذاتی مفاد کا حصول ہے۔ وہ چیز' رویہ اور طرز عمل درست اور حق ہے جو فرد کے کسی فائدہ' یا لذت و مسرت (Pleasure) کا باعث ہو جو اس کے لئے نقصان' دکھ اور الم (Pain) لائے وہ ناحق' باطل اور قابل رد ہے۔ اجتماعی طور پر وہی حکمت عملی مستحسن اور معقول (Rational) ہے جو زیادہ سے زیادہ افراد کے لئے زیادہ سے زیادہ افادہ یا مسرت کو یقینی بنائے۔

ان فکری بنیادوں پر جو نظام زندگی تشکیل پائے گا لازم ہے کہ اس میں افراد معاشرہ کے درمیان وسائل معاش کو حاصل کرنے کے لئے شدید مسابقت ہو۔ آزادی فکر و عمل اس مسابقت کو نہ صرف تیز کردے گی بلکہ اس کا رخ بالادست طبقات کے حق میں بھی کرے گی اور افادیت پسندی ان بالا دست طبقات کی استحصالی جدوجہد کو اخلاقی اعتبار سے سند جواز فراہم کردے گی۔ ان عناصر کی موجودگی میں سرمایہ دارانہ نظام معیشت استحصال (Exploitation) کے زہر سے کبھی پاک نہیں ہوسکتا۔

خصوصیات: سرمایہ دارانہ نظام معیشت درج ذیل خصوصیت کا حامل ہے:

i) نجی ملکیت کا حق (Right of Private Property): اس نظام میں افراد کے نجی ملکیت کے حق کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ قانونی ذرائع سے حاصل کردہ دولت کو افراد اپنی شخصی حاجات کی تسکین اور مزید دولت پیدا کرنے کے لئے بذریعہ سود اور سرمایہ کاری استعمال کرسکتے ہیں۔

ii) ذاتی منافع کا محرک (Profit Motive): اس نظام کے تحت افراد ذاتی منافع کے لئے معاشی جدوجہد کرتے ہیں۔ وہ اپنے سرمایہ اور صلاحیتوں کا رخ ان ہی پیشوں کی طرف موڑتے ہیں جہاں انہیں زیادہ سے زیادہ منافع کی توقع ہوتی ہے۔

(iii) مسابقت (Competition): اس نظام کے تحت مختلف معاشی طبقات میں مسابقت اور باہمی مقابلہ کا پایا جانا بہت ضروری ہے۔ یہ مقابلہ خریدار اور فروخت کار اور آجر اور مزدور کے مابین ہی نہیں بلکہ ان میں سے ہر فریق کے ارکان کے درمیان بھی آزادانہ اور مکمل (Free and Perfect) صورت میں ہونا چاہئے تاکہ ہر فرد اپنی ترقی و بقا کے لئے اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

iv) معاشی آزادی (Economic Freedom): نجی ملکیت کے ادارہ کو تسلیم کرنے کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ افراد کو معاشی جدوجہد کے دائرہ میں مکمل آزادی حاصل ہو۔ وہ اپنے وسائل کو جس طرح چاہیں اپنی آزاد مرضی سے استعمال کریں۔ وہ شخصی حاجات کی تسکین کا جو انداز چاہیں اختیار کریں اور اپنی دولت کو بڑھانے کے لئے اپنی پسند کا کوئی بھی پیشہ منتخب کرلیں۔ حتیٰ کہ وہ چاہیں تو اپنا سرمایہ محض سود پر دے کر اپنی آمدنی کا ذریعہ پیدا کرلیں۔ اس طرح کاروباری اغراض کے لئے انہیں دوسرے لوگوں سے معاہدات کرنے کی بھی آزادی ہوتی ہے بشرطیکہ یہ معاہدات ریاست یا اس کے قوانین کے خلاف نہ ہوں۔

v) نظام اجرت (Wage System): اس نظام کے تحت محنت کار آلات پیدائش کے مالک نہیں ہوتے بلکہ وہ آجر کے پاس محض اجرت پر کام کرتے ہیں۔ اس سے محنت کش روزگار اور شرائط روزگار کے لئے کلیتہ آجر کے محتاج ہو کر رہ گئے ہیں۔ جس سے آجر کے لئے محنت کشوں کا استحصال آسان ہوگیا ہے۔ تاہم مزدور یونینوں کے قیام سے صورت حال قدرے بہتر ہوئی ہے۔

vi) صارف کی حکمرانی (Consumer's Sovereignty): اس نظام کے تحت صارف ہی پیدائش دولت کی سرگرمیوں کا رخ متعین کرتا ہے۔ اس کی جانب سے جن اشیاء و خدمات کی طلب کا اظہار ہوتا ہے آجر اپنے منافع کے لئے ان ہی کو پیدا کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اگرچہ اب پراپیگنڈہ کے جدید ذرائع اور اجارہ دارانہ نوعیت کا اثر و رسوخ رکھنے والی کثیرالقومی (Multi-national) فرموں کے ذریعہ صارف کی طلب کو بھی متاثر کیا جانے لگا ہے تاہم اس حقیقت سے اب بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ صارف کی ترجیحات پیدا کی جانے والی اشیاء کی نوعت اور مقدار وغیرہ پر گہرا اثر ڈالتی ہیں۔ ان ترجیحات کو نظرانداز کر کے آجر حصول منافع کے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

vii) قیمتوں کی میکانیت (Price Mechanism): سرمایہ دارانہ نظام میں معاشی سرگرمیوں کا رخ متعین کرنے میں سب سے اہم اور موثر کردار قیمتوں کی میکانیت کا نظام ادا کرتا ہے۔ وہی اشیاء پیدا کی جاتی ہیں جن کی قیمتیں اتنی ہوں کہ وہ آجر کے لئے منافع کا باعث بن سکیں۔ گویا پیداآوری وسائل کا رخ کن اشیاء اور پیشوں کی طرف ہوگا اس کا فیصلہ قیمتیں ہی کرتی ہیں۔ قومی اور اجتماعی مفاد اس معاملہ میں ثانوی اہمیت رکھتا ہے۔ اشیاء کی طرح عاملین پیدائش کے معاوضوں کا تعین بھی قیمتوں کی میکانیت کے تحت ہوتا ہے۔ جن عاملین پیدائش کی رسد ان کی طلب سے کم ہوگی ان کے معاوضے بھی کم ہوں گے اور اس کے برعکس جن کی طلب ان کی رسد سے زیادہ ہوگی ان کے معاوضے بھی زیادہ ہوں گے۔ اس سے تقسیم دولت کا نقشہ بھی سامنے آجاتا ہے۔ جن عاملین کے معاوضے زیادہ ہوں گے ظاہر ہے کہ قومی آمدنی میں ان کا حصہ بھی زیادہ ہوگا۔

آجر اپنا منافع زیادہ سے زیادہ کرنے کے لئے عاملین پیدائش کا وہی اشتراک (Combination) منتخب کرتا ہے جس پر اس کی لاگت کم سے کم ہو۔ وہ ایک طرف اپنی لاگت یعنی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مصارف پیدائش دیکھتا ہے تو دوسری طرف اشیاء کی قیمتوں پر نظر رکھتا ہے۔ اس سے نہ صرف اسے پیدا کی جانے والی اشیاء کی نوعیت بلکہ ان کی مقدار کا تعین کرنے میں بھی رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

قیمتوں کی میکانیت کا یہ خودکار نظام سرمایہ دارانہ نظام میں معاشی سرگرمیوں کو رواں دواں رکھنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔

viii) ریاست کی عدم مداخلت کا اصول (Laissez-faire): سرمایہ دارانہ نظام معیشت کا ایک اہم اصول ریاست کی عدم مداخلت ہے۔ اس اصول کے تحت ریاست کو افراد کی معاشی سرگرمیوں میں قطعاً دخل نہیں دینا چاہئے۔ اس کا کام فقط امن و امان کا قیام اور عدل و انصاف کی فراہمی تک محدود ہونا چاہئے۔ معاشی فیصلوں اور ان پر عملدرآمد کا کام کلیتہ افراد پر چھوڑ دینا چاہئے۔ افراد اپنے مفاد کے بہترین محافظ ہوتے ہیں۔ آزاد فضا میں ان کے فیصلوں سے اجتماعی مفاد بہترین انداز میں فروغ پاسکتا ہے جب کہ ریاست کی مداخلت اس مثالی صورت حال کو مسخ کرنے کا باعث بن جاتی ہے۔

خوبیاں (Merits)

(الف) وسائل سے زیادہ سے زیادہ استفادہ: نجی ملکیت' محرک منافع اور معاشی آزادی کی بدولت افراد اپنی خداداد صلاحیتوں کا بھرپور اور بہترین انداز میں مظاہرہ کرتے ہیں جس سے قدرتی اور انسانی وسائل سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنا ممکن ہوجاتا ہے۔ اشیاء و خدمات کثیر مقدار میں پیدا ہوتی ہیں اور عوام کو اپنی احتیاجات کی تسکین کا سامان میسر آجاتا ہے۔

(ب) ایجادات و اختراعات: ذاتی منافع کے محرک اور مسابقت کی موجودگی میں آجر ہر آن اس بات کے لئے کوشاں رہتے ہیں کہ پیداوار کے بہتر سے بہتر طریقے ان کی دسترس میں رہیں۔ اس جذبہ محرکہ سے نت نئی ایجادات' کام کے نئے طریقے اور تنظیم کاروبار کے ایسے اسلوب ظہور میں آتے رہتے ہیں جو کثیر پیداآوری اور زود پیداآوری کے ساتھ ساتھ پیداآوری لاگت میں کمی کا باعث بننے والے ہوں۔

خامیاں (Demerits):

i) فکری لغزشیں: سرمایہ دارانہ نظام مادہ پرستی' آزاد روی اور افادیت پسندی کی جن فکری بنیادوں پر استوار ہے ان سے کبھی بھی پرسکون عادلانہ معاشرہ وجود میں نہیں آسکتا۔ مادہ پرستی کی کوکھ سے خودغرضی و خود پرستی جنم لیتی ہے جو معاشرہ سے ہمدردی و اخوت اور خیرخواہی کے جذبات کو ختم کرکے باہمی کشمکش کا جہنم بھڑکا دیتی ہے۔ آزاد روی کی پیدا کردہ بے قیدی و بے راہ روی معاشرتی انضباط کی قدروں کو تہس نہس کرکے رکھ دیتی ہے۔ گردن توڑ مسابقت (Cut Throat Competition) کو فروغ ملتا ہے جس کی چکی میں کمزور افراد پس کر رہ جاتے ہیں۔ افادیت پسندی افراد کو اجتماعی مفاد سے بے نیاز کرکے خویش پروری اور لذت پرستی کا اسیر بنادیتی ہے۔ انسان اپنی ذات کے خول سے باہر دیکھنے سننے کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ ایسے خود پسند، خود غرض اور خود سر انسانوں سے تشکیل پانے والا معاشرہ کثرت وسائل کے باوجود معاشی مشکلات و مصائب سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

ii) **بے درد مسابقت:** سرمایہ دارانہ نظام میں مسابقت اور مقابلہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ لیکن یہی مسابقت اس کے لئے سوہان روح بنی ہوئی ہے۔ مسابقت سے جو توقعات وابستہ کی جاتی ہیں وہ جس مفروضہ پر قائم ہیں عملی زندگی میں وہ ناپید ہوتا ہے۔ مسابقت سے اس وقت ہی خیر برآمد ہو سکتی ہے جب مقابلہ کے تمام فریق قوت و طاقت میں برابر ہوں۔ لیکن سرمایہ دارانہ نظام میں قوت و طاقت صرف بڑے بڑے سرمایہ داروں کے پاس مرکوز ہوتی ہے۔ چھوٹے سرمایہ کار اور بالخصوص مزدور ان کے سامنے ہیچ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس نظام کے تحت نہ صرف چھوٹے سرمایہ کار جلد میدان پیدائش چھوڑ جانے پر مجبور ہو جاتے ہیں بلکہ مزدور بدترین استحصال کا نشانہ بنتے ہیں۔

iii) **طبقاتی کشمکش:** سرمایہ داروں کے ظالمانہ استحصال نے معاشرہ کو آجر اور مزدور کے دو متحارب گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے جس سے معاشرہ کی ہم آہنگی اور سکون پارہ پارہ ہو گیا ہے۔ سرمایہ اور محنت کی اس کشمکش نے سوشلزم اور فاشزم جیسے خون آشام جیسے نظریات کو جنم دیا ہے۔

iv) **غیر منصفانہ تقسیم دولت:** یہ نظام اپنی فطرت کے اعتبار سے ہی سرمایہ داروں کے مفاد کی طرف جھکاؤ رکھتا ہے۔ سرمایہ دار اپنے سرمایہ کے بل پر مزید دولت کماتے چلے جاتے ہیں اور قومی وسائل کا بڑا حصہ بتدریج چند بڑے بڑے سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں مرکوز ہو جاتا ہے جب کہ افراد کی غالب اکثریت تہی دست ہو کر ضروریات زندگی سے محروم ہوتی جاتی ہے۔

v) **معاشی بحران:** اس نظام کے تحت پیدا ہونے والے ارتکاز دولت کے نتیجہ میں عامۃ الناس کی قوت خرید کم ہوتی جاتی ہے جس سے پیدا شدہ اشیاء کی طلب کم ہو جاتی ہے اور اشیاء کا نکاس رک جاتا ہے جب کہ دوسری طرف بڑے پیمانے کی پیدائش کے نتیجہ میں زائد از ضرورت پیداوار کے انبار لگ جاتے ہیں۔ یہ صورت حال معیشت کو زبردست بحران سے دوچار کر دیتی ہے۔ پیداآوری سرگرمیاں ماند پڑ جاتی ہیں اور کارخانوں کے بند ہو جانے سے بے روزگاری کا عفریت معیشت کو اپنے چنگل میں لے لیتا ہے۔

vi) **سودی کاروبار کی قہرمانیاں:** سود سرمایہ دارانہ نظام کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ یہاں پیدا آوری کاموں کے لئے سرمایہ کی فراہمی کا سب سے بڑا ذریعہ سود ہے۔ لیکن سود ہی بار بار اسے معاشی تباہی کے کنارے پر لے جاتا ہے۔ ارتکاز دولت کا ایک بڑا سبب سود ہی ہے جو تقسیم دولت کی ناہمواری کو بڑھا کر طبقاتی کشمکش کی فضا پیدا کرتا ہے۔ یہ اشیاء کے مصارف پیدائش اور قیمتوں میں اضافہ اور عوام کی قوت خرید میں کمی کا باعث بنتا اور کاروباری منافع میں کمی کر کے سرمایہ کاری کی راہ روکتا ہے اور یوں معیشت کو مستقل طور پر بے روزگاری کا روگ لگائے رکھتا ہے۔

vii) **معاشی وسائل کا غلط بہاؤ:** اس نظام کے تحت معاشی وسائل ان پیشوں کا رخ کرتے ہیں جہاں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زیادہ سے زیادہ منافع ملنے کی توقع ہو۔ خواہ سماجی اعتبار سے وہ کتنے ہی کمتر بلکہ باعث فساد ہی کیوں نہ ہوں۔ مثال کے طور پر قومی وسائل کا ایک بڑا حصہ لہو ولعب اور تعیش کے ساز وسامان کی پیدائش پر محض اس لئے لگ جاتا ہے کہ اس میں شرح منافع زیادہ ہوتی ہے۔ جب کہ سماجی اعتبار سے مفید اور عوام کی حقیقی ضروریات کو پورا کرنے والے پیشے اس وجہ سے سرمایہ کی قلت کا شکار ہو جاتے ہیں کہ ان میں شرح منافع نسبتاً کم ہوتی ہے۔

viii) کاروبار کے گھناؤنے طریقے: یہ نظام اپنی فکری اساس کے زیر اثر چونکہ اخلاقی اقدار کی کارفرمائی سے عاری ہے اس لئے کاروباری حضرات زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کی خاطر ہر جائز و ناجائز حربہ اختیار کرنے میں باک محسوس نہیں کرتے۔ دلکش اور پرفریب اشتہار بازی کے ذریعہ مضر صحت اور مخرب اخلاق اشیاء فروخت کی جاتی ہیں۔ ارزانی کے خوف سے بچنے کے لئے پیداشدہ اشیاء بڑے پیمانے پر تباہ کردی جاتی ہیں' احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی کے ذریعہ مصنوعی قلت پیدا کر کے زیادہ قیمتیں وصول کی جاتی ہیں۔ مصنوعی اجارہ داریوں کے ذریعہ صارفین کا استحصال کیا جاتا ہے اور مختلف ہتھکنڈوں سے چھوٹے کاروباروں کو میدان پیدائش سے نکل جانے پر مجبور کردیا جاتا ہے۔ اغراق (Dumping) کے ذریعہ بیرونی منڈیوں پر قبضہ جمانے کے لئے تجارتی حریفوں کو میدان کار سے بھگا دیا جاتا ہے۔

ix) معاشی رقابتیں اور جنگیں: کثیر پیداآوری کی وجہ سے جب اندرون ملک اشیاء کی مانگ نہیں رہتی تو سرمایہ دار بیرونی منڈیوں کا رخ کرتے ہیں۔ ان منڈیوں پر قبضہ جمانے کے لئے تمام سرمایہ دار ممالک میں کشمکش شروع ہو جاتی ہے۔ جو بسا اوقات مسلح تصادم کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔ بیسویں صدی کی دونوں عالمی جنگوں کی تہہ میں اسی نوعیت کی معاشی رقابتیں موجود تھیں۔

نوآبادیاتی نظام (Colonialism) جس نے کمزور اقوام کو استحصال کی چکی میں پیس کر غربت و افلاس کے قعر عمیق (پستیوں) میں دھکیل دیا ہے اسی سرمایہ دارانہ نظام کی کوکھ سے پیدا ہوا ہے۔

x) ریاست کی عدم مداخلت: ریاست کی عدم مداخلت کی پالیسی سے سرمایہ داروں کو کھل کھیلنے کی چھٹی مل گئی ہے اور انہیں من مانی کرنے سے روکنے والا کوئی موثر ادارہ موجود نہیں رہا۔ جمہوریت جیسے نہایت مہنگے نظام حکومت نے سیاسی اقتدار بھی سرمایہ داروں کے ہاتھ میں دے دیا ہے جس کے سہارے وہ اپنے مفادات کو اور زیادہ محفوظ بنانے پر قادر ہو گئے ہیں۔ ان حالات نے کمزور طبقات کے حقوق و مفادات کے تحفظ کو بے حد مشکل بنادیا ہے۔

xi) مہنگا طرز زندگی: اس نظام نے جس انداز زندگی کو جنم دیا ہے وہ بڑا مہنگا ہے۔ خوردونوش' لباس' رہائش' علاج معالجہ اور تعلیم وتفریح کا جو معیار عملاً معاشرہ میں رائج ہوتا ہے وہ سرمایہ داروں کی پسند کے مطابق ہوتا ہے۔ جس کی پشت پر ان کا مصنوعی وقار' معاشرتی تفاخر اور نام ونمود کا جذبہ ہوتا ہے۔ معیار زندگی کی چمک دمک کو بڑھانے کی دھن میں مصارف زندگی بھی بڑھ جاتے ہیں جن کے بوجھ تلے کم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آمدنی والے افراد پس کر رہ جاتے ہیں۔

زیادہ سے زیادہ منافع کی ہوس اور سود کی موجودگی سے بھی مصارف پیدائش میں اضافہ ہو جاتا ہے جو اشیائے ضرورت کی گرانی کا باعث بنتا ہے اور معیشت افراط زر کے گرداب میں گھر جاتی ہے۔

xii) غربت کے سائے: اس نظام کے تحت کثیر پیدا آوری اور زود پیدا آوری کے نتیجہ میں معاشی خوشحالی کے ثمرات عملاً صرف چند سرمایہ داروں کا مقدر بن کر رہ جاتے ہیں جب کہ عوام کی غالب اکثریت غربت و افلاس کے مہیب سائے میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ 'غربت میان امارت' (Poverty amidst Plenty) کا عبرت ناک نظارہ اس نظام کے تحت دیکھنے میں آتا ہے۔ بڑی بڑی عالیشان عمارات' موٹریں اور کاریں' حسی لذات کی تسکین اور عیش وعشرت کے خیرہ کن سامان' اور راحت و آرام کی سہولتیں سب طبقہ امراء کے محدود افراد کو نصیب ہوتی ہیں۔ عامۃ الناس کے لئے بنیادی ضروریات زندگی کا حصول بھی بڑا مسئلہ بنا ہوتا ہے۔

xiii) بے روزگاری: ارتکاز دولت کی طرح بے روزگاری کا روگ اس نظام کا لازمی جزو بن چکا ہے۔ زیادہ سے زیادہ منافع کے حصول کے لئے آجر جاذب سرمایہ (Capital Intensive) طریقہ ہائے پیدائش (Technology) کو ترجیح دیتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں مزدور بے کار ہوتے جاتے ہیں۔ کساد بازاری (Depression) کے دورے اس پر مستزاد ہوتے ہیں جو بڑے پیمانے پر ملک گیر بے روزگاری کو جنم دیتے ہیں۔ آج بھی دنیا کے بڑے بڑے سرمایہ دارانہ ترقی یافتہ ممالک میں بے روزگاری کا وجود ان کی معیشت کے لئے سوہان روح بنا ہوا ہے۔

۳۔ اشتراکی نظام معیشت (Socialism)

مفہوم: سوشلزم یا اشتراکیت سے مراد وہ نظام معیشت ہے جس میں ذرائع پیداوار (Means of Production) حکومت کی ملکیت ہوتے ہیں۔ ان سے استفادہ کرنے کا کام ایک مرکزی ادارے کے سپرد ہوتا ہے جس کی ہدایت کے مطابق اشیاء وخدمات پیدا کی جاتی ہیں۔ یہی ادارہ اس بات کا فیصلہ کرتا ہے کہ کون سی اشیاء کس مقدار میں پیدا کی جائیں اور انہیں پیدا کرنے کے لئے کون سا طریقہ اختیار کیا جائے۔ اشیاء کی تقسیم کا کام بھی اسی مرکزی ادارے کی ہدایات کے مطابق انجام پاتا ہے۔

پس منظر: ذرائع پیداوار کی قومی ملکیت کا تصور یوں تو افلاطون جیسے قدیم مفکرین کی تحریروں میں بھی نظر آتا ہے لیکن یورپ میں صنعتی انقلاب کے نتیجہ میں معرض ظہور میں آنے والے سرمایہ دارانہ نظام کے تحت مزدوروں کو جس ظالمانہ استحصال کا نشانہ بننا پڑا اس کے ردعمل میں متعدد مفکرین ومصلحین نے یہ تصور پیش کیا کہ اس ظلم کا منبع چونکہ ذرائع پیداوار کی نجی ملکیت کا وجود ہے اس لئے ظلم واستحصال کے خاتمہ کی بس یہی ایک شکل ہے کہ نجی ملکیت کے ادارہ کو ختم کر کے وسائل پیداوار اجتماعی یا ریاستی تحویل میں لے لئے جائیں۔ منصفانہ سماج کے قیام کے لئے نجی ملکیت کے ادارہ کی تنسیخ کا یہ تصور ایک عرصہ تک مفکرین کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فکر و خیال کا جزو بنا رہا لیکن عمل کی دنیا میں اس کا ظہور نہ ہو سکا اور نہ ہی عام انسانی ذہن اس کی افادیت اور قابل عمل ہونے پر مطمئن ہو سکا۔ یہ امتیاز جرمن مفکر کارل مارکس (Karl Marx) کو حاصل ہوا کہ اس نے اجتماعی ملکیت کے نظام یعنی سوشلزم کو ایک مدلل فلسفہ اور قابل عمل نظام کی صورت میں پیش کیا۔ اس بناء پر اس کے پیش کردہ سوشلزم کو سائنسی سوشلزم (Scientific Socialism) کا نام دیا جاتا ہے۔ اس نے سوشلزم کو محض ایک معاشی نظام کے طور پر نہیں بلکہ ایک نظام زندگی کی حیثیت پیش کیا اور بتایا کہ سرمایہ دارانہ نظام اپنے اندرونی تضادات کے نتیجہ میں جلد ختم ہونے والا ہے اور اس کی جگہ اشتراکی نظام حیات تاریخ انسانی کے سٹیج پر جلوہ گر ہونے والا ہے جہاں نجی ملکیت کی جگہ وسائل پیداوار کی اجتماعی ملکیت کا نظام قائم ہوگا۔ مملکت کے وسائل میں ہر شہری یکساں حیثیت سے حصہ دار ہوگا۔ ذاتی منافع کے بجائے اجتماعی یا معاشرتی مفاد کام کا محرک بنے گا۔ ہر فرد سے اس کی صلاحیت کے مطابق کام لیا جائے گا اور ہر فرد کو اس کی ضرورت کے مطابق قومی پیداوار میں سے حصہ دیا جائے گا۔ منافع اور سود کا عنصر اس نظام میں موجود نہ ہوگا۔

فکری بنیادیں: کارل مارکس نے اپنے فکر و فلسفہ کی عمارت کو جن بنیادوں پر استوار کیا وہ یہ ہیں۔

i) تاریخ کی مادی تعبیر (Materialistic Interpretation of History): مارکس کے خیال میں تاریخ انسانی کا ارتقاء مادی اور معاشی عوامل کا رہین منت ہے۔ معاشرتی روابط اور تعلقات میں تبدیلیاں ذرائع پیداوار اور طریق پیدائش میں تبدیلیوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ موجودہ سرمایہ دارانہ نظام نے بڑے پیمانے کے جس طریق پیدائش اور کارخانہ داری نظام کو جنم دیا ہی اس نے محنت کشوں کو یکجا کر کے ان کی اجتماعی قوت کو بڑھا دیا ہے۔ محنت کشوں کی یہ قوت سرمایہ دارانہ نظام کے خاتمہ اور سوشلزم کے قیام کا باعث بنے گی۔

ii) قدر زائد کا نظریہ (Theory of Surplus Value): مارکس کے خیال میں اشیاء و خدمات کی پیدائش قدر محنت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے لیکن سرمایہ دارانہ نظام میں اس کا بڑا حصہ سرمایہ دار ہتھیا لیتا ہے اور مزدور کو جو اجرت ملتی ہے وہ اس کی حقیقی محنت کے مقابلہ میں بہت کم ہوتی ہے۔ نجی ملکیت کے نظام میں اس کا کوئی مداوا نہیں ہو سکتا۔ اس استحصال کا خاتمہ صرف اجتماعی ملکیت کے نظام میں ممکن ہے۔

iii) طبقاتی کشمکش (Class War): مارکس کے خیال میں ہر انسانی معاشرہ میں امراء و غرباء، اصحاب وسائل (Haves) اور محروم وسائل (Have-nots) یا ظالم و مظلوم کے درمیان کشمکش برپا رہی ہے۔ موجودہ صنعتی سرمایہ دارانہ معیشت میں اس کشمکش کے فریق سرمایہ دار اور محنت کش ہیں۔ اس نظام کے تحت سرمایہ داروں کی تعداد مسلسل کم اور مزدوروں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور ان میں طبقاتی شعور اور یک جہتی روز بروز مستحکم ہوتی جا رہی ہے۔ اس لئے اس کشمکش میں مزدور ہی فتح یاب ہوں گے اور موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کی جگہ محنت کشوں کی بالادستی پر مبنی ایک غیر طبقاتی سماج (Classless Society)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وجود میں آ جائے گا۔ یوں تو تاریخ انسانی کی فطری رفتار سے ہی طبقاتی کشمکش کے نتیجہ میں سرمایہ دار شکست سے دو چار ہونے والے ہیں تاہم انقلابی جدوجہد کے ذریعہ مزدوروں کے اقتدار اعلیٰ کے قیام کی منزل کو قریب لایا جاسکتا ہے۔

iv) **مزدوروں کی آمریت** (Dictatorship of the Proletariat): مارکس کے خیال میں سرمایہ دارانہ نظام کے خاتمہ کے ساتھ اقتدار اعلیٰ کی باگ ڈور محنت کشوں کے ہاتھ میں آ جائے گی۔ ریاست کے تمام اختیارات کے تنہا مالک وہ خود ہوں گے۔ اس طرح انہیں سرمایہ دارانہ نظام کے بچے کھچے اثرات کو ختم کرنے اور اجتماعی ملکیت کی بنیاد پر منصوبہ بندی کے ذریعہ اپنے معاشی پروگرام کو بروئے کار لانے کا موقع مل جائے گا۔

v) **مذہب دشمنی** (Anti-Religion): مارکس مادیت کا علمبردار ہے۔ اس کے نزدیک مذہب انسانوں کے لئے افیون ہے جو انہیں مادی حقائق سے بے نیاز کر کے مابعد الطبیعات امور میں الجھا دیتا ہے۔ اس لئے وہ اسے ترقی کا دشمن قرار دیتا ہے۔

فکری لغزشیں

مارکس نے سوشلزم کے فلسفہ و فکر کو جن بنیادوں پر استوار کیا ہے وہ بڑی کمزور اور غیر حقیقی ہیں۔ انسانی معاشرہ کے ارتقاء کی مادی تعبیر کا تاریخی حقائق سے کوئی تعلق نہیں۔ معاشرتی تبدیلیوں پر ان گنت عناصر بالواسطہ اور بلا واسطہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ انہیں صرف معاشی عوامل تک محدود کر دینا سراسر مبالغہ آمیز جسارت ہے۔

مارکس کا قدر زائد کا نظریہ بھی بے بنیاد ہے۔ اشیاء میں قدر متعدد عاملین پیدائش کی کاوشوں سے پیدا ہوتی ہے۔ اسے صرف محنت کا کرشمہ قرار دینا خلاف حقیقت ہے۔

انسانی معاشرہ میں طبقاتی کشمکش کی موجودگی کا تصور بھی از حد مبالغہ آمیز ہے۔ انسان فطری اعتبار سے امن پسند اور صلح جو ہے۔ باہمی تعاون کی طلب اس کی فطرت میں پیوست ہے۔ تصادم اور کشمکش وہاں پیدا ہوتی ہے جہاں معاشرہ کی فطرت میں فساد پیدا ہو چکا ہو اور عدل و انصاف کی جگہ ظلم و استحصال نے لے لی ہو۔

آمریت خواہ سرمایہ داروں کی ہو یا مزدوروں کی ہر لحاظ سے مذموم ہے۔ اس سے انسان کی آزادی فکر و عمل سکڑ کر رہ جاتی ہے اور وہ بالا دست طبقات کا غلام بن کر رہ جاتا ہے۔ اس طرح مارکس کا مذہب دشمنی کا تصور بھی حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔ مذہب انسان کا نجات دہندہ ہے۔ اس کی روح کی تسکین کا سب سے بڑا منبع اور سرچشمہ ہے۔ ایک صحیح مذہب مابعد الطبیعاتی امور سے ہی نہیں بلکہ طبیعاتی معاملات سے بھی پوری طرح بحث کرتا ہے اور امور دنیا میں اسے ایک ایسے لائحہ عمل سے متعارف کراتا ہے جو پرامن، خوش حال اور منصفانہ معاشرہ کے قیام میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اس کی بہترین مثال اسلام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ جو ایک آسمانی مذہب یا دین ہونے کے اعتبار سے انسان کی مادی اور روحانی نیز انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر پہلو سے بحث کرتا ہیاور اس کی اصلاح وفلاح کا ایک مکمل ضابطہ دیتا ہے جس پر عمل درآمد سے انسان دنیوی اور اخروی ہر دو لحاظ سے خوش حالی سے ہمکنار ہوسکتا ہے۔

اشتراکی نظام کی خصوصیات

(i) نجی ملکیت کا خاتمہ: اشتراکی نظام معیشت کا اولین اصول وسائل پیداوار کی نجی ملکیت کا خاتمہ ہے۔ اس نظام کے تحت ماسوائے اشیائے ضرورت کے کوئی چیز بھی نجی ملکیت میں نہیں رکھی جاسکتی۔ نجی کاروبار کرنے کی کسی شخص کو بھی اجازت نہیں ہوتی۔

(ii) وسائل پیداوار کی اجتماعی ملکیت: اس نظام کے تحت تمام ذرائع پیداوار مثلاً کارخانے' کھیت' زمین' تجارت' تعمیرات' کانیں' ذرائع نقل وحمل وغیرہ حکومت کی ملکیت ہوتے ہیں اور وہی انہیں زیر استعمال لانے کی ذمہ دار ہوتی ہے۔

(iii) مرکزی منصوبہ بندی: قومی وسائل سے استفادہ کرنے اور عوام کی ضرورت کی اشیاء پیدا کر کے ان تک پہنچانے کا کام جامع منصوبہ بندی (Comprehensive Planning) کے ذریعہ انجام پاتا ہے۔ بالفاظ دیگر اشیاء کی طلب اور رسد کے درمیان توازن پیدا کرنے کا کام قیمتوں کی میکانیت پر چھوڑنے کے بجائے طے شدہ منصوبہ کے تحت کیا جاتا ہے۔

(iv) آمدنیوں میں بے جا تفاوت کا خاتمہ: ہر فرد کو اس کی ضرورت کے مطابق معاوضہ ادا کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے جس سے آمدنیوں میں بے جا تفاوت ختم ہوجاتا ہے۔ نیز لگان' سود اور ذاتی منافع کے خاتمہ سے تقسیم دولت کا نظام بہتر بنیادوں پر قائم ہوجاتا ہے۔

(v) ضروریات زندگی کی فراہمی: اس نظام کے تحت جہاں منصوبہ بندی کے ذریعہ ہر فرد سے اس کی طاقت اور صلاحیت کے مطابق کام لیا جاتا ہے وہاں اس کی ضروریات کی فراہمی کا بھی حکومتی سطح پر انتظام کیا جاتا ہے جس سے افراد کو معاشی تحفظ کی ضمانت حاصل ہوجاتی ہے۔

خوبیاں

(i) ضیاع وسائل کا خاتمہ: وسائل پیداوار کا استعمال چونکہ ایک ہمہ گیر منصوبہ کے تحت ہوتا ہے اس لئے اشیاء وخدمات کی اتنی ہی مقدار پیدا کی جاتی ہے جو ضرورت کے مطابق ہو۔ اس سے وسائل کا کثیر ضیاع جو سرمایہ دارانہ مقابلہ میں لازماً ظہور میں آتا ہے ختم ہوجاتا ہے۔ نیز اشتہار بازی کے اخراجات اور کاروبار کے غلط ہتھکنڈوں سے نجات حاصل ہوجاتی ہے۔

(ii) استحصال کا خاتمہ: اس نظام کے تحت ذاتی منافع کے حصول کا کوئی امکان نہیں ہوتا اس لئے زیر دستوں کے استحصال اور معاشی لوٹ کھسوٹ کا سدباب ہوجاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(iii) ارتکاز دولت کا خاتمہ: چونکہ ہر شخص کو اس کی ضرورت کے مطابق ہی معاوضہ ملتا ہے اور اس کے علاوہ دولت کمانے کا کوئی ذریعہ موجود نہیں ہوتا اس لئے قومی دولت کے چند افراد کے ہاتھوں میں مرکوز ہو جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(iv) تقسیم دولت میں ناہمواریوں کا خاتمہ: اس نظام کے تحت لگان' سود اور ذاتی منافع کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ تمام افراد معاشرہ بطور مزدور کام کرتے اور طے شدہ اجرت پاتے ہیں اس لئے تقسیم دولت میں بے جا تفاوت اور ناہمواری پیدا نہیں ہونے پاتی۔

(v) ضروریات زندگی کی فراہمی: اس نظام کے تحت افراد کو ضروریات زندگی کی فراہمی حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ روٹی' کپڑا' مکان' تعلیم اور علاج وغیرہ کی سہولتیں مہیا کرنا حکومت کے فرائض میں شامل ہوتا ہے۔ اس سے افراد کو دوگونہ معاشی تحفظ حاصل ہو جاتا ہے۔

(vi) معاشی بحران سے نجات: اس نظام کے تحت چونکہ اشیاء و خدمات ملکی طلب کے عین مطابق پیدا کی جاتی ہیں اس لئے زائد از ضرورت پیداوار (Over-Production) کا امکان ختم ہو جاتا ہے جس سے کساد بازاری (Depression) کے خطرہ سے نجات مل جاتی ہے۔ مزید برآں سود کی عدم موجودگی سے بھی معیشت بہت سے مہلک عوارض سے محفوظ ہو جاتی ہے۔

(vii) بے روزگاری کا خاتمہ: اس نظام کے تحت عمل پیدائش کو ایک ہمہ گیر منصوبہ کے مطابق رواں رکھا جاتا ہے جس سے تمام اہل افراد کو برسر روزگار رکھنا ممکن ہو جاتا ہے۔

خامیاں

(i) مادی نقطہ نظر: یہ نظام زندگی کے مادی نقطہ نظر پر مبنی ہے۔ اس کے نزدیک حیات و کائنات کی ابتداو انتہاء اور حقیقت محض مادہ ہے۔ اس لئے انسان کا اصل مسئلہ مادی احتیاجات اور حسی ضروریات کی تسکین ہی ہے۔ زندگی کا مادی تصور نہ صرف حقیقت کے خلاف ہے بلکہ اس سے انسان اپنے اعلیٰ ملکوتی مقام سے گر کر حیوانوں کی سطح پر آ جاتا ہے اور محض پیٹ کا بندہ بن کر رہ جاتا ہے۔ ارفع اخلاقی اقدار اس کی زندگی سے خارج ہوتی جاتی ہیں۔

(ii) آزادی کا خاتمہ: اس نظام کے تحت انسان دو وقت کی روٹی کے لئے حکومت کا بندہ و غلام بن کر رہ جاتا ہے۔ معاشی اور سیاسی طاقت حکومت کے ہاتھ میں مرکوز ہو جاتی ہے اور افراد فکر و عمل کی آزادی سے بالکل محروم ہو جاتے ہیں۔

(iii) جذبہ کار کی کمی: ذاتی منافع کے محرک کے ختم ہو جانے سے افراد میں سوچ و بچار اور کام کرنے کے نئے انداز کی تلاش کا جذبہ کم ہو جاتا ہے۔ جس سے ایجادات و اختراعات کی دریافت کا عمل متاثر ہوتا ہے۔ لوگوں میں معاشی میدان میں ذہنی پیش رفت کی ترغیب باقی نہیں رہتی اور یوں معاشی ترقی کی رفتار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سست ہو جاتی ہے اور پیداوار کی افزائش کی شرح کم ہو جاتی ہے۔

(iv) منصوبہ بندی کی خامیاں: منصوبہ بندی کے تحت عوام کی ذاتی پسند و ناپسند کو درخور اعتناء نہیں سمجھا جاتا بلکہ عمومی مفاد کی پیش نظر ہی اشیاء پیدا کی جاتی ہیں۔ منصوبہ بندی کے اہداف کا تعین کرتے ہوئے بھی افراد کی صلاحیت اور سہولت کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا بلکہ حکومتی ترجیحات کے مطابق ہی فیصلے نافذ کئے جاتے ہیں اور لوگوں سے ان اہداف کی تکمیل بزور و جبر کرائی جاتی ہے۔

(v) میدان عمل میں ناکامی: اشتراکی نظام میدان عمل میں اپنے مقاصد حاصل کرنے سے قاصر رہا ہے۔ روس جیسے مثالی اشتراکی ملک میں تمام تر ظلم و جبر اور آزادی سے محرومی کے باوجود پیداوار کا معیار سرمایہ دارانہ ممالک کی نسبت کم رہا ہے۔ امیر و غریب طبقات کی موجودگی کو ختم نہیں کیا جا سکا۔ حکمران جماعت سے تعلق رکھنے والوں اور بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر متمکن افراد کو گراں قدر مشاہرے اور سہولتیں اس طرح حاصل رہی ہیں جس طرح سرمایہ دارانہ ممالک میں حاصل ہیں۔ سودی نظام بھی کسی نہ کسی شکل میں یہاں موجود رہا اور ریاست کا ادارہ نہ صرف ختم نہیں ہوا بلکہ اس کے اقتدار و اختیار میں بے حد اضافہ ہوا اور فرد کی آزادی کا دائرہ محدود سے محدود تر ہو گیا اگرچہ ایک آہنی اقتدار کے سایہ میں یہ نظام تقریباً ستر سال تک روس اور مشرقی یورپ کے بعض ممالک میں قائم رہا لیکن اسے عوام کا خوشدلانہ تعاون حاصل نہ ہو سکا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب گورباچوف کے اقتدار حکومت کے آخری سالوں میں عوام کو اظہار خیال وغیرہ کی کچھ آزادی حاصل ہوئی تو انہوں نے سب سے پہلے اس جبر کے نظام سے گلو خلاصی حاصل کرنے کو ترجیح دی اور یوں دیکھتے ہی دیکھتے چند دنوں کے اندر اس نظام کی فلک بوس عمارت ملبہ کا ڈھیر بن کر رہ گئی۔

۴۔ اسلامی نظام معیشت اور دیگر معاشی نظاموں کا موازنہ:

اسلام کے تجویز کردہ معاشی نظام اور عہد حاضر کے دیگر معاشی نظاموں مثلاً سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکی نظام معیشت میں اصولی اور بنیادی فرق یہ ہے کہ موخر الذکر نظاموں میں انسان کے معاشی مسئلہ کو انسانی زندگی کے مجموعی چوکھٹے (فریم ورک) سے الگ کر کے اس کا مطالعہ و تجزیہ کیا جاتا ہے اور اسے حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور اس بات کو زیادہ درخور اعتناء نہیں سمجھا جاتا کہ معاشی مسئلہ کو حل کی کوئی تدبیر حیات اجتماعی کے دوسرے شعبوں پر کیا اثر ڈالتی ہے۔ اس کے برعکس اسلام انسان کے معاشی مسئلہ کو انفرادی اور اجتماعی زندگی کے مجموعی تناظر میں رکھ کر اس کا مطالعہ کرتا ہے اور اس کے حل کی ایسی تدابیر اختیار کرتا ہے جو نہ صرف درپیش معاشی مسئلہ کو حسن و خوبی سے حل کرنے والی ہوں بلکہ ان سے اجتماعی زندگی کے کسی پہلو پر برے اثرات مرتب نہ ہوتے ہوں۔ اس بات کو ایک مثال سے یوں واضح کیا جاتا ہے کہ مروجہ معاشی نظاموں میں افراط آبادی سے پیدا ہونے والے مسائل کو حل کرنے کے لئے بالعموم خاندانی منصوبہ بندی یعنی ضبط ولادت کے طریقوں کو اپنانے پر زور دیا جاتا ہے اور اس بات کو بالکل نظرانداز کر دیا جاتا ہے کہ ان طریقوں کے اختیار کرنے سے بے حیائی و بدکاری کو فروغ ملتا ہے۔ اخلاقی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اقدار برباد ہو جاتی ہے۔ اور خاندانی نظام تباہ ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس اسلام کثرت آبادی کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے آبادی کو مصنوعی طریقوں سے کنٹرول کرنے کے بجائے اشیاء و خدمات کی پیداوار کو بڑھانے کا طریقہ تجویز کرتا ہے۔ اس سے معاشرہ افراط آبادی کے پیدا کردہ دباؤ سے محفوظ ہو جاتا ہے اور معاشرتی زندگی کے دوسرے شعبے بھی فساد و اختلال سے بچے رہتے ہیں۔

اس اصولی اختلاف کے علاوہ بھی اسلامی نظام معیشت' سرمایہ داری اور اشتراکیت سے کئی پہلوؤں سے مختلف ہے۔

i- اسلام اور سرمایہ داری کا فرق

۱۔ **نجی ملکیت:** سطح بین لوگ اسلامی نظام معیشت اور سرمایہ دارانہ معاشی نظام کو محض اس وجہ سے ایک سمجھتے ہیں کہ دونوں نظاموں میں نجی ضرورت کی اشیاء اور ذرائع پیداوار پر افراد کی ذاتی ملکیت کے حق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ حالانکہ زمین و آسمان کا فرق ہے اس تصور ملکیت میں جو اسلام نے دیا ہے اور اس تصور میں جو سرمایہ دارانہ نظام میں قائم کیا گیا ہے۔ اسلام کے نزدیک ہر قسم کی املاک افراد کے پاس اللہ کی امانت ہیں۔ اس امانت کا حصول خالق کائنات کی مرضی و منشاء کے مطابق ہی ہو سکتا ہے۔ حرام اور ناجائز ذرائع' جن کا تعین خود شریعت نے کر دیا ہے' سے حاصل کردہ املاک پر فرد کے حق ملکیت کو وہ تسلیم ہی نہیں کرتا۔ اس طرح حلال ذرائع سے حاصل کردہ املاک پر تصرف بھی منشائے خداوندی کے مطابق ہی کیا جا سکتا ہے۔ شریعت اسلامی سے روگردانی کر کے کسی ملکیت سے ذاتی احتیاجات کی تسکین یا کاروباری اغراض کے لئے استفادہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ صورت حال سرمایہ دارانہ نظام معیشت کے تحت قائم ہونے والے حق ملکیت سے بالکل مختلف ہے۔ اس نظام میں ملکیت کے اکتساب اور استعمال دونوں پر افراد کے مطلق حق کو تسلیم کیا جاتا ہے اور یہیں سے سرمایہ دارانہ نظام معیشت سے وابستہ معاشی ناہمواریاں' دولت کی نامنصفانہ تقسیم اور امیر و غریب کی طبقاتی کشمکش جیسے عوارض جنم لیتے ہیں۔

۲۔ **سود:** سود سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ سرمایہ کی تخلیق و تشکیل اور پیشہ وارانہ حرکت پذیری کا دارومدار اسی پر ہے۔ تمام پیداواری شعبوں کی رگوں میں خون سود کی نالیوں کے ذریعے پہنچتا ہے اور پھر ان ہی سودی نالیوں کے ذریعے عامۃ الناس کی محنت شاقہ سے پیدا ہونی والی آمدنیاں بڑے بڑے سرمایہ داروں اور سود خوروں کی تجوریوں میں جمع ہو جاتی ہیں جنہیں وہ مزید سودی قرضوں پر دے کر لوگوں کی آمدنیوں کو مسلسل اپنی طرف کھینچتے رہتے ہیں۔ اسلامی نظام معیشت میں سود کی قطعی طور پر ممانعت کر دی گئی ہے۔ اس طرح محض سود کے بل پر پیدا ہونے والے خون آشام بڑے بڑے عفریتوں کے وجود میں آنے کا کلیۃ سدباب کر دیا گیا ہے۔

۳۔ **تقسیم دولت:** سرمایہ دارانہ نظام معیشت اپنی فطرت کے لحاظ سے اکتناز و ارتکاز یعنی وسائل معاش کے چند ہاتھوں میں مرکوز ہو جانے کا رجحان رکھتا ہے۔ اس نظام کے تحت افراد کو جو معاشی آزادی حاصل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے وہ بہت سرعت سے معاشی اجارہ داریوں کے معرض وجود میں آنے کا باعث بنتی ہے۔ یہ اجارہ داریاں وسیع پیمانے پر ملکی سطح پر اور بالآخر بین الاقوامی سطح پر انسانوں کے معاشی استحصال کے منظم اداروں کی صورت اختیار کر جاتی ہیں۔ سود ان اجارہ داریوں کو وجود میں لانے اور ان کے دائرہ اثر کو وسعت دینے میں بڑا مددگار ثابت ہوتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں دولت کو امراء سے غرباء کی طرف منتقل کرنے کا کوئی موثر داخلی نظام موجود نہیں۔ صرف خارجی طور پر محصولات کے ذریعے ہی وسائل اصحاب ثروت سے لے کر محروم وسائل طبقات تک پہنچائے جاسکتے ہیں لیکن محصولات کا ایک حد تک ہی نفاذ عمل میں لایا جاسکتا ہے۔ مزید برآں سرمایہ دار طبقات مختلف حیلوں سے محصولات کے بوجھ سے بالعموم بچ نکلتے ہیں اور یوں اس نظام میں آمدنیوں کا نمایاں تفاوت ہر وقت موجود رہتا ہے جو بڑھتے بڑھتے ملکی معیشت کو کساد بازاری اور ہمہ گیر بے روزگاری کے چکر میں پھنسا دیتا ہے۔

اس کے برعکس اسلامی نظام معیشت اکتساب رزق کی جدوجہد کو حلال ذرائع کا پابند بنا کر دولت کے چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جانے کے امکانات کو بالکل محدود کر دیتا ہے۔ اسلام حصول دولت کے ان تمام اقدامات کی حوصلہ شکنی کرتا ہے جو معاشی اجارہ داریوں کے معرض وجود میں آنے کا سبب بنیں۔ اسی طرح اسلام دولت کے صرف پر پابندیاں عائد کر کے بھی لوگوں کی حصول زر کی ہوس کو کمزور کر دیتا ہے۔ وہ افراد کو رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر دولت کو حاجت مندوں کی فلاح و بہبود کے لئے خرچ کرنے پر ابھارتا ہے اور زکوٰۃ و صدقات اور قانون وراثت کے ایک منظم طریق کار کے ذریعے دولت کی منصفانہ تقسیم اور معاشرہ کے تمام طبقات کے درمیان اس کی گردش کو یقینی بناتا ہے۔

اسلام معاشی استحصال کی ہر شکل کی بیخ کنی کرتا ہے اور معاشی تدابیر کے ساتھ ساتھ افراد کے اخلاق و کردار کو بہتر بنا کر تقسیم دولت کے نظام کو منصفانہ بنانے کے راہ میں حائل ہونے والی ہر رکاوٹ کا سدباب کرتا ہے۔

ii- اسلام اور اشتراکی نظام معیشت کا فرق

ا۔ فکر و نظر کا اختلاف: اسلامی نظام معیشت اور اشتراکی نظام میں فکر و نظر کا بنیادی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اشتراکی نظام نے مادیت کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔ اس کے نزدیک مادی ضروریات ہی انسان کی حقیقی ضروریات ہیں اس لئے انسان کو ان ہی ضروریات کے لئے مصروف جدوجہد رہنا چاہئے۔ ان کے علاوہ سب کچھ فریب نظر ہے۔ اس کے برعکس اسلام اس مادی دنیا کے علاوہ ایک عالم بالا کا تصور بھی دیتا ہے جو ابدی و دائمی ہے۔ اس لئے اسلام کے تجویز کردہ ضابطہ حیات میں دنیا اور آخرت دونوں کی صلاح و فلاح کا پروگرام موجود ہے جبکہ اشتراکی فکر کی پرواز اسی مادی عالم شش جہت (دنیا) کے اندر محدود ہے۔

۲۔ اجتماعی ملکیت: اشتراکی نظام معیشت کا بنیادی تصور نجی ملکیت کی نفی اور اس کی جگہ ذرائع پیداوار کی اجتماعی ملکیت کا تخیل ہے۔ اس نظام کے تحت تمام چھوٹے چھوٹے کاشت کاروں، سرمایہ داروں، صنعت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کاروں اور تاجروں کے وجود کو ختم کر کے تمام پیداواری وسائل کو حکومت کی تحویل میں لے لیا جاتا ہے۔ اس طرح کثیر تعداد سرمایہ داروں کی جگہ ملک میں ایک ہی بڑا سرمایہ دار رہ جاتا ہے اور چونکہ سیاسی اقتدار و اختیار بھی اسی کے پاس ہوتا ہے اس لئے سیاسی اور معاشی قوت کے ایک جگہ مرکوز ہو جانے سے فرد کی حریت فکر اور آزادی عمل بالکل ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ وہ سرکاری مشینری کا ایک بے جان پرزہ بن کر رہ جاتا ہے۔ وہ اپنی دو وقت کی روٹی تک کے لئے کارپردازان حکومت کا محتاج ہو جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وسائل پیداوار کی اجتماعی ملکیت اور حکومتی انتظام کے تحت اشیاء و خدمات کی تقسیم سے افراد کو بنیادی ضروریات زندگی کے حصول میں ایک گونہ اطمینان حاصل ہو جاتا ہے لیکن اس کے لئے وہ فکر و عمل کی آزادی کی فطری نعمت سے یکسر محروم ہو جاتے ہیں۔

اسلامی نظریہ حیات میں انسان کی حریت فکر اور آزادی ضمیر کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے کیونکہ اس کی موجودگی میں ہی انسان خلافت الٰہی کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے معاشی نظام میں انسان کے معاشی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ایسی تدابیر اختیار کی گئی ہیں جو معاشی ضروریات کی تسکین کرنے کے ساتھ ساتھ انسان کی حریت فکر اور فطری آزادی کو بھی فروغ دینے والی ہیں۔ اشتراکی نظام معیشت کے برعکس اسلام نجی ملکیت کی اجازت دیتا ہے البتہ اس کے مضر پہلوؤں سے معاشرہ کو محفوظ رکھنے کے لئے اس کے حصول اور استعمال پر ضروری پابندیاں عائد کر دیتا ہے۔ یوں افراد اور معاشرہ بحیثیت مجموعی نجی ملکیت کے فوائد سے پوری طرح بہرہ ور ہوتے ہیں اور استحصال اور اجارہ داریوں کی لوٹ کھسوٹ سے محفوظ رہتے ہیں۔ اس طرح فرد میں کام کرنے کا محرک بھی موجود رہتا ہے اور وہ فطری آزادی کی نعمت سے بھی محروم نہیں ہوتا۔ اسلام ناگزیر حالات میں بعض ذرائع پیداوار کو اجتماعی ملکیت میں لینے کی بھی اجازت دیتا ہے۔ تاہم یہ اس کے معاشی فکر و فلسفہ کا کوئی بنیادی جزو نہیں۔ اسے صرف ایک ناگزیر تدبیر کے طور پر ہی اختیار کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ ذاتی منافع کا محرک: اشتراکی نظام معیشت میں چونکہ ذرائع پیداوار اور تمام کاروباری ادارے حکومت کی ملکیت ہوتے ہیں اور افراد محض سرکاری کارندوں اور ملازموں کی حیثیت سے کام کرتے ہیں اس لئے ان میں کام کی آمادگی کا معیار اور رجحان وہ نہیں ہوتا جو نجی منافع کے حصول کی تحریک سے افراد میں پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نظام کے تحت پیداواری اہداف کو پہلے سے مقرر کر دیا جاتا ہے اور پھر بالجبر انہیں حاصل کرنے کی تدابیر کی جاتی ہیں۔

اسلام نے نجی ملکیت کے ادارہ کو برقرار رکھ کر افراد کے اس فطری رجحان کو زندہ رکھا ہے تاکہ وہ ذاتی منافع کے حصول کے لئے اپنی فکری و عملی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں۔ اس سے افراد کو اپنی قابلیتوں اور توانائیوں کی جولانیاں دکھانے کے مواقع حاصل رہتے ہیں اور ان کے جذبہ کار میں کسی لمحہ بھی کمی نہیں آنے پاتی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی نظام معیشت میں افراد کو آمادہ عمل کرنے کے لئے کسی حکومتی جبر کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ البتہ جہاں ذاتی منافع کا محرک اپنی حدود سے تجاوز کرنے لگے وہاں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

پہلے سے ہی خودکار نگران مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ اس طرح انسان کا فطری جذبہ محرکہ محفوظ حدود کے اندر رہ کر بھرپور انداز میں اپنا تخلیقی و تعمیری کردار ادا کرتا ہے۔

۵۔ اشتراکیت اور سرمایہ داری ۔۔ ایک ہی سکہ کے دو رخ

سرمایہ داری اور اشتراکیت اپنے بنیادی فکر و فلسفہ کے اعتبار سے ایک ہی شجر خبیث یعنی مادہ پرستی کی دو شاخیں یا ایک ہی سکہ کے دو رخ ہیں۔ اس لیے مختلف سمتوں کی طرف رخ رکھنے کے باوجود دونوں کے نتائج و ثمرات ایک سے ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام میں ذاتی منافع کے حصول کی ہوس نے افراد کو اجتماعی مفاد سے بے بہرہ کر دیا ہے۔ اس نظام نے معاشی آزادی کے نام پر بڑے بڑے سرمایہ داروں اور اجارہ داروں کو لوگوں کے معاشی استحصال کی کھلی چھٹی دے دی ہے تو اشتراکی نظام معیشت میں اجتماعی ملکیت کے نام پر افراد سے ان کی املاک ہی نہیں بلکہ فکر و ضمیر کی آزادی بھی چھین لی گئی ہے۔ گویا دونوں نظام فکر و عمل کے اعتبار سے عدل اجتماعی جو حقیقت میں افراد انسانی کے لئے سکون و راحت کا ضامن ہے کو تباہ کرنے والے ثابت ہوئے ہیں۔

دونوں نظاموں کی عمل داری سے جو انسانی کردار تیار ہوا ہے احوال و ظروف کے فرق کے باوجود اس میں حد درجہ مماثلت پائی جاتی ہے۔ سرمایہ داری نظام کے زیر اثر پروان چڑھنے والے افراد اور اشتراکی نظام کی گود میں پلنے والے انسانوں کے ذوق و ذائقہ، مشاغل اور دلچسپیوں، لذات زندگی میں ان کے انہماک اور ادب و آرٹ اور طرز بود و باش میں قطعاً کوئی نمایاں فرق نظر نہیں آتا۔

عالمی سطح پر استعماری (Colonial) انداز فکر و عمل سرمایہ دارانہ مغربی ممالک اور اشتراکی ممالک دونوں کی پالیسیوں میں پوری طرح کارفرما رہا ہے۔

کتابیات

۱۔ اسلام اور جدید معاشی نظریات۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور۔

۲۔ اسلام کا اقتصادی نظام۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ ادارہ اسلامیات، لاہور۔

۳۔ معاشیات اسلام، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور۔

4- Economics of Islam, Sh. Mehmood Ahmad, Sh. Muhammad Ashraf Publications, Lahore.

5- The Economic System of Islam, M. Umar Chapra, Karachi University, Karachi.

6- Issues in Islamic Economics, Muhammad Akram Khan, Islamic Publication, Ltd. Lahore.

7- Webster's New World College Dictionary Page 208

8- Merit Students Encyclopedia Vol 4, Page 181

9- The Social Science Encyclopedia. 2nd Edition, Page 72.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حصہ سوم

نظریہ جزوی معاشیات : اسلامی تناظر میں

(Microeconomics : The Islamic Perspective)

باب۵ صرف دولت

* رویہ صارف
* صرف کے اسلامی اصول
* اعتدال

باب۶ اسلامی معیشت میں رویہ فرم

* اخلاقی اقدار اور رویہ فرم
* فرم کی پالیسی کے لیے رہنما اصول
* اسلامی فرم کے مقاصد
* الحسبہ اور اسلامی فرم
* اسلامی فرم کا رویہ اور
* منڈی کے مختلف حالات
* قیمتوں کی میکانیت اور وسائل کی تخصیص
* تسعیر یعنی قیمتوں پر کنٹرول کا مسئلہ
* اسلام کا کاروباری ضابطہ اخلاق

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۵

صرف دولت

(Consumption)

ا۔ مفہوم اور اہمیت: اللہ رب العزت نے اپنی حکمت بالغہ کے تحت مختلف مخلوقات کو مختلف نوعیت کی احتیاجات لاحق کی ہیں۔ ملائکہ تو فقط تسبیح و تقدیس میں مصروف رہتے ہیں جبکہ انسان سمیت دیگر انواع کو جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھنے کے لئے بھی سرگرم عمل ہونا پڑتا ہے۔ صرف دولت کے باب میں انسان کے اس رویہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے جو وہ ضروریات زندگی کی تسکین کے لئے اختیار کرتا ہے۔ انسانی زندگی کے اس پہلو سے کسی بھی معاشرہ کو مفر نہیں ہے بلکہ یہ تمام معاشی سرگرمیوں کا مرکز و محور بن جاتا ہے۔ پیدائش دولت' تبادلہ دولت اور تقسیم دولت کا سارا نظام ہی صرف کے گرد گھومتا ہے۔ اگر صرف دولت کی ضرورت نہ ہو تو باقی شعبہ ہائے معیشت بھی بے معنی ہو کر رہ جائیں۔ صرف کی بدولت ہی معاشرتی زندگی کی ہمہ ہمی اور رونق و رعنائی قائم ہے۔

صرف کے اسلوب و انداز (Consumption Pattern) سے ہی معیشت کے تمام شعبوں بالخصوص پیدائش دولت کا رخ متعین ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر افراد معاشرہ کی اکثریت عیاشانہ صرف کی رسیا ہو جائے تو قومی وسائل کا بڑا حصہ عیش و نشاط کے غیر ضروری راستوں میں بہہ نکلے گا اور حقیقی ضروریات کے لئے سرمایہ کی قلت عوام کو کمیابی اور گرانی سے دوچار کر دے گی۔ اس لئے مفاد عامہ اور لوگوں کی فلاح و بہبود کے نقطہ نظر سے صرف کو منضبط کرنا بے حد ضروری ہے۔ اسے چند لوگوں کی ہوا و ہوس کے تابع کر کے عامۃ الناس کو معاشی پریشانیوں کے غار میں نہیں دھکیلا جا سکتا۔ اسلام چونکہ دین فطرت اور دین فلاح ہے اس لئے اس نے اپنے منصوبہ حیات میں صرف کے انضباط پر خصوصی توجہ دی ہے اور اعتدال و توازن کی راہ سے اس کی ایسی مناسب و موزوں حد بندی کی ہے کہ یہ انفرادی اور اجتماعی ہر پہلو سے انسان کے لئے خیر کا باعث بن جائے۔ اسلام نے معاشی دائرہ میں اپنے منصوبہ فلاح و اصلاح کا آغاز ہی صرف دولت کے رخ کے صحیح تعین سے کیا ہے اور اس طرح اس نے نہ صرف وسائل کے ضیاع کی روک تھام کی ہے بلکہ اسے حقیقی' جائز و حلال ضروریات تک محدود کر کے بچتوں کی افزائش کی یقینی راہ بھی پیدا کی ہے۔

صرف کا معیار روزگار پر بھی اثر پڑتا ہے۔ اجتماعی سطح پر معیار صرف کے بلند ہونے سے موثر طلب (Effective Demand) میں اضافہ ہوتا ہے۔ پیداشدہ اشیاء کے نکاس سے آجر مزید اشیاء پیدا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنے میں سرگرم ہوجاتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں نئے روزگار اور نئی آمدنیاں وجود میں آتی ہیں۔ کینز (Keynes) بدحالی کے بحران سے معیشت کو نکالنے کے لئے صرف کے ذریعہ موثر طلب کو بڑھانے پر ہی زور دیتا ہے۔ اس کے نزدیک سرمایہ دارانہ معیشت میں رونما ہونے والی کساد بازاری (Depression) کا بنیادی سبب موثر طلب کی کمی ہی ہوتی ہے۔ موثر طلب کا انحصار کلی طور پر معیار صرف پر ہوتا ہے۔ اسے بڑھا کر معیشت کو کساد بازاری کے گرداب سے نکالا جاسکتا ہے۔

۲۔ اسلام اور صرف دولت

صرف کے اصول اور صرف کا انداز کسی قوم کے بنیادی نظریہ حیات سے متاثر ہوتے ہیں۔ اگر کسی معاشرہ میں لوگوں کا عام نظریہ حیات مادہ پرستانہ ہوگا تو وہاں صرف دولت کے سلسلہ میں مادی ضروریات کی تسکین کو ہی بنیادی اہمیت حاصل ہوگی۔ عیاشانہ و مسرفانہ اخراجات' نام ونمود' جاہ وجلال اور راحت و آرام کے لوازمات سوچ وفکر کا مرکز ومحور بن جائیں گے۔ انسانی جدوجہد اور وسائل کا بڑا حصہ ان ہی کی نذر ہوجائے گا اور انسانوں کی حقیقی ضروریات مثلاً خوراک' لباس' رہائش' علاج اور تعلیم وغیرہ کے لئے وسائل کم رہ جائیں گے جن کا خمیازہ معاشی تنگدستی اور غربت وافلاس کی شکل میں بھگتنا پڑے گا۔

اس کے برعکس اگر نظریہ حیات رہبانیت پر مبنی ہوگا تو صرف کا معیار بالکل گر جائے گا۔ زندگی میں سرگرمی اور جدوجہد کا محرک ماند پڑ جائے گا اور قوائے عمل اور خداداد فطری صلاحیتیں سکڑ جائیں گی۔ نیک اور بھلے لوگ وسائل حیات کے استعمال سے کنارہ کش ہوجائیں گے اور بدکار لوگ وسائل پر قابض ہوکر معاشرتی ومعاشی فساد پیدا کرنے پر قادر ہوجائیں گے۔

اس نظریہ حیات کے تحت موثر طلب کم ہوجائے گی اور پیداآوری سرگرمیاں اضمحلال کا شکار ہوجائیں گی۔

اسلامی نظریہ حیات ان دونوں انتہاؤں سے مبرا ہے اس لئے صرف کے بارے میں بھی اس کا تصور توازن اور اعتدال پر مبنی ہے۔ وہ نہ تو ترک احتیاجات کا قائل ہے اور نہ ہی لذات میں مستغرق ہوجانے کو درست خیال کرتا ہے۔ اس نظریہ حیات کے تحت انسان کو اپنی فطری احتیاجات کی تسکین کی تلقین کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں مال صرف کرنے کے عمل کو پسندیدہ قرار دیا گیا ہے بشرطیکہ یہ صرف مال اخلاقی حدود کا پابند اور اللہ کی مرضی کے مطابق ہو' اسی جگہ پر ہو جہاں اس سے اعلیٰ انسانی اور اخلاقی نصب العین کے حصول میں مدد ملے اور اس حد تک ہو جس حد تک ضروری ہو نیز ریا اور ایذا سے پاک ہو کہ دیکھنے سننے والے احساس کمتری کا شکار نہ ہوجائیں۔

اسلام نے ان حدود اور مقاصد کے دائرہ میں صرف مال کی ترغیب دی ہے۔ صرف کو اہل ایمان کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بنیادی صفات میں شمار کیا ہے اور قرآن پاک سے نور ہدایت پانے والے متقین کی یہ صف بیان کی ہے کہ جو رزق ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (البقرہ:۲)

اس صرف کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں:

(الف) انفاق مطلق: اپنی اور اپنے اہل خانہ اور دیگر زیر کفالت افراد کی روزمرہ ضروریات پوری کرنے کے لئے خرچ کرنا۔

(ب) انفاق فی سبیل اللہ: اللہ کے دین کی سربلندی اور تحفظ و اشاعت اور امور جہاد کے لئے مال صرف کرنا۔

(ج) صدقہ و خیرات: اس میں صدقات واجبہ مثلاً زکوٰۃ وغیرہ کے علاوہ صدقات نافلہ یعنی معاشرہ کے عام افراد بالخصوص حاجت مندوں کی امداد و تعاون کے لئے خرچ کرنا شامل ہے۔

۳۔ صرف کے اصول

(Principles of Consumption)

قرآن و سنت کے مطالعہ سے صرف کے سلسلہ میں درج ذیل اصول سامنے آتے ہیں۔ ان کو ملحوظ رکھ کر جو مال صرف کیا جائے وہ پسندیدہ تصور کیا جاتا ہے:۔

ا۔ اصول حلال: اس اصول کے مطابق لازم ہے کہ صرف ان ہی اشیاء پر کیا جائے جنہیں قرآن و سنت میں حلال قرار دیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

یاایھاالناس کلوا مما فی الارض حلال طیبا ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن (۲: ۱۶۸)

ترجمہ: اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے جو حلال و طیب ہیں ان کو کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو (البقرہ:۱۶۸)

اس سلسلہ میں قرآن پاک نے بعض اشیاء کی حرمت کو متعین کر دیا ہے۔ کھانے پینے کے سلسلہ میں مردہ جانور کا گوشت، خون، سور کا گوشت اور غیر اللہ کے نام ذبیحہ کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اضطراری حالت (جب بھوک کی وجہ سے جان کے لالے پڑ رہے ہوں اور موت سامنے کھڑی نظر آ رہی ہو) میں بقدر ضرورت ان کے استعمال کی بھی رخصت دی ہے اس شرط پر کہ دلی کراہت کے ساتھ اور بغیر کسی جذبہ نافرمانی کے ہو۔ اشیائے خوراک کے علاوہ پہننے اور پہننے والی بعض اشیاء کے استعمال کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ ان میں شراب، اور مردوں کے لئے سونا اور ریشمی لباس شامل ہیں۔ بت گری، فال گری، جواء اور شرطیں باندھنے پر اٹھنے والے اخراجات کی بھی ممانعت کر دی گئی ہے۔ حرام کردہ چیزوں کے علاوہ باقی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تمام اشیاء حلال و مباح ہیں۔ ان پر دولت صرف کرنا درست ہے۔

۲۔ اصول پاکیزگی: صرف کا دوسرا اصول یہ ہے کہ شے نہ صرف حلال ہو بلکہ طیب و پاکیزہ بھی ہو' گندی اور غلیظ چیزیں جو انسان کی صحت کے لئے مضر ہوں ان پر دولت صرف کرنا بھی ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے خواہ وہ اصلاً حلال ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ پاک ہے اور وہ پاک چیزوں کو ہی پسند کرتا ہے۔ حدیث نبویؐ میں طہارت و پاکیزگی کو نصف ایمان کہا گیا ہے اس لئے ہر صاحب ایمان کو ان ہی چیزوں پر مال صرف کرنا چاہئے جو صاف ستھری اور تحفظ صحت میں مددگار و معاون ہوں۔ اس سلسلہ میں نبی ﷺ نے اشیائے خوردونوش کو ڈھانپ کر رکھنے کی تلقین کی ہے اور دودھ یا پانی پیتے ہوئے اس میں پھونک مارنے سے منع کیا ہے کہ اس طرح منہ کی رطوبت اور جراثیم اس کے اندر چلے جاتے ہیں۔

۳۔ اصول اعتدال: صرف میں اعتدال کو ملحوظ رکھنا بھی اشد ضروری ہے۔ ہر صاحب ایمان کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے مال کے سلسلہ میں نہ تو بخل سے کام لے اور نہ ہی اسراف و تبذیر کا مرتکب ہو۔ بلکہ اعتدال کی روش پر قائم رہتے ہوئے اپنی جائز اور حقیقی احتیاجات پوری کرنے پر بقدر ضرورت خرچ کرے۔ ارشاد ربانی ہے:

والذین اذا انفقو الم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواما (۲۵: ۶۷)

ترجمہ: (اللہ کے بندے وہ ہیں) جو خرچ کرتے ہوئے نہ تو فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ ان کے درمیان یعنی اعتدال پر قائم رہتے ہیں۔ (الفرقان۔۶۷)

۴۔ اصول افادیت: مال ان ہی اشیاء اور مقاصد پر صرف کیا جاسکتا ہے جو انسان یا معاشرہ کے لئے کسی افادیت کی حامل ہیں۔ لغو' بے معنیٰ' بے کار اشیاء اور مشاغل پر مال صرف نہیں کیا جاسکتا۔ مال اللہ کی نعمت ہے جو قیام حیات اور وقار حیات کا ذریعہ ہے۔ اسے بے مصرف اڑانا اللہ کی ناشکری اور قابل مواخذہ عمل ہے۔ شراب اور دیگر منشیات کے استعمال کی ممانعت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ان سے انسان کی صحت اور قوائے جسمانی پر برے اثرات پڑتے ہیں اور انسان متعدد بیماریوں کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔

۵۔ اصول اخلاق: صرف کے سلسلہ میں اس بات کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ اس سے اخلاق و کردار پر برا اثر نہ پڑے۔ شراب کی حرمت میں یہ حکمت بھی پوشیدہ ہے کہ اس کے نشہ کے زیر اثر انسان نیک و بد کی تمیز کھو دیتا ہے۔ اسی لئے اسے حدیث نبوی میں ام الخبائث یعنی تمام برائیوں کی جڑ قرار دیا گیا ہے۔ گندی فلموں' گندے ناولوں' گانے بجانے کی چیزوں اور دیگر مخرب اخلاق اشیاء پر روپیہ کا صرف اصول اخلاق کے منافی ہے۔ جس صرف کا محرک نام ونمود اور فخر و تکبر ہو اسلام نے اس کی بھی ممانعت کی ہے۔ البتہ کسی کی امداد اور حاجت روائی کے لئے بے لوث مخلصانہ صرف درست ہے کہ اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے انسان میں ایثار، احسان، تعاون اور ہمدردی کے اعلیٰ اخلاقی اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔

۶۔ زیادہ سے زیادہ فلاح کا اصول: ہر شخص کے پاس مال کی ایک معین مقدار ہی ہوتی ہے۔ ضروری ہے کہ اسے اس انداز میں صرف کیا جائے کہ اس سے مالک کو زیادہ سے زیادہ حقیقی فلاح حاصل ہو نہ کہ محض مادی تسکین و لذت۔ حقیقی فلاح دنیاوی و اخروی فلاح کے مجموعہ کا نام ہے۔ اسلام کی نگاہ میں یہی حقیقی فلاح صارف کا مقصود ہونا چاہئے۔ اسے اپنی اخراجات کو مختلف اشیاء اور مقاصد پر اس طرح ترتیب دینا چاہئے کہ اسے زیادہ سے زیادہ حقیقی فلاح حاصل ہو۔ محض مادی احتیاجات کی تسکین یا افادہ کا حصول اس کا مقصد نہیں ہونا چاہئے۔ اس لحاظ سے خورد و نوش وغیرہ کی ضروریات پوری کرنے کے ساتھ ساتھ اسے اخروی اجر و انعام کا باعث بننے والے امور پر بھی مالی صرف کرنا چاہئے۔ مثلاً حاجت مندوں کی امداد، اشاعت و اقامت دین اور جہاد وغیرہ۔

۷۔ اصول امانت: مال بندہ کے پاس اللہ کی امانت ہوتا ہے۔ کوئی شخص محض اپنی عقل و دانش اور تدبیر سے حصول مال پر قادر نہیں ہوتا۔ یہ محض اللہ کے فضل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس لئے اسے اللہ کی مرضی کے مطابق ہی صرف کیا جانا چاہئے۔ یہی اس امانت کا حق ادا کرنے کی شکل ہے۔

۸۔ اصول تشکر: مال اللہ کا فضل اور انعام ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ بندہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ بندہ دل سے اس بات کا اعتراف کرے کہ یہ مال خدا کی عطا ہے۔ زبان سے بھی اس امر کا اظہار و اعلان کرے اور عملاً معطی یعنی عطا کرنے والے خدا کے حکم اور منشاء کے مطابق اسے صرف کرے۔ اس اصول کی پاسداری رزق و فضل ربی میں مزید اضافہ کا باعث بنتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

.....لئن شکرتم لازیدنکم..... (۱۴: ۷)

ترجمہ: اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں مزید عطا کروں گا۔ (ابراہیم: ۷)

۴۔ اعتدال (Moderation)

مفہوم: صرف دولت کے باب میں اعتدال سے مراد اسراف اور بخل کی افراط و تفریط سے بچ کر درمیانی راہ اختیار کرنا ہے۔ اسلام فکر و عمل ہر دو پہلوؤں سے عدل اور اعتدال کا دین ہے۔ نہ اس میں رواقیین (Stoics) کی نفس کشی اور رہبانیت کی گنجائش ہے اور نہ ہی ایپیقوریین (لذت پسندوں) (Epecurians) کی مادہ کشی اور لذت کشی کے لئے کوئی جگہ ہے۔ اسلام ان دو انتہاؤں کو چھوڑ کر میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن نے امت مسلمہ کو امت وسط یعنی بیچ کی راہ لینے والی امت قرار دیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وکذٰلک جعلنکم امة وسطا

ترجمہ: اور اس طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا ہے۔ (البقرۃ:۱۴۳)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے "خیر الامور اوسطھا"

ترجمہ: کاموں کا بہترین پہلوان کا وسط یعنی درمیان ہوتا ہے۔

صرف کے بارے میں آپ ﷺ نے کفایت اور اقتصاد کی تلقین کی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"جس نے خرچ کے بارے میں میانہ روی اختیار کی وہ کبھی تنگدستی سے دوچار نہیں ہوا۔"

قرآن پاک میں زندگی کے ایک عمومی اصول کے طور پر نبی ﷺ کے توسط سے اہل ایمان کو یہ ہدایت دی گئی ہے:

ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا و اتبع هوٰه و کان امره فرطا (۱۸: ۲۸)

ترجمہ: "اس کی اتباع نہ کرو جس کے دل کو ہم نے غفلت سے دوچار کر دیا ہے اور جس نے ہوائے نفس کی پیروی کی اور جس کا کام افراط و تفریط کا شکار ہو گیا۔" (الکہف:۲۸)

(الف) صرف اور اعتدال (Consumption and Moderation): صرف کے دائرہ میں افراط و تفریط دو پہلوؤں سے پیدا ہوتی ہے۔ ایک بخل اور دوسرے اسراف و تبذیر۔ اسلام نے ان دونوں رویوں کی سخت مذمت کی ہے اور انہیں اللہ کی ناراضگی اور اس کی طرف سے سزا کا باعث قرار دیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

۱. والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا و کان بین ذٰلک قواما (۲۵: ۶۷)

ترجمہ: (اللہ کے نیک بندے) جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ ان دونوں (انتہاؤں) کے درمیان قائم رہتے ہیں۔ (الفرقان)

۲. کلوا و اشربو اولا تسرفوا انه لا یحب المسرفین (۷: ۳۱)

ترجمہ: کھاؤ پیو مگر اسراف یعنی فضول خرچی نہ کرو۔ بے شک وہ (اللہ) اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۳. والذین یکنزون الذهب و الفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشر هم بعذاب الیمO یوم یحمیٰ علیها فی نار جهنم فتکوٰی بها جباههم و جنوبهم و ظهور هم هذا ما کنزتم لا نفسکم فذو قوا ما کنتم تکنزون O (۹: ۲۵: ۳۴)

ترجمہ: جو لوگ اپنے مالوں کو سینت سینت کر رکھتے ہیں اور انہیں خرچ نہیں کرتے ان کے مال جہنم کی آگ میں تپا کر ان کی پیشانیوں، پہلوؤں کو داغا جائے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴۔ ولا تبذر تبذیراً O ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین..... (۱۷: ۲۶: ۲۷)
ترجمہ: تبذیر یعنی صرف بے جا سے باز رہو۔ بے شک تبذیر کے مرتکب شیاطین کے بھائی ہیں۔
(بنی اسرائیل:۲۶۔۲۷)

اعتدال کی اہمیت: نبی پاک ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ''جس نے خرچ کے معاملہ میں میانہ روی اختیار کی وہ کبھی تنگ دستی سے دوچار نہیں ہوا۔''

۱۔ حسن حیات: اعتدال ہی اس کائنات کا عمومی مزاج ہے اور اسی سے مظاہرات قدرت میں حسن اور جاذبیت پائی جاتی ہے۔ صحت انسانی کا دارومدار خوردونوش اور معمولات زندگی میں توازن اور اعتدال پر ہی ہے۔ اس بارے میں ذرا سی بے اعتدالی نظام جسمانی کے خلل اور صحت کی تباہی کا باعث بن جاتی ہے۔ اسی طرح سیر وتفریح اور آرام و راحت میں حد سے بڑھا ہوا انہماک انسان کے قوائے عمل کو منجمد کر دیتا ہے اور اکتساب مال کی فکر میں ہمہ وقت غرق رہنے والا لذت حیات اور ادائی حقوق سے غافل ہو کر اس دار فانی کے امتحان میں ناکامی و نامرادی سے دوچار ہو جاتا ہے۔

۲۔ بخل سے نجات: بخل کی مذمت کے پہلو سے بھی اعتدال کو معاملات زندگی بالخصوص معاشی دائرہ میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ شح نفس یعنی دل کی تنگی یا بخل انسانی کردار کا ایک نہایت ہی مذموم پہلو ہے۔ اس سے صاحب مال نہ صرف خود مال کی خیر و برکت سے محروم رہتا ہے بلکہ بہت سی بھلائیاں سمیٹنے اور خلق خدا کی خدمت کی سعادت بھی اس سے چھن جاتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ اپنی ہی اولاد کی پرورش و تربیت کا بطریق احسن فریضہ انجام دینے سے قاصر رہ جاتا ہے۔

بخل سے سرمایہ ایک جگہ منجمد ہو کر رہ جاتا ہے اور معاشرہ سرمایہ کی گردش سے حاصل ہونے والی توانائی سے محروم ہو جاتا ہے۔ اعتدال سے بخل کا قفل ٹوٹتا ہے۔ مالی وسائل کا بانجھ پن ختم ہوتا ہے اور افراد کی دولت تعمیری اور پیداآوری کاموں میں لگ کر کاروباری سرگرمیوں کے فروغ کا باعث بنتی ہے۔ نئے روزگار وجود میں آتے ہیں اور آمدنیوں کی تخلیق سے زندگی کی ضروریات پوری کرنے کا امکان پیدا ہوتا ہے۔

بخل معاشرہ کی مجموعی طلب (Aggregate Demand) کو کم کر کے پیداآوری سرگرمیوں کے محرک کو ماند کر دیتا ہے جبکہ صرف میں اعتدال سے اشیاء و خدمات کی موثر طلب ہر وقت موجود رہتی ہے اور آجر کاروبار کو جاری رکھنے کے لئے ہر وقت مستعد رہتے ہیں۔

۳۔ اسراف سے نجات: اعتدال بخل کی طرح اسراف سے نجات دلانے کا بھی ذریعہ بنتا ہے۔ اسراف سے مالی وسائل کا بے دریغ ضیاع عمل میں آتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معاشرہ میں عیاشانہ ٹھاٹھ باٹھ کے ساز و سامان کی طلب بڑھتی ہے اور ملکی سرمایہ ان ہی کی پیداوار کے لئے مختص ہو جاتا ہے۔ عامتہ الناس کی حقیقی ضرورت کی اشیاء پیدا کرنے کے لئے سرمایہ کی قلت پیدا ہو جاتی ہے اس لئے ان کی رسد کمیاب ہو جاتی ہے اور قیمتیں چڑھ جاتی ہیں۔

اسراف انسان کو بتدریج عیش کوش اور بے ہمت بنا دیتا ہے اور یوں معاشرہ کی افرادی قوت (Man Power) مضمحل ہو جاتی ہے جو انسانی سرمایہ (Human Resources) کے ضیاع کی ایک قبیح شکل ہے۔

اعتدال ان تمام عوارض کا قلع قمع کر دیتا ہے۔ اس کے ذریعہ افراد کی دولت کا ایک بڑا حصہ پیدا آوری کاموں کے لئے بچ جاتا ہے جس کے صحیح مصرف سے عوام کی حقیقی ضرورتوں کی تسکین کرنے والی اشیاء پیدا کی جاسکتی ہیں۔

۴۔ **بچتوں میں اضافہ:** اعتدال کا لازمی نتیجہ بچتوں میں اضافہ کی شکل میں برآمد ہوتا ہے۔ انسان کی حقیقی ضروریات کی تسکین کے لئے بالعموم کسی بڑی رقم کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہوا اور روشنی جیسی گراں قدر اشیاء کی فراہمی کا انتظام پروردگار نے اپنے فضل و کرم سے مفت ہی کر دیا ہے۔ دیگر احتیاجات بھی اگر فطری سطح پر پوری کرنی مطلوب ہوں تو تھوڑے سے وسائل ہی کفائت کر جاتے ہیں۔ اگر مصنوعی ضروریات اور اخراجات سے نجات حاصل کر لی جائے تو قومی سطح پر بچت کا بہت بڑا ذخیرہ فراہم ہو سکتا ہے۔

۵۔ **استحکام معیشت:** اعتدال سے ملکی معیشت کو داخلی اور خارجی طور پر استحکام نصیب ہوتا ہے۔ اندرون ملک بچتوں کی افزائش سے پیدا آوری کاموں کے لئے سرمایہ میسر آ جاتا ہے جو معیشت کے جمود کو توڑ کر اسے متحرک اور فعال بنا دیتا ہے۔ سرمایہ کاری کے اضافہ سے نئی آمدنیاں اور نئے روزگار وجود میں آتے ہیں اور عوام کا معیار زندگی بہتر ہو جاتا ہے۔

اعتدال سے مسرفانہ انداز زندگی کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں اشیائے تعیش کی تیاری اور درآمد کی یلغار رک جاتی ہے اور ملک بہت سے بیرونی اثرات بد سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ تعیشات کی درآمد ملکی وسائل پر بہت بڑا بوجھ ثابت ہوتی ہے۔ اعتدال پر مبنی زندگی کے نتیجہ میں ان عوارض سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

۶۔ **ذہنی سکون:** ذہنی سکون اور معاشی جدوجہد کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ذہنی اعتبار سے مطمئن اور آسودہ انسان ہر پیدا آوری شعبہ میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ بخل اور اسراف کی پیدا کردہ بے اعتدالیاں ذہنی و جسمانی سکون کو غارت کئے رکھتی ہیں۔ بخیل ہر وقت انجانے خوف میں مبتلا رہتا ہے اور مسرف دیر یا بدیر بے مایہ ہو کر قرضہ کی زنجیر کا اسیر ہو جاتا ہے۔ اعتدال پسند کبھی اس نوعیت کے روگوں کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شکار نہیں ہوتا۔ اسے تسکین احتیاجات کی نعمت بھی حاصل ہوتی ہے اور عزت نفس بھی' کہ اسے کبھی دوسروں کے آگے دست سوال دراز کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

۷۔ **اخلاقی ترفع:** اعتدال فی نفسہ ایک مستحسن اخلاقی قدر ہے اور بہت سی معاشرتی بھلائیوں کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ معاشرہ کے پسماندہ اور محتاج افراد کی امداد و اعانت اور خدمت خلق کے کاموں کی توفیق بالعموم اعتدال پسند اصحاب کو ہی نصیب ہوتی ہے۔ بخیل دولت کو دبا کر دوسروں کی دستگیری کرنے کی سعادت سے محروم رہتا ہے اور اسراف پسند اپنی دولت کو عیش پرستی میں اڑا کر غریبوں مسکینوں کی دعاؤں سے بے فیض رہتا ہے۔ اخلاقی اوصاف سے متصف افراد اسلامی معاشرہ کا بے بہا اثاثہ ہوتے ہیں۔ اسلام کے معاشی نظام کی کامیابی ان ہی افراد کی کارفرمائیوں کی رہین منت ہوتی ہے۔ اعتدال ان اوصاف حمیدہ کی تخلیق اور استحکام میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

۸۔ **خودانحصاری کا تقاضا:** خودانحصاری عزت نفس اور معاشی استحکام دونوں کے اعتبار سے ایک پسندیدہ روش ہے۔ اعتدال کے ذریعہ ہی اس کا حصول ممکن ہے۔ معاشرہ کے وہی افراد طفیلی پن' دریوزہ گری اور قرضہ کی لعنت میں گرفتار ہوتے ہیں جو معاملات زندگی بالخصوص صرف دولت کے بارے میں بے اعتدالی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ اعتدال مسرفانہ رسم و رواج سے بھی انسان کی جان چھڑا دیتا ہے اور اسے سادہ پرسکون زندگی کی راحتوں سے ہمکنار کرتا ہے۔

۹۔ **معاشی و معاشرتی مفاسد کا سدباب:** اعتدال پسند شخص مال کی حد سے بڑھی ہوئی حرص و ہوس سے محفوظ ہوتا ہے۔ اس وجہ سے وہ رشوت' دھوکہ اور دیگر حرام ذرائع سے آمدنی کمانے سے بچا رہتا ہے۔ اعتدال اور رزق حلال کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اسلام کے مجوزہ معاشی نظام میں کسب حلال کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ اعتدال انسان کو حلال کی کمائی کی شاہراہ پر مضبوطی سے کھڑا رکھتا ہے۔

۱۰۔ **آسان زندگی:** اعتدال انسان کی معاشی زندگی کو آسان بنا دیتا ہے۔ عہد حاضر کے مادہ پرستانہ معاشی نظام نے عام آدمی کے مصارف زندگی کو بڑھا کر اسے گرانی کی چکی میں پیس کر رکھ دیا ہے۔ مصنوعی لوازمات حیات نے انسان کو بے کل کر رکھا ہے۔ وسائل کی کثرت کے باوجود اسے 'ھل من مزید' (کچھ اور) کی تونس لگی رہتی ہے۔

زندگی روز بروز مشکل اور تنگ ہوتی جارہی ہے۔ اس سے نجات کی واحد شکل یہ ہے کہ معاملات زندگی میں بالعموم اور صرف دولت کے سلسلہ میں بالخصوص اعتدال کی راہ اختیار کی جائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۵۔ اسلامی معاشرہ میں رویہ صارف کا نظریہ

(Consumer's Behaviour in an Islamic Society)

ہر صارف اپنے محدود وسائل کو اس طرح مختلف اشیاء و خدمات پر خرچ کرتا ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ افادہ یا تسکین حاصل ہو۔ صارف کا یہی رویہ موضوع بحث ہے۔ روائتی معاشیات میں اس رویہ پر محض Cardinal اور Ordinal حوالوں سے بات کی جاتی رہی ہے اور یہ فرض کرلیا جاتا ہے کہ صارف ایک معاشی انسان (Economic Man) ہے۔ یعنی وہ انسان جو مادہ پرستی پر یقین رکھتا ہے اس لحاظ سے یہ ایک محدود تصور ہے کیونکہ اس بحث میں وہ تمام مسلم صارفین خارج ہو جاتے ہیں جو مادی کے بجائے زندگی کے اسلامی نقطہ نظر پر یقین رکھتے ہیں۔ یقیناً ان کا رویہ مادہ پرستانہ نقطہ نظر رکھنے والے صارفین سے مختلف ہوگا۔ یہاں ہم اسی نقطہ نظر کی وضاحت کریں گے لیکن اس سے پہلے مغربی یا روائتی معاشیات کے نقطہ نظر کی وضاحت کی جائے گی تاکہ دونوں کا فرق نمایاں کیا جاسکے۔

(الف) رویہ صارف کا مغربی تصور

(Western Concept of Consumer's Behaviour)

مغرب میں سرمایہ داری نظام کے قیام کے بعد رویہ صارف سے متعلق جو نظریہ قائم کیا گیا اس کی بنیاد دو اصولوں پر رکھی گئی:

۱۔ معاشی عقلیت پسندی (Economic Rationalism)

۲۔ افادیت پسندی (Utilitarianism)

معاشی عقلیت پسندی سے مراد ایسا انسانی طرزِ عمل ہے جو معاشی کامیابی (Economic Success) کے حصول کے لیے اختیار کیا جاتا ہے۔ معروف معیشت دان (Max Weber) نے معاشی کامیابی کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

"Making of money out of Man"

یعنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد دولت کمانا ہے اور یہی معاشی فلاح کا پیمانہ بھی ہے۔

نظریہ افادیت پسندی (Utilitarianism) بذات خود اخلاقی اقدار اور رجحانات کی بنیاد ہے۔ مثلاً ایمانداری اس لیے مفید ہی کہ اس سے انسان کا اعتبار قائم ہوتا ہے جو حصول منافع میں معاون ثابت ہوتا ہے اسی طرح وقت کی پابندی اور محنت وغیرہ اس لئے قابل تحسین اعمال ہیں کہ ان سے بہت سے فوائد متوقع ہوتے ہیں۔ اس نظریہ کے مطابق صارف کا نصب العین زیادہ سے زیادہ افادہ کا حصول ہے۔

سرمایہ داری نظام کے تحت رویہ صارف کا نظریہ دو مراحل سے گزرا ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔ پہلا طریقہ وہ ہے جس میں افادہ کو ماپا جاتا ہے اسے افادہ کی عددی پیائش کا انداز فکر (Cardinal Approach) کہتے ہیں جس کے تحت ایک صارف مندرجہ ذیل اصول کے تحت متوازن کیفیت کو پہنچتا ہے:

$$\text{صارف کا توازن} = \frac{\text{الف شے کا مختتم افادہ}}{\text{الف شے کی قیمت}} \quad \frac{\text{ب شے کا مختتم افادہ}}{\text{ب شے کی قیمت}} \quad \frac{\text{ی شے کا مختتم افادہ}}{\text{ب شے کی قیمت}}$$

$$C.E. = \frac{MU_a}{MU_a} \quad \frac{MU_b}{MU_b} \quad \frac{MU_z}{MU_z}$$

وہ معیشت دان جو اس انداز فکر کے قائل ہیں ان میں آسٹرین مکتبہ فکر کے بام باورک اور نوکلاسیکل مکتبہ فکر کے پروفیسر مارشل اور ان کے پیروکار شامل ہیں۔

۲۔ دوسرا طریقہ (Ordinal Approach) خطوط عدم ترجیح کا نظریہ کہلاتا ہے۔ اس انداز فکر کو پیش کرنے والوں میں J.R. Hicks, R.G.D. Allen اور Prof. Edgeworth شامل ہیں۔

اس انداز فکر کے مطابق صارف اس وقت توازن کو پہنچتا ہے جب مختتم شرح استبدال یعنی MRS قیمتوں کے تناسب Price Ratio کے برابر ہو جائے یعنی

$$MRS = \text{Price Ratio}$$

یعنی جہاں خط عدم ترجیح اور خط قیمت کا جھکاؤ برابر ہوتا ہے یا دوسرے لفظوں میں بجٹ کا خط عدم ترجیح کے خط کے ساتھ مماس بناتا ہے جیسا کہ ذیل کی ڈائیگرام میں دکھایا گیا ہے:

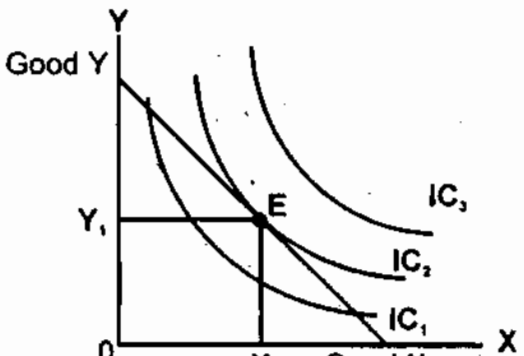

Equilibrium of a Muslim Consumer

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نقطہ E صارف کے توازن کو ظاہر کرتا ہے اس مقام پر صارف X شے کی X1 مقدار اور Y شے Y1 مقدار کی خرید کر زیادہ سے زیادہ تسکین کے معیار تک پہنچتا ہے۔

مارکسی معاشیات (Marxian Economics) نے بھی اسی نظریہ رویہ صارف (Homo-economicus) سے اتفاق کیا ہے۔ گویا مارکسی معاشیات میں نظریہ رویہ صارف سرمایہ دارانہ نظریہ صارف سے مختلف نہیں ہے۔ اشتراکی ماہرین معاشیات کی تحریروں میں بھی انہی دونوں انداز ہائے فکر (Cardinal and Ordinal Approaches) کا عکس نظر آتا ہے۔

معروف سوشیالوجسٹ (Max Weber) کے مطابق معاشی عقلیت پسندی (Economic Rationalism) فطرت انسانی کے میلانات کے بارے میں مادی نقطہ نظر کے قائم کردہ مفروضات پر مبنی ہے۔ انسانی زندگی کے بارے میں کسی اور نقطہ نظر کو تسلیم کرنے سے عقلیت پسندی کا معیار بھی بدل سکتا ہے۔ حیات و کائنات کے بارے میں اسلام کا اپنا ایک نقطہ نظر ہے۔ اس سے بھی عقلیت پسندی کا ایک معیار وجود میں آتا ہے۔ اسے اسلامی عقلیت پسندی (Islamic Rationalism) کا نام دیا جاسکتا ہے۔

(ب) رویہ صارف کا اسلامی نقطہ نظر

(Behaviour of Consumer : The Islamic Viewpoint)

ڈاکٹر منذر کہف کے مطابق مسلم صارف کا رویہ اسلامی عقلیت پسندی پر قائم ہے۔ جس کی بنیاد مندرجہ ذیل تین تصورات ہیں:

۱۔ اسلام کا تصور آخرت

۲۔ اسلام کا تصور دولت

۳۔ اسلام کا تصور کامیابی

۱۔ اسلام کا تصور آخرت:

تصور آخرت کے رویہ صارف پر دو طرح کے اثرات مرتب ہوتے ہیں:

(الف) کسی چیز سے حاصل ہونے والا افادہ دو پہلو رکھتا ہے۔ دنیاوی پہلو اور اخروی پہلو۔ کل افادہ ان دونوں پہلوؤں پر مجموعہ ہے۔ اس کو یوں ظاہر کیا جاسکتا ہے۔

کل افادہ = دنیاوی افادہ + اخروی افادہ

یا $U = U1 + U2$

یہاں U = کل افادہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

U1 = دنیاوی افادہ

U2 = اخروی افادہ

(ب) صارف کی آمدنی کے متبادل استعمال میں اضافہ ہوجاتا ہے' مثلاً قرض حسنہ' صدقات وخیرات اور آنے والی نسلوں کی بھلائی کے کام۔ آمدنی کے ایسے استعمال Max Weber کے تصور عقلیت پسندی کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتے کیونکہ ان میں فوری افادہ موجود نہیں ہے۔ چنانچہ انسان کی آمدنی کے بعض استعمال ایسے بھی ہیں جن میں اسلامی نقطہ نظر کے مطابق تو افادہ مثبت ہے جبکہ مادی نقطہ نظر کے مطابق افادہ صرف یا منفی ہوسکتا ہے۔

گویا ایک غیر مسلم صارف آمدنی کے استعمال میں صرف فوری افادہ کو مدنظر رکھتا ہے جبکہ مسلم صارف اپنی آمدنی کے استعمال میں دنیاوی افادہ کے ساتھ ساتھ اخروی افادہ کو بھی مدنظر رکھتا ہے اس طرح مسلم صارف کی آمدنی کے متبادل استعمال غیر مسلم صارف کے مقابلہ میں زیادہ ہوجائیں گے' مثلاً ایک غیر مسلم صارف دنیاوی افادہ اسی وقت حاصل کرتا ہے جب وہ خود کوئی چیز استعمال کرے جبکہ مسلم صارف خود کسی شے کو استعمال کرنے کے بجائے کسی دوسرے کے لئے اپنی آمدنی خرچ کرتا ہے تو وہ اخروی افادہ حاصل کرتا ہے جو بظاہر سرمایہ دارانہ معیشت کے تحت صفر افادہ ہوگا جبکہ اسلام کے نقطہ نظر کے مطابق مثبت افادہ ہوگا اور عین ممکن ہے کہ دنیاوی افادہ کے مقابلہ میں زیادہ ہو۔ جیسا کہ سورۃ البقرۃ میں آیت نمبر ۲۶۱ میں ارشاد خداوندی ہے:

مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضاعف لمن یشاء واللہ واسع علیمO (البقرہ 2.61)

ترجمہ: ''جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال کو خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال کے اندر سو دانے ہوں اور یہ اضافہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور جاننے والا ہے۔''

۲۔ اسلام کا تصور دولت:

اسلام میں دولت کا تصور سرمایہ دارانہ نظام کے مقابلے میں یکسر مختلف ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں دولت کا تصور مطلق ملکیت کا ہے۔ جبکہ اسلام میں دولت کا تصور امانت کا ہے۔

سورۃ الحدید آیت نمبر ۷ میں ارشاد خداوندی ہے:

امنوا باللہ ورسولہ وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ فالذین امنوا منکم وانفقوا لھم اجر کبیرO (57:7)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور جس مال میں تم کو اس نے قائم مقام کیا ہے اس سے اس کی راہ میں خرچ کرو۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائیں اور خرچ کریں ان کو بڑا اجر ملے گا۔''

یعنی مسلم صارف خدا کی دی ہوئی دولت کا امانت دار ہی اور اس دولت کو خدا کی مقرر کردہ حدود کے مطابق خرچ کرنے کا پابند ہے' مثلاً مسلم صارف صرف حلال اور جائز اشیاء پر خرچ کرے گا جبکہ غیر مسلم صارف کے نزدیک اخراجات میں جائز اور ناجائز حلال اور حرام کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔

۳۔ اسلام کا تصور کامیابی:

اسلام کے نقطہ نظر کے مطابق کامیابی دولت جمع کرنے میں نہیں بلکہ خدا کی رضا کو حاصل کرنے میں ہے۔ یعنی وسائل کا استعمال محض ذاتی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ مسلم صارف ذاتی ضروریات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی آمدنی کا ایک حصہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے بھی وقف کرے گا۔ گویا ایک مسلمان صارف کے کل اخراجات اشیاء و خدمات کے ساتھ ساتھ خدا کی راہ میں بھی ہوں گے۔ جبکہ غیر مسلم صارف صرف اشیاء و خدمات پر خرچ کرتا ہے۔

مسلم صارف کے اخراجات دو طرح کے اخراجات پر مشتمل ہوتے ہیں:

الف۔ اشیاء و خدمات پر خرچ ب۔ خدا کی راہ میں خرچ۔

معاشی عقلیت پسندی اور اسلامی عقلیت پسندی کے فرق کو اس مثال سے واضح کیا جاسکتا ہے کہ اگر ایک غیر مسلم صارف شراب پیتا ہے تو اس کو افادہ حاصل ہوتا ہے یعنی مغربی تصور عقلیت پسندی (Economic Rationalism) کے مطابق صارف کے لیے الکحل کا استعمال اپنے اندر افادہ رکھتا ہے جبکہ اسلامی عقلیت پسندی (Islamic Rationalism) کے تحت مسلم صارف چونکہ خدا کی رضا کا طلب گار ہے اس لیے اس کے لیے شراب یا الکحل کے استعمال میں دنیاوی افادہ تو موجود ہے یا مثبت ہے جبکہ اس کی ساتھ ساتھ اخروی افادہ موجود نہیں ہے بلکہ منفی ہے۔ نتیجتاً شراب کا استعمال مسلم صارف کے لیے بجائے افادہ (Utility) کے الٹ افادہ (Disutility) کا سبب ہے۔ لہذا وہ اس کو استعمال نہیں کرے گا۔

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کے مطابق:

اس اسلامی عقلیت پسندی کے رویہ صارف پر مندرجہ ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں:

۱۔ اسلامی معاشرہ میں حرام اشیاء کی طلب صفر ہو جائے گی' مثلاً الکحل' خنزیر کا گوشت' قحبہ گری' ناچ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گانا اور تمام غیر اخلاقی تفریحات وغیرہ اسی زمرے میں آتی ہیں۔

۲۔ تعیشات کی طلب محدود ہوگی اور اس طرح سے مجموعی طور پر ایسی اشیاء کی طلب جو تعیشات اور اسراف میں آتی ہیں کم ہو جائے گی' مثلاً بلاضرورت اور نمود و نمائش پر کئے جانے والے اخراجات وغیرہ۔ ''اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ ہی بخل کرتے ہیں بلکہ درمیان کی راہ اختیار کرتے ہیں۔'' (الفرقان ۶۷: ۲۵)

۳۔ اسلامی معاشرہ میں منصفانہ تقسیم دولت کے باعث ضروریات اور کسی حد تک آسائشات کی طلب میں اضافہ ہوگا۔

۴۔ تعیشات کی طلب کم ہونے سے وسائل دوسرے معاشرتی فلاح و بہبود کے کاموں' مثلاً دفاع' تعلیم' دین کی تبلیغ وغیرہ میں صرف ہوں گے ان اثرات کی وجہ سے ایک مسلم صارف کا رویہ ایک غیر مسلم صارف کے رویہ سے یکسر مختلف ہوگا اور اس طرح صارف کا توازن بھی ہر دو صورتوں میں مختلف ہوگا۔

(ج) مسلم صارف کا توازن

غیر مسلم صارف کا توازن زیادہ سے زیادہ افادہ حاصل کرنے میں ہے جبکہ مسلم صارف کے لیے توازن کا تصور زیادہ سے زیادہ فلاح پر قائم ہے۔

فلاح کا یہ تصور اپنی اندر دنیاوی اور اخروی دونوں طرح کے افادہ کو سموئے ہوئے ہے۔ جس کے لیے ڈاکٹر منذر کہف نے (Final Spending) کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ Final Spending کا مطلب ہے کہ ضروریات زندگی یعنی اشیاء و خدمات پر خرچ اور خدا کی راہ میں خرچ:

"Final Spending = Expenditure on goods and Services + expenditures in the cause of Allah."

اب یہ دیکھنے کے لیے کہ مسلم صارف کا توازن کس نقطہ پر ہوتا ہے اس کی وضاحت ڈائیگرام سے کی جاتی ہے۔ ہر صارف اپنی آمدنی کا ایک حصہ خرچ کرتا ہے اور ایک حصہ بچا لیتا ہے۔ آمدنی کی تخصیص میں بچتوں کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ بچتوں کے پیچھے درج ذیل چار محرکات ہوتے ہیں:

۱۔ مستقبل کی آمدنی کے لئے۔

۲۔ مستقبل کے صرفی اخراجات کے لئے۔

۳۔ ناگہانی ضروریات کے لئے۔

۴۔ ورثاء کے لئے۔

گویا مسلم صارف اپنی کل آمدنی ان دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے: بچت (S) اور Final Spending (F.S.)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

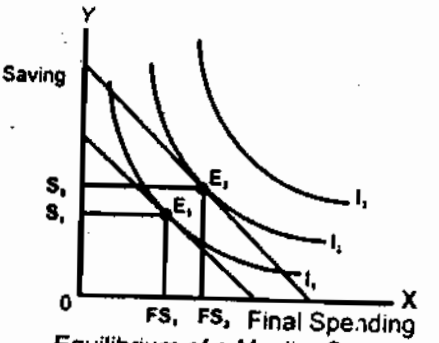

Equilibrium of a Muslim Consumer

اس ڈائیگرام میں X محور پر F.S. اور Y محور پر S کی پیائش کی گئی ہے۔

I_1 ،I_2 اور I_3 مختلف معیار کے عدم ترجیح کے خطوط ہیں جو F.S. اور S کے مختلف جوڑوں کو ظاہر کرتے ہیں جن کے بارے میں صارف غیر جانبدار ہے۔ اگر وہ ساری آمدنی F-S پر لگادے تو S صفر ہوگی اور اگر ساری آمدنی بچالے تو F-S صفر ہوگی Y_1 اور Y_2 صارف کی آمدنی کے خطوط ہیں۔

اگر صارف کی آمدنی Y_1 سے ظاہر کی جائے تو نقطہ توازن E_1 ہے جہاں (Final Spending) $F.S._1$ ہے اور S_1 بچت ہے۔

آمدنی میں اضافہ ہونے کی صورت میں نیا نقطہ توازن E_2 ہوگا جو I_2 پر یعنی بلند تر خط عدم ترجیح پر Y_2 کے ساتھ مماس بناتا ہے۔ اس اضافی آمدنی کی وجہ سے صارف کے اخراجات F.S. اور بچت S دونوں میں اضافہ ہوجائے گا۔ جو $F.S_2$ اور S_2 سے واضح ہے۔

کتابیات

۱۔ تفہیم القرآن، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور۔

۲۔ تدبر قرآن، امین احسن اصلاحی، فاران فاؤنڈیشن، لاہور۔

3- Islamic Economics - Theory and Practic, M. Mannan. Sh. Muhammad Ashraf Publication, Lahore.

4- Economic Enterprise in Islam, Muhammad Nejatullah Siddiqui, Islamic Publications, Ltd; Lahore.

5- "A Contribution to the Theory of Consumer Behaviour, Studies in Islamic Economics.

6- Ethics and Economics. N.H. Naqvi, Islamic Foundation, U.K.

****

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۶

اسلامی معیشت میں رویہ فرم

(Behaviour of Firm under the Influence of Islamic Spirit)

زندگی کے مادی تصورات کے برعکس اسلام مال و دولت کی ہوس اور مقابلہ و مرتبہ کے حصول کی خواہش اور اپنی شان و شوکت میں اضافہ کرنے کے لئے جدوجہد کرنے کو پسند نہیں کرتا۔ البتہ مناسب حدود کے اندر مادی خوشحالی کے حصول کی ترغیب دیتا ہے' کیونکہ اس کے بغیر فلاح کا مفہوم مکمل ہوتا ہے اور نہ ہی قرآن پاک کی اس تعلیم پر پورا اترا جاسکتا ہے۔ جس میں مال و دولت کو زندگی کے قیام کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ (النساء:۴) جس کی رو سے پیداواری عمل میں شرکت اور مال و دولت کے حصول کے لئے ایک دائرہ میں رہتے ہوئے جدوجہد قابل مذمت نہیں' بلکہ لائق تحسین ہے۔ البتہ کاروباری فرم یا افراد کو چند قانونی اور اخلاقی حدود کا پابند بنایا گیا ہے۔

(الف) اخلاقی اقدار اور رویہ فرم:

انسانی رویوں کی درستی اور معاملات کو بہتر انداز میں چلانے کے لئے سورۃ البقرہ کے آخر میں تین اصولوں کو بیان کیا گیا ہے' جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ عدل پر کاربند ہونا (Principle of Justice)

۲۔ نفی ظلم (Principle of no Injury)

۳۔ معاملات میں احسان کو پیش نظر رکھنا (Principle of Benevolence)

علامہ ابن القیمؒ معاشی رویوں کی تشکیل میں ان اصولوں کی پاسداری کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ ظلم ایک غیر اسلامی اور غیر انسانی رویہ ہے جبکہ عدل و احسان ایسے سنہری اصول ہیں کہ ان کی پاسداری معاشرے میں امن و سکون اور باہمی رواداری کو فروغ دیتی ہے۔

۱۔ اصول عدل (Principle of Justice):

یہ بہت ہی اہم اور ناگزیر اصول ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ دوسرے کو اس کے حق کے مطابق ادائیگی۔ معاشی لین دین اور رویہ فرم کی تشکیل میں یہ اصول بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اصول عدل کا تقاضا ہے کہ کسی کے ساتھ بھی ناانصافی کا رویہ اختیار نہ کیا جائے اور ہر ایک کو اس کا پورا پورا حق دیا جائے' کسی کا حق غصب نہ کیا جائے۔ قیمتوں کے تعین اور اجرتوں کے بارے میں عدل کے تقاضوں کے مطابق فیصلے کئے جائیں۔ اپنے عمل کے حوالہ سے اصول عدل ایک فرم کے لئے محاسب اور محتسب کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کردار ادا کرتا ہے۔

۲۔ اصول نفی ظلم (Principle of No Injury):

ظلم کا لفظ عدل کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔ جس کا مفہوم ہے 'کسی حقدار کا حق غصب کرنا' یا اس کے حق سے کم ادا کرنا یا اپنی حق سے زیادہ وصول کرنا۔ اس معاملہ کو سورۃ المطففین میں تطفیف کہا گیا ہے۔ اور ایسا کرنے والوں کے لئے بڑی تباہی کی خبر دی گئی ہے (۳۔۱:۳۸)۔ کسی کاروباری پالیسی کا نتیجہ بعض اوقات دوسروں پر ظلم یا ناانصافی کی صورت میں نکلتا ہے۔ اصول نفی ظلم کا تقاضا ہے' ایسی کاروباری پالیسی کو یا تو مکمل طور پر تبدیل کیا جائے یا اس میں مناسب ترامیم کی جائیں تاکہ دوسروں کو نقصان سے بچایا جاسکے۔ اس لئے کاروباری پالیسی مرتب کرتے وقت درج ذیل امور کو پیش نظر رکھا جانا چاہئے۔

(i) کیا اس پالیسی کا نقصان دہ پہلو فرم کے ساتھ معاملہ کرنے والوں کی غالب اکثریت کو متاثر کرے گا یا چند افراد یا ایک چھوٹے گروہ کو متاثر کرے گا۔

(ii) کیا اس پالیسی کا نقصان دہ اثر یقینی ہے یا اس کے امکانات محدود ہیں۔

(iii) کیا ان نقصانات کی نوعیت دیرپا اثرات کی حامل ہے یا معمولی اور مختصر عرصہ کے لئے وہ نقصانات مرتب ہوں گے۔

(iv) کیا نقصان دہ اثرات انجانے میں مرتب ہونا شروع ہوئے یا ان کے ہونے کا امکان پہلے سے معلوم تھا۔

(v) اگر نقصان دہ اثرات پہلے سے معلوم تھے تو فرم نے ان کے ازالہ کے لئے اقدامات سوچے یا نہیں۔

(vi) کیا ایسی پالیسی فرم کے ناگزیر تھی اور اس کے فوائد بہت زیادہ اور اس کے مقابلہ میں نقصانات بہت کم تھے۔

(vii) کیا نقصان دہ اثرات کے ساتھ ساتھ بڑے پیمانے پر عمومی بھلائی اور فائدہ متوقع ہے اور یہ کہ کیا عمومی بھلائی اور فائدہ اس نقصان سے زیادہ اہم ہے جو پالیسی کے اطلاق سے سامنے آئے گا۔

(viii) کیا اس پالیسی کا متبادل موجود ہے۔ جس کے اندر نقصان دہ عنصر یا تو غائب ہو یا بہت کم ہو۔

اصول عدل اور اصول نفی ظلم مل کر فرم اور صنعت کے لئے محتسب (Check and Balance) کا کام سرانجام دیتے ہیں۔ چونکہ اصول عدل کا تقاضا ہے کہ معاشی عاملین ایماندار اور راست باز ہوں۔ اس لئے لازم ہے کہ فرم دھوکہ دہی اور دوسروں کی لاعلمی سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔ وہ غیر یقینی' شک و شبہ والے اور دھوکہ پر مبنی لین دین میں ملوث نہ ہو۔ اسی طرح جوا اور سٹہ بازی اور ہر وہ معاملہ جس میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک کا فائدہ یقینی اور دوسروں کا نامعلوم ہو اس سے بچنا بھی ضروری ہے (البقرہ :۲۱۹) اسی طرح سودی لین دین کی سختی سے ممانعت ہے (البقرہ: ۲۷۵) اور ہر قسم کے جائز لین دین میں بھی باہمی رضامندی کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ (النساء :۲۹)

۳۔ اصول احسان (Principle of Benevolence):

اس سے مراد ہے اچھا برتاؤ' معاملہ کرتے ہوئے اچھے انداز اور مہربانی سے پیش آنا' ہمدردانہ سلوک' تحمل و برداشت' باہمی رواداری' ایک دوسرے کے ساتھ احترام سے پیش آنا' ایک دوسرے کے جائز مفادات کا تحفظ کرنا۔ احسان کے مفہوم میں یہ بھی شامل ہے کہ دوسروں کو ان کے حق سے زیادہ دینا اور اپنے حق سے کم لینے پر رضامند ہو جانا۔ احسان کا تقاضا ہے کہ فرم ایسی پالیسی بنائے جس کے ذریعے دوسروں کے مفادات کو پیش نظر رکھتے ہوئے' اپنے کام اور کاروبار کو احسن طریقے سے چلایا جاسکے منافع بخش کاروبار کے ساتھ ایسے پراجیکٹس پر بھی سرمایہ کاری کی جائے جن سے سماجی ضرورت کی اشیاء (Social goods) کی فراہمی کو آسان اور بہتر بنایا جاسکے۔

(ب) فرم کی پالیسی کے لئے رہنما اصول:

(الف) ایک اسلامی فرم حرام اشیاء کا لین دین کرنے کی مجاز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بھی ظلم کے زمرے میں آتا کہ فرم اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرے۔ کیونکہ حرام اشیاء' حرام کاروبار اور حرام لین دین اس لئے حرام ہیں کہ ان کے اندر انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر پوری معیشت اور معاشرت کے لئے نقصان دہ عنصر شامل ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن میں لین دین کے لئے باہمی رضامندی کو لازمی شرط قرار دیا ہے۔ اور باطل طریقوں سے ہر قسم کے لین دین کی ممانعت کردی ہے۔ وہ باطل طریقے درج ذیل ہیں:

۱۔ دوسروں کا مال ان کی رضامندی کے بغیر جبراً لے لینا۔ خواہ بلاعوض ہو یا قیمت ادا کر کے (۴:۲۹) اور (البقرہ: ۱۸۸)۔ اس لئے لازمی ہے کہ آپس میں لین دین باہمی رضامندی سے ہو۔

۲۔ قرضوں کے لین دین اور ہر قسم کے معاملات میں رشوت لینا اور دینا حرام ہے کیونکہ یہ بھی باطل طریق لین دین ہے۔ (البقرہ:۱۸۸)

۳۔ دوسروں کا مال غصب کرنا یا دوسروں کے حقوق غصب کرنا۔ مثلاً کسی شخص کے مال پر زبردستی قبضہ کرلینا یا مزدوروں اور عاملین پیدائش کے حقوق پوری طرح ادا نہ کرنا وغیرہ۔

۴۔ خیانت کرنا۔ خواہ افراد کے مال میں خیانت کی جائے یا سرکاری مال میں (۲:۲۸۳) اور (آل عمران: ۱۶۱)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۵۔ چوری اور ڈاکہ کے ذریعے وسائل کی فراہمی بھی حرام ہے۔ (المائدہ: ۳۸)

۶۔ مال یتیم میں بے جا تصرف۔ اگر فرم یتیموں کے مال سے کام کر رہی ہے یا اس میں ان کا حصہ شامل ہے۔ تو ان کے حقوق کی نگہداشت کرنا اور اس میں سے زائد از ضرورت رقم لینا درست نہیں ہے۔ (النساء: ۱۰)

۷۔ ناپ تول میں کمی بیشی کو بہت سختی سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے معاشرے میں دوسروں کے استحصال اور ان پر ظلم کی راہیں کھلتی ہیں اور خود غرضی کا رویہ پروان چڑھتا ہے۔ (المطففین ۳-۱)

۸۔ ہر قسم کے فحش پھیلانے والے ذرائع کا کاروبار ممنوع ہے۔ ایسے کاروبار میں سرمایہ کاری اور لین دین حرام ہے (النور: ۱۹)

۹۔ گانے بجانے کا پیشہ بھی حرام ہے۔ (النور: ۳۳'۲)

۱۰۔ قحبہ گری اور زنا کی آمدنی بھی حرام ہے۔ (النور: ۳۳'۲)

۱۱۔ شراب کی صنعت' اس کی بیع (خرید و فروخت) اور نقل و حمل بھی حرام ہے (المائدہ: ۹۰)۔

۱۲۔ جوا اور ایسے تمام طریقے اور کاروبار جن کے ذریعے کچھ لوگوں کا مال کچھ دوسرے لوگوں کی طرف محض اتفاق (By Chance) سے منتقل ہو (المائدہ: ۹۰)

۱۳۔ بت گری' بت فروشی اور بت خانوں کی خدمات والے کام حرام ہیں۔ (المائدہ: ۹۰)

۱۴۔ قسمت بتانے اور فال گیری وغیرہ کا کاروبار حرام ہے۔ (المائدہ: ۹۰)

۱۵۔ سود خواہ اس کی شرح کم ہو یا زیادہ اور خواہ وہ شخصی ضروریات کے لئے لیا جائے' تجارتی یا زرعی ضروریات کے لئے حرام ہے۔ (البقرہ: ۲۷۵) (البقرہ: ۲۸۰) اور (آل عمران: ۱۳۰)

۱۶۔ ملاوٹ کرنا جرم قرار دیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من غشنا فلیس منا ''جس نے دھوکہ دیا (ملاوٹ کی) وہ ہم میں سے نہیں۔''

اوپر دی گئی فہرست ایسے کاروباری لین دین کے معاملات کی ہے جن کو حرام یا ممنوع قرار دیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو چیز اللہ نے حرام کی ہے اس کی قیمت کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ممنوعہ اشیاء کی پیداوار (Production)' لین دین اور کاروبار (Transaction)' تقسیم (Distribution) اور صرف (Consumption) حرام ہیں۔ کیونکہ حرام اشیاء کو پیدا کر کے معاشرے میں ان کی طلب پیدا کرنا ظلم میں شامل ہے۔ اس لئے حرام اشیاء کا کسی قسم کا معاملہ بھی ممنوع ہے۔

(ب) اشیائے تعیش (Luxuries) کی تعداد اور مقدار میں خاطر خواہ کمی کی جائے اور ذرائع و وسائل کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اشیائے تعیش کی پیداوار کے بجائے اشیاء ضروریہ (Necessities) کی پیداوار پر خرچ کیا جائے۔

(ج) ابتدائی اہمیت کی اشیاء و خدمات (Goods and services of Primary Importance) کی تیاری اور پیداوار کو بڑھانے کے اقدامات اور ان کی پیداوار پر سرمایہ کاری کی جائے۔

(د) ثقافتی و سماجی اہمیت کی اشیاء و خدمات (Cultural and Social Goods and Services) کی فراہمی کے لئے وسائل فراہم کئے جائیں۔

(ہ) ایک دوسرے کا گلا کاٹنے والا مقابلہ (Cut throat competition) کی حوصلہ شکنی ہونی چاہئے۔ ہر قسم کے منفی ہتھکنڈوں سے بچتے ہوئے آپس میں فرموں کا تعاون ضروری ہے۔

(و) تمام پالیسی معاملات طے کرتے ہوئے عدل و احسان کے تقاضوں کو پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔

(ز) کاروباری معاملات اور لین دین میں دیانت داری پورے کاروبار کی ساکھ اور ظلم سے بچاؤ اور عدل و احسان کے اصولوں کا بنیادی تقاضا ہے۔

(ح) گمراہ کن اور غلط قسم کی اشتہار بازی (False Advertisement) بھی عدل اور نفی ظلم کے تقاضوں کے خلاف ہے اور اسی طرح اشیاء کی ذخیرہ اندوزی (Hoarding) بھی ممنوع ہے۔

(ط) کاروباری لین دین میں کسی قسم کی غیر یقینی کیفیت کو پیدا نہ ہونے دیا جائے۔ تمام کاروباری فریقوں کو اشیاء و خدمات کی قیمتوں ان کی خصوصیات (Qualities) اور مقداروں (Quantities) کے بارے میں مکمل معلومات دی جائیں اور لین دین کے معاملات میں کسی بھی بات کو پوشیدہ نہ رکھا جائے۔

(ج) اسلامی فرم کے لئے محرکات (Motives of an Islamic Firm):

اسلامی تعلیمات اور اخلاقی اقدار کے پیش نظر ایک اسلامی فرم کے قیام اور پیداوار کے محرکات (Motives) اور پیداوار میں اضافہ کے لئے کوششوں کی سمت ایک عام فرم کی نسبت بالکل مختلف ہو جائے گی۔ ایک عام فرم کے لئے عموماً زیادہ سے زیادہ نفع کا حصول ہی ایسا محرک ہے جس کی بناء پر فرم زیادہ سے زیادہ اشیاء کی پیداوار کے لئے کوشاں ہوتی ہے۔ جب کہ اسلامی تعلیمات کے زیر اثر فرم کے درج ذیل محرکات ہوں گے:

۱۔ اعتدال کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی ضروریات کی تکمیل۔

(Fulfilment of one's needs in moderation)

۲۔ اپنے خاندان کی ضروریات کو پورا کرنا۔ (Meeting family liabilities)

۳۔ مستقبل کی حقیقی ضروریات کے لئے وسائل کی فراہمی۔

(Provision for future contigencies)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴۔ آئندہ نسلوں کے لئے وسائل کی فراہمی۔ (Provision for posterity)

۵۔ سماجی خدمات اور فی سبیل اللہ کاموں میں حصہ لینا۔

(Social Service and Contribution to the Cause of Allah)

ان کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ **ذاتی ضروریات کی تکمیل:** اعتدال کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی ضروریات کی تکمیل انسان کی دینی ذمہ داری ہے۔ ایک حدیث کے مطابق اپنی روزی کے حصول کی جدوجہد فی سبیل اللہ جدوجہد ہے۔ ایک اور حدیث جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے' میں روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار ہے۔ (بتایئے کہ میں وہ کہاں خرچ کروں اور کس کو دے دوں؟) آپؐ نے فرمایا (سب سے مقدم یہ ہے) کہ اپنی ضرورتوں پر خرچ کرو..... (ابی داؤدؒ) اس محرک کے پیش نظر ایک آجر اس لئے محنت کرے گا کہ وہ اپنے لئے خوراک' لباس' مکان' طبی و تعلیمی سہولتوں کو حاصل کر سکے۔ اس کی مزید وضاحت بخاریؒ کی ایک اور حدیث سے ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ من السعادۃ المرء المسکن الواسع والجار الصالح والمرکب الھنیئی۔ ترجمہ: ''انسان کی خوشحال زندگی کی ضروریات میں وسیع گھر' اچھا پڑوسی اور اچھی سواری شامل ہیں۔'' ان تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ اعتدال کے اندر رہتے ہوئے اپنی ضروریات کی تکمیل کے جدوجہد فرم کے لئے محرک کا کام دے گی۔

۲۔ **خاندان کی ضروریات کی تکمیل:** اپنی ضروریات کے علاوہ اپنے کاندان کی ضروریات کی فراہمی بھی انسان کی قانونی ذمہ داری ہے۔ اس ذمہ داری میں بیوی' بچے اور والدین شامل ہیں۔ خاص حالات میں ان کے علاوہ دوسرے رشتہ دار بھی توجہ اور کفالت کے مستحق بن جاتے ہیں۔ اوپر بیان کی گئی حدیث کے بقیہ حصہ میں ارشاد نبویؐ ہے۔ ''.....اس نے کہا کہ! اس کے لئے میرے پاس اور (دینار) ہے۔ آپؐ نے فرمایا! تو اس کو اپنی اولاد کی ضروریات پر خرچ کرو اس نے کہا اس کے لئے میری پاس اور ہے۔ آپؐ نے فرمایا! تو اس کو اپنی بیوی کی ضروریات پر خرچ کرو۔ اس نے کہا کہ اس کے لئے میرے پاس اور ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ پھر اس کو اپنے غلام اور خادم پر صرف کردو۔ اس نے کہا کہ اس کے لئے میرے پاس اور ہے تو آپؐ نے فرمایا۔ تم زیادہ واقف ہو۔ (کہ تمہارے اہل قرابت میں کون زیادہ ضرورت مند اور مستحق ہے) (سنن ابی داؤدؒ و نسائیؒ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب کوئی صاحب ایمان بندہ اپنے اہل و عیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرے تو وہ اس کے حق میں صدقہ ہوگا (اور وہ عنداللہ ثواب کا مستحق ہوگا)'' آپؐ سے پوچھا گیا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا ''وہ صدقہ افضل ترین صدقہ ہے جو غریب آدمی اپنی محنت کی کمائی سے کرے اور پہلے ان پر خرچ کرو جس کے تم ذمہ دار ہو (یعنی اپنی بیوی بچوں پر)۔

۳۔ مستقبل کے لئے وسائل کی فراہمی: بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال اور اشیاء مستقبل کی ضروریات کے لئے جمع کرنے سے منع فرمایا' مثلاً حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مستقبل کی ضروریات کے لئے چھوہارے جمع کر رکھے تھے۔ آپؐ نے دیکھا تو فرمایا: ''بلال! کیا تمہیں اس کا ڈر نہیں کہ کل قیامت کے دن آتش دوزخ میں تم اس کی تپش اور سوزش دیکھو۔ اے بلال جو تمہارے پاس آئے اس کو اپنی اوپر اور دوسروں پر خرچ کرو۔ اور عرش عظیم کے مالک سے قلت کا خوف نہ کرو (بیہقی)۔ لیکن عام صحابہ کرام اور عام لوگوں کے لئے اس بات کو بالکل جائز رکھا گیا کہ وہ مستقبل کی ضروریات کے لئے کچھ بچا کر رکھیں۔ آپؐ نے اپنے بعض صحابہ کو اپنا سارا مال راہ خدا میں خرچ کرنے سے روکا اور اپنی گھر والوں کے لئے بچا کر رکھنے کا حکم دیا۔

۴۔ آئندہ نسلوں کے لئے وسائل کی فراہمی: انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی ورثا کے لئے کچھ نہ کچھ چھوڑ کر جائے تا کہ وہ دوسروں کے دست نگر بن کر نہ رہ جائیں۔ اسلام کا قانون وراثت اس محرک کی دلیل ہے۔ بخاریؒ کی ایک حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تمہارا تمہارے ورثا کو خوشحال چھوڑنا ان کو غربت کی حالت میں دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑنے سے بہتر ہے۔ اپنے عیال پر تمہارا کیا ہوا خرچ صدقہ ہے یہاں تک کہ تمہارا اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنا بھی صدقہ ہے۔'' ایک اور موقع پر ایک شخص اپنا پورا مال راہ خدا میں خرچ کرنا چاہتا تھا' جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صرف ایک تہائی (۱/۳) مال خرچ کرنے کی اجازت دی' تا کہ بقیہ مال کو اپنی اولاد اور ورثا کے لئے رہنے دے۔

۵۔ سماجی خدمت اور فی سبیل اللہ اخراجات: سماجی خدمت اور اللہ کی راہ میں خرچ پیداواری جدوجہد کرنے کے لئے سب سے زیادہ اہم اور طاقت ور محرک ہے۔ پہلے چاروں محرکات ایسے ہیں جو جلد پورے ہو سکتے ہیں اور انسان کی خواہش ان کی ایک خاص مقدار کے حصول سے پوری ہو سکتی ہے۔ لیکن اللہ کی راہ میں صلہ آخرت کے حصول کے لئے خرچ کرنے کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ راہ میں جہاد مال اور جان کے ساتھ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور قرآن کہتا ہے:

وجاهدوا في الله حق جهاده (۲۲:۷۸) یعنی اللہ کی راہ میں جہاد کرو' جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''وجاهدوا باموالكم وانفسكم في سبيل الله (۹:۴۱) اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ پس اس مقصد کے لئے جتنا بھی کمایا جائے اور خرچ کیا جائے اتنا ہی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کم ہے۔

اسی طرح لوگوں کی خدمت اور سماجی و معاشرتی ضروریات کی فراہمی کا معاملہ ہے اس کے ساتھ ساتھ غربا اور ضرورت مندوں کی مدد اور ان کے ساتھ معاشی تعاون کام کرنے کا قوی محرک ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ (مشکوٰۃ) یعنی مخلوق اللہ کا کنبہ ہے' اللہ کو وہ لوگ زیادہ محبوب ہیں جو اس کی مخلوق کے ساتھ اچھے ہیں'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ''من کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجۃ (ابوداؤدؒ) یعنی جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت روائی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجات پوری فرمائیں گے۔ ان تعلیمات کی روشنی میں ایک فرم معاشرے کی بہتری اور خدمت کے لئے پیدائش اشیاء کا فریضہ انجام دے گی۔

اوپر بیان کئے گئے محرکات ایسے ہیں۔ جو ایک شخص کو کام کے لئے ابھاریں گے۔ تاکہ ایک فرد اپنی ضروریات کی فراہمی کے علاوہ معاشرے کی موجودہ حالت اور مستقبل کے لئے بہتر حالات فراہم کر سکے۔ اس طرح وہ اللہ کی خوشنودی بھی حاصل کرسکتا ہے' اور اپنی ضروریات کی فراہمی کا بھی انتظام کرسکتا ہے علاوہ ازیں فقہاء کی رائے ہے کہ ضروریات زندگی کا پیدا کرنا معاشرے پر فرض کفایہ ہے۔ ان محرکات کے پیش نظر ایک فرم زیادہ سے زیادہ محنت کرکے پیداوار میں اضافہ کے لئے کوشاں رہے گی۔

(د) اسلامی فرم کے مقاصد (Objectives of an Islamic Firm):

ایک فرم کا بنیادی مقصد عموماً منافع کمانا اور اپنے منافع کو زیادہ سے زیادہ (Profit maximization) کرنا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے مقاصد میں زیادہ سے زیادہ پیداوار (Maximization of Output) کا حصول' مصارف پیدائش کو کم سے کم کرنا (Minimization of costs) یا اپنی عزت و مقام (Prestige) میں اضافہ کرنا ہوتا ہے۔ لیکن ان تمام مقاصد کا اصل ہدف منافع کو زیادہ سے زیادہ کرنا ہی ہوتا ہے۔

چونکہ منافع = کل وصولی (TR) - کل لاگت (TC)

اس لئے فرم (TR) اور (TC) میں فرق کو زیادہ سے زیادہ کرنا چاہتی ہے اور ایک فرم مختتم مصارف (MC) اور مختتم وصولیوں (MR) کو برابر (MC=MR) کرکے زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کی کوشش کرتی ہے۔

اسلامی تعلیمات کے زیر اثر ایک فرم کا واحد اور حتمی مقصد زیادہ سے زیادہ منافع کا حصول نہیں بلکہ عدل و احسان کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اپنی اور دوسرے لوگوں کی فلاح کو زیادہ سے زیادہ کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے فرم کے درج ذیل مقاصد بیان کئے جاسکتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔ عدل کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ منافع کا حصول؛ اور

۲۔ سماجی خدمات کی خواہش تاکہ دوسروں کی فلاح و بہبود میں اضافہ ہو سکے۔

دور جدید میں بھی اب ایک سیکولر فرم کا واحد مقصد صرف منافع کمانا نہیں بلکہ اس کے پیش نظر درج ذیل مقاصد ہوتے ہیں:

۱۔ فرم منڈی (Market) میں اپنا وجود قائم رکھنا چاہتی ہے۔

۲۔ بعض اوقات فرم چند وجوہات کی بناء پر زیادہ سے زیادہ منافع کے حصول سے بچنا چاہتی ہے۔ مثلاً زیادہ منافع کی صورت میں دوسری فرموں کے میدان پیداوار میں داخلہ (Entry) کا خوف؛ کارپوریٹ ٹیکس کے قوانین وغیرہ کی وجہ سے وہ ایسا کرتی ہے۔

۳۔ خریداروں کی نظر میں نیک نامی (Good reputation) کمانے کے لئے اپنے منافع کی شرح کم رکھنا۔

۴۔ فرم کے استحکام (Stability)، حفاظت (Security) اور تسلسل (Continuity) کے لئے بھی فرم اپنے منافع کو کم سطح پر رکھنے کو تیار ہوتی ہے۔

عام فرم کے مقابلہ میں ایک اسلامی فرم کے پیش نظر مندرجہ بالا مقاصد نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ منافع کے لئے اپنی (Efficiency) اور سماجی ضروریات اور سماجی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہی بڑے اہداف ہیں۔ اس مقصد کے لئے اسلامی فرم اپنے تمام وسائل کو بہترین طریقے سے استعمال کرے گی اور مناسب منافع حاصل کرنے کی سعی کرے گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ تھوڑے منافع کو رد نہ کرو ورنہ زیادہ منافع سے محروم ہو جاؤ گے۔ ایک اور قول کے مطابق تھوڑا منافع خوشحالی کی طرف ایک قدم ہے۔ اسلامی اداراتی فرائض اور سماجی ذمہ داریوں کی بجا آوری کے لئے نفع کی مناسب سطح کا حصول ضروری ہے تاکہ فرم اپنی حصہ داروں (Shareholders) کو منافع ادا کر سکے۔ مستقبل کی ضروریات (اشیاء و خدمات) اور روزگار کی فراہمی جیسے اقدامات کے لئے سرمایہ فراہم کر سکے۔ اور آئندہ کے لئے دوسروں کو سرمایہ کاری کے لئے تحریک بھی مل سکے۔

فرم کا دوسرا مقصد اپنی سماجی و معاشرتی ذمہ داریوں کی بجا آوری ہے۔ فرم کی سب سے اہم ذمہ داری اہم معاشرتی مصالح اور معاشرتی فلاح کا حصول ہے۔ امام شاطبیؒ نے انسانی زندگی کی پانچ بنیادی ضروریات کا تذکرہ کیا ہے۔ جو کہ زندگی، جائیداد، ایمان، عقل اور آئندہ نسلوں کی حفاظت ہیں۔ انسانی مصالح کا تقاضا ہے کہ ان بنیادی مصالح کی حفاظت کے لئے ان کی ضروریات کی فراہمی یقینی ہو۔

اس مقصد کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ فرم درج ذیل باتوں کو پیش نظر رکھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔ حلال اور پاکیزہ اشیاء کی پیداوار بڑھانے کی کوشش۔
۲۔ معیار زندگی کو بہتر بنانے والی اشیاء و خدمات کی پیداوار اور فراہمی۔
۳۔ صرف ایسے طریقہ ہائے پیدائش اختیار کئے جائیں جن کی اجازت ہے۔

(ھ) الحسبہ اور اسلامی فرم:

ایک اسلامی معاشرے میں ہر فرد اپنا محاسبہ خود کرتا ہے۔ اور زندگی میں غلط طریقہ کار کو اختیار کرنے اور غلط رویوں سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ ذاتی محاسبہ کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشرے کے مختلف ادارے (Institutions) اس کا احتساب کرتے رہتے ہیں۔ لیکن حالات اگر صحیح رخ پر نہ رہیں اور بگاڑ کی کیفیت پیدا ہو تو اسلامی ریاست مداخلت کر کے حالات کو سدھارنے کے لئے اقدامات کرتی ہے۔ اس طرح کا ایک ادارہ الحسبہ (Al-Hisbah) ہے۔ جس کا مقصد معاشرے کو اسلامی اقدار کے مطابق چلانا اور منظم کرنا ہوتا ہے۔

الحسبہ کی دوسری ذمہ داریوں کے علاوہ ایک ذمہ داری منڈی (Market) کے حالات کار پر نظر رکھنا اور در آنے والی خرابیوں کو دور کرنا ہوتی ہے۔ مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اداروں کے قیام کے ساتھ اس ادارہ کو قائم فرمایا۔ آپؐ خود منڈیوں میں جا کر حالات کا جائزہ لیتے اور خرید و فروخت کے معاملات میں پائی جانے والی خرابیوں کا تدارک کرنے اور ان کو روکنے کے لئے احکامات صادر فرماتے۔ ازاں بعد خلفائے راشدین کا طرز عمل بھی یہی رہا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں منڈی کے افسران (Market Officers) کا تقرر بھی فرمایا' پس اس ادارہ کے ذریعے اسلامی ریاست منڈی کے حالات پر چیک (Check) رکھتی ہے۔ اور منڈی کو صحیح سمت میں چلانے (Regulate) کی کوشش کرتی ہے۔ پس:

۱۔ حسبہ کا ادارہ ایک فرم کو فلاح کے تقاضوں سے ہم آہنگ کر سکتا ہے اور معاشرتی عدل کے حصول کے لئے ہر قسم کے استحصالی اقدامات کی روک تھام کر سکتا ہے۔ معیاری اوزان (Weights and measures) کے رواج' قیمتوں کے تعین' طلب و رسد کی نوعیت اور صورت حال کا جائزہ لے کر بہتری کے لئے اقدامات کر سکتا ہے۔ اور ذخیرہ اندوزی اور بازار میں اشیاء کی مصنوعی قلت کی روک تھام کر سکتا ہے۔
۲۔ حسبہ کا ادارہ یا محتسب فرم کو معاشرتی ضروریات کے مطابق اشیاء کی پیداوار اور فراہمی کے لئے تحریک دے سکتا ہے۔ انہیں ذمہ داریوں کا احساس دلا سکتا ہے۔ طریقہ پیدائش اور تقسیم پیداوار کو بہتر بنانے میں ممد و معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ غلط طریقوں کو اپنانے والی فرموں کی اصلاح قانون سازی اور سزا کے ذریعہ کرسکتا ہے۔

۴۔ لازمی اشیاء کی رسد کو یقینی بنانے اور قیمتوں کو کنٹرول کرنے میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے البتہ قدرتی اسباب یعنی ارضی وسماوی آفات کے نتیجہ میں اشیاء کی رسد میں کمی کی وجہ سے قیمتوں میں اضافہ ہو رہا ہو تو الحسبہ کا ادارہ قیمتوں کو کنٹرول کرنے کے لئے مداخلت نہیں کرے گا۔ البتہ مصنوعی قلت اور اجارہ داری کی بنا پر قیمتوں میں اضافہ کو کنٹرول کرنے کی کوشش کرے گا۔

اس طرح آخرت میں جواب دہی کا احساس اور اس دنیا میں الحبہ کی طرف مداخلت ایسے عناصر ہیں جو ایک فرم کو اسلامی معاشرے کے تقاضوں کے مطابق کام کرنے پر مجبور کریں گے اور فرم اسلامی اصولوں کے مطابق زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کے ساتھ ساتھ سماجی شعبہ کے لیے اپنی خدمات فراہم کرتی رہے گی۔

(ذ) اسلامی فرم کا رویہ اور منڈی کے مختلف حالات

(Islamic firm under different market situations)

ا۔ مکمل مقابلہ (Perfect Competition):

اجارہ داری اور غیر مکمل مقابلہ کے بالمقابل مکمل مقابلہ کی منڈی عدل کے تقاضوں کے زیادہ قریب ہے۔ لیکن اسلامی فرم کا رویہ مکمل مقابلہ کے حالات میں اسلامی اخلاقی اقدار کی روشنی میں ترتیب پاتا ہے۔ ان اخلاقی اقدار کا تقاضا ہے کہ منڈی میں آجر اور خریدار دونوں کے لئے مکمل معلومات (Perfect Information) کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے تاکہ کوئی فریق دوسرے فریق کا بھی کسی طرح استحصال نہ کرسکے۔ اس طرح ایک اسلامی فرم مکمل مقابلہ کی منڈی میں نارمل منافع کے حصول کے لئے کام کرے گی۔ اس مقصد کے لئے فرم استعداد و مہارت (Efficiency) کے تقاضے پورے کرے گی۔ اور بعض اوقات سماجی ضروریات کے پیش نظر زیادہ سے زیادہ منافع کو بھی قربان کردے گی تاکہ وہ صلہ آخرت کو حاصل کرسکے۔ مکمل مقابلہ میں فرم کم از کم لاگت پر اشیاء تیار کرتی ہے۔ اسلامی فرم عدل، احسان اور تعاون کے تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر عاملین کے معاوضوں کو ادا کرنے کے ساتھ ساتھ عاملین کے بہترین اشتراک کے ذریعے کم از کم لاگت پر اشیاء تیار کرنے کی کوشش کرے گی۔

مکمل مقابلہ کے باوجود فرم غرباء کی قوت خرید کے مطابق ان کو اشیاء فراہم کرنے، اشیائے تعیش کی پیداوار سے احتراز اور سماجی ضرورت کی اشیاء کی کم قیمت پر فراہمی کے لئے کوشش کرے گی فرم طلب و رسد کی قوتوں کے اتصال سے متعین ہونے والی عادلانہ قیمت وصول کرے گی۔ چونکہ فرم کا مدعا اپنی فلاح کو زیادہ سے زیادہ کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرتی فلاح میں اضافہ بھی ہے۔ اس لئے اشیاء کی مقدار پیداوار کا تعین فلاح کے پیش نظر کیا جائے گا اور فرموں کے درمیان گردن توڑ مقابلہ (Cut

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

throat competition) نہیں ہوگا۔ فرمیں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کو فروغ دیں گی اور اپنی پیداوار کو ایسی سطح پر رکھنے کی کوشش کریں گی جس سے معاشرتی فلاح میں اضافہ ہو۔ اس کی وضاحت درج ذیل ڈائیگرام سے ہوسکتی ہے:[1]

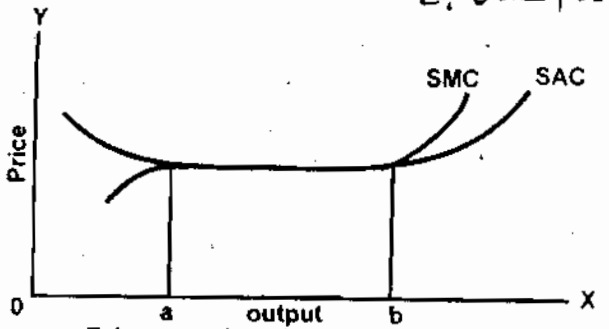

Fair competition in Islamic Economy

اس ڈائیگرام میں ایک فرم کے عرصہ قلیل کے مصارف کے خطوط ظاہر کئے گئے ہیں۔ جو ایک سطح کے بعد افقی (Horizontal) صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ عام فرم مختلف وجوہات کی بنا پر ط o مقدار پیدا نہیں کرتی۔ لیکن ایک اسلامی فرم اس صورت میں مقدار پیدا کرے گی جب فرموں کی تعداد کم ہوگی۔ لیکن فرموں کی تعداد زیادہ ہونے یا بڑھ جانے کی وجہ سے تعاون کے تقاضوں کے پیش نظر فرم اپنی پیداوار کو کم از کم oa تک لاسکتی ہے تاکہ وہ نارمل منافع کما سکے۔ اور دوسری فرمیں بھی مارکیٹ میں رہ سکیں اور کاروبار کر سکیں۔

۴۔ اجارہ داری (Monopoly):

اجارہ داری سے مراد منڈی کے ایسے حالات ہیں جن میں ایک فرم کسی شے کی واحد پیدا کار یا واحد فراہم کنندہ (Supplier) ہو اور اس شے کا کوئی قریبی نعم البدل (Substitute) بھی موجود نہ ہو۔ اجارہ دار فرم قیمت خود متعین کرتی ہے یعنی Price maker ہوتی ہے نہ کہ Price taker' زیادہ سے زیادہ نفع کے حصول کے لئے اجارہ دار فرم اپنی پیداوار کو کم از کم مصارف اور زیادہ سے زیادہ پیداوار والی سطح سے نیچے رکھتی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ قیمت وصول کر سکے۔ اگر اجارہ دار فرم عاملین کی واحد طلب کنندہ (Monopsonist) بھی ہو تو اس کی استحصالی قوت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

اسلامی فرم کا رویہ ایک عام فرم سے بالکل مختلف ہوگا' عدل' احسان' نفی ظلم اور فلاح کے تقاضوں کے پیش نظر اسلامی فرم استحصالی کردار نہیں اپنائے گی بلکہ مارکیٹ میں بہتر حالات کار کے حصول کی کوشش

[1] J. Reserve Capacity Curve, Modern Economics A. Koutsoyiannis 2nd edition. English language book society / Macmilion PP.272

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرے گی۔ ایک عام فرم کے استحصالی کردار اور اسلامی فرم کے عدل اور احسان کے تقاضوں سے ہم آہنگ کردار کی وضاحت اس ڈائیگرام سے بھی کی جاسکتی ہے:

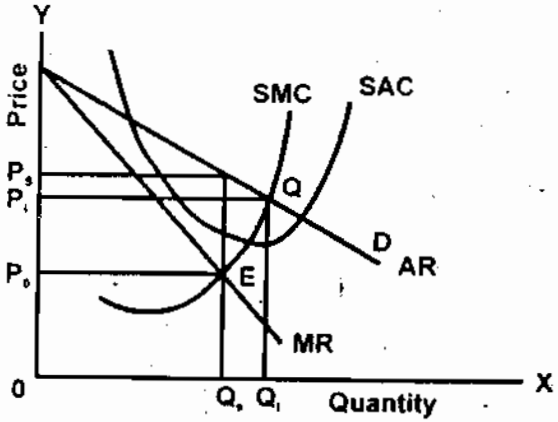

Monopoly under Islamic spirit

اس ڈائیگرام میں ایک عام فرم کی توازنی کیفیت MC=MR پر متعین ہوگی۔ فرم OQs مقدار پیدا کرے گی اور OPs قیمت وصول کرے گی۔ جب کہ اسلامی فرم عدل و احسان کے تقاضوں اور فلاح کے حصول کے لئے نقطہ Q پر توازن حاصل کرے گی۔ جہاں MC=AR ہے اس توازنی نقطہ پر اسلامی فرم OQi مقدار پیدا کرے گی۔ جو عام فرم کے مقابلہ میں زیادہ ہے اور OPi قیمت وصول کرے گی عام فرم کے مقابلہ میں کم ہے' اس طرح فرم نارمل منافع کمائے گی اور اس کا استحصالی کردار ختم ہوجائے گا۔ اگر یہ اجارہ داری مصنوعی ہے۔ تو مکمل مقابلہ کی صورت اختیار کرے گی۔ اس طرح فرم کا سماج دشمن (antisocial) رویہ ختم ہوجائے گا۔

۳۔ چند جارہ (Oligopoly):

چند جارہ میں چند فرمیں کام کرتی ہیں۔ ہر ایک مارکیٹ پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ نئی فرموں کا داخلہ یا تو ناممکن ہوتا ہے یا کم از کم بہت مشکل۔ اگر یہ فرمیں آپس میں مل کر اتحاد (Collusion) کرلیں اور ایک فرم کو پرائس لیڈر (Price leader) تسلیم کرلیں تو ان کی استحصالی قوت مزید بڑھ جاتی ہے۔ اور اگر آپس میں ایک دوسرے کو ختم کرنے کے لئے قیمتوں کی جنگ (Price War) شروع کردیں تو ایک دوسرے کو بہت زیادہ نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ جھوٹی اشتہار بازی (False Advertisement) کے ذریعے اپنی اشیاء کو زیادہ سے زیادہ فروخت کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی' ان فرموں کے لئے لازم ہوگا کہ وہ اپنا استحصالی کردار ختم کرکے بہت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مناسب قیمت (Just Price) وصول کریں' مناسب مقدار میں اشیاء پیدا کریں۔ جھوٹی اشتہار بازی اور دوسرے استحصالی ہتھکنڈوں سے رک جائیں۔ ان کا آپس کا اتحاد منفی بنیادوں پر نہیں بلکہ مثبت بنیادوں پر اس طرح تشکیل پائے کہ سماجی ترقی اور سماجی بھلائی میں اضافہ کا باعث بنے اور ان کے درمیان صحت مند بنیادوں پر تعاون کو فروغ حاصل ہو۔ ہر فرم مناسب منافع (Reasonable profit) کمائے اور نئی فرموں کی راہ میں رکاوٹیں نہ ڈالی جائیں۔ اس طرح وسائل کے صحیح استعمال کے ساتھ زیادہ سے زیادہ پیداوار کے حصول کو یقینی بنایا جاسکتا ہے اور معاشرے میں مجموعی فلاح میں اضافہ ممکن بنایا جاسکتا ہے۔

۲۔ اسلام اور قیمتوں کی میکانیت
(Islam and Price Mechanism)

آزاد معیشت کے نظام میں معاشی سرگرمیوں کے بارے میں فیصلے حکومتی اقتدار کی طرف سے نہیں کئے جاتے بلکہ منڈی کی قوتیں (Market Forces) ہی اس بات کا تعین کرتی ہیں کہ ملک میں کون سی اشیاء پیدا کی جائیں اور کتنی مقدار میں پیدا کی جائیں' انہیں پیدا کرنے کے لئے کون سے طریقے اپنائے جائیں اور وہ کن کے لئے پیدا کی جائیں۔ گویا صرف و پیدائش دولت اور تقسیم و تبادلہ دولت کے بارے میں منڈی کی قوتیں یعنی طلب و رسد ہی فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہیں اور یہ قوتیں اشیاء کی قیمت سے اشارہ پاکر حرکت میں آتی ہیں۔ مثال کے طور پر صرف کے میدان میں صارفین اسی فروخت کار سے مال خریدنے کو ترجیح دیں گے جو دوسروں سے کم قیمت وصول کر رہا ہو بشرطیکہ دیگر حالات مثلاً شے کا معیار وغیرہ وہی ہو۔ پیدائش کے شعبہ میں وہی اشیاء پیدا کی جائیں گی جو زیادہ منافع دینے والی ہوں اور ظاہر ہے کہ زیادہ منافع ان ہی اشیاء کی پیدائش اور فروخت سے حاصل ہوگا جن کی قیمت زیادہ ہوگی۔ اگر چینی کی قیمت گر جائے اور سیمنٹ کی قیمت چڑھ جائے تو سرمایہ کار چینی کے بجائے سیمنٹ کی صنعت میں سرمایہ کاری کرنا پسند کریں گے۔

یہی حال اشیاء و خدمات کے تبادلہ اور تقسیم کا ہے۔ اشیاء کے تبادلہ میں قیمت فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہے۔ بیچنے والا زیادہ قیمت وصول کرنے کا خواہشمند ہوتا ہے جبکہ خریدار کم قیمت دینا چاہتا ہے۔ بالآخر طلب و رسد کے توازن سے قیمت کا تعین ہو جاتا ہے اور تبادلہ کے عمل کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ اشیاء کی طرح عاملین پیدائش کے معاوضے بھی ان کی طلب و رسد سے مقرر ہوتے ہیں۔ جس عامل کی طلب اس کی رسد سے زیادہ ہوگی اس کا معاوضہ بھی زیادہ ہوگا اور جس کی رسد اس کی طلب سے زیادہ ہوگی اس کا معاوضہ یعنی قیمت کم ہوگی۔

خوبیاں: سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں قیمتوں کی میکانیت بھرپور اور آزادانہ طور پر اپنا کردار ادا کرتی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے اس کی بدولت طلب و رسد کی قوتوں میں توازن پیدا ہوتا ہے۔ اس سے مادی اور انسانی وسائل سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی راہ کھلتی ہے اور معاشی قوتوں کو اپنے جوہر دکھانے کا موقع ملتا ہے۔

خامیاں: تاہم قیمتوں کی میکانیت سے نظام معیشت میں بہت سے مفاسد بھی در آتے ہیں۔

(الف) مکمل مقابلہ عدم موجودگی: قیمتوں کی میکانیت کے نظام کے محاسن کا دارومدار اس بات پر ہے کہ منڈی میں مکمل مقابلہ کے حالات پائے جاتے ہوں۔ صارفین اور پیدا کنندگان، آجر اور مزدور اپنے اپنے اثر اور وزن کے لحاظ سے یکساں ہوں۔ عاملین پیدائش مکمل طور پر حرکت پذیر اور منڈی کے حالات سے باخبر ہوں۔ لیکن عملی زندگی میں یہ حالات چونکہ موجود نہیں ہوتے اس لئے منڈی میں مکمل مقابلہ کی فضا قائم نہیں ہوتی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قیمتوں کی میکانیت کا نظام اپنے فطری انداز مین روبہ عمل نہیں آتا۔ سرمایہ دارانہ نظام میں مکمل مقابلہ ناپید ہوتا ہے۔ بالعموم منڈی میں اجارہ داری یا اجارہ دارانہ مقابلہ (Monopolistic Competition) کے حالات پائے جاتے ہیں۔ جہاں آجروں کو بالادستی حاصل ہوتی ہیا ور وہ اپنے منافع کو زیادہ سے زیادہ کرنے کے لئے من مانی کرتے ہیں۔ پرکشش اور پرزور اشتہار بازی کی یلغار سے صارفین کی ترجیحات کو تہس نہس کر دیا جاتا ہے اور من پسند قیمتیں وصول کی جاتی ہیں۔

(ب) مہنگی اشیاء کی پیداوار: قیمتوں کی میکانیت کے نظام میں معاشی وسائل کا بہاؤ ان ہی اشیاء کو پیدا کرنے کی طرف ہو جاتا ہے جن کی قیمتیں زیادہ اور جہاں منافع کی توقع زیادہ ہو۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ طبقہ امراء کے زیر استعمال آنے والی اشیاء زیادہ پیدا ہونے لگتی ہیں اور عام لوگوں کی ضرورت کی اشیاء کمیاب اور مہنگی ہو جاتی ہیں۔

(ج) مزدوروں کا استحصال: عاملین پیدائش کی منڈی میں بھی اس نظام کے روبہ عمل آنے سے معاشی استحصال کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ آجر ان ہی عوامل کو زیادہ استعمال کرتا ہے جو اسی کم مصارف پر دستیاب ہوں۔ اس صورت حال سے بطور خاص مزدوروں کو سخت مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ آجر مزدوروں کو اسی وقت استعمال کرنے پر آمادہ ہوتا ہے جب ان کی قیمت یا معاوضہ کم ہو۔ بصورت دیگر وہ جاذب سرمایہ (Capital Intensive) کم مصارف طریق پیدائش کو ترجیح دیتا ہے۔ اس طرح مزدوروں کو یا تو بے روزگاری کا شکار ہونا پڑتا ہے یا پھر کم معاوضہ پر کام کرنا پڑتا ہے۔

(د) سماجی شعبہ کا نظرانداز ہونا: قیمتوں کی میکانیت پر منحصر معیشت میں سماجی بہبود کے شعبہ کی کارکردگی بالعموم بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ تعلیم، صحت اور اسی نوعیت کے دوسرے کاموں میں منافع کی شرح نسبتاً کم ہوتی ہے۔ قومی مفاد کے بعض کام نہ صرف منافع سے عاری ہوتے ہیں بلکہ ان میں خسارہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔ قیمتوں کی میکانیت کے نظام میں ان شعبوں کی طرف وسائل کا رخ مطلوبہ مقدار میں نہیں ہوتا کیونکہ ان میں سرمایہ کاری کے لئے کوئی زیادہ کشش نہیں ہوتی۔

اسلامی نظام معیشت بنیادی طور پر آزاد معیشت کا نظام ہے۔ اس حیثیت سے اس میں معاشی جدوجہد کا رخ متعین کرنے میں قیمتوں کی میکانیت فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہے تاہم اس نظام میں معیشت کو کلی طور پر قیمتوں کی میکانیت کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑ دیا گیا۔ بلکہ اسے بڑی موثر قوتوں یعنی اخلاقی اقدار کے ذریعہ منضبط (Regulate) کیا گیا ہے۔ ان اقدار میں تقویٰ' عدل' احسان' اخوت' مساوات اور تعاون خاص طور پر اہم ہیں۔ یہ اقدار اسلامی نظام معیشت کی اصل روح ہیں۔ قیمتوں کی میکانیت کا نظام ان اقدار کی حدود کے اندر ہی کام کرتا ہے۔ گویا قیمتوں کی میکانیت سرمایہ دارانہ نظام میں جس بے لگام اور بے قید طریقہ سے کام کرتی ہے اسلامی نظام معیشت میں اس کی یہ حیثیت نہیں ہوتی۔ جس مقام پر قیمتوں کی میکانیت کا نظام اسلامی نظریہ حیات اور اسلامی نظام معیشت کے عمومی مقاصد یعنی مفاد عامہ اور استحکام معیشت سے متصادم ہونے لگتا ہے اسے وہاں روک دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر:

۱۔ صرف کے شعبہ میں اسلامی نظام معیشت لوگوں کو بخل سے روک کر اشیاء و خدمات پر وسائل خرچ کرنے پر زور دیتا ہے۔ لیکن صرف کو منضبط کرنے کے لئے حلال وحرام کی قیود عائد کردی گئی ہیں۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ لوگ محض قیمتوں کی کمی کو دیکھ کر حرام اور ممنوعہ اشیاء پر روپیہ صرف کرنا شروع کردیں۔ یہ اشیاء مفت بھی مل جائیں تو ان کے استعمال کی اجازت نہ ہوگی۔ اس طرح اسراف وتبذیر اور نمود ونمائش کے صرف کو روکا گیا ہے قطع نظر اس کے کہ قیمتیں زیادہ ہیں یا کم۔

۲۔ پیدائش دولت کے شعبہ میں آجروں کو حرام اشیاء پیدا کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ خواہ ان کی قیمتیں اور منافع زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔ محزب اخلاق اور مضر صحت اشیاء کی پیدائش بھی ممنوع قرار دے دی گئی ہے۔ حالانکہ بالعموم ان کی قیمتیں اور منافع زیادہ ہوتے ہیں۔

۳۔ پیداوار حاصل کرنے کے طریقے بھی وہی اختیار کئے جائیں گی جن سے مفاد عامہ پر زد نہ پڑے۔ محض کم سے کم مصارف پر پیداوار حاصل کرلینا ہی عمل پیدائش کو جاری رکھنے کا کافی جواز نہ ہوگا۔ ایسے طریق پیدائش جو آلودگی اور صحت انسانی کے لئے خطرات پیدا کریں یا جن سے بے روزگاری وغیرہ جیسے مفاسد جنم لیں اسلامی نظام معیشت میں ان کی اجازت نہ ہوگی۔

۴۔ اسلامی نظام معیشت میں اس بات کو بھی ملحوظ رکھا جائے گا کہ اشیاء و خدمات محض کسی ایک مراعات یافتہ طبقہ (Privileged Class) کے لئے پیدا نہ کی جائیں بلکہ ان کی حیثیت ایسی ہو کہ کم آمدنی والے طبقات بھی انہیں حاصل کرسکیں۔ یعنی پیدا آوری وسائل محض طبقہ امراء کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زیادہ قیمت والی اشیاء کے لئے مخصوص ہوکر نہ رہ جائیں گے بلکہ معاشرہ کے معاشی لحاظ سے کمزور افراد کی ضروریات کی اشیاء کی پیدائش کو اولیت دی جائے گی۔

۵۔ تبادلہ اور لین دین میں بھی فیصلہ کن بات زیادہ سے زیادہ قیمت کی وصولی نہیں ہوگی بلکہ دیانتداری، پاس عہد اور عدل و احسان کی اقدار اس کا رخ متعین کریں گی۔ ضرر، غرر، ظلم اور جبر کے ذریعہ افزائش منافع ممکن نہ ہوگی۔

اشیائے رسد کو مصنوعی طریقوں سے روک کر قیمتوں میں اضافہ کر لینے کے اقدامات ناقابل قبول ہوں گے۔

۶۔ عاملین پیدائش کے معاوضوں کے تعین کو ان کی طلب و رسد کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جاسکتا بلکہ اس سلسلہ میں عدل و احسان کی روش کو اپنایا جائے گا اور بالخصوص مزدوروں کے معاوضے اس انداز سے مقرر ہوں گے کہ ان کی ضروریات زندگی پوری ہوسکیں۔

۷۔ سماجی شعبہ کی کم منافع بخش سکیموں کی تکمیل رضائے الٰہی اور اجر آخرت کے حصول کے محرکات کو قوی بنا کر ممکن بنائی جاسکتی ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ عوامی بہبود بالخصوص تعلیمی ترقی کے لئے درسگاہوں کے قیام کے سلسلہ میں مخیر حضرات کے تعاون سے ان گنت گراں قدر ادارے معرض وجود میں آتے رہے ہیں۔ اسلامی نظام معیشت لوگوں کے اس جذبہ خیر کو پروان چڑھاتا اور ان سے کام لیتا ہے۔ متذکرہ بالا بحث سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ اسلامی نظام معیشت میں قیمتوں کی میکانیت کا نظام سرمایہ دارانہ نظام سے مختلف انداز میں روبہ عمل آتا ہے۔

۳۔ عادلانہ قیمت کا نظریہ اور اسلام

مفہوم: عادلانہ قیمت سے مراد کسی شے کی وہ بازاری قیمت ہے جو صارفین کی غالب اکثریت کی قوت خرید سے زیادہ نہ ہو۔ کسی معاشرہ میں معاشی سرگرمیوں کا مقصود عام لوگوں کی فلاح ہی ہوتا ہے۔ اس کا ایک مظہر یہ ہوتا ہے کہ انہیں اپنی ضروریات زندگی میسر آتی رہیں اور وہ محرومی کا شکار نہ ہونے پائیں۔ عادلانہ قیمت ہی انہیں اس امر کی ضمانت مہیا کرسکتی ہے۔

مکمل مقابلہ (Perfect Competition) کی صورت میں اشیاء اور خدمات کی طلب اور رسد کی قوتیں آزادانہ طور پر کام کرتے ہوئے جس توازنی قیمت کے تعین کا باعث بنتی ہیں اس کے عادلانہ قیمت (Just Price) ہونے کا امکان ہوسکتا ہے لیکن عملی زندگی میں بالعموم مکمل مقابلہ کے حالات ناپید ہوتے ہیں۔ اس لئے منصفانہ قیمت کا منڈی میں وجود ایک غیر حقیقی مفروضہ ہی قرار دیا جاسکتا ہے مروجہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نظام معیشت میں ہر فرم کا نصب العین کم سے کم لاگت پر اشیاء تیار کر کے زیادہ سے زیادہ منافع کمانا ہوتا ہے۔ اس صورت میں اس کا مفاد اس بات سے وابستہ ہوتا ہے کہ قیمت زیادہ سے زیادہ ہو۔ فرم قیمت میں کسی امکانی کمی کے رجحان کو روکنے کے لئے پورا زور لگاتی ہے اور ضرورت ہو تو منفی نوعیت کے ہتھکنڈے استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کرتی۔ ذخیرہ اندوزی کے ذریعہ مصنوعی قلت پیدا کرنا' فاضل اشیاء کو تلف کر دینا' مصنوعی اجارہ داریوں کے ذریعہ اشیاء کی رسد کو کنٹرول کر کے من مانی قیمتیں وصول کرنا' نئی فرموں کو میدان پیدائش میں داخل ہونے سے روکنا اور پہلے سے موجود فرموں کے لئے کام کرنے کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کر کے انہیں کام بند کر دینے پر مجبور کر دینا وغیرہ اور اس نوعیت کے دیگر اقدامات کے ذریعہ اشیاء کی رسد کو طلب کے مقابلہ میں کم رکھنا ہر فرم کا معمول بن جاتا ہے ہر فرم دوسری فرموں سے اشیاء کی فروخت کے سلسلہ میں سبقت لے جانے کے لئے اشتہار بازی پر بے تحاشا خرچ کرتی ہے اور یوں اپنے مصارف پیدائش کو بڑھا کر قیمت کو بڑھانے کا جواز پیدا کر لیتی ہے۔ سود اور سٹہ بازی (Speculation) بھی اشیاء کی رسد کے آزادانہ بہاؤ میں بالواسطہ و بلاواسطہ طور پر رکاوٹ کا باعث بن جاتی ہیں۔ مروجہ نظام معیشت میں رسد کی طرح طلب کی قوت کا فطری بہاؤ بھی مسخ ہو جاتا ہے۔ غیر منصفانہ تقسیم دولت کے نتیجہ میں بازار میں عملاً ان ہی اشیاء کی طلب غالب رہتی ہے جو امراء کے زیر استعمال آتی ہیں۔ اسراف و تبذیر اور غیر ضروری نمائشی صرف سے اشیاء کی طلب بڑھ جاتی ہے۔ حقیقی ضرورت کی اشیاء جو بالعموم کم آمدنی والے طبقات کے استعمال میں آتی ہیں وسائل پیدائش کی کمیابی کی بنا پر ان کی رسد ان کی طلب کے مقابلہ میں کم رہ جاتی ہے۔ منڈی کی ان ناکاملیات (Imperfections) کی بنا پر سرمایہ دارانہ معیشت میں طلب و رسد کے حقیقی توازن پر مبنی قیمت کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ جو قیمت عملاً بازار میں رائج ہوتی ہے وہ آجروں کے مفاد کی مظہر ہوتی ہے۔ وہ عادلانہ قیمت نہیں ہوتی کہ جس کے بارے میں یہ کہا جا سکے کہ وہ صارفین کی غالب اکثریت کی قوت خرید کی دسترس میں ہوگی۔

اسلامی نظام معیشت کا حقیقی نصب العین فلاح عامہ کے ذریعہ رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ آجر اور صارف دونوں کا رویہ اسی نصب العین کے تابع ہوتا ہے۔ اس لئے رسد اور طلب کی قوتوں کے آزادانہ بہاؤ کا امکان موجود رہتا ہے جس کے نتیجہ میں معقول اور مناسب توازنی قیمت (Equilibrium Price) معرض ظہور میں آ سکتی ہے۔

اسلامی نظام معیشت میں رسد کو مسخ کرنے والے عوامل کا ممکن حد تک سدباب کر دیا گیا ہے فرم کا نصب العین زیادہ سے زیادہ منافع کے بجائے خدمت خلق یا عامتہ الناس کی فلاح کے ذریعہ رضائے الٰہی کا حصول قرار دیا گیا ہے فرم کے لئے حصول منافع کے تمام حرام ذرائع کی ممانعت کر دی گئی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ذخیرہ اندوزی' سود اور سٹہ بازی' اتلاف مال' ضرر' غرر اور ظلم و جبر پر مبنی تمام ذرائع آمدنی کو حرام قرار دے کر ان کی راہ بند کر دی گئی ہے۔

طلب کے دائرہ میں یہی اسراف و تبذیر اور نمائشی صرف کی بندش سے پیداواری وسائل کا رخ حقیقی ضرورت کی اشیاء کی طرف مڑ جاتا ہے۔ ان اشیاء کی رسد کے بڑھ جانے کے نتیجہ میں توازنی قیمت ایک ایسی سطح پر آجاتی ہے جس میں اشیائے ضرورت کو حاصل کر لینا عام آدمی کے لئے ممکن ہو جاتا ہے یہی ''عادلانہ قیمت'' ہے۔

''عادلانہ قیمت'' اسلامی نظام معیشت کی فطری پیداوار ہے۔ نظام معیشت جس قدر اسلامی اقدار حیات' تقویٰ' احسان' اخوت اور تعاون و ایثار کا رنگ لئے ہوگا اسی قدر ''عادلانہ قیمت'' کے تعین کا اطلاق زیادہ ہوگا۔ اس نظام میں ایک طرف قوم سے تقویٰ و احسان اور تعاون و اخوت کے تحت کم منافع اور بعض حالات میں لاگت سے بھی کم قیمت پر اشیاء فراہم کرنے کی توقع وابستہ کی گئی ہے تو دوسری طرف عام صارفین کی قوت خرید کو بڑھانے کے لئے بھی موثر اقدامات کئے گئے ہیں۔

زکوٰۃ و صدقات' قانون وراثت اور اوقاف کے ذریعہ بالخصوص کم آمدنی والے طبقات کی قوت خرید کا ایک معقول معیار برقرار رکھنے کا خود کار نظام قائم کیا گیا ہے۔ ان اقدامات کے باوجود بھی اگر کسی وقت ''عادلانہ قیمت'' بازار میں رائج نہ رہے تو بدرجہ آخر ریاست کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ گرانی کے اسباب کا سدباب کرنے کے لئے اپنے انتظامی اختیارات اور زری اور مالیاتی پالیسیوں کو بروئے کار لائے۔ محصولات کے نظام میں مناسب تبدیلیوں اور اعانوں (Subsidies) وغیرہ کے ذریعہ افراد کی قوت خرید میں اضافہ کرے اور اشیاء کی رسد کو بڑھانے کے لئے پیدا آوری عمل کی تیز رفتاری کے مناسب حالات پیدا کرے۔

۴۔ تسعیر یعنی قیمتوں پر کنٹرول کا مسئلہ
(Price Control)

مفہوم: گرانی پر قابو پانے کے لئے حکومت کی طرف سے اشیاء کی قیمتوں کا تعین تسعیر' کہلاتا ہے۔

اسلامی نظام معیشت بنیادی طور پر آزاد معیشت کا نظام ہے۔ اس میں اشیاء و خدمات کی قیمتوں کا تعین ان کی طلب و رسد پر چھوڑا گیا ہے۔ اگرچہ خریداروں اور فروخت کاروں سے اس بات کی توقع کی جاتی ہے کہ وہ اعلیٰ اخلاقی محاسن کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کے لئے ضرر اور ظلم کے حالات پیدا نہ کریں۔ تاہم بشری حرص و ہوس کے غلبہ کے تحت بعض اوقات زیادہ سے زیادہ منافع کے حصول کی طرف طبائع کا میلان ہو جاتا ہے۔ اس کی ایک شکل یہ ہے کہ تاجر یا فروخت کنندگان اپنے مال کی زیادہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قیمت وصول کرنے لگتے ہیں۔ یہ گرانی عامۃ الناس کے لئے پریشانی کا باعث بن جاتی ہے۔

اس گرانی کا بنیادی سبب طلب کے مقابلہ میں رسد کی قلت ہوتی ہے۔ رسد کی کمیابی بعض اوقات قدرتی اسباب کی بنا پر پیدا ہوتی ہے اور بعض اوقات تاجروں کے مصنوعی ہتھکنڈے اس کا باعث بنتے ہیں۔ مثال کے طور پر قحط یا دیگر ارضی وسماوی آفات کی وجہ سے زرعی پیداوار میں کمی آجانے سے اجناس کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں یا بیرونی ممالک کے دگرگوں حالات کی بنا پر درآمدات کی کمی سے بھی اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ ان حالات کے پیدا کرنے میں مقامی تاجروں کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔

تاہم بعض اوقات رسد کی قلت دانستہ طور پر تاجروں کی پیدا کردہ ہوتی ہے۔ احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی اور اجارہ دارانہ حیثیت سے فائدہ اٹھا کر تاجر من مانے دام وصول کرنے لگتے ہیں۔ بعض اوقات جان بوجھ کر اشیاء تلف کردی جاتی ہیں تاکہ ان کی رسد میں اضافہ نہ ہو اور یوں قلت وکمیابی کے حالات منڈی میں موجود رہیں اور تاجروں کے لئے زیادہ قیمت وصول کرنے کا موقع باقی رہے۔

اسلامی نظام معیشت میں قیام عدل اور ازالہ ضرر کے بنیادی اصولوں کے پیش نظر ان دونوں حالتوں میں تسعیر یعنی قیمتوں پر کنٹرول کرنے کے بارے میں دو الگ الگ صورتیں طے کی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر جب قیمتوں میں اضافہ قدرتی عوامل کی وجہ سے ہو تو حکومت کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ اپنی طرف سے قیمتیں مقرر کردے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک بار گرانی کے حالات پیدا ہوگئے تو صحابہؓ کی درخواست کے باوجود آپ نے غلہ کے نرخ مقرر نہیں فرمائے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مہنگائی بڑھ گئی تو لوگوں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ آپ نرخ مقرر فرمادیں تو آپؐ نے فرمایا کہ نرخ کم وبیش کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی تنگی یا فراخی کرنے والا ہے۔ وہی سب کا روزی رساں ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملوں کہ کوئی مجھ سے جان و مال کی حق تلفی کا مطالبہ کرنے والا نہ ہو۔ (جامع ترمذی، سنن ابی داؤد) اس حدیث پاک کی بنا پر بعض آئمہ مطلقاً تسعیر کے خلاف ہیں تاہم متعدد علماء و محققین کی رائے یہ ہے کہ اس حدیث پاک کا تعلق ان حالات سے ہے جب مدینہ میں قحط اور بیرون مدینہ سے گراں غلہ کی درآمد جیسی قدرتی اسباب کی بناء پر غلہ کی قیمتوں میں اضافہ ہوگیا تھا۔ اس صورت حال میں حضورؐ نے ریاستی مداخلت کو پسند نہیں فرمایا کہ اس سے زیادہ مصارف پر غلہ پیدا کرنے والوں کے مفاد پر برا اثر پڑنے کا امکان تھا۔ اس موقع پر آپؐ نے رزاق حقیقی اور قحط وخشک سالی کو دور کرنے پر قادر رب ذوالجلال کی طرف رجوع کرنے کو ہی ترجیح دی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ قدرتی عوامل کی کارفرمائی سے قلت وکمیابی اور گرانی کے بڑھ جانے کی صورت میں ریاست کو تسعیر کے بجائے اشیاء کی رسد کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بڑھانے کے اقدامات کرنے پر توجہ مرکوز کرنی چاہئے۔ اس سلسلہ میں ایک طرف رجوع الی اللہ کی روش اختیار کی جائے' توبہ و استغفار اور دعا کا سہارا لیا جائے اور دوسری طرف اپنی زری' مالیاتی اور تجارتی پالیسیوں کا رخ پیداوار میں اضافہ کی طرف موڑا جائے۔ اس ضمن میں اندرونی ذرائع کے ساتھ بیرونی ذرائع یعنی درآمدات میں اضافہ وغیرہ سے بھی کام لیا جاسکتا ہے تاہم اگر گرانی مصنوعی ہو اور تاجروں نے احتکار یا اجارہ داری کے حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گرانی پیدا کردی ہو تو ازالہ ظلم وضرر اور مفاد و مصلحت مسلمین کے پیش نظر ریاست کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اگر وہ ضرورت محسوس کرے تو آخری چارہ کار کے طور پر قیمتوں پر کنٹرول کی پالیسی نافذ کردے۔ حضرت عمرؓ نے مدینہ کے بازار میں ایک صحابی کو دیکھا کہ وہ خشک انگور ایسے نرخ پر فروخت کررہے ہیں جو ان کے نزدیک نامناسب حد تک گراں ہے تو آپ نے ان سے فرمایا:

''یا تو تم قیمت مناسب حد تک کم کرو یا پھر اپنا مال ہمارے بازار سے اٹھالو''

(بحوالہ' معارف الحدیث جلد ہفتم صفحہ ۱۳۹)

حضرت عمرؓ کے اس اقدام سے علماء و محققین نے یہ رائے قائم کی ہے کہ اگر حالات کا تقاضا ہو تو عامتہ الناس کو تاجروں کے استحصال سے بچانی کے لئے حکومت اشیائے ضرورت کی قیمتیں مقرر کرسکتی ہے۔ امام بن تیمیہؒ نے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ احتکار صرف غلط کار آدمی کرتا ہے۔ محتکر (ذخیرہ اندوزی کرنے والا) وہ ہے جو ایسے غلے خریدتا ہے جن کے لوگ ضرورت مند ہوتے ہیں تاکہ انہیں لوگوں کی دسترس سے باہر کرکے روکے رہے اور عوام کے لئے ان کے نرخ گراں ہو جائیں۔ ایسا آدمی خریدار عوام پر ظلم کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس وجہ سے صاحب امر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ جب عوام کو ان اشیاء کی ضرورت ہو تو ایسے (تاجر) لوگوں کو اپنا مال قیمت مثل (یعنی کھلے بازار کی قیمت) پر فروخت کرنے پر مجبور کرے۔''

متذکرہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ گرانی کے اسباب اگر مصنوعی ہوں تو ریاست مفاد عامہ کی محافظ ہونے کی بناء پر اپنی پورے وسائل اس پر قابو پانے کے لئے صرف کرے گی۔ ان میں ترغیبی' انتظامیا ور قانونی سب اقدامات شامل ہوں گے۔ تاہم اگر صورت حال پھر بھی رو بہ اصلاح نہ ہو تو وہ اشیاء کی قیمتیں مقرر کرسکتی ہے۔ البتہ قیمتوں کے تعین کے سلسلہ میں ضروری ہے کہ تاجروں کے مفاد اور معقول منافع کو پیش نظر رکھا جائے۔ کیونکہ اس کی عدم موجودگی میں اس بات کا امکان ہے کہ وہ عمل پیدائش سے ہی دست کش ہو جائیں اور یوں خریداروں کے لئے اشیاء کی نادستیابی کی مصیبت پیدا ہو جائے۔ اس صورت حال سے عہد برآ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اشیاء کے نرخ تاجروں' خریداروں'

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عمال حکومت اور ماہرین فن کے باہمی مشورہ سے طے کئے جائیں۔

اسلام کا کاروباری ضابطہ اخلاق

(Islamic Code of Business Ethics)

معاشی زندگی میں تجارت اور تبادلہ اشیاء کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ صرف و پیدائش دولت کے عمل کی تکمیل تبادلہ سے ہی ہوتی ہے۔ معاشرہ کا ہر فرد کسی نہ کسی حیثیت سے اشیاء و خدمات کے تبادلہ کے عمل سے لازماً گزرتا اور اس کے اچھے برے اثرات سے متاثر ہوتا ہے۔ اس لئے اسلام نے مصلحت و مفاد عامہ کے پیش نظر تبادلہ کے عمل کو منضبط کرنے پر خصوصی توجہ دی ہے۔ قرآن پاک اور احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاں تجارت کی فضیلت اور خیر و برکت بیان ہوئی ہے وہاں اسے صحیح معنوں میں نفع بخش بنانے اور اس کے نقصان سے افراد کو بچانے کے لئے بھی ضروری رہنمائی اور ہدایات دی گئی ہیں۔ ان ہدایات کی روشنی میں کاروباری حضرات کے لئے ایک مفصل ضابطہ اخلاق تیار کیا جاسکتا ہے۔ اس ضابطہ اخلاق کی اہم بنیادیں یہ ہیں:

(الف) لین دین صرف حلال اشیاء کا ہو۔

(ب) لین دین فریقین کی باہمی رضامندی سے ہو۔

(ج) لین دین کا محرک حصول منافع ہو۔

(د) لین دین کسی جھگڑے تنازعہ کا باعث نہ ہو۔

اسلام نے ان بنیادوں پر کاروباری فریقوں کے لئے جو ضابطہ اخلاق بنایا ہے اس کے اہم نکات یہ ہیں:

۱۔ کوئی شخص حرام اشیاء کی خرید و فروخت نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس سلسلہ میں کسی قسم کے تعاون میں ملوث ہوسکتا ہے۔

۲۔ لین دین کے لئے ناپ تول کے درست اور معیاری پیمانے استعمال کئے جائیں اور ناپ تول میں کسی قسم کی کمی نہ کی جائے۔

۳۔ ملاوٹ اور آمیزش سے کامل اجتناب کیا جائے۔

۴۔ تخمیس نہ کی جائے یعنی زیادہ نفع کی خاطر مال کا معیار کم نہ کیا جائے۔

۵۔ احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی بغرض منافع نہ کی جائے۔

۶۔ فروخت سے پہلے مال کے عیب سے خریدار کو مطلع کیا جائے۔

۷۔ اشیاء کی رسد پر اجارہ دارانہ کنٹرول کے ذریعہ قیمتیں بڑھا کر منافع نہ کمایا جائے۔

۸۔ خریدار بھی ایسا گٹھ جوڑ نہ کریں جس سے بائع (بیچنے والا) کم داموں پر مال فروخت کرنے پر مجبور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے۔

۹۔ مال بیچنے کی غرض سے جھوٹی قسمیں نہ کھائی جائیں۔

۱۰۔ خرید و فروخت میں باطل یعنی جھوٹ اور دھوکہ کا کسی صورت میں بھی عمل دخل نہ ہو۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تجارت کی ساری خیر و برکت بیع مبرور یعنی نیکی اور بھلائی والی سچی تجارت کے ساتھ مخصوص ہے۔

۱۱۔ فروخت کے لئے پیش کیا جانے والا مال طیب یعنی پاکیزہ، صاف ستھرا اور حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق تیار کیا گیا ہو اور اس کی حفاظت کا مناسب انتظام کیا گیا ہو۔

۱۲۔ بائع اور مشتری یعنی بیچنے والے اور خریدنے والے معاملہ کرتے ہوئے خوش خلقی، نرمی اور عفو و درگزر سے کام لیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ رب العزت کی رحمت ہو اس شخص پر جو جب بیچے یا خریدے یا قرض کا تقاضا کرے تو نرمی اور درگذر کا معاملہ کرے۔'' (بخاری)

۱۳۔ بائع اور مشتری دیانتداری کے ساتھ معاملہ کریں اور کسی صورت میں بھی حصول منافع کے لئے بے ایمانی اور بددیانتی سے کام نہ لیں۔

۱۴۔ کاروباری بھول چوک کی تلافی یا حساب فہمی میں سہو و خطا کی اصلاح کے لئے ہر وقت آمادگی ظاہر کی جائے۔ مثال کے طور پر بائع نے جس کمتر مال کا سودا کیا اس کی جگہ برتر اور زیادہ معیار کا مال اس قیمت پر سپلائی کر دیا۔ مشتری کو اس فرق کی تلافی کرنی چاہئے جو محض سہواً واقع ہو گیا یا مال واپس کر دینا چاہئے۔

۱۵۔ خریدنے والے اور بیچنے والے ہر حال میں اپنے عہد و پیمان کو پورا کریں۔ بائع نے جس قیمت پر سودا طے کیا ہے اچانک قیمت کے چڑھ جانے سے سودے سے پھر نہ جائے۔ اسی طرح مشتری قیمت کے کم ہو جانے سے مال اٹھانے سے منکر نہ ہو جائے۔

۱۶۔ کوئی مشتری اگر طے شدہ وقت پر خریدی ہوئی چیز کی قیمت ادا نہ کر سکے تو اس کی پیشگی دی ہوئی رقم (بیعانہ) ضبط نہ کی جائے بلکہ اسے مہلت دی جائے۔ اسی طرح اگر بائع وعدہ کے مطابق بروقت مال مہیا نہ کر سکے تو اس پر بھی کوئی تاوان نہ ڈالا جائے تاہم اس قسم کے معاملات میں بائع اور مشتری دونوں کی نیت درست ہونی چاہئے۔

۱۷۔ ناپ تول میں فیاضی و فراخدلی کا مظاہرہ کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تولنے والے کو دیکھا تو اسے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زن و ارجع (تول اور جھکتا تول)

۱۸۔ اہم لین دین کو ضابطہ تحریر میں لایا جائے۔ تاکہ جھگڑے اور باہمی نزاع کا امکان نہ رہے اور ملکیت مال کے متعلق یقینی شہادت موجود رہے۔

۱۹۔ لین دین میں کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس سے دوسرے فریق کو نقصان پہنچانا مقصود ہو۔ آپؐ نے فرمایا:

لاضرر ولاضرار (نہ نقصان اٹھانا ہی اور نہ نقصان پہنچانا ہے)

نیز فرمایا "مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں"

۲۰۔ بائع اور مشتری جس شے کا سودا کریں اس کا موجود ہونا ضروری ہے۔ ہوا میں اڑتے ہوئے پرندوں یا دریا میں پائی جانے والی مچھلیوں یا مادہ جانور کے پیٹ میں موجود بچوں کی بیع درست نہیں۔

۲۱۔ اگر لین دین میں معاملہ قرض اور ادھار کا ہو تو اس میں نرمی اور سہولت پیدا کی جائے۔

۲۲۔ جو مال دکھا کر سودا طے کیا جائے مال کی پوری سپلائی اس کے عین مطابق ہونی چاہئے۔

"دکھانا اور دینا اور" اس حرکت کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔

۲۳۔ مال کی جو قیمت ظاہر کی جائے عملاً وہی قیمت وصول کی جائے بعض اوقات حکومت یا دیگر عوامل کے ڈر سے شے کی جو قیمت باہر آویزاں کی جاتی ہے عملاً گاہک سے اس سے زیادہ قیمت وصول کی جاتی ہے۔ یہ حرکت کاروباری ضابطہ اخلاق کے منافی ہے۔

۲۴۔ مال کی قیمت بڑھانے کے لئے فرضی گاہک کھڑے نہ کئے جائیں۔ لین دین دیانت اور باہمی خیر خواہی پر مبنی ہونا چاہئے۔

۲۵۔ جب تک ایک خریدار فروخت کار کے ساتھ معاملہ کر کے فارغ نہ ہو دوسرے خریدار کو معاملہ میں مداخلت نہ کرنی چاہئے۔

۲۶۔ جب بائع اور مشتری میں کسی قیمت پر معاملہ طے ہو جائے تو کسی تیسرے شخص کو زیادہ قیمت کی پیشکش کر کے متعلقہ شے کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کوئی شخص اپنے بھائی کی بولی پر بولی نہ دے" (بخاری و مسلم)

۲۷۔ لین دین کا معاملہ طے ہو جانے کے بعد اگر کوئی فریق اسے فسخ کرانا چاہے تو دوسرے فریق کو کشادہ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے قبول کر لینا چاہئے۔ اسے 'اقالہ' کہا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے اس کی ترغیب دی اور فرمایا "جس نے نادم کو اس کی بیع کا اقالہ کر دیا اللہ تعالیٰ قیامت کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دن اس کی خطاؤں کا اقالہ (دور) کردے گا۔"

مذکورہ بالا سطور میں اسلام کے کاروباری ضابطہ اخلاق کی چند باتیں بیان کی گئی ہیں۔ کاروباری لین دین سمیت اسلام کا پورا نظام معیشت ہی اخلاقی بنیادوں پر استوار کیا گیا ہے۔ اسلامی نظریہ حیات میں انسانی رویہ میں اساسی اور محوری حیثیت اخلاقی ہی کو حاصل ہے۔ اس کی تخلیق وتعمیر اور فروغ واستحکام کے لئے عقائد وعبادات کا مکمل نظام تجویز کیا گیا ہے اور ایک صالح معاشرہ کی تشکیل کو لازم قرار دیا گیا ہے تاکہ بھلائی اور نیکی کی اقدار پنپیں، بڑھیں اور پھلیں پھولیں۔

کتابیات

۱۔ اسلام کا قانون تجارت، ڈاکٹر نور محمد غفاری، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور۔

۲۔ اسلام میں حلال وحرام، ڈاکٹر یوسف القرضاوی، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور۔

۳۔ معارف الحدیث، جلد ہفتم، مولانا منظور احمد نعمانی، مکتبہ رشیدیہ، ساہیوال۔

4- The Economic Enterprise in Islam, Dr. Muhammad Nijatullah Siddiqui, Islamic Publications Ltd; Lahore.

5- A Behavioral Model of an Islamic Firm, M.M. Metawally, JRIE, ICRIE, Jeddah.

6- Theory of Firm in Islamic Economics, Mian Muhammad Akram, A term Paper of M.Sc.

7- Modern Economics, A Koutsoyiannis, English Language Book Society, Macmillon.

***

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حصہ چہارم

مالیات کی فراہمی کے اسلامی طریقے

(Islamic Modes of Financing)

باب ۷ شراکت ومضاربت (کاروبار کی مختلف صورتیں)

* شراکت
* مضاربت

باب ۸ اسلامی معیشت میں مالیات کی فراہمی کے (مزید) طریقے

* بیع سلم
* بیع مرابحہ
* بیع مؤجل
* اجارہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۷

شراکت و مضاربت

(Partnership and
(کاروبار کی مختلف صورتیں)

(Forms of Business Enterprise)

کاروباری اداروں کو اپنی پیدا آوری ضروریات کے لیے کثیر مالی وسائل درکار ہوتے ہیں جو بعض اوقات ان کے بس میں نہیں ہوتے۔ ان وسائل کے حصول کے لیے دیگر افراد اور اداروں کا تعاون ناگزیر ہوتا ہے۔ اسلامی معیشت میں اس نوعیت کے مالی وسائل کی فراہمی کے کئی طریقے موجود ہیں۔ ان میں درج ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

(i) شراکت (ii) مضاربت (iii) بیع سلم (iv) بیع مرابحہ (v) بیع موجل (vi) اجارہ

(الف) شراکت (Partnership)

اسلام کے ابتدائی دور میں تجارت کی مختلف قسمیں رائج تھیں۔ ان میں شراکت اور مضاربت کے اصولوں پر بھی تجارت کی جاتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف شراکت کو پسند فرمایا بلکہ دوسروں کے ساتھ شراکت کی بنیاد پر کاروبار بھی کیا۔

i۔ شراکت کی تعریف: دو یا دو سے زیادہ افراد کسی کاروبار میں متعین سرمایہ کے ساتھ نفع کے حصول کے لئے اکٹھے ہوں اور کاروبار کے نفع و نقصان میں پہلے طے شدہ نسبتوں کے ساتھ شریک ہوں۔

ii۔ شراکت کا جواز: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت بہت سے طریقہ ہائے تجارت رائج تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان طریقوں میں سے ناجائز طریقوں کی ممانعت فرمائی یا ان طریقوں میں اخلاق اور عدل و انصاف کے تقاضوں کے خلاف پائی جانے والی باتوں کی اصلاح فرمائی' اور ہر ایسا طریقہ جس کے نتیجہ میں لڑائی' جھگڑا یا فساد کی کوئی صورت پیدا ہو۔ یا کسی ایک فریق کا فائدہ دوسرے فریق کے سراسر نقصان پر مبنی ہو' ان طریقوں کو منع فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن طریقہ ہائے صنعت و تجارت اور زراعت کو منع فرمایا یا ان میں ترامیم تجویز کی ہیں ان کے مطالعہ سے فقہاء کرام نے ان مصالح اور مفاسد کو متعین کیا جو کسی کاروبار جائز یا ناجائز ہونے کا باعث تھے۔ ان اسباب کا اطلاق دوسرے معاملات کے بارے میں تحقیق کر کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کے جائز یا ناجائز ہونے کا تعین کرنے میں مدد دیتا ہے۔ پس کوئی ایسا طریقہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں رائج تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ کو اختیار کیا' یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ پر اظہار پسندیدگی کیا' یا اس طریقہ سے کسی شخص کو نہ روکا اور نہ ہی اس میں کوئی ترمیم یا تبدیلی تجویز کی وہ طریقہ بالکل جائز ہے۔ شراکت کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سربراہ ریاست تھے تو شراکت ومضاربت کے طریقہ ہائے تجارت اس وقت رائج تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ ان طریقوں سے تجارت فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان طریقوں پر اظہار پسندیدگی کیا۔ اس بناء پر شراکت اور مضاربت شرعی طور پر تجارت کے جائز طریقے ہیں۔

شراکت کے بارے میں چند احادیث:

شراکت کے جواز کے حوالہ سے درج ذیل احادیث بالکل واضح ہیں:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تک دو شرکاء میں سے کوئی ایک دوسرے کے ساتھ خیانت نہ کرے میں ان دونوں کا تیسرا ساتھی بن جاتا ہوں۔ (ابوداؤدؒ حاکم' بیہقی)

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں بازار میں کاروبار کرتا ہوں اور میرا ایک شریک مسجد میں نماز پڑھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تیرے کاروبار کی برکت اسی کے سبب ہے۔ (المبسوط)

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاروبار کو مساوی حصہ کی بنیاد پر کرو یہ کثرت لاتا ہے۔ (ابوداؤدؒ)

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا ہاتھ ان حصہ داران کے ساتھ ہوتا ہے جو بے ایمان نہ ہوں۔ (ابوداؤدؒ)

۵۔ سائب بن شریک کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے میں تجارت میں شرکت کی تھی' جب مدینے میں ان سے ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر کیا اور اس شرکت کو پسندیدگی کے ساتھ یاد کیا (بحوالہ المبسوط' امام شمس الدین السرخسی)

درج ذیل عقلی دلائل بھی شراکت کے جواز کو پیش کرتے ہیں:

۱۔ دو افراد مل کر زیادہ سرمایہ سے بڑے پیمانے پر کاروبار کر سکتے ہیں' اس طرح زیادہ منافع کا حصول بھی ممکن ہے' اور بڑے پیمانے کے کاروبار کے لئے سرمایہ بھی آسانی سے فراہم ہو سکتا ہے۔

۲۔ یہ بات بھی ممکن ہے کہ ایک فرد کے پاس سرمایہ تو موجود ہو' لیکن وہ کاروبار معاملات کی پوری طرح سمجھ نہ رکھتا ہو' یا اس اکیلے فرد کے لیے سارا کاروبار خود چلانا مشکل ہو' ان صورتوں میں وہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوسرے فریق کے ساتھ شراکت کے ذریعے بہتر کاروبار کرسکتا ہے۔

۳۔ شرکت کی صورت میں تقسیم کار کے اصول کو اپنانا ممکن ہوجاتا ہے جس سے شرکاء کی استعداد عملی بڑھ جاتی ہے اور کاروبار کی کامیابی کے امکانات روشن ہوجاتے ہیں۔

iii۔ شراکت کی شرائط:

۱۔ **باہمی رضامندی:** قرآن حکیم کی تعلیمات کے مطابق آپس کے لین دین کے معاملات میں باہمی رضامندی بنیادی شرط ہے (النساء: ۲۹) شراکت کے لئے بھی باہمی رضامندی اسی طرح لازم ہے۔

۲۔ **فریقین کا بالغ ہونا:** معاہدہ شراکت کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ معاہدہ شراکت کے فریقین طبعی عمر کے لحاظ سے بالغ ہوں۔

۳۔ **عاقل ہونا:** فریقین کا ذہنی بلوغت کے ساتھ ساتھ معاملات کے بارے میں سمجھدار ہونا بھی ضروری ہے۔

۴۔ **کاروبار کا جائز ہونا:** کسی ناجائز کاروبار میں شراکت ناجائز ہے۔

۵۔ **نفع کی شرح کا تعین:** کاروبار شروع کرنے سے پہلے نفع کی شرحوں کا تعین کرلینا ضروری ہے۔

۶۔ **نقصان کی ذمہ داری:** کاروبار میں نقصان ہونے کی صورت میں فریقین اپنے اپنی سرمایہ کی شرح سے نقصان کو برداشت کریں گے۔

iv۔ شراکت کی اقسام:

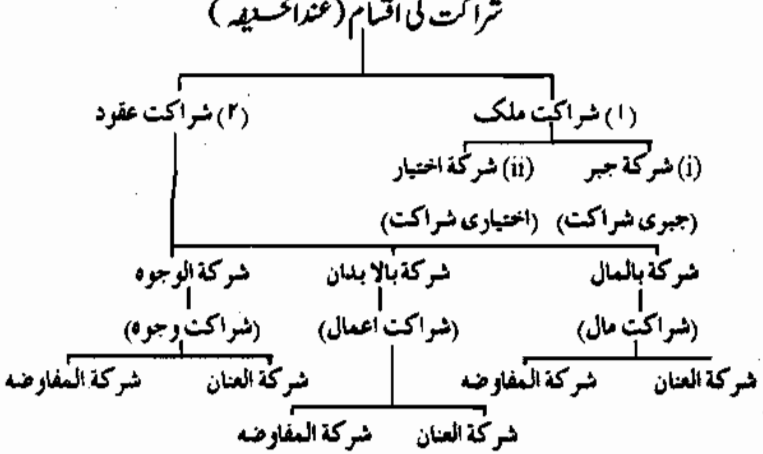

حنفیہ کے نزدیک شراکت کی دو اقسام ہیں:

۱۔ **شراکت ملک:** اس شراکت میں دو یا زائد افراد کسی شے یا جائیداد میں ملکیت کے حقوق کی بناء پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شریک ہوتے ہیں۔ یہ شراکت دو طرح سے ہوسکتی ہے۔ جبری شراکت یعنی جس پر انسان کا اپنا اختیار نہیں ہوتا۔ اور وہ دوسرے کے ساتھ شریک ٹھہرتا ہے مثلاً وراثت۔ دوسرے اختیاری شراکت جس میں ایک فریق دوسرے فریق کے ساتھ اپنی اختیار اور مرضی سے شریک ہوتا ہے مثلاً دو افراد مل کر اراضی خریدتے ہیں۔

۲۔ شراکت عقود: شراکت کی اس قسم میں دو فریق ایک دوسرے کے ساتھ معاہدہ (عقد) کر کے شریک ہوتے ہیں۔ اس کی تین اقسام ہیں۔ شراکت مال' شراکت ابدان اور شراکت وجوہ۔ ان میں سے ہر ایک کو پھر دو حصوں شراکت المفاوضہ اور شراکت العنان میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(الف) شراکت مال: اس شراکت میں دو یا زائد فریق معین مال کے ساتھ' منافع کمانے کی غرض سے ایک دوسرے کے ساتھ منافع کی نسبت طے کر کے شریک ہوتے ہیں۔ اس کی دو اقسام ہیں: (i) شراکت مفاوضہ (ii) شراکت عنان۔

(i) شراکت مفاوضہ: شراکت مفاوضہ میں دو یا زائد فریق مساوی بنیادوں پر ایک دوسرے کے ساتھ شراکت کرتے ہیں۔ اس کی شرائط درج ذیل ہیں:۔

۱۔ فریقین کا نقد سرمایہ مساوی ہو۔
۲۔ ہر فریق دوسرے کا نمائندہ ہو۔
۳۔ فریقین عاقل ہوں۔
۴۔ بالغ ہوں۔
۵۔ آزاد ہوں۔
۶۔ ایک ہی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔
۷۔ ہر حصہ دار دوسرے کی ذمہ داری پر اپنے معاملات اور عمل کے لئے جواب دہ ہو۔
۸۔ نفع ونقصان مساوی بنیادوں پر تقسیم ہوگا۔

(ii) شراکت عنان: شراکت عنان میں دو یا زیادہ فریق ایک دوسرے کے ساتھ شراکت کا معاملہ غیر مساوی بنیادوں پر کر سکتے ہیں۔ اس معاملہ میں شراکت مفاوضہ کی طرح کی کڑی شرائط نہیں ہیں۔ مثلاً

۱۔ فریقین کے سرمایہ کی نسبتیں مختلف ہوسکتی ہیں۔
۲۔ مذہب کا یکساں ہونا ضروری نہیں' مسلم و کافر کے درمیان بھی یہ شراکت ہوسکتی ہے۔
۳۔ بچے اور بڑے کے درمیان شراکت عنان ہوسکتی ہے۔
۴۔ شراکت مال میں جائیداد کے استعمال وتصرف کے اختیارات اور کاروبار کے معاملات میں حصہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لینے کی شرحیں مختلف ہو سکتی ہیں۔ سرمایہ کا مساوی ہونا ضروری نہیں۔

۵۔ منافع کی تقسیم سرمایہ کے تناسب سے نہیں بلکہ آپس میں طے شدہ شرحوں کے مطابق کی جاتی ہے۔

۶۔ نقصان میں شراکت فریقین کے سرمایوں کی نسبت سے ہوگی۔

تمام فقہاء شرکۃ العنان کو جائز قرار دیتے ہیں۔

(ب) شراکت ابدان یا شراکت اعمال یا شراکت صنائع: شراکت کی یہ قسم دو یا زیادہ فریقین کے درمیان ہوتی ہے۔ ہاتھوں سے کام کرنے والے کاریگروں کے درمیان ہوتی ہے' مثلاً بڑھئی اور لوہار کے درمیان یا دو بڑھئیوں کے درمیان یا دو لوہاروں کے درمیان وغیرہ۔ اس کی بھی دو اقسام (۱) مفاوضہ اور (۲) عنان ہیں۔

شرکۃ الاعمال (یا شرکۃ عمل) کو حنفی' مالکی اور حنبلی جائز سمجھتے ہیں جبکہ شافعی اور جعفری ناجائز خیال کرتے ہیں۔

(iv) شرکت وجوہ: شراکۃ الوجود میں دو فریق ایک دوسرے کے ساتھ شرکت کا معاملہ یوں کرتے ہیں کہ اس میں سرمایہ کا عمل دخل نہیں ہوتا' بلکہ ایک فریق (کمپنی یا فرم) کی وجاہت (یعنی اثر و رسوخ) کام آتا ہے۔ ایک فرم اپنے اثر و رسوخ کی بنیاد پر ادھار مال خرید کر نقد پر فروخت کرتی ہے۔ ایسی فرم یا ادارہ کے ساتھ شراکت' شرکۃ الوجوہ کہلاتی ہے۔ حنفی' مالکی اور حنبلی مکتبہ ہائے فکر کے مطابق شراکت کی یہ قسم بھی جائز ہے۔ جبکہ شافعی اور جعفری فقہ میں یہ طریقہ ناجائز ہے۔

دوسرے فقہاء نے شراکت کی درج ذیل اقسام بیان کی ہیں:

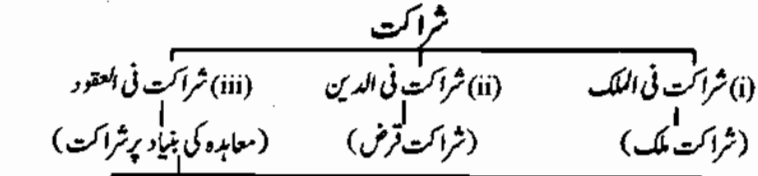

شراکت کی مندرجہ بالا اقسام کو فقہاء کی اکثریت نے تسلیم کیا ہے۔ ان اقسام کی مختصر وضاحت اوپر ہو چکی ہے۔ شراکت کی اس تقسیم کے مقابلہ میں پہلی تقسیم زیادہ منطقی ہے اور تجزیاتی لحاظ سے زیادہ موثر ہے۔

شرکۃ المفاوضہ کی شرائط بہت سخت ہیں۔ اس لئے لمبے عرصہ تک یہ شرکت جاری نہیں رہ سکتی۔ کاروباری حالات تیزی سے تبدیل ہوتے ہیں۔ ان کے مطابق شراکت کے کاروبار میں تبدیلیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن شرکۃ المفاوضہ کی شرائط کے غیر لچکدار ہونے کی وجہ سے شراکت کا یہ معاملہ ان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تبدیلیوں کو قبول نہیں کرسکتا۔

جبکہ شرکۃ العنان جو کہ سب فقہاء کے نزدیک جائز طریقہ کاروبار ہے اس میں ایک شرط پر فقہاء کا اختلاف ہے۔ کچھ فقہاء کا کہنا ہے کہ "کوئی حصہ دار دوسرے کے عمل کے بدلے میں نقصان کی تلافی یا ازالہ کا ذمہ دار نہیں ہے۔" صاحب الہدایہ (المرغینانی) لکھتے ہیں کہ عنان کا مطلب پرہیز کرنا یا بچنا ہے اور مذکورہ بالا شرط نہ ہو تو یہ مطلب پورا نہیں ہوتا۔ جبکہ اکثر فقہاء کا کہنا ہے کہ عنان کے لغوی معنی جانور کی باگ کے ہیں' اس لئے شرکۃ العنان میں تمام حصہ دار تصرف کے اختیارات رکھتے ہیں۔ اس صورت میں درج بالا شرط غیر ضروری ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں شرکۃ العنان کی ایک شرط ہے کہ ہر فریق دوسرے کا نمائندہ ہے۔ یہ شرط درج بالا شرط کی صورت میں پوری نہیں ہو سکتی اس لئے اوپر والی شرط ضروری نہیں ہے۔

v۔ شراکت کی جدید اقسام:

۱۔ مشترکہ سرمایہ کی کمپنیاں (Joint Stock Companies)

۲۔ کاروباری شراکت (Partnership)

۳۔ محدود کمپنی (Limited Company)

۴۔ انجمن امداد باہمی (Cooperative Society)

vi۔ شراکت کے احکام:

(الف) نفع کی تقسیم: کاروبار میں منافع ہونے کی صورت میں درج ذیل امور کے پیش نظر نفع فریقین میں تقسیم کیا جائے گا۔

۱۔ نفع کی تقسیم فریقین کے درمیان طے شدہ نسبتوں سے ہوگی اور ہر فریق کا حصہ نسبت یا فی صد کی صورت میں متعین کیا جائے گا اور کسی فریق کے لئے نفع میں کوئی رقم پہلے سے متعین نہیں کی جائے گی۔

۲۔ نفع کی تقسیم میں فریقین کے سرمایہ' عملی شمولیت اور ذمہ داری کو پیش نظر رکھ کر نفع متعین کیا جائے۔ البتہ ان باتوں کو نظر انداز کر کے بھی نفع کی تقسیم کی جاسکتی ہے۔

۳۔ مساوی سرمایہ کاری کے باوجود نفع کی نسبتیں مختلف ہو سکتی ہیں۔

۴۔ مسلسل جاری کاروبار میں نقصانات کا ازالہ آئندہ ہونے والے نفع سے کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ حسابات کرتے وقت پہلے اصل سرمایہ علیحدہ کیا جائے گا۔ اس کے بعد فاضل رقم کو دیکھا جائے گا۔ اگر رقم بچی تو منافع اور اصل سرمایہ پورا نہ ہوا تو نقصان۔

۶۔ کاروبار کے نفع کے حق دار نفع کے مالک اس وقت قرار پائیں گے جب اصل سرمایہ سرمایہ کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مالکان کو واپس مل جائے۔ مالکان کا اپنے سرمایہ پر قبضہ عملاً بھی ہوسکتا ہے اور قانوناً بھی۔

(ب) نقصان کی ذمہ داری: اصل سرمایہ کے ڈوب جانے والے حصہ کو نقصان کہا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں درج ذیل امور کو پیش نظر رکھا جائے گا۔

۱۔ فقہاء کے نزدیک نقصان ہمیشہ کاروبار میں لگے ہوئے سرمایوں کی نسبت سے تقسیم کیا جائے گا۔ کوئی صاحب سرمایہ اپنے نسبتی حصہ کے نقصان کی ذمہ داری سے نہیں بچ سکتا۔

۲۔ جس فریق نے کاروبار میں سرمایہ نہ لگایا ہو اس کو نقصان برداشت نہیں کرنا ہوگا' جیسا کہ مضاربت میں ہوتا ہے۔

۳۔ مسلسل ہونے والے نقصان کو آئندہ ہونے والے منافع سے بتدریج منہا کیا جاسکتا ہے۔

vii۔ شرکاء کی ذمہ داریاں اور حقوق:

۱۔ ایک فریق شراکت دوسرے فریق کی اجازت سے دوسرے لوگوں سے شراکت یا مضاربت کا معاملہ کرسکتا ہے۔ تاکہ کاروبار کو وسعت دی جاسکے' یا آسانی سے کاروباری معاملات کو نمٹایا جاسکے۔

۲۔ مشترکہ سرمایہ میں سے کوئی فرد یا افراد تمام شرکاء کی اجازت کے بغیر نہ تو قرض دے سکتے ہیں اور نہ مشترکہ کاروبار کے لئے قرض لے سکتے ہیں۔

۳۔ اگر دیگر شرکاء منع نہ کریں تو ہر شریک کو مال ادھار فروخت کرنے کی اجازت ہے۔

۴۔ مشترکہ کاروباری ادارہ کی طرف سے ادھار خریدی جانے والی اشیاء و خدمات کی قیمت ادارہ کی مالیت سے زیادہ نہ ہو۔ ایسا کرنے کے لئے تمام شرکاء کی رضامندی ضروری ہے۔

۵۔ شراکت میں کوئی فریق دوسرے شرکاء کی اٹھائی ہوئی مالی ذمہ داریوں کا کفیل (یا ضامن) نہیں ہوتا۔ سوائے اس کے کہ تمام شرکاء کی اجازت سے ایسا کیا گیا ہو۔

viii۔ شراکت کی مدت:

۱۔ کوئی فریق بھی یہ حق رکھتا ہے کہ وہ معاہدہ شراکت کو کسی بھی وقت منسوخ کردے۔ دو سے زیادہ افراد کی شراکت کی صورت میں دیگر فریق معاہدہ کو برقرار رکھ سکتے ہیں۔

۲۔ شراکتی کاروبار ایک معینہ مدت کے لئے بھی کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ کسی ایک شریک کاروبار کے مرنی کی صورت میں شراکت ختم ہوجاتی ہے۔ البتہ دو سے زیادہ افراد کی شراکت کی صورت میں اسے جاری بھی رکھا جاسکتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ix۔ معاہدہ شراکت کی منسوخی:

درج ذیل صورتوں میں معاہدہ شراکت منسوخ ہو جاتا ہے:

۱۔ فریقین میں سے ایک فریق کاروبار سے علیحدگی اختیار کر لے۔

۲۔ فریقین میں سے ایک کی موت واقع ہو جائے۔

۳۔ ایک یا دونوں فریق شراکت ذہنی طور پر معذور ہو جائیں' مثلاً مجنون ہو جانا وغیرہ۔

۴۔ کسی ایک فریق یا فریقین کو اپنے حصہ کے قانونی استعمال سے روک دیا جائے۔

دور جدید میں کاروبار عموماً لمبے عرصہ تک چلتے ہیں اور ان کی منسوخی عموماً درج ذیل وجوہات کی بناء پر ہوتی ہے:

۱۔ حکومت کاروبار کو سرکاری ملکیت میں لے لے۔

۲۔ حکومت اس کاروبار کو جبراً روک دے۔

۳۔ کسی عدالتی فیصلہ یا عدالتی کارروائی کی بناء پر کاروبار کو روک دیا جائے۔

۴۔ کاروباری شرکاء کی اکثریت کاروبار کو ختم کرنا چاہے یا معاہدہ شراکت کو منسوخ کرنا چاہے۔

x۔ شراکت اور صنعتی کاروبار:

صنعتی کاروبار کے سلسلہ میں ہمیں اسلامی فقہ میں مباحث نہیں ملتے' لیکن اس کے مقابلہ میں کاروبار کی ہر وہ شکل جو ایک فرد کے لئے انفرادی طور پر جائز ہے۔ اس میں شراکت بھی جائز ہے' مثلاً تجارتی کاروبار کے لئے شرکت اور مضاربت' زرعی کاروبار کے لئے مزارعت اور مساقاہ اور سادہ صنعت وحرفت کے لئے شرکت صنائع (شرکت ابدان) یا شرکت عمل۔ صنعتی کاروبار کے سلسلہ میں اسلامی فقہ میں تذکرہ نہ ہونے کا سبب اس زمانے میں صنعتوں کا نہ ہونا ہے' لیکن چونکہ کاروبار میں شراکت جائز ہے۔ اسی بناء پر صنعتی کاروبار کی تنظیم وترویج بھی شراکت کی بنیاد پر ہو سکتی ہے۔ کیونکہ:

اولاً: متعدد فقہاء کے نزدیک صنعتی کاروبار بھی دوسری انسانی ضروریات و خدمات کی طرح فرض کفایہ ہے (بحوالہ امام ابن تیمیہؒ) پس جن اعمال کی انجام دہی ضرورت ہے۔ ان میں اشتراک عمل ضروری نہ بھی ہو تو جائز ہے۔

دوئم: موجودہ دور میں صنعتی کاروبار کے لئے کثیر سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کی فراہمی ایک فرد کے لئے ممکن نہیں ہوتی۔ اس لئے صاحب سرمایہ لوگ آپس میں تعاون کر کے شراکت سے سرمایہ حاصل کر سکتے ہیں۔

سوئم: غیر سودی معیشت میں سود کے حرام ہونے کی بناء پر سرمایہ کے حصول کا ذریعہ شراکت یا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مضاربت ہی ہے' اس لئے بھی شراکت جائز ہے۔

اسی طرح حصص کے ذریعہ کسی ایسے صنعتی کاروبار میں شراکت جائز ہے جو حرام اشیاء و خدمات کی پیداوار اور فروخت اور لین دین نہیں کرتا۔ شراکت و مضاربت کی بنیاد پر غیر سودی بنکاری کا مضبوط ڈھانچہ استوار کیا جاسکتا ہے۔

(ب) مضاربت (Modarabah)

شراکت کی طرح مضاربت بھی ایسا طریق کاروبار ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں رائج تھا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مضاربت کی بنیاد پر تجارت کی۔ اور آپؐ نے حضرت خدیجہؓ کے ساتھ مضاربت کا معاملہ فرمایا۔

(الف) مضاربت کا مفہوم: مضاربہ کا لفظ ''الضرب'' سے مشتق ہے جس کے معنی سفر کے ہیں۔ کیونکہ تجارت میں عموماً سفر درپیش ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ ''ضاربہ فی الارض'' سے ماخوذ ہے جس سے مراد ہے زمین کے طول و عرض میں سفر کرنا' جس کا اطلاق مضاربت کے معاملہ میں ضارب کی راب المال کے سرمایہ کے ساتھ جدوجہد پر ہوتا ہے۔

مضاربت کے لئے دوسری اصطلاح ''قراض'' اور ''مقارضہ'' استعمال ہوتی ہے' جو ''قراضہ'' سے ماخوذ ہے۔ قراضہ کا معنی ہے ''کاٹنا''۔ مضاربت میں اس سے مراد یہ ہے کہ ایک سرمایہ دار (رب المال) اپنی آمدنی میں سے بچا بچا کر (کاٹ کاٹ کر) کچھ سرمایہ جمع کرتا ہے اور اسے کاروبار میں لگاتا ہے جبکہ ضارب منافع میں سے حصہ رب المال کو دیتا ہے۔

صاحب سرمایہ کے لئے رب المال کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے اور اس کے سرمایہ پر محنت کرنے والے شخص کے لئے 'مضارب' کی اصطلاح ہے۔ مضاربت کے معاملہ کو فقہ حنفی اور فقہ حنبلی میں ''مضاربۃ'' کہتے ہیں۔ جبکہ فقہ شافعی اور فقہ مالکی میں اس کے لئے ''قراض'' کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے' دونوں کا مفہوم یکساں ہے۔ یعنی ایک شخص دوسرے کے مال کو منافع کمانے کی غرض سے حاصل کرے اور اس پر محنت کر کے منافع کمائے۔ اس میں رب المال کو مقارض اور عامل کو مقارض کہتے ہیں۔

(ب) تعریف: دو یا زائد افراد کے درمیان ایسا معاملہ جس میں ایک فریق سرمایہ فراہم کرتا ہے اور فریق ثانی اس سرمائے سے اس معاہدے کے تحت کاروبار کرتا ہے کہ اسے کاروبار کے منافع میں سے ایک متعین نسبت سے حصہ ملے گا۔''

اس معاملہ میں رب المال (سرمایہ کا مالک) سرمایہ فراہم کرتا ہے۔ اور مضارب اس سرمایہ پر محنت کر کے اس میں اضافہ کرتا ہے' اس طرح ہونے والے منافع کو فریقین پہلے سے متعین کردہ نسبتوں سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تقسیم کر لیتے ہیں۔

(ج) مضاربت کی مختلف صورتیں:

۱۔ دو افراد معاہدہ مضاربت کریں۔ ایک رب المال اور دوسرا مضارب۔

۲۔ دو سے زیادہ افراد معاہدہ مضاربت کریں۔ اس کی درج ذیل صورتیں ہیں:۔

(الف) ایک سے زائد افراد (رب المال) سرمایہ فراہم کریں اور ایک سے زائد افراد (مضارب) اس سرمایہ پر محنت کریں۔

(ب) سرمایہ ایک فرد (رب المال) فراہم کرے اور ایک سے زائد افراد (مضارب) اس سے کاروبار کریں۔

(ج) سرمایہ چند افراد مل کر فراہم کریں اور محنت ایک فرد کرے۔

مضاربت کی درج بالا تمام صورتیں جائز ہیں[1]

(د) مضاربت کے بارے میں احادیث:

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی وہ مثل قیدی کے ہے۔ لہٰذا اے اللہ کے بندو! اس کے ساتھ مضاربت کرو اسے قرض دو (المبسوط)

۲۔ حضرت عباس بن مطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مخصوص شرائط کے ساتھ مضاربت کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپؐ نے اظہار پسندیدگی فرمایا۔ (المبسوط)

۳۔ حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہی شرائط کے ساتھ مضاربت کرتے تھے۔ (المبسوط)

۴۔ ابو نعیم راوی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مال کو مضاربت کے طور پر حاصل کر کے شام میں تجارت کی۔ (المبسوط)

۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ مضاربت میں برکت ہے۔ (ابوداؤدؒ)

۶۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مضاربت کیا کرتے تھے۔ (الشرکات فی الفقہ الاسلامی)

۷۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے پاس لوگوں کا جمع شدہ سرمایہ مضاربت کے طور پر کاروبار کے لئے دیا کرتی تھیں۔ (الشرکات فی الفقہ الاسلامی)

۸۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی زید بن خلیدہ کے ساتھ مضاربت کی۔ (المبسوط)

۹۔ حضرت عمرؓ نے بیت المال سے بھی مضاربت کے اصول پر کاروبار کے لئے رقم دی۔ (المبسوط)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو بیٹے عبداللہؓ اور عبیداللہؓ فوجی خدمات کے سلسلہ میں عراق

---

[1] شرکت ومضاربت کے شرعی اصول، ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گئے۔ واپسی پر بصرہ کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں کچھ رقم نقدی کی شکل میں دی جو مدینہ پہنچ کر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ کرنا تھی اور رقم کی نوعیت ایسی تھی کہ اسے تجارت میں بھی استعمال کیا جاسکتا تھا۔ عمرؓ کے صاحبزادوں نے اس رقم سے مال تجارت خریدا اور مدینہ میں نفع پر فروخت کر دیا۔ اور اصل رقم حضرت عمرؓ کے پاس جمع کروانے آئے' تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کیا اسی طرح تمام سپاہیوں کو رقم دی گئی تھی۔ جواب نفی میں سن کر آپؓ نے فرمایا' کہ تمہیں رقم اس لئے دی گئی تھی کہ تم خلیفہ کے بیٹے تھے اور آپؓ نے ان کو تمام رقم (نفع سمیت) بیت المال میں جمع کروانے کا حکم دیا۔ حضرت عبیداللہؓ نے اس پر فرمایا کہ اگر یہ رقم ان سے گم ہو جاتی تو پھر انہیں تمام رقم بیت المال میں جمع کروانا پڑتی۔ وہیں پر موجود ایک شخص نے کہا کہ یہ مضاربت کی شکل ہے اس لئے نصف نفع بیت المال میں جمع ہو اور نصف دنوں مضارب کو دیا جانا چاہئے اس کو حضرت عمرؓ نے قبول کیا۔

۱۰۔ آپؓ یتیموں کا مال مضاربت کے اصول پر کاروبار کے لئے دیتے تھے تاکہ اس میں اضافہ ہو۔
(المبسوط)

اہمیت: نقلی دلائل (نقل کئے گئے) کے ساتھ عقلی بنیادوں پر بھی مضاربت وشراکت کا جواز نکلتا ہے تاکہ اہم انسانی مصالح کا تحفظ کیا جاسکے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک فرد کے پاس سرمایہ تو ہوتا ہے' لیکن وہ اپنی ذہنی و جسمانی کمزوری' یا معذوری یا ناتجربہ کاری وغیرہ کی بناء پر خود کاروبار نہیں کرسکتا۔ اس صورت میں شرکت ومضاربت اس کے لئے اور سرمایہ کے معیشت میں بہاؤ کے لئے بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

موجودہ زمانے میں بنکاری نظام کو فروغ معیشت کے سلسلہ میں بڑی اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔ لیکن مروجہ نظام بنکاری سود کی اساس پر قائم ہے۔ مضاربت کو بنکاری کی متبادل اساس کے طور پر اختیار کرکے اسے سود کی لعنت سے پاک کیا جاسکتا ہے۔

بڑے پیمانے پر کاروبار کرنے والی کمپنیاں بھی اپنے مالی وسائل مضاربت کی بنیاد پر اکٹھے کرسکتی ہیں۔ معاشرہ میں افراد کی ایک بڑی تعداد ایسی ضرور ہوتی ہے جو مالی وسائل تو رکھتے ہیں لیکن بوجوہ اس کے نفع بخش استعمال کی استعداد سے محروم ہوتے ہیں۔ مضاربت کے ذریعہ ان کے وسائل کو متحرک اور فروغ معیشت کے لئے کارآمد بنایا جاسکتا ہے اور ان کے لئے آمدنی اور باوقار روزی کا بندوبست کیا جاسکتا ہے۔

حکومت بھی اپنے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے مضاربت کی بنیاد پر سرمایہ حاصل کرسکتی ہے۔ اس طرح حکومت کی ضروریات بھی پوری ہوسکتی ہیں اور عوام کے لئے آمدنیوں کا ذریعہ بھی پیدا ہوسکتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پس عقلی دلائل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل اور فقہاء کی آراء کی روشنی میں مضاربت کا معاہدہ جائزہ ہے اور تمام فقہی مکتبہ ہائے فکر مضاربت کو قانونی اور شرعی حیثیت سے جائز تسلیم کرتے ہیں۔

(ھ) مضاربت کے احکام:

۱۔ مضارب کو مال حوالہ کرنے کے بعد اور کاروبار شروع کرنے سے پہلے تک اس مال کی حیثیت امانت کی ہے۔ اور امانت کی حفاظت مضارب کی ذمہ داری ہے۔ اور جب راب المال اس رقم کو واپس مانگے تو اس کی واپسی بھی مضارب کی ذمہ داری ہے۔ مال ضائع ہوجانے کی صورت میں مضارب پر جرمانہ (ضمان) نہیں ہوگا۔

۲۔ کاروبار شروع ہوجانے کے بعد مضارب کی حیثیت راب المال کے وکیل (نمائندہ) کی ہوجاتی ہے۔

۳۔ کاروبار میں منافع ہونے کی صورت میں مضارب کی حیثیت مالیاتی معاہدہ کے شریک کی ہوجاتی ہے اور ہر شریک کاروبار کو معینہ اور طے شدہ نسبت سے منافع کی تقسیم کی جائے گی۔

۴۔ اگر کسی وجہ سے معاہدہ مضاربت منسوخ ہوجائے تو اس صورت میں یہ معاہدہ مضاربت نہیں بلکہ معاہدہ روزگار کی شکل اختیار کرے گا اور مضارب کی حیثیت ملازم کی ہوجائے گی' نفع یا نقصان راب المال کا ہوگا۔ جبکہ مضارب کو اس کی اجرت ملے گی۔

۵۔ اگر مضارب' معاہدہ مضاربت کی شرائط میں سے کسی شرط کو تسلیم نہ کرے تو اس کی حیثیت غاصب کی ہوگی اور اس پر اصل سرمایہ کی واپسی کی ذمہ داری ہوگی۔

۶۔ اگر معاہدہ مضاربت کی ایک شرط یہ ہو کہ سارا کا سارا منافع مضارب کو ملے گا تو یہ معاہدہ مضاربت نہیں بلکہ مضارب کی حیثیت مقروض کی ہوگی اور یہ معاملہ قرض کا معاملہ ہوگا۔ نفع و نقصان کی ذمہ داری اس کی اپنی ہوگی اور سرمایہ کے ضیاع کی صورت میں سرمایہ کی راب المال کو واپسی اس کی ذمہ داری ہوگی۔

۷۔ اگر شرط یہ ہو کہ سارا کا سارا منافع مالک کا ہوگا تو یہ معاملہ عقد البضاعۃ کا ہوگا۔

(و) مضاربت کے ارکان (معاہدہ):

مضاربت کے ارکان یہ ہیں (۱) ایجاب اور (۲) قبول۔ اس کے لئے الفاظ کی ضرورت ہے جو جانبین کے معاہدہ مضاربت پر رضامندی کو ظاہر کریں مثلاً ایک فریق کہتا ہے "یہ مال (سرمایہ) لو اور اس سے "مضاربت" یا "مقارضہ" یا "معاملہ" کرو۔ یا "یہ مال (سرمایہ) مضاربت کے لئے لو۔ اس پر جو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منافع ہوگا وہ ہم نصف نصف یا دو تہائی اور ایک تہائی (وغیرہ) کے حساب سے تقسیم کرلیں گے" اور جواب میں مضارب کہے کہ میں نے یہ سرمایہ حاصل کیا یا "میں اس معاہدہ پر راضی ہوں" یا "میں نے قبول کیا۔"

(ذ) شرائط مضاربت:

معاہدہ مضاربت کی شرائط درج ذیل ہیں:

۱۔ راس المال (یعنی سرمایہ) نقدی یا زر یا سونے چاندی کی صورت میں ہونا چاہئے۔ مال تجارت (عروض التجارہ) کے ساتھ مضاربت جائز نہیں ہے' نقدی ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ مال تجارت کی قیمتوں میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے قدر سرمایہ اور منافع کی مقدار بھی تبدیل ہوجاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ یہ کپاس یا کپڑا ایک ہزار روپے کا ہے۔ یہ لو اور مضاربت کی بناء پر اسے بیچو تو یہ معاملہ درست نہیں ہے۔ البتہ اگر مضارب سے کہا جائے' کہ یہ مال تجارت لو اور اس سے جو سرمایہ حاصل ہو اس کے ساتھ مضاربت کرو' تو حنفی اور حنبلی فقہ کے مطابق جائز ہے۔ جبکہ ایک مکتبہ فکر (حنبلی) کے مطابق مشینری اور اوزاروں کی صورت میں سرمایہ فراہم کیا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ شکست و ریخت کے اخراجات (Depreciation Allowance) راب المال کے ذمہ ہوں۔

۲۔ معاہدہ مضاربت کے وقت راس المال (سرمایہ) معلوم ہونا ضروری ہے تاکہ کسی قسم کا تنازعہ پیدا نہ ہوسکے۔

۳۔ معاہدہ مضاربت کے موقع پر راب المال کے پاس سرمایہ (راس المال) کی موجودگی ضروری ہے۔ مضارب پر اگر قرض ہو تو اس کی بنیاد پر معاہدہ مضاربت نہیں ہوسکتا ہے البتہ اگر مضارب کو کسی اور شخص سے قرض وصول کرنے اور اس کے بعد کاروبار شروع کرنے کے لئے کہا جائے۔ اس صورت میں مضارب راب المال کا نمائندہ ہوگا۔

۴۔ معاہدہ کے وقت سرمایہ مضارب کے حوالہ کیا جائے تاکہ وہ اس پر تصرف کرسکے۔ اگر یہ کہا جائے کہ راب المال مضارب کے ساتھ کاروبار میں حصہ لے گا تو معاہدہ منسوخ (فاسد) ہوجائے گا۔

۵۔ متوقع منافع میں سے مضارب کا حصہ (شرح یا فی صد) معلوم ہونا چاہئے' مثلاً نصف یا تیسرا حصہ وغیرہ۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس سرمایہ سے کاروبار کرو' منافع میں سے تمہیں دو ہزار (یا کم و بیش) رقم ملے گی تو مضاربت کا معاملہ منسوخ (فاسد) ہوجائے گا۔ اسی طرح یہ کہنا کہ نصف اور اس کے علاوہ ایک ہزار روپے تو یہ صورت بھی درست نہیں۔

۶۔ مضارب کا حصہ منافع میں سے طے کیا جائے گا راس المال (سرمایہ) میں سے نہیں' مثلاً اگر یہ کہا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جائے کہ نصف مال تمہارا اور منافع میں سے بھی اتنا اور اتنا حصہ' یہ درست نہیں۔

اس طرح یہ شرط بھی درست نہیں کہ مضارب کو نصف یا تیسرا حصہ منافع کے علاوہ ماہانہ تنخواہ بھی ملے گی۔ یہ شرط باطل ہے جبکہ معاہدہ درست ہے۔ مضارب صرف منافع میں حصہ کا مالک ہے۔ لیکن اگر شرط یہ ہو کہ مضارب کو رہنے کو مکان یا زراعت کے لئے زمین بھی دی جائے گی تو معاہدہ فاسد ہوگا۔

۷۔ اگر مضارب کے پاس راب المال کا مال یا مالی ذرائع بطور رہن موجود ہوں اور راب المال نے مضارب سے قرض لے رکھا ہو تو ایسے سرمایہ پر مضاربت درست نہیں ہے۔

(س) مضارب کے حقوق و فرائض:

۱۔ مضارب کے لئے ضروری ہے کہ وہ معاہدہ کی تمام شقوں اور شرائط کی پابندی کرے۔

۲۔ مضارب کسی دوسرے شخص کے ساتھ بھی مضاربت کا معاملہ کرسکتا ہے الا یہ کہ اس کو ایسا کرنے سے روک دیا جائے۔

۳۔ کوئی تیسرا شخص مضارب کی بلا معاوضہ مدد کرسکتا ہے تاکہ وہ کاروبار کو بہتر طور پر چلا سکے۔

۴۔ اکثر فقہاء کا کہنا ہے کہ راب المال مضارب کے ساتھ کاروبار میں عملی حصہ نہیں لے سکتا' کیونکہ اس سے مضارب کے اختیارات محدود ہو جاتے ہیں جبکہ شافع مکتبہ فکر کے کچھ علماء اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ راب المال مضاربت میں عملی حصہ بھی لے سکتا ہے جبکہ دور جدید کے بڑے پیمانے کے کاروبار' جن میں فیصلوں کا اختیار فرد واحد کے بجائے بالعموم ایک بورڈ آف ڈائریکٹرز کے پاس ہوتا ہے' راب المال کا مضارب کے کاروبار میں عملی شرکت کرنا جائز ہے۔

۵۔ معاہدہ مضاربت میں ضارب کی طرف سے راس المال (سرمایہ) کی بحفاظت واپسی کی ضمانت دینے سے مضاربت کا معاہدہ منسوخ ہو جاتا ہے۔ البتہ مضارب کی طرف سے پوری ذمہ داری سے کام کرنے کی ضمانت لی جاسکتی ہے۔

۶۔ مضارب کو اختیار حاصل ہے کہ وہ کاروباری خرید و فروخت کرسکتا ہے' اشیاء وغیرہ کو اپنے قبضہ میں رکھ سکتا ہے۔ کسی فرد کے ساتھ رہن (قرض یا ادھار دیتے ہوئے ضمانت کے طور پر کوئی چیز رکھنا) کا معاملہ کرسکتا ہے' کسی دوسرے فرد کے ساتھ مضاربت کا معاملہ کرسکتا ہے الا یہ کہ اس کو ایسا کرنے سے روک دیا جائے۔

۷۔ مضارب کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ راب المال کا سرمایہ کسی دوسرے شخص کو قرض دے دے یا کسی کو مفت دے۔ البتہ راب المال کی اجازت سے قرض دے سکتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۸۔ مضاربت کے معاہدہ میں راب المال کی مالی ذمہ داری اس کے فراہم کردہ سرمائے کی حد تک محدود ہوتی ہے۔ الا یہ کہ اس نے مضارب کو قرض لینے یا ادھار خریدنے کی اجازت دی ہو۔

۹۔ مضارب کاروبار میں ادھار فروخت کا اختیار رکھتا ہے۔ الا یہ کہ اس کو صاحب سرمایہ (راب المال) روک دے۔

(ص) معاہدہ مضاربت کی مدت:

۱۔ راب المال یا مضارب دونوں میں سے کوئی ایک فریق یا دونوں معاہدہ کو کسی وقت بھی منسوخ کر سکتے ہیں۔ اگر معاہدہ میں دو سے زائد افراد ہیں تو ان میں معاہدہ برقرار رکھا جاسکتا ہے۔

۲۔ مضاربت کا معاہدہ ایک خاص عرصہ (وقت) کے لئے بھی کیا جاسکتا ہے اور لامحدود مدت کے لئے بھی۔

۳۔ معاہدہ مضاربت کسی ایک فریق کی موت سے ختم ہو جاتا ہے' البتہ دو سے زائد افراد کی صورت میں معاہدہ کو باقی فریق جاری رکھ سکتے ہیں۔

۴۔ معاہدہ مضاربت پہلے سے طے شدہ شرائط پر مسلسل جاری رکھا جاسکتا ہے' مثلاً مضاربت کا معاملہ ایک معین عرصہ کے لئے کیا گیا' اور جو کام شروع کیا گیا وہ مقررہ مدت سے پہلے ہی ختم ہو گیا' اس صورت میں مضارب سرمایہ کو بقیہ عرصہ کے لئے دوسرے کاروبار میں لگا سکتا ہے۔ البتہ اس صورت میں نفع و نقصان کے حوالہ سے کچھ اختلاف رائے ہے۔

(ط) نفع و نقصان کے احکام:

۱۔ شراکت کے معاملہ میں نقصان کاروبار میں لگائے گئے سرمایہ کے تناسب سے سرمایہ کے مالکوں کو برداشت کرنا ہوتا ہے۔ چونکہ مضاربت میں سرمایہ ایک فریق لگاتا ہے' اس لئے نقصان کی ذمہ داری بھی اسی پر ہے۔ یعنی کاروبار میں جو بھی نقصان ہوگا وہ راب المال کو پورا کرنا ہوگا۔

۲۔ نفع کی تقسیم معاہدہ مضاربت میں طے شدہ نسبتوں سے ہوگی۔ کسی بھی فریق کے لئے کوئی متعین رقم پیشگی طے نہیں کی جاسکتی۔

۳۔ حنفی فقہ کے مطابق راس المال راب المال کے حوالہ کرنے سے پہلے منافع کی تقسیم درست نہیں۔

۴۔ مسلسل جاری کاروبار میں نقصانات کی تلافی نفع سے کی جاتی رہے گی۔ یہاں تک کہ کاروبار ختم کر کے حسابات صاف کر لئے جائیں۔

۵۔ فریقین کے نفع و نقصان کی مقداروں کی تعیین کاروبار ختم ہونے پر ہی کی جائے گی۔

۶۔ کاروبار میں نفع کے حق دار نفع کے مالک اس وقت قرار پائیں گے جب اصل سرمایہ (راس المال) راب المال کو واپس مل جائے۔ خواہ اپنے سرمایہ پر اس کا قبضہ عملاً ہو یا قانوناً۔ مثلاً

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک فرد کسی بنک کے ساتھ مضاربت کا معاہدہ کرے تو اس معاہدے کے اختتام اور نفع کی تقسیم کے لئے یہ کافی ہوگا کہ اصل سرمایہ (راس المال) اس فرد کے کھاتے میں جمع کردیا جائے' یہ قانونی قبضہ ہے۔

۷۔ نفع سرمایہ میں اضافہ کا باعث ہوگا' حقیقی منافع نہ ہونے کی صورت میں مضارب کی محنت کا ازالہ ضروری ہے۔

۸۔ کاروبار میں کسی قسم کے اختیارات کا حصول' یا مختلف تصرفات اور معاہدات کی اجازت یا کسی قسم کی پابندیاں باہمی رضامندی سے عائد کی جاسکتی ہیں۔

(ظ) دور جدید میں مضاربت کا اطلاق:

موجودہ دور میں بنکاری اور سرمایہ کاری کے اداروں کے معاملات پیچیدہ صورت اختیار کر چکے ہیں اور ان کے آلات کار اور طریقہ کار بڑی حد تک اسلامی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتے۔ اس بنا پر مسلم مفکرین اور ماہرین معاشیات اس بات کے لئے کوشاں ہیں کہ ان اداروں کی تشکیل اسلامی تعلیمات کے مطابق کی جائے۔ ان کی یہ کوشش نظام بنکاری کی اصلاح تک محدود نہیں بلکہ ہر اس ادارہ کے لئے کوششیں جاری ہیں جو لوگوں کی بچتوں کو کاروباری مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح کے اداروں میں سرمایہ کاری کے لئے مالی وسائل کے حصول اور کام کے حوالہ سے انہیں دو اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

مشترکہ مالی وسائل رکھنے والے ادارے اور مضاربت پر کاروبار:

(الف) ایسے کاروبار میں مضارب ایک سے زائد سرمایہ کاروں سے سرمایہ وصول کرسکتا ہے۔ تمام فقہاء مضاربہ میں اس قسم کے مشترکہ کاروبار کی اجازت دیتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے سرمایہ کے حصول کے لئے دو طریقے جائز ہیں۔

i- سرمایہ کاری کے لئے سرمایہ کا حصول کاروبار شروع کرنے سے پہلے کیا جائے۔

ii- پہلے سے موجود رقم سے سرمایہ کاری شروع کی جائے اور اس کے بعد سرمایہ حاصل کرلیا جائے۔

البتہ مضارب کے لئے ضروری ہے کہ جن جن افراد یا اداروں سے اس نے سرمایہ حاصل کیا ہے ان سب کی اجازت سے مشترکہ کاروبار میں اسے لگائے اور دوسرے یہ کہ سرمایہ کاری مناسب طریقے سے کرے۔

(ب) مضاربت میں دوسری صورت پہلے سے جاری مضاربت کے کاروبار کو مسلسل جاری رکھنے کی ہے کہ اگر پہلے ایک کاروبار ایک خاص مدت کے لئے شروع کیا جائے اور وقت مقررہ کے بعد انہی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شرائط پر اس کو جاری رکھا جائے۔

اوپر بیان کئے گئے پہلے طریقہ کار کے مطابق کوئی فرد یا افراد اپنا سرمایہ کسی کمپنی یا ادارہ وغیرہ کو مہیا کرتا ہے تاکہ وہ اس سے سرمایہ کاری کر سکے۔ یہ بھی مضاربت کا معاملہ کہلائے گا۔ اس مقصد کے لئے مالیاتی ادارے عام سرمایہ کاری کے سٹرفکیٹ یا خصوصی سرمایہ کاری کے سٹرفکیٹ کے اجراء کے ذریعہ مالی وسائل حاصل کر سکتے ہیں۔

اس طرح شراکت کی بنیاد پر کاروبار کا طریقہ یہ ہے کہ یا تو مالی وسائل جمع کرنے والی کمپنی خود سرمایہ کاری کرتی ہے یا کسی دوسری کمپنی کے ذریعہ سرمایہ کاری کرتی ہے۔

اسی طرح سے بنکوں کا کاروبار ہے۔ بنک طلبی امانتوں کے علاوہ مختلف قسم کی خدمات فراہم کرتے ہیں۔ اس طرح بنکوں کا کام فنانس کمپنیوں سے مماثلت رکھتا ہے۔ بنک حصص کی فروخت اور سرمایہ کاری کے کھاتوں سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں۔ اور مزید سرمایہ کے حصول کے لئے بنک سٹرفکیٹ جاری کر سکتے ہیں۔ بنک اس سرمائے کو سٹاک کی خریداری' براہ راست سرمایہ کاری اور سرمایہ کاری سٹرفکیٹ کی خریداری کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔

کتابیات

۱۔ مسئلہ ملکیت زمین' سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ' لاہور۔

۲۔ اسلامی نظریہ ملکیت (حصہ اول)' ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی' اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ' لاہور' ڈھاکہ۔

۳۔ شراکت و مضاربت کے شرعی اصول' ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی' اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ' لاہور۔

۴۔ حرمت ربا اور غیر سودی مالیاتی نظام' ڈاکٹر محمود احمد غازی' انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز۔

۵۔ اسلامی فقہ میں نظام مضاربہ' محمد شرف الدین خطاب' ترجمہ: محمد طاہر منصوری' انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اکنامکس' انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی' اسلام آباد۔

6- Economic Doctrine of Islam (Vol.II), Dr. Afzal-ur-Rehman, Islamic Publications Ltd; Lahore.

*****

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

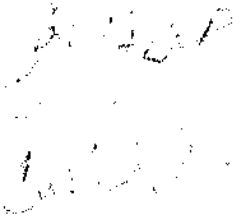

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۸

اسلامی معیشت میں مالیات کی فراہمی کے (مزید) طریقے

(Some More Islamic Modes of Financing)

اس باب میں بیع سلم' مرابحہ' بیع موجل اور اجارہ کے بارے میں شرعی احکام اور عہد حاضر کے معاشی تناظر میں ان کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

(الف) بیع سلم (SALAM)

سلم فعل اسلم کا اسم مصدر ہے' اس کا مصدر اسلام ہے' جس کے معنی رقم کا فوری ادا کرنا اور شے لینے سے پہلے ہی اس کی قیمت ادا کر دینا ہے۔ پس بیع سلم سے مراد لین دین اور فروخت کا وہ معاہدہ ہے جس میں قیمت یا رقم فوری (نقد) ادا کی جائے اور خریدی جانے والی شے بعد میں فراہم کی جائے۔

سلم کے لیے سلف کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے' البتہ سلف دو معنوں میں لیا جاتا ہے' ایک معنی کسی کو قرض حسن دینا ہے جبکہ دوسرا معنی وہی ہے جو کہ سلم کی تعریف میں آتا ہے: الفقہ علی المذاھب الاربعہ کے مطابق "کوئی خاص مال خریدنے کے لیے سونا یا چاندی (یا رقم) پیشگی ادا کر دی جائے اس شرط پر کہ فلاں چیز اتنے عرصہ کے بعد موجودہ قیمت سے بہتر (طے شدہ) قیمت پر حاصل کی جائے گی۔ اس میں قرض (کے طور پر پیشگی دام) دینے والے کا فائدہ پیش نظر ہوتا ہے' اس صورت کو سلم کہتے ہیں۔"

بیع سلم کا شرعی جواز:

بیع سلم لین دین کا ایک جائز طریقہ ہے۔ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: لاتبع مالیس عندک کے مطابق یہ معاملہ درست نظر نہیں آتا' کیونکہ یہ معاملہ ایسی چیز کے لین دین کا ہے جو قیمت کی ادائیگی کے وقت موجود نہیں ہے یا ابھی وجود میں نہیں آئی' لیکن روزمرہ معاملات میں ایک اہم ضرورت کے طور پر اس استثنائی معاملہ کی اجازت شریعت نے دی ہے۔ کتاب و سنت' صحابہ کرامؓ کے عمل' اور فقہائے امت کے اجماع سے اس کے جواز کا ثبوت ملتا ہے۔ کتاب اللہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یاایھا الذین امنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ (۲:۲۸۱)

ترجمہ: اے ایمان والو اگر خاص مدت کے وعدہ ادائیگی پر تم کسی کو قرض دو تو لکھ لیا کرو۔

ابن عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر "سلم" کے قرض سے کی ہے (جس میں قیمت نقد اور مال ادھار ہوتا ہے۔)

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق آپؐ سے مروی ہے:

روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن بیع مالیس عندالانسان ورخص فی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

السلم (ذکرہ قرطبی: شرح المسلم فی السلم)

روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسی شے کی فروخت سے منع فرمایا جو فروخت کنندہ کے پاس موجود نہ ہو لیکن سلم میں آپؐ نے رخصت عطا فرمائی۔

ترمذی کی ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من اسلف فی شئی فلیسلف فی کیل معلوم و وزن معلوم الی اجل معلوم"

(کتاب البیوع: ترمذی)

ترجمہ: جب کوئی نقد قیمت ادھار سودے کے لیے دے تو چاہئے کہ اس چیز کا ناپ تول اور مدت ادائیگی طے ہو جائے۔

عمل صحابہؓ کے حوالہ سے روایت درج ذیل ہے:

عن عبداللہ بن ابی اوفیؓ قال: انا کنا نسلف علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بکر و عمر (رضی الله عنهما) فی الحنطه والشعیر والتمر والزبیب

(بخاری کتاب البیوع' باب السلم)

ترجمہ: عبداللہ بن ابی اوفیؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں گیہوں' جو' چھوہارے اور منقہ میں سلف کیا کرتے تھے۔ تمام آئمہ اسلام کا بیع سلم کے جائز ہونے پر اجماع ہے۔

(الف) حنفیہ: حنفیہ کے مطابق نقد قیمت کے عوض مال کا ادھار سودا کرنے کو سلم کہتے ہیں۔ قیمت میں سونا' چاندی (یا نقدی) دینے والے کو مسلم یا رب السلم کہتے ہیں اور جس سے ایک خاص عرصہ کے بعد مال لینا ہے اسے "مسلم الیہ" کہتے ہیں۔ جس مال کا سودا کیا گیا ہے اسے مسلم فیہ کہتے ہیں اور سلم میں دیئے گئے دام (قیمت) کو سلم کا راس الماس (یا سرمایہ سلم) کہتے ہیں۔ پس اگر ایک شخص نے دوسرے کے ساتھ گندم کی خرید کا معاملہ کیا' قیمت فوراً ادا کر دی جبکہ گندم بعد میں وصول کرے گا تو اس معاملہ کو معاملہ سلم کہتے ہیں۔

(ب) مالکیہ: مالکیہ کے مطابق سلم ایک عقد معاوضہ (یعنی لین دین کا معاملہ) ہے' جس میں ادائیگی کی ذمہ داری جو متعین شے یا منفعت کی بابت نہیں ہوتی پورا کرنا ہوتی ہے۔ اس میں اشیاء معاوضہ برابر سرابر نہیں ہوتیں۔

(ج) حنابلہ: حنابلہ کہتے ہیں کہ سلم کسی قابل فروخت' موصوف فی الذمہ شے کی بابت خاص مدت کے اندر (فراہمی کا) معاہدہ بیع کرنا ہے۔ موصوف فی الذمہ سے مراد وہ تفصیل ہے جس پر فریقین کو ذمہ دار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گردانا جائے اور وہ تفصیل دوسروں کے لیے قابل فہم ہو۔

(د) شافعیہ کہتے ہیں کہ سلم کسی ایسی شے کی فروخت کا معاملہ ہے جس کی تفصیل بتادی گئی ہو اس کے لیے لفظ سلم ہی کا استعمال ہونا چاہیے۔

۲۔ بیع سلم کے ارکان (Elements):

رکن ایسی خصوصیت کا نام ہے جو کسی شے یا معاملہ کا جز ہو اور اس کی اصلیت اور حقیقت میں داخل ہو اور اس کے بغیر اس معاملہ کا تصور ہی نہ ہوسکتا ہو۔ حنفیہ کے نزدیک بیع کے دو ارکان (۱) ایجاب اور (۲) قبول ہیں۔ جبکہ باقی آئمہ کے نزدیک بیع کے چھ ارکان ہیں: (۱) ایجاب (۲) قبول (۳) بائع (فروخت کنندہ) (۴) مشتری (خریدار) (۵) مال (معقود علیہ) (۶) ثمن (قیمت)۔

سلم چونکہ بیع ہی کی ایک قسم ہے اس لیے اس کے بھی وہی ارکان ہیں جو معاملہ بیع کے ہیں۔

۳۔ شرائط سلم (Conditions):

بیع سلم کے درست ہونے کے لیے شرائط کی دو اقسام ہیں: (۱) شرط عقد یا شرط معاملہ (۲) شرائط عوض یا شرائط معاوضہ۔

۱۔ شرط عقد: شرط عقد صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ معاملہ سلم کے فریقین کو یا کسی ایک فریق کو "خیار شرط"[1] نہ ہوگا۔ البتہ اگر راس المال (یا پیشگی دام) کا حقدار کوئی اور ہو اور پیشگی دینے والا اس کا مالک نہ ہو اور اس کی ادائیگی کرنے کے بعد فریقین معاملہ جدا ہو جائیں تو ایسی صورت میں فروخت کنندہ کو حق حاصل ہوگا کہ وہ معاہدہ سلم برقرار رکھے یا ختم کردے۔ اگر پیشگی رقم کا حقیقی مالک اجازت دے دے تو معاملہ سلم درست ہوگا۔

۲۔ شرائط عوض یا معاوضہ: اشیائے معاوضہ کی شرائط سولہ ہیں۔ جن میں سے چھ راس المال (پیشگی رقم) سے متعلق ہیں۔ جبکہ دس شرائط مال فروخت سے متعلق ہیں۔

(الف) شرائط راس المال: راس المال سے متعلقہ چھ شرائط درج ذیل ہیں:

۱۔ راس المال کی جنس بتادی جائے کہ وہ کون سی ہوگی یا کوئی شے (Commodity) اگر شے ہو تو تولی جانے والی (Weighable) یا ماپی جانے والی (Measurable)۔

۲۔ راس المال کرنسی ہے تو یہ وضاحت ہو کہ کون سی کرنسی' روپیہ' ریال یا دینار وغیرہ اور کوئی شے ہو تو کس قسم کی' مثلاً گندم' چناب ۳۷۰ یا دیسی گندم وغیرہ۔

---

[1] "خیار شرط" ایک فقہی اصطلاح ہے جس کا مطلب معاملہ بیع کے فریقوں کا یہ اختیار یا حق ہے کہ وہ معاہدہ کو فسخ کرسکیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خیار شرط اس صورت میں ہوسکتا ہے جب معاملہ بیع کے وقت ہی اس کا اظہار و اعلان ہو یا پھر دونوں فریق اس پر رضامند ہوں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ سونا یا چاندی یا کرنسی کی صفات' بڑھیا یا گھٹیا یا اوسط درجہ۔ یہ شرائط خاص طور پر سونے چاندی سے متعلق تھیں جن کے سکے بطور کرنسی رائج تھے۔

۴۔ راس المال کی مقدار کا بیان کر دینا' لیکن اگر راس المال مقداری نوعیت کا نہ ہو تو صرف اشارہ کر دینا کافی ہے۔

۵۔ پیشگی رقم اس جگہ ادا کر دی جائے جہاں یہ معاملہ طے ہوا۔ اگر قیمت کی ادائیگی بھی ادھار ہو تو یہ بیع ناجائز اور کالعدم ہوگی۔ اس لیے کہ شریعت نے قرض کے بدلے قرض کی بیع کو منع کیا ہے۔

۶۔ درہم و دینار (یعنی کرنسی) خوب جانچے ہوئے ہوں اور مقدار معلوم ہو۔

(ب) شرائط مسلم فیہ (مال فروخت سے متعلقہ شرائط): مال فروخت سے متعلقہ شرائط میں سے چار شرائط وہی ہیں جو راس المال سے متعلق بھی ہیں۔ یعنی:

۱۔ مال فروخت کی جنس معلوم ہو۔

۲۔ مال فروخت کی قسم معلوم ہو۔

۳۔ مال فروخت کی صفات (Characteristics) معلوم ہوں۔

۴۔ مال فروخت کی مقدار (Quantity) بیان کی گئی ہو۔ تولی جانے والی' ماپی جانے والی یا گنی جانے والی۔

۵۔ مال فروخت کی فراہمی کی مدت معلوم ہو اور اس کا کم از کم عرصہ ایک ماہ ہو (بحوالہ المحیط)۔ اگر فوری طور پر مال سپرد کیا گیا تو بیع سلم جائز نہ ہوگی۔

۶۔ مال فروخت بازار میں دستیاب ہو یعنی بازار میں آنا بند نہ ہو۔ عام حالات میں اس مال کا مقررہ وقت اور جگہ پر فراہم کرنا ممکن ہو' بصورت دیگر اگر اس مال کا فراہم کرنا فروخت کنندہ کی دسترس سے باہر ہو تو اس کی سلم درست نہیں ہوگی۔

۷۔ وہ ایسی شے ہو جس کی تعیین کی جا سکے اور جو چیز خود بخود متعین ہو مثلاً کرنسی' تمسکات (Securities)' سونا' چاندی یا نقدی اس میں سلم جائز نہیں (بحوالہ النہایۃ) پس بیع سلم میں جس سامان کی فراہمی کا معاملہ کیا جائے وہ ایسا ہونا چاہیے جس کی نوعیت' اوصاف' مقدار' تعداد اور خاصیت کا پہلے سے تعین کیا جا سکے۔

۸۔ جس شے کی فراہمی کے لیے حمل و نقل پر اخراجات آتے ہوں' اس کی منتقلی کی جگہ کا بتانا ضروری ہے' بصورت دیگر معاہدہ کی جگہ کو ہی شے کی فراہمی کا مقام سمجھا جائے گا۔

---

۱ امداد و اعانت۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۹۔ مسلم فیہ یا مال فروخت اور راس المال ایک ہی نوعیت اور قسم کی اشیاء نہ ہوں' بلکہ الگ الگ ہوں۔ مثلاً گندم گندم کے بدلے' جو جو کے بدلے' سونا سونے کے بدلے اور چاندی چاندی کے بدلے۔ کیونکہ ایک ہی جنس کی اشیاء کا مبادلہ برابر برابر تو ہوسکتا ہے ورنہ یہ سودی معاملہ ہوگا۔

۱۰۔ مسلم فیہ یا مال فروخت چار اقسام میں سے ہو۔ پیمانے سے ماپی جانے والی اشیاء' (مثلاً لٹر وغیرہ)' یا وزن کی جانے والی اشیاء۔ گنتی میں آنے والی یکساں حجم کی اشیاء اور پیمائش (فٹ' گز' میٹر وغیرہ) والی اشیاء لہٰذا جانوروں یا ان کے جسم کے حصوں کی سلم جائز نہیں ہے۔ گٹھڑوں کے اعتبار سے لکڑی کی بیع درست نہیں۔ اسی طرح عقیق' بلور اور بڑے موتیوں کی بیع سلم بھی درست نہیں ہے۔

۴۔ **دور جدید میں بیع سلم سے استفادہ:** دور جدید کے پیچیدہ کاروباری اور سودی معیشت میں سود کے متبادل کے طور پر دیگر طریقوں کے ساتھ ساتھ بیع سلم کا طریقہ بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ آج کے دور کے تجارتی اور پیداواری قرضوں کو شریعت کے تقاضوں کے مطابق بیع سلم سے بدلا جاسکتا ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک کارخانہ دار کو اپنی فیکٹری میں توسیع اور نئی مشینری کی خرید کے لیے رقم کی ضرورت ہے۔ یہ شخص کسی بنک یا فنانس کمپنی یا کسی سرمایہ کار کے ساتھ مطلوبہ رقم کے سلسلہ میں معاہدہ کرسکتا ہے یا دوسری صورت میں معاہدہ میں بنک یا سرمایہ کار ایک خاص رقم کارخانہ دار کو فوری طور پر دینے کا پابند ہوگا جبکہ کارخانہ دار تیار شدہ مال بنک یا سرمایہ دار کو ایک خاص مدت کے بعد فراہم کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔ بنک یا سرمایہ دار اس مال کو مارکیٹ میں فروخت کرکے منافع کماسکتا ہے۔ لیکن اس طریقہ کار پر اعتراض ہوسکتا ہے کہ بنک کو اپنے روزمرہ کاموں کے ساتھ تجارتی سرگرمیوں میں بھی آنا پڑے گا اس کا جواب ڈاکٹر محمود احمد غازی ان الفاظ میں دیتے ہیں: ''اگر شریعت کے مقاصد کی تکمیل کے لیے کسی ادارہ یا اداروں کی تشکیل نو کرنی پڑے تو ہمیں اس میں تردد سے کام نہیں لینا چاہئے۔ اگر بنک اپنے موجودہ فرائض کے ساتھ ساتھ ایک ٹریڈنگ ایجنسی کے طور پر بھی کام کریں تو بہت جلد وہ ایک ایسا انتظامی اور مانیٹرنگ انفراسٹرکچر بنالیں گے جس کی مدد سے وہ تجارت کو اسلامی خطوط پر فروغ دینے میں اپنا کردار ادا کرسکیں گے۔''

عارضی انتظامات کے حوالے سے ڈاکٹر محمود احمد غازی کی تجویز یہ ہے کہ تمام بنک مل کر (بنکرز ایکویٹی یا بنکنگ کونسل کی طرز پر) ایک مشترکہ فورم یا بیورو بنا کر اور ضروری مہارتیں مہیا کرکے کام کرسکتے ہیں۔ یہ کونسل یا بیورو اپنے رکن بنکوں کے لیے یہ خدمات انجام دیں گے۔

۵۔ **اسلامی بنکاری اور بیع سلم:** ایرانی بنک صنعتی اداروں کو چالو سرمایہ کی فراہمی کے لیے بیع سلم (سلف)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کا استعمال کرتے ہیں۔ بنک ایسے صنعتی اداروں کی مستقبل کی پیداوار خرید لیتے ہیں۔ معاہدے کے وقت مستقبل کی پیداوار کی مقدار اور اس کی صفات مکمل طور پر بیان کی جاتی ہیں۔ اس کے لیے شرط یہ ہوتی ہے کہ معاہدے کے وقت طے کی جانے والی قیمت موجودہ بازاری قیمت سے زیادہ نہ ہو۔ یہ معاہدے عموماً ایک سال کی مدت کے لیے ہوتے ہیں۔ بنکوں کے لیے لازم ہوتا ہے کہ وہ اشیاء (مال) کو قبضہ میں لانے سے پہلے فروخت نہیں کر سکتے۔

ایرانی بنکوں کے علاوہ بھی دوسرے غیر سودی بنک بیع سلم کی تکنیک کو استعمال میں لا رہے ہیں۔ اس عمل کے دوران بنکوں کو بعض اشکالات سے بھی واسطہ پڑتا ہے۔ البرکہ گروپ کے تحت منعقد ہونے والے متعدد سیمینارز میں ان سوالات و اشکالات کا جواب علماء کرام اور ماہرین نے مختلف موقعوں پر دیا۔ ان فتاویٰ کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۶۔ موجودہ دور میں بیع سلم سے متعلق اشکالات اور ان کا جواب:

(الف) دوسرے البرکہ سیمینار میں سوال پیش کیا گیا کہ ''کیا بیع سلم کا ایسا عقد (معاہدہ) جائز ہے کہ جس میں قیمت کا تعین کسی خاص بازار کی ادائیگی کے دن والی قیمت (یا اس بازار کی قیمت میں ۱۰ فیصد کمی) کے مطابق کیا گیا ہو؟'' سیمینار کے فتاویٰ نمبر ۱ میں درج ذیل جوابات دیئے گئے:

۱۔ بیع سلم میں دراصل قیمت کا تعین دونوں اطراف (پارٹیوں) کے مابین عقد (معاہدہ) کے وقت کرنا ضروری ہے۔

۲۔ اگر فریقین میں قیمت کا تعین معاہدہ کے دن والی کسی خاص قیمت کے مطابق طے پا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔

۳۔ اگر فریقین میں قیمت کا تعین کسی خاص بازار کی قیمت سے کمی یا بیشی پر طے ہو جائے تو یہ دونوں حالتیں بھی جائز ہیں۔

۴۔ لیکن کسی بازار کی مستقبل کی قیمت کے مطابق قیمت کا تعین جائز نہیں ہے۔

(ب) ایک اشکال یہ پیش کیا گیا کہ کیا کسی ایسی چیز کی فروخت جائز ہے جس کی قیمت ادا کر دی گئی ہو اور وہ خریدار کے قبضہ میں نہ آئی ہو۔ اگر یہ جائز نہ ہو تو کیا قیمت ادا کرنے والے کے لیے ایسی چیز کی بیع سلم اس بنیاد پر جائز ہے کہ وہ چیز مستقبل میں اسے حاصل ہو جائے گی اور وہ معاہدہ کے وقت ادا کی جانے والی اور حاصل (رقم) میں باہمی تعلق بھی ظاہر نہ کرے اور کیا قیمت ادا کرنے کے لیے اس چیز کی بنیاد پر تجارت کرنا جائز ہے؟

دوسرے البرکہ سیمینار کے فتویٰ نمبر ۲ میں درج ذیل جواب دیا گیا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔ ایسی چیز جس کی قیمت ادا کردی گئی ہو لیکن قبضہ میں نہ آئی ہو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

۲۔ مگر قیمت ادا کرنے والے کے لیے ایسی چیز کی بیع سلم کرنا جائز ہے اور معاہدہ کے وقت پہلے معاہدہ کے تحت ادا کی جانے والی اور نئے معاہدہ کے تحت حاصل ہونے والی رقم کے درمیان باہمی تعلق پیدا کرنا ضروری نہیں۔

۳۔ مندرجہ بالا (جواز) کو تجارت کے طور پر اختیار کرلینا جائز نہیں ہوگا کیونکہ بیع سلم کو صرف پیدا کرنے والوں (Producers) کی ضرورت کے لیے استثنائی طور پر جائز کیا گیا ہے۔ یہ جواز انفرادی سطح کے لیے جائز ہے۔ باقاعدہ تجارت کے لیے جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر بعض اسلامی ممالک کے اقتصادی حالات کسی ظلم کی روک تھام کے لیے اس کے متقاضی ہوں اور کسی بڑی مصلحت کے پیش نظر ایسا کرنا ضروری ہو تو اسے تجارت کے طور پر جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔ البتہ ایسی بڑی مصلحت کا تعین شریعت بورڈ کرے گا۔

(ج) ایک سوال یہ کیا گیا کہ مثال کے طور پر ایک ایسا شخص کسی دوسرے شخص سے ایک سو ٹن بیج ماہ جنوری ۱۹۸۵ء میں نقد ادائیگی سے اس بناء پر خریدے کہ وہ بیج اسے جولائی ۱۹۸۵ء میں مل جائیں گے۔ اب مارچ ۱۹۸۵ء میں ایک تیسرا شخص آیا اور کہنے لگا کہ اس خریداری کے نصف حصے میں مجھے بھی شریک کرلو۔ کیا اس شخص کے لیے اس دوسرے شخص کو دوسرے کیے گئے معاہدے کے برابر اس سے کم یا زیادہ قیمت پر شریک کرنا جائز ہے؟

دوسرے البرکہ سیمینار کے فتویٰ نمبر ۳ میں اس کا درج ذیل جواب دیا گیا:

''اس سوال پر عدم جواز والی اس بیع کا حکم لاگو ہوتا ہے جس میں قیمت وصول کرلی جائے مگر قبضہ نہ دیا جائے جیسا کہ گذشتہ فتویٰ کے جز (ا) میں کہا گیا ہے۔

(ب) بیع مرابحہ

مرابحہ کا لفظ ''ربح'' سے نکلا ہے جس کے معنی منافع (یا اضافہ) کے ہیں۔ اصطلاح میں مرابحہ سے مراد کسی مال کو اتنے میں فروخت کرنا جو اس کی قیمت خرید یا مالیت اور اضافہ نفع پر مشتمل ہو بالفاظ دیگر کوئی چیز خرید کر اس کی سابقہ قیمت پر ایک خاص طے شدہ اور متعین شرح سے اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا مرابحہ کہلاتا ہے۔

مثال: مثلاً ایک شخص ایک چیز ایک ہزار روپے کی خریدتا ہے اور اس ضمن میں اسے کوئی زائد اخراجات (کرایہ وغیرہ) برداشت نہیں کرنے پڑتے۔ یہ شخص اس چیز کو کسی دوسرے شخص کے ہاتھ ایک ہزار ایک سو روپے میں فروخت کردیتا' لیکن دوسرے شخص کو بتا دیتا ہے کہ یہ چیز میں نے ایک ہزار روپے کی خریدی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے اور تمہیں ایک ہزار ایک سو روپے کی فروخت کر رہا ہوں۔ دوسرا شخص ایسا اس لیے کرتا ہے کہ اسے یہ خطرہ ہوتا ہے کہ شے کو خود خریدنے کی صورت میں وہ پہلے شخص جتنی اچھی چیز نہ خرید سکے گا یا خود خریدے گا تو شائد زیادہ قیمت پر حاصل کر سکے گا' اس لیے وہ پہلے شخص پر اعتماد کرتا ہے۔

مرابحہ کے مفہوم میں یہ شامل نہیں ہے کہ وہ خریدار چیز ادھار لے رہا ہے۔ فریق ثانی خواہ نقد ادائیگی کرے یا کسی متعین مدت کے لیے ادھار کا معاملہ کر رہا ہو دونوں صورتوں میں فریق ثانی ایک ہی قیمت پر شے کو بیچے گا۔ ایسا نہیں کہ نقد فروخت کی صورت میں منافع کم لیا جائے اور ادھار کی صورت میں زیادہ۔ مثلاً ایسا کرنا جائز نہ ہوگا کہ ایک شخص کہے کہ میں نے فلاں چیز ایک ہزار روپے کی خریدی ہے اگر تم نقد لو گے تو تمہیں ایک سو روپے منافع لے کر گیارہ سو روپے کی فروخت کروں گا۔ اگر ایک سال بعد قیمت ادا کرو گے تو بارہ سو روپے میں دوں گا۔

۱۔ بیع مرابحہ کی شرائط: بیع مرابحہ کے صحیح ہونے کے لیے درج ذیل شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے:

۱۔ جو چیز فروخت کی جائے وہ ''شے'' یا ''سامان'' یا "Commodity" ہو نقدی نہ ہو کیونکہ نقدی کے لین دین میں اضافہ یعنی منافع ''سود'' (الربا) ہے جو کہ حرام ہے۔

۲۔ جو چیز فروخت کی جا رہی ہو وہ فروخت کنندہ کی ملکیت ہونی چاہئے۔

۳۔ چیز کی سابقہ قیمت یا لاگت کا پہلے سے معلوم یا متعین ہونا ضروری ہے۔ یعنی دوسرے خریدار کو واضح طور پر معلوم ہو کہ پہلے خریدار نے اس چیز کو کتنے میں خریدا یا کتنی لاگت آئی۔

۴۔ نفع کی شرح یا فارمولا پہلے سے معلوم ہونا چاہئے۔ (ڈاکٹر غازی)

۵۔ مال کی قیمت مثلی (یعنی رائج الوقت سکۂ روپیہ' ریال' ڈالر وغیرہ) ہونا چاہئے۔ ورنہ خریدار کی ملکیت مشتبہ ہوگی اور اس معاملہ میں خیانت کا شبہ پایا جاتا ہے۔ اسلام کے قانون تجارت میں ایسا معاملہ جائز نہیں اور اسی طرح تخمینی قیمت (Speculative Price) پر بطور مرابحہ فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ (الجزیری کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ)

۶۔ مرابحہ میں فروخت کنندہ اپنے وہ تمام اخراجات جو شے کو بنانے یا خریدنے کے سلسلہ میں اٹھانے پڑتے ہیں قیمت میں شامل کر سکتا ہے۔ مثلاً کرایہ بار برداری' باردانہ وغیرہ۔ فروخت کنندہ ان تمام اخراجات کو قیمت خرید میں شامل کر کے فریق ثانی کو بتائے گا کہ ''یہ شے مجھے اتنے میں پڑی ہے۔'' یہ نہیں کہنا چاہئے کہ ''میں نے اتنے میں خریدی ہے۔'' تاکہ جھوٹ سے بچا جا سکے۔ (الجزیری)

۷۔ بیع مرابحہ میں اگر خریدار کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے ساتھ خیانت کی گئی ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے مطابق خریدار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ پوری قیمت میں وہ شے لے لے یا اسے واپس کر دے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیکن اگر شے واپس کرنے سے پہلے ہی ضائع ہوجائے یا اس میں کوئی عیب پیدا ہوجائے تو خریدار کو پوری قیمت ادا کرنا ہوگی' جبکہ امام ابو یوسفؒ کے مطابق بیع مرابحہ میں خیانت کی صورت میں خیانت کے بقدر قیمت میں کمی کردی جائے۔ (الجزیری۔ڈاکٹر غفاری ۱۰۱)

۸۔ اگر شے کے بدلے شے کا لین دین (بارٹر سسٹم) ہو رہا ہو تو شے کے بدلے میں قیمت کے طور پر جو چیز وصول کی جارہی ہو تو وہ اس نوعیت کی ہو کہ اس جیسی چیز کم وبیش اس قیمت میں بازار میں باآسانی مل جاتی ہو۔ مثلاً گندم' کپڑا وغیرہ (ڈاکٹر غازی ۶۲)

۹۔ جس شے یا سامان کی مجموعی مالیت کا اندازہ اور قیمت کا تعین نہ ہو اس کی ممکنہ قیمت کے ایک خاص شرح (فی صد) کے حساب سے نفع طے کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ کسی دکان میں موجود سارے مال کو دس فیصد منافع پر فروخت کرتا ہوں۔ یہ درست نہیں ہے۔ پہلے سارے سامان کی قیمت کا تعین کیا جائے اور اس کے بعد پانچ' سات' دس یا بارہ فیصد منافع کا تعین کیا جائے۔

۱۰۔ سونے' چاندی اور ایک ہی قسم کی کرنسی (مثلاً روپیہ روپیہ کے بدلے' ریال ریال کے بدلے' کے سلسلہ میں بیع مرابحہ درست نہیں کیونکہ یہ ربا ہے۔ اس طرح سونا یا چاندی اصل قیمت پر نفع رکھ کر فروخت کئے جائیں گے تو وہ نفع ربا کے حکم میں ہوگا۔

۲۔ مرابحہ اور ربا میں فرق: مرابحہ اور ربا میں بنیادی فرق یہ ہے کہ ربا میں قرض دے کر اس پر متعین مدت کے بعد متعین شرح سے زائد رقم وصول کی جاتی ہے جبکہ اصل زر قرض دینے والے کی ملکیت میں رہتا ہے' جبکہ بیع مرابحہ میں قرض نہیں دیا جاتا بلکہ ایک فریق دوسرے فریق کو شے فروخت کرتا ہے اور شے کی ملکیت فریق ثانی کو منتقل ہوجاتی ہے' اپنی اس محنت کا معاوضہ جو فروخت کنندہ نے وہ چیز حاصل کرنے یا بنانے پر لگائی تھی وہ منافع کی صورت میں وصول کرتا ہے۔

۳۔ مرابحہ میں مدت کی وجہ سے اضافہ: ادھار کی وجہ سے شے کی قیمت میں جو اضافہ کیا جاتا ہے اس کو عین ربا' اور ربا حقیقی کی طرح قطعی حرام نہیں کہا جاسکتا کیونکہ فقہائے کرام اور حضرات مفسرین نے حقیقی ربا کی جو تعریف کی ہے اس کے مطابق یہ ربا کی تعریف میں داخل نہیں ہے۔ وحرم الربوا کی تعبیر میں ربا کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ دین (قرض) پر میعاد گزر جانے کے ساتھ ساتھ ہر ماہ کچھ مزید اضافہ ہوتا رہے۔
(تفسیر کبیر۔امام رازیؒ)

بیع موجل اور مرابحہ میں مدت کی وجہ سے قیمت میں اضافہ کے حوالے سے مفتی سیاح الدین کاکا خیلؒ لکھتے ہیں: ''.....تو ربوا میں اضافہ خود دین (قرض) میں مدت بڑھنے کے ساتھ ہوتا ہے اور جتنی مدت گزرتی جاتی ہے اس تناسب سے اصل دین پر مزید اضافہ ہوتا رہتا ہے اور زیر بحث مسئلہ میں یہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صورت نہیں کہ مثلاً فروخت کرنے والے تاجر نے وہ چیز پہلے بازاری قیمت کے مطابق سو روپیہ میں فروخت کردی اور اصل دین واجب الادا تو ایک سو روپیہ ہے اور پھر چونکہ خریدار اس وقت ثمن (قیمت) ادا نہیں کرتا' تو اس سے طے کرتا ہے کہ اچھا اس پر میں دو روپیہ ماہوار کے حساب سے اضافہ لوں گا۔ اگر ایک ماہ بعد دو گے تو ۱۰۲ روپے ہوں گے' دو ماہ بعد دو گے تو ۱۰۴ ہوں گے اور تین ماہ بعد دو گے تو ۱۰۶ روپے ہوں گے۔ بلکہ تاجر اپنے ذہن میں یہ سوچتا ہے کہ نقد ابھی ادا کرتا تو عام بازاری قیمت کے مطابق میں بھی ایک سو روپے پر فروخت کرتا' اب چونکہ یہ شخص مجھے دو مہینے کے بعد ثمن ادا کرے گا تو اس سے کہتا ہے کہ میں اپنی یہ چیز ۱۰۴ روپے میں فروخت کرتا ہوں۔ آپ اگر اس کو دو ماہ کی میعاد پر ۱۰۴ روپے میں خریدنا چاہتے ہیں تو خرید لیں۔ خریدار کے پاس اگر رقم اس وقت موجود ہو اور بازار میں ہر دوکان سے وہی چیز بعینہ سو روپیہ کو مل سکتی ہو تو وہ کیوں سو روپیہ کی چیز ۱۰۴ پر خریدے گا۔ وہ تہی دستی کی وجہ سے مجبور ہو کر کہتا ہے کہ خواہ چار روپیہ مہنگا دے رہا ہے مگر اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے ۱۰۴ پر خرید لوں گا اور خرید لیتا ہے تو سود سے اس کا فرق دو وجہوں سے ہے' ایک تو یہ کہ دین پر اضافہ نہیں بلکہ شروع ہی سے ثمن مہنگا بتلا دیتا ہے' وہ اضافہ محض اس کے ذہن میں ہے نیز مدت کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس زیادتی میں اضافہ نہیں ہوتا مثلاً اس صورت میں اگر کسی وجہ سے خریدار دو مہینے کے بعد بروقت ادائیگی نہیں کرسکا اور ایک مہینہ مزید گزر گیا تو پھر بھی اس کا مطالبہ ۱۰۴ کا ہوتا ہے' ۱۰۸ کا نہیں ہوتا اور اگر وہ ایک ماہ گزرنے کے بعد ۱۰۶ اور دو ماہ گزرنے کے بعد ۱۰۸ کا مطالبہ کرتا ہے تو پھر اصل ثمن ۱۰۴ پر رہا ہو جائے گا اور اس کو قطعی حرام کہا جائے گا۔

الغرض یہ زیر بحث مسئلہ اگرچہ عین ربوا تو نہیں مگر اس میں شک نہیں کہ یہاں ذہنیت وہی سود خورانہ ہے۔ درحقیقت یہ صاف سود سے بظاہر اپنے آپ کو بچا کر ایک حیلہ کے ساتھ وہی سودی کام کر رہا ہے۔ اور بہت سے شرعی مسائل کے پیش نظر یہ کہنا چاہئے کہ سود خورانہ ذہنیت کے ساتھ جس حیلہ گری سے بھی ہو اگر اس قسم کا کاروبار کیا جائے تو وہ ناجائز ہے اور خود احادیث صحیحہ میں اور فقہائے کرام کے اقوال میں اس قسم کے معاملات کو ناجائز کہا گیا ہے اور اس بنا پر یہ سمجھنا چاہئے کہ محض ادھار پر فروخت کرنے کی وجہ سے کسی تاجر کا سامان تجارت بازاری قیمت سے زائد فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ ایسا کاروبار اسلامی شریعت کے مزاج کے خلاف ہے اور اس سے معاشرہ میں وہ ساری خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو سودی کاروبار پیدا کرتا ہے۔ معاشی توازن بگڑ جاتا ہے۔ ایک طرف غیر طبعی طور پر دولت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور دوسری طرف عام معاشرہ میں غربت انتہا کو پہنچتی ہے اور ملک میں دو طبقے بن جاتے ہیں۔ طبقاتی کشمکش' باہمی منافرت اور تحاسد و تباغض (حسد اور نفرت) پیدا ہو جاتا ہے' دولت مند غریبوں کو حقیر اور بے قدر و قیمت سمجھتا اور ان کی تذلیل کرتا ہے اور غریبوں کا طبقہ دولت والوں کو دشمن کی نگاہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے دیکھتا اور حسد کی آگ میں جلتا اور انتقامی تدبیریں سوچتا ہے۔ جب بھی کسی مملکت کا نظام معیشت اور کاروبار تجارت اسلامی احکام اور اسلامی حدود و قیود سے ہٹ کر ہو اس کے نتیجے میں آخر کار یہی مفاسد وقوع پذیر ہوتے ہیں۔" (حکمت قرآن: ص ۱۴۔۱۷)

"عام طور پر ادھار سودا مہنگا فروخت کرنے کے شرعی جواز کے لئے یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ فقہ کی کتابوں میں اس کو جائز لکھا ہے اور یہ عبارت پیش کی جاتی ہے:

انه یزاد فی الثمن لاجل الاجل (ترجمہ) میعاد کی وجہ سے کسی چیز کی قیمت میں زیادتی کی جاتی ہے۔

اس استدلال کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ فقہا کرام نے جواز کا مسئلہ مستقل طور پر کہیں بھی نہیں لکھا ہے بلکہ ایک دوسرے مسئلے کے ضمن میں عبارت انہوں نے لکھی ہے اس ضمنی عبارت سے جواز کا یہ حکم مستنبط کیا جارہا ہے مگر یہ استنباط جواز کے اثبات کے لئے درست نہیں' فقہاء کرام نے مرابحہ کے مسائل بیان کرتے وقت کتب فقہ میں ایک جز یہ لکھا ہے کہ مثلاً زید نے ایک گھوڑا کسی سے سال بھر کے ادھار پر دو ہزار کے بدلے خرید لیا ہے اب زید وہ گھوڑا مرابحہ کے طور پر عمرو کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتا ہے اور باہمی رضامندی سے طے ہوا کہ زید اصل قیمت خرید پر جو وہ بتائے گا مزید دو سو روپے منافع لے گا تو اگر زید عمرو کو صرف اتنا کہے کہ یہ گھوڑا میں نے دو ہزار میں خریدا ہے اور دو سو روپیہ اپنا منافع لگا کر اس وقت آپ کو دو ہزار دو سو روپیہ نقد رقم کے بدلے فروخت کرتا ہوں تو مرابحہ کی یہ صورت صحیح نہیں ہے کیونکہ زید نے تو سال بھر کی میعاد پر ادھار دو ہزار کے بدلے خریدا تھا اس کو یہ چاہئے تھا کہ عمرو کو یہ بھی واضح کرے کہ میں نے دو ہزار نسیئتاً (ادھار) سال بھر کی میعاد پر خریدا ہے اور یہ ادھار کا ذکر کرنا اس لئے مرابحہ کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اگر زید اپنے بائع کو نقد رقم اس وقت دیتا تو گھوڑا اس کو ڈیڑھ ہزار میں ملتا۔ دو ہزار پر بائع نے اس لئے بیچا اور زید نے خریدا کہ ثمن کی ادائیگی سال بھر کے بعد ہوگی اور عموماً ایسا ہوتا ہے کہ میعاد پر کوئی چیز فروخت ہوتی ہو تو اس کا ثمن زیادہ کیا جاتا ہے۔ اس لئے عمرو کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ زید نے گھوڑا ادھار پر خریدا ہے اور اس علم کے باوجود وہ دو ہزار دو سو روپیہ پر خریدنے کے لئے بخوشی آمادہ ہے اور نقد رقم دے رہا ہے تو اس موقع پر فقہاء یہ عبارت لکھتے ہیں: "الا تری انه یزاد فی الثمن لاجل الاجل" "دیکھتے نہیں ہو کہ میعاد کی وجہ سے کسی چیز کے ثمن میں زیادتی کی جاتی ہے۔" "لان لاجل شبها بالمبیع" کیونکہ میعاد کی بھی بیع کے ساتھ مشابہت پیدا کی جاتی ہے۔"

بس اسی عبارت کو جو اس سیاق میں ہے جواز کے لئے دلیل قرار دیا جاتا ہے مگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس عبارت میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ اس بنا پر ہے کہ ایسا ہو جاتا ہے کہ کوئی چیز ادھار فروخت ہوتی ہے تو بیچنے والا اس میعاد کے پیش نظر قیمت میں کچھ اضافہ کیا کرتا ہے۔ یہ محض بیان واقعہ ہے اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عبارت سے نہ خود جواز معلوم ہوتا ہے نہ عدم جواز۔ اس کے لئے ہمیں دوسرے دلائل کی طرف رجوع کر کے فیصلہ کرنا ہوگا کہ اس کو جائز کہیں یا ناجائز۔ اور اگر یہ مان لیا جائے کہ فقہ کی عبارت سے یہ مستنبط ہوسکتا ہے کہ یہ جائز ہے کہ ادھار پر کوئی چیز فروخت کی جاتی ہو تو بازاری قیمت سے بڑھ کر ثمن مقرر کیا جاسکتا ہے تو اس صورت میں فقہاء کرام کا مقصد یہ ہرگز نہیں تھا کہ تجار طبقہ مستقل طور پر اس کو کاروبار تجارت کا ایک عام طریقہ بنائے اور سود کے متبادل کے طور پر اس کو بازاروں' منڈیوں اور تجارتی اداروں میں اختیار کیا جائے اور سود کا ایک حیلہ بنایا جائے۔ بلکہ ان حضرات کا مطلب صرف یہ تھا کہ اگر کسی خاص موقع پر کسی معقول وجہ کی بنا پر ادھار کا ثمن بازاری موجودہ قیمت سے بڑھ کر لیا جائے تو اس کی گنجائش اس وجہ سے ہے کہ وہاں اس اضافے کے لئے ایک معقول بنیاد موجود ہے۔ میں اس کو ایک مثال سے واضح کرتا ہوں۔ زید کے پاس ایک کتاب ہے جو اس نے اپنے علمی شوق کی بنا پر پچاس روپے میں خریدی ہے۔ اس وقت بازار میں عام طور پر وہ پچاس روپیہ میں ملتی ہے مگر وہ کتاب ایسی مقبول و مرغوب فیہ ہے کہ حالات کے اعتبار سے یہ قوی اندیشہ ہے کہ سال بھر میں اور بازار میں عام طور پر یہ کتاب کم یاب یا نایاب ہوجائے گی اور اس وقت ساٹھ ستر روپے میں بھی بمشکل مل سکے گی۔ عمرو کو فوری طور پر اس کتاب کی ضرورت ہے اور اسے خریدنا چاہتا ہے مگر اس وقت اس کے پاس پچاس روپیہ نقد نہیں ہیں کہ بازار جاکر خرید کر لے آئے زید کے بارے میں اس کو یہ اعتماد ہے کہ میں اس کے سامنے خریدنے کا اور رقم فی الحال موجود نہ ہونے کا ارادہ ظاہر کروں تو وہ مجھے ادھار بھی دے دے گا۔ عمرو زید کے پاس آیا اور اس سے کتاب خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا اور یہ بھی کہ میں ادھار لینا چاہتا ہوں زید کہتا ہے کہ میں ادھار تو دے دوں گا مگر مجھے یہ خطرہ نظر آرہا ہے کہ کچھ عرصہ بعد یہ کتاب کمیاب ہوجائے گی۔ مجھے خود یہ پسند ہے۔ سال بھر کے بعد میں خریدنا چاہوں گا تو مجھے یہ پچاس روپیہ پر نہیں مل سکے گی۔ اس لئے میں آپ کو اس قیمت پر نہیں دے سکتا۔ عمرو کہتا ہے کہ میں بھی جانتا ہوں کہ یہ خطرہ یقینی ہے۔ آپ اپنا تحفظ کرنا چاہیں تو بے شک میں بخوشی اس پر آمادہ ہوں کہ آپ مجھے ساٹھ روپے میں فروخت کریں..... چنانچہ زید پچاس روپیہ والی کتاب عمرو کے ہاتھ ساٹھ روپیہ پر ادھار فروخت کرتا ہے تو یہ اضافہ اس معقول وجہ سے جائز ہوگا۔ زید کا یہ تمام کاروبار یا معمول نہیں ایک خاص موقع پر ایک خاص وجہ سے اس کو یہ صورت اختیار کرنی پڑی اور فقہاء کرام کی عبارات میں جہاں کہیں جواز معلوم ہوتا ہے۔ وہ اس نوعیت کی خاص صورتوں کے لئے ہے..... ان کو ناجائز نہیں کہا جائے گا۔ مومنانہ ضمیر خود یہ فرق سمجھ سکتا ہے کہ خاص واقعات اور مسلسل کاروبار تجارت بنانے میں یہ فرق یقیناً موجود ہے۔ انہیں ایک دوسرے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

جو لوگ یہ کاروبار کرتے ہیں وہ اس کے جواز کے لئے ایک عذر بطور وجہ جواز پیش کرتے ہیں۔ کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جو چیز آج مثلاً سو روپیہ کی بازار میں مل رہی ہے اور عام بک رہی ہے ہوسکتا ہے کہ چھ ماہ بعد بازار میں اس کی قیمت ۱۲۰ ہو جائے۔ اگر آج ہم وہ چیز اس خریدار کو فروخت نہ کریں اور وہ چیز دکان میں پڑی رہنے دیں تو ہوسکتا ہے کہ وہ ہم ۱۲۰ میں فروخت کر کے مزید ۲۰ روپیہ کمائیں تو آج ہی ۱۲۰ روپیہ اس کی قیمت طے کر کے فروخت کر دیں اور چھ ماہ بعد خریدار سے ۱۲۰ روپے وصول کریں تو اس میں کیا حرج ہے اور کیوں ناجائز ہے۔ لیکن ان کا یہ عذر اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ وہ چیز چھ ماہ بعد ضرور ۱۲۰ روپے کی ہو جائے گی۔ حالانکہ عام اشیائے تجارت کے بارے میں مستقبل کے نرخوں کا کسی کو پتہ نہیں ہوتا کہ یہ مہنگی ہو جائیں گی یا یہی قیمت بحال رہے گی یا قیمت کم ہو جائے گی۔ جس چیز کے بارے میں ایک تاجر فرض کر رہا ہے کہ چھ ماہ بعد ۱۲۰ کی ہو جائے گی ہوسکتا ہے اور بار بار ایسا ہوتا بھی ہے کہ وہ سو روپیہ کی بجائے نوے یا اسی کی ہو جائے اس چیز کو دکان پر رہنے دیا جاتا تو جس طرح ۱۲۰ کا احتمال ہے اسی طرح نوے یا اسی کا بھی احتمال ہے تو چھ ماہ بعد اس کو نوے یا اسی بھی مل سکتے ہیں۔ پہلے سے ۲۰ روپے زائد مقرر کرنا وہی سود خورانہ ذہنیت ہے۔'' (حکمت قرآن ۴۴۔۴۷)

۴۔ بیع مرابحہ کے بارے میں مختلف فقہاء کی آراء:

یہ بیع تمام فقہاء کے نزدیک جائز ہے البتہ اس کے ایسے طریقے سے استعمالات جس سے ربا لینے کا حیلہ بنتا ہو جائز نہیں ہیں۔

فقہ حنفیہ:

حنفیہ کہتے ہیں کہ بیع مرابحہ یعنی قیمت خرید پر منافع لگا کر سودا کرنا صحیح ہے اس کی دو شرائط ہیں۔ (الجزیری ۹۵۔۵۹۴)

۱۔ اول یہ کہ بکنے والی چیز سامان کی قسم کی ہو لہٰذا نقدی کا سودا نفع لگا کر (یعنی بشکل مرابحہ) نہیں ہوسکتا..... فروخت کنندہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مال کی قیمت خرید میں ان تمام اخراجات کو شامل کرے جو بالعموم تاجر لوگ ویسے مال پر کرتے ہیں' خواہ وجہ مصارف مال فروخت میں برقرار ہو' جیسے رنگ' سلائی یا چھاپ (کپڑے پر) یا اون اور روئی کی صورت میں اس کا بنایا کاتا ہوا ہونا وغیرہ' خواہ وہ وجہ مصارف مال فروخت میں سے خارج یا اس میں موجود نہ ہو' جیسے مال کے نقل و حمل کی اجرت یا جانور کی خوراک پر بغیر فضول خرچی کے جو مصارف آئے یا دلال کی اجرت۔ یہ تمام اخراجات قیمت میں شامل کئے جاسکتے ہیں۔ ان اخراجات کو قیمت میں شامل کرنے کی شرط لگانا اور اس کی تفصیل بتانا فروخت کنندہ کے لئے ضروری ہے یا نہیں۔ اس امر میں اختلاف اور قابل ترجیح بات یہ ہے کہ دیکھا جائے گا کہ عام دستور کیا ہے۔ یعنی بالعموم تاجر لوگ ان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اخراجات کو قیمت میں شامل کرتے ہیں تو شامل کیے جائیں ورنہ شامل نہ کیے جائیں۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ مال کی قیمت مثلی ہونی چاہئے جیسے رائج الوقت سکہ روپیہ ریال ڈالر یا اس میں ناپنے اور تولنے والی اشیاء اور گنی جانے والی یکساں نوعیت کی ایسی اشیاء شامل نہیں جن کی جسامت وغیرہ آپس میں مختلف ہوں کیونکہ ایسی (عددی) اشیاء کو مثلی قرار نہیں دیا گیا۔ (۵۶۵)

اگر کوئی اونٹ بیس ہزار روپے کا خریدا گیا تو اس کی قیمت پر ایک مقررہ منافع (مثلاً ایک ہزار) لگا کر فروخت کرنا درست ہے۔ اگر وہ اونٹ دس بوری گندم کے عوض خریدا گیا تو اسے اتنی ہی گندم اور ایک بوری مزید گندم کے منافع سے فروخت کرنا درست ہے۔

اگر شے کی قیمت مثلی (Equivalent) اشیاء کی شکل میں نہ ہو بلکہ کوئی قیمتی شے (جو کہ ناپی یا تولی نہیں جاتی بلکہ اس کی قیمت لگا کر سودا کیا جاتا ہے مثلاً کوئی جانور کپڑا وغیرہ) بطور قیمت ادا کی جائے تو ایسی اشیاء میں بیع مرابحہ کے درست ہونے کی دو شرائط ہیں:

۱۔ پہلی شرط: شے (مال) کی قیمت بعینہ وہی ہو جو پہلی بار فروخت کرتے وقت تھی مثلاً زید نے عمر سے ایک کپڑا بکری کے عوض خریدا پھر محمد نے وہ بکری عمر سے لے کر اسی بکری کے عوض وہ کپڑا زید سے (منافع پر) خرید لیا۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اس منافع کی مقدار معلوم ہو مثلاً یہ کہا جائے کہ میں یہ کپڑا آپ سے اس بکری کے عوض خریدتا ہوں جس کے عوض آپ نے وہ کپڑا خریدا تھا اور اس پر مزید ۳ روپے یا ایک من گندم منافع دیتا ہوں۔ اگر منافع کی مقدار کا تعین نہ کیا جائے تو یہ لین دین درست نہیں ہوگا مثلاً یوں کہا جائے کہ میں بکری کی قیمت پر پانچ فیصد منافع پر خریدتا ہوں تو یہ درست نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس کپڑے کی قیمت کا تعین نہیں ہوتا۔

۵۔ دور جدید میں "مرابحہ" سے استفادہ:

دور جدید میں مرابحہ کے تحت اندرون ملک مصنوعات کی آڑھت بھاری مشینری کی درآمد اور ملکی مصنوعات اور پیداوار کی برآمد کا طریقہ سود کے متبادل کے طور پر استعمال میں لایا جاسکتا ہے لیکن اس کے لیے ماہرین اور بنکاروں کو تھوڑی سی جدت پسندی اور تخلیقی صلاحیت کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ (ڈاکٹر غازی: ص ۲۳۱)

۶۔ غیر سودی بنکاری اور مرابحہ:

روایتی بنکاری کا طریقہ کار دراصل سرمایہ دارانہ نظام سے ماخوذ ہے۔ اسلامی ممالک بھی بغیر سوچے سمجھے اسی طریق کار کی پیروی کر رہے ہیں۔ اس نظام بنکاری کی نوعیت طریق کار اور انواع و اقسام میں جو تبدیلیاں مغرب میں ہوتی ہیں ہم آنکھیں بند کر کے ان کو اپنا لیتے ہیں اگر ہم تھوڑی سی سوچ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

و بچار اور جدت پسندی اختیار کرلیں اور بنکوں کے طریق کار اور ڈھانچہ میں تبدیلیاں کر کے ان کو تجارت اور کاروبار میں براہ راست شامل کرلیں تو غیر سودی بنکاری کی راہ آسانی سے ہموار کی جاسکتی ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں: ''اگر بنکوں میں تجارت کے اس شعبہ کو منظم کردیا جائے اور بھاری مشینری کی درآمد براہ راست بنک اپنے ہاتھ میں لے کر ضرورت کی مشینری درآمد کریں اور بیع مرابحہ کے اصول پر اس کو اندرون ملک فروخت کریں تو اس میں نہ کوئی انتظامی قباحت ہے نہ ہی عملی دشواری نہ کوئی اور مشکل۔ اپنی رقم کی واپسی کو یقینی بنانے کے لئے بنک مشینری کے خریداروں سے..... اگر وہ نقد قیمت دینے کی پوزیشن میں نہ ہوں تو..... رہن بھی لے کر رکھ سکتا ہے۔ اس طرح اندرون ملک مصنوعات اور پیداوار کی آڑھت اور برآمد کے کاروبار میں بھی بنک براہ راست یا اپنے مقرر کردہ ایجنٹوں اور ڈیلروں کی مدد سے شریک ہوسکتا ہے۔'' (ڈاکٹر غازی: ص ۶۳)

بیع مرابحہ بھی بیع کی دوسری اقسام کی طرح دو افراد کے درمیان اشیاء کی خرید و فروخت کا معاملہ تھا۔ آج کل اس طریق کار کا اطلاق کاروباری اداروں اور غیر سودی بنکوں میں کیا گیا ہے اور اجناس کے بجائے سرمایہ کاری کے میدان میں اس کا استعمال کیا جارہا ہے اور مرابحہ کی موجودہ شکل بیع المرابحہ الآمر بالشراء کہتے ہیں (الستراتیجیہ لاستثمار فی البنوک الاسلامیہ) کے موضوع پر ہونے والے سیمینار کے حوالہ سے) ایک اندازے کے مطابق غیر سودی بنکاری کے ۸۰ تا ۹۰ فیصد تک مالیاتی اعمال مرابحہ کی بنیاد پر سرانجام پانے والے سرمایہ کاری کے طریقوں کو مختلف نام دیتے ہیں مثلاً ''پیداوار افزائش پروگرام'' (Support Production)' قلیل مدت کی سرمایہ کاری (Short-term Financing) یا معاہدہ خرید و فروخت (Sale and Purchase Contract) وغیرہ۔ اسی طرح مختلف مدات کے لئے مالی ضروریات اس ذریعہ سے پوری کی جاتی ہیں۔ مثلاً اشیائے صارفین کار' ریفریجریٹر وغیرہ کی خریداری' مکانوں کی خریداری کے لئے سرمایہ کی فراہمی' صنعتی شعبہ کے لئے مشینری' آلات اور خام مال کی فراہمی کے لئے سرمایہ کی فراہمی وغیرہ۔ البتہ مرابحہ کا زیادہ استعمال قلیل مدتی تجارت کے لئے سرمایہ کی فراہمی کے لئے ہے۔ (ص ۴۹' مزید تفصیل ۴۷۔۴۸)

۷۔ پروانہ قرض (Letter of Credit) اور مرابحہ:

لیٹر آف کریڈٹ جاری کرنے کے سلسلہ میں دوبئی اسلامک بنک درج ذیل طریقہ اختیار کرتا ہے۔

ایک کاروباری شخص ایک درخواست بنک کے نام لکھتا ہے کہ وہ کوئی چیز بیرون ملک سے درآمد کرنا چاہتا ہے بنک اس کی درخواست اور دستاویزات کی جانچ پڑتال اور ضروری ضمانتوں کے حصول کے بعد گاہک کے نام پر لیٹر آف کریڈٹ جاری کرتا ہے اور اس کی نقل برآمد کنندہ اور اس کے بنک کو ارسال

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے اور اس معاہدہ میں گاہک بنک کے ساتھ وعدہ خریداری (Promise to Buy) کے معاہدہ پر دستخط کرتا ہے۔ اس معاہدہ میں وہ شے کی خریداری کا وعدہ شے کی قیمت اور دیگر تفصیلات طے کرتا ہے برآمد کنندہ تمام دستاویزات اور مال بنک کے حوالہ کرتا ہے۔ مال کی وصولی کے بعد بنک اور گاہک کے درمیان بیع مرابحہ کا معاہدہ کیا جاتا ہے۔ اس طرح بنک اور گاہک اس طریق کار سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

اردن کا اسلامک بنک مرابحہ کا استعمال ایسی اشیاء کی خریداری کے لیے سرمایہ کی فراہمی کے لئے کرتا ہے جن کو رہن رکھا جاسکتا ہے مثلاً کوئی شخص کار خریدنے کے لئے بنک سے رجوع کرتا ہے تو بنک اور گاہک کے درمیان کار کی خریداری کا معاہدہ طے پاتا ہے بنک کار ڈیلر سے کار خریدتا ہے کار کی رجسٹریشن بنک کے نام پر ہوتی ہے اور قیمت کار ڈیلر وصول کر لیتا ہے۔ اس کے بعد بنک اس کار کو گاہک کے ہاتھ فروخت کرتا ہے اور رجسٹریشن گاہک کے نام منتقل ہو جاتی ہے۔ فروخت کا یہ معاہدہ قیمت کے التوا کی بنیاد پر ہوتا ہے بنک ضروری ضمانت حاصل کر لیتا ہے ضمانت میں یہ شق بھی شامل ہو سکتی ہے کہ گاہک بنک کے پاس کار رہن رکھ دے۔

اسی طرح زمینوں اور عمارتوں کی خریداری کے لئے بھی مرابحہ کا طریقہ استعمال کیا جاتا ہے البتہ اراضی اور عمارتوں کی رجسٹریشن پر اٹھنے والے اخراجات کی بنا پر لاگت میں اضافہ ہو جاتا ہے اس طرح اردنی بنک ایسی اشیاء کے لئے بھی مرابحہ کا طریقہ استعمال کرتا ہے جن کو رہن نہیں رکھا جاسکتا جیسے بجلی کی اشیاء اور گھریلو استعمال کی دیرپا اشیاء ان کے لئے بھی مندرجہ بالا طریقہ استعمال کیا جاتا ہے۔

سوڈی بنک بھی اس طریق کار سے متاثر ہو کر Islamic Window کے نام سے اسے استعمال میں لاتے ہیں۔ بی سی سی آئی (لندن) اس طریق پر کام کرتا رہا ہے۔ سعودی عرب کے سب سے بڑے تجارتی بنک نیشنل کمرشل بنک نے مرابحہ کی بنیاد پر ایک بین الاقوامی تجارتی فنڈ قائم کیا ہے۔

پاکستان میں غیر سودی بنکاری کے نام پر مرابحہ کو مارک اپ کے نام پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا طریق کار یہ ہے کہ بنک کسی فرد کو ایک رقم بطور قرض دے کر کہتے ہیں کہ وہ اس پر مثلاً ۱۸ فیصد مارک اپ لیں گے یا یہ کہ ایک شخص اگر بنک سے ایک لاکھ روپیہ قرض لینا چاہتا ہے تو بنک اس سے کہتا ہے کہ تم اپنی کوئی چیز مثلاً کار بنک کو ایک لاکھ میں فروخت کر دو اور پھر وہی چیز اسی شخص کو ایک زائد قیمت مثلاً سوا لاکھ میں ادھار پر فروخت کر دیتا ہے۔ اس طرح بظاہر تو ایک چیز فروخت کی جارہی ہوتی ہے لیکن درحقیقت ایک لاکھ روپیہ قرض دے کر سوا لاکھ روپیہ وصول کرنا مقصود ہوتا ہے۔ فقہاء نے اسے ناجائز کہا ہے۔ وفاقی شرعی عدالت نے اپنے ۱۹۹۸ء کے تاریخی فیصلہ میں اس کو سودی طریقہ کہا ہے۔

۸۔ بیع مرابحہ کے بارے میں چند اشکال:

البرکہ انٹرنیشنل کے تحت ۱۴۰۳ھ اسلامی اقتصادیات کے موضوع پر کئی سیمینار منعقد ہوئے جن میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چوٹی کے علماء اور دانشوروں نے فتاویٰ کی صورت میں مختلف اشکالات کے جوابات دیے۔

اس سوال کے جواب میں کہ بیع مرابحہ (ادھار منافع پر فروخت) میں ربا کا شبہ پایا جاتا ہے کہا گیا کہ فقہ اسلامی نے بیع مرابحہ کو متفقہ طور پر جائز قرار دیا ہے۔ خواہ یہ نقد ادائیگی پر ہو یا ادھار پر۔ اس سلسلہ میں جو ربا کا شبہ پایا جاتا ہے اس کا اطلاق نہ تو بیع مرابحہ پر ہوتا ہے اور نہ ہی بیع موجل پر۔ مرابحہ پر چیز حاصل کرنے کے بارے میں کویت میں ہونے والی کانفرنس کی تائید سیمینار میں بھی کی گئی جو درج ذیل ہے:

"یہ کانفرنس فیصلہ کرتی ہے کہ بیع مرابحہ کے سلسلہ میں کسی کے واسطہ سے خریداری کا معاہدہ اس صورت میں جائز ہے کہ جب واسطہ اس چیز کو خرید کر اپنے قبضہ میں لے اور پھر اسے خریداری کا آرڈر دینے والے کو فروخت کر دے کیونکہ اس صورت میں اس چیز کے خریدار کے قبضہ سے قبل ضائع ہو جانے اور حسب ضرورت واپسی کی ذمہ داری واسطہ یعنی اسلامی بنک پر عائد ہوتی ہے۔" (پہلا البرکہ سیمینار فتویٰ نمبر ۸)

سوال: کیا بیع مرابحہ میں ادھار خریدی گئی چیز پر گارنٹی (ضمانت) لینا جائز ہے؟

جواب: جس طرح ادھار فروخت پر گارنٹی لینا جائز ہے اسی طرح یہ بھی جائز ہے۔

(پہلا البرکہ سیمینار فتویٰ نمبر ۹)

سوال: مرابحہ کے قرض کی کسی دوسری کرنسی میں ادائیگی کے دن والی قیمت پر ادائیگی؟

جواب: جس بنک مینیجر نے یہ سوال پوچھا ہے اس کے مطابق اس کی صورت یہ ہے کہ بنک غیر ملکی کرنسی کی بنیاد پر معاملہ کرتا ہے اور کھاتہ دار کو مقررہ تاریخ تک وہ اسی کرنسی یا ادائیگی کے دن اس کے برابر مقامی کرنسی میں اسی رقم کی واپسی طے کرتا ہے تو یہ جائز ہوگا۔ شرعی نقطہ نظر سے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ اس کے ذمہ وہ کرنسی یا اس کے برابر کوئی دوسری کرنسی (مقامی) تھی۔ لہٰذا اس نے اس روز غیر ملکی کرنسی کے برابر مقامی کرنسی واپس کر کے ذمہ داری ختم کر لی۔ (چوتھا البرکہ سیمینار فتویٰ نمبر ۵)

سوال: فقہ اسلامی میں اس مرابحہ مدورہ (مروجہ) کے بارے میں کیا رائے ہے جس کی ایک حد مقرر کر دی گئی ہو۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اپنے کھاتہ دار کو بنک خریداری کا ایجنٹ بنائے۔ کہ وہ بنک کے نام پر کوئی چیز خریدے اور پھر اس سے وہی چیز فروخت کرنے کا کہے اور کہے کہ تم اپنی ذمہ داری پر اسے فروخت کرو مگر ایک مقررہ حد سے زیادہ منافع مت لینا؟

جواب: مرابحہ کی پیش کردہ یہ وہ خاص حالت ہے جو ان چھوٹے کاروباری حضرات کو پیش آتی ہے جنہیں بار بار مختلف قسم کی چیزیں خریدنا پڑتی ہیں اور ہر مرتبہ بنک سے رابطہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔

معاملہ کی یہ صورت دراصل ایک ایسے بنک سے متعلقہ ہے جو کسی ایک عامل کو کسی چیز کی خریداری کے لئے اس بنیاد پر ایجنٹ بناتا ہے کہ وہ کل وہی چیز اپنی ذاتی ذمہ داری پر فروخت کر دے گا مگر اس پر وہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منافع ایک طے شدہ حد سے زیادہ نہیں لے گا۔ لہٰذا یہ جائز صورت ہے۔ (یہ اکثریت کی رائے ہے۔)
چھٹا البرکہ سیمینار فتویٰ نمبر ۷)

(ج) بیع موجل (Bai Muajjal)

بیع موجل سے مراد ہے ادھار فروخت یعنی ایسی بیع جس میں قیمت بعد میں ادا کی جائے۔ یہ ادائیگی یکمشت بھی ہوسکتی ہے اور قسطوں میں بھی۔

It is a sale under which the price of the item involved is payable on a defferd basis either in lump sum or in instalments.

(Report of C.1.1 Page 97)

بیع موجل کی شرائط درج ذیل ہیں:

۱۔ شے کی قیمت پہلے سے متعین ہو۔

۲۔ قیمت کی ادائیگی کی تاریخ یا مدت متعین ہو۔

۳۔ یہ بات بھی طے شدہ ہو کہ قیمت یکمشت ادا کی جائے گی یا قسطوں میں۔

۱۔ بیع موجل کے شرعی احکام: بیع موجل کے درست ہونے کے لئے درج ذیل باتوں کا تعین ضروری ہے:

۱۔ فروخت کی جانے والی شے فروخت کنندہ (Seller) کی ملکیت ہو اور اس کے قبضہ میں ہو قبضہ خواہ حقیقی (physical) ہو یا حکمی (Constructive) ہو۔

۲۔ فروخت کنندہ کو اختیار ہے کہ وہ خریدار کی کوئی چیز بطور رہن رکھ لے۔

۳۔ فروخت کنندہ شے یا جائیداد پر منافع کمانے کا حقدار اسی صورت میں ہوگا کہ وہ شے اس کے ضمان (Risk) میں ہو نہ کہ کسی اور کے ضمان میں۔

۴۔ بیع موجل کی تعریف کی رو سے ضروری ہے کہ فروخت کی جانے والی شے کا قبضہ فوری طور پر خریدار کو دے دیا جائے بصورت دیگر بیع درست نہ ہوگی، یعنی قیمت اور شے دونوں مستقبل میں دینا طے پائے تو ایسی بیع موجل درست نہ ہوگی۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی رپورٹ[1] میں بیع موجل کے فقہی اصول کی روشنی میں بنکوں کو سرمایہ کاری کی تجویز پیش کی اور کہا کہ بیع موجل کا طریقہ صنعتی اور زرعی شعبہ کے علاوہ اندرونی اور بیرونی تجارت میں سرمائے کی فوری ضروریات کی فراہمی کے لئے مفید ثابت ہوسکتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق:

---

[1] Report of Council of Islamic Ideology (C. 1.1) on the Elimination of interest from the Economy, June, 1980.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

This system could be of considerable use in financing current input requirements of industry and agriculture as well as in the financing of domestic and import trade.

مثال کے طور پر اگر بازار میں کھاد کی بوری کی قیمت خرید ۵۰ روپے ہو اور بنک سرمائے کے حصول کے خواہشمند کسانوں کو ایک متعین عرصہ کے بعد ادائیگی کی شرط پر ۵۵ روپے فی بوری فروخت کردے۔

اندرونی و بیرونی تجارت کے ضمن میں درج ذیل طریق کار تجویز کیا گیا۔ مثلاً ایک تجارتی فرم کسی ملکی دوکاندار یا صنعت کار سے کوئی چیز خریدنا چاہتی ہے یا بیرون ملک سے درآمد کرنا چاہتی ہے اور اس تجارتی فرم کو اس مقصد کے لئے بنک سے سرمایہ درکار ہے۔ اس سلسلہ میں اسلامی نظریاتی کونسل نے درج ذیل رائے دی ہے:

Instead of discounting a bill or making an advance, the bank under an agreement with the firm concerned may purchase/import the commodity on its own account and sell it to the firm at a price, to be settled in advance, which includes a mark-up over the cost price for a reasonable profit margin for the bank. Payment from the firm would be recievable by the bank after the agreed period.

یعنی بنک متعلقہ فرم کے ساتھ معاہدہ کے تحت وہ چیز اپنے حساب میں خریدے یا درآمد کرے اور متعلقہ فرم کو پہلے سے طے شدہ قیمت، جس میں بنک کا معقول منافع شامل ہو، پر فروخت کرے اور متعلقہ فرم معاہدہ کے مطابق مقررہ وقت پر شے کی قیمت ادا کردے۔

یہ طریقہ اگرچہ شریعت کے مطابق ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ فروخت کی جانے والی "شے" خریدار کے حوالے کئے جانے سے پہلے بنک کے قبضہ میں آئے۔ تاہم فروخت کنندہ (Supplier) کا شے کو بنک کی خاطر علیحدہ کرکے رکھ دینا بھی کافی ہے۔ اور فروخت کنندہ بنک کی طرف سے متعلقہ خریدار کو وہ شے دے دے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی رائے میں یہ طریقہ سادہ بھی ہے اور اس طریقہ میں بنکوں کے لئے نقصانات سے بچ کر منافع حاصل کرنے کا موقع بھی زیادہ ہوتا ہے۔ سوائے اس صورت کے جس میں خریدار دیوالیہ ہوجائے یا رقم ادا نہ کرے۔

اگرچہ بیع موجل کا طریقہ شرعی لحاظ سے سرمایہ کاری کے طریقے کے طور پر اختیار کیا جاسکتا ہے لیکن بلا امتیاز اور ہر جگہ پر اختیار کرلینا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے نتیجے میں سود کے لئے چور دروازہ کھلنے کا امکان ہے لہٰذا ایسی احتیاطی تدابیر اختیار کی جانی چاہئیں کہ یہ طریقہ ناگزیر صورتوں میں ہی استعمال کیا جائے۔ علاوہ ازیں اشیاء کی قیمت خرید پر مارک اپ کا تعین کرنے کے سلسلہ میں بھی بنکوں کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے تاکہ سود کسی دوسری صورت میں اس معاملہ میں داخل نہ ہو جائے۔

اس سلسلہ میں اسلامی نظریاتی کونسل نے تجویز کیا ہے کہ سٹیٹ بنک کو ان ذیلی شعبوں اور اشیاء کا تعین کرنا چاہئے جن کی خرید و فروخت بیع موجل کے طریقہ سے کی جاسکتی ہے۔ علاوہ ازیں بنک کو وقتاً فوقتاً ان اشیاء اور ذیلی شعبوں (Sub-Sectors) کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے اور مختلف اشیاء اور شعبوں میں منافع کی یکساں یا مختلف شرحوں کا تعین کرتے رہنا چاہئے اور ایسے تمام اقدامات کرنے چاہئیں جن کے نتیجہ میں بدعنوانیوں کو روکا جاسکے۔

اس ضمن میں معروف ماہر اسلامی معاشیات محمد اکرم خان کی رائے درج ذیل ہے:[1]

''بیع مرابحہ جسے اسلامی نظریاتی کونسل نے قبول نہیں کیا' بھی اس سے ملتی جلتی بیع ہی ہے' بیع مرابحہ میں خریدار اور فروخت کنندہ کے درمیان لاگت پر ایک متعین شرح منافع طے پاجاتی ہے مذکورہ بالا مثال میں گویا یہ طے پاجاتا ہے کہ بنک اپنی لاگت یعنی ۵۰ روپے فی تھیلا پر ۵ روپے فی تھیلا نفع لے گا۔''

۱۔ دونوں صورتیں ربا سے خالی نہیں ہیں' فقہاء نے جن عملی دشواریوں کے پیش نظر اس قسم کے سودے صرف اجازت کے طور پر روا رکھے ہیں انہیں پورے مالیاتی نظام کی بناء قرار دینے سے یہ فساد پیدا ہوسکتا ہے کہ سود قصبی دروازے سے دوبارہ گھس آئے۔ بیع موجل ہو یا بیع مرابحہ' دونوں ہی صورتوں میں بنک کو اس بات سے آخر کیا چیز روک سکتی ہے کہ وہ اپنا منافع رائج الوقت سود ہی کے برابر طے کرے۔ نام کے فرق سے ربا منافع نہیں ہو جائے گا۔''

۲۔ ''دوسرے یہ کہ اس طرح کے معاملہ میں ایک ادھار سودے میں پیشگی مقررہ رقم منافع کے طور پر لی جارہی ہے جس میں اور سود میں شاید ہی کوئی فرق ہو۔''

۳۔ ''تیسرے یہ کہ اس میں ایک بیع کے اندر دو بیع پائی جاتی ہیں یعنی ایک قیمت رائج الوقت اور دوسری ادھار قیمت' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صراحت سے ایسے سودوں سے منع فرمایا ہے۔''[2]

''جس طرح یہ جائز ہے کہ بائع (Seller) اور مشتری (Buyer) کے درمیان عقد بیع (Contract of Sale) ہو جائے کہ ثمن (Price) کی ادائیگی فی الحال (on the spot) ہو' اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ عقد بیع میں دونوں اپنی رضامندی سے یہ طے کردیں کہ مشتری ثمن کی ادائیگی کچھ عرصہ بعد کرے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ ادائیگی کی میعاد معلوم (Known) و معین (Predetermined) ہو۔ اس کو بیع موجل کہتے ہیں' یعنی ایسی بیع جس میں ادائے ثمن (Payment of Price) کے لئے اجل (Time Period) یعنی میعاد مقرر کی گئی ہو۔''

---

[1] بلاسود بنکاری از محمد اکرم خان مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری' نسبت روڈ' لاہور۔

[2] بیع موجل کے بارے میں مفتی سیاح الدین کاکاخیل کی رائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وضع البیع بثمن حال و ثمن موجل الی اجل معلوم (درمختار)

اور اس کے جواز کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ عدم جواز کی کوئی دلیل شارح (اللہ تعالیٰ) سے منقول نہیں ہے۔ اس لئے اشیاء میں اباحت اصلیہ (اجازت) کے اصول کے مطابق یہ بھی جائز ہے۔ لیکن اس کے ساتھ جواز کے لئے ایک نقلی (حدیث سے) دلیل بھی موجود ہے۔

عن عائشہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشتری طعاما من یھودی الی اجل ورینہ ذرعہ من حدید (ملاحظہ ہو بخاری شریف جلد اول' صفحہ ۷۷ اور مسلم شریف جلد دوم) ''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک یہودی سے کچھ غلہ (۳۰ صاع جو) میعاد پر خریدا اور (اس کے ثمن کے بدلے) لوہے کی زرہ اس کے ہاں رہن رکھ دی تھی۔''

تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے عمل مبارک سے اس کا جواز ثابت ہوا۔ مگر فقہاء کرام نے اس بیع موجل کی حقیقت بتاتے وقت یہ نہیں لکھا کہ بیع موجل میں بائع اور مشتری آپس میں جو ثمن (Price) طے کرتے ہیں وہ اس شے کی اس وقت کی عام بازاری قیمت سے زائد ہوتا ہے' تاکہ بیع موجل کے مفہوم میں یہ صورت بھی داخل ہو جائے اور بیع موجل کے جواز کے حکم کے ساتھ یہ بھی ثابت ہو جائے کہ یہ صورت بھی جائز ہے۔ اب رہی یہ بات کہ اگر ثمن کی زیادتی بائع نے اس لئے طے کی ہے کہ وہ اس کی وصولی کچھ عرصے کے بعد کرے گا اور وہ اپنے ذہن میں ادائے ثمن میں تاخیر کی وجہ سے اضافہ کر رہا ہے اور مشتری اس اضافہ ثمن کو اس لئے قبول کر رہا ہے کہ فی الحال اس کے پاس مال نہیں ہے کہ وہ بازار میں رائج الوقت قیمت پر نقد ثمن دے کر خرید سکے' تو یہ ایک ایسی صورت ہے جس پر علیحدہ بحث کی جاسکتی ہے کہ بیع بالاجل کی صورت میں رائج الوقت بازاری قیمت سے زیادہ ثمن لینا یا دینا شرعی احکام کے مطابق ہے یا نہیں ہے لیکن اتنی بات بہرحال واضح ہے کہ بیع موجل کے مفہوم میں یہ لازماً شامل نہیں ہے اور جب کہا جائے کہ شریعت اسلامی میں بیع موجل بھی جائز ہے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جہاں تاجیل کے ساتھ میعاد کی مناسبت سے ثمن زائد طے ہوا ہو تو وہ بھی لازماً اس حکم جواز میں داخل ہے۔ (حکمت قرآن جنوری ۱۹۹۲ء صفحہ ۱۱۔۲)

مفتی سیاح الدین کاکاخیلؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر کچھ مخصوص حالات میں ادھار پر کسی شے کی فروخت بازاری قیمت سے زائد پر کی جاسکتی ہے تو اس اجازت کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ تاجر طبقہ مستقل طور سے اس کو کاروبار تجارت کا ایک عام طریقہ بنائیں اور سود کے متبادل کے طور پر اس کو بازاروں' منڈیوں اور تجارتی اداروں میں اختیار کیا جائے اور سود کا ایک حیلہ بنایا جائے۔ بلکہ فقہاء کرام کا مطلب صرف یہ تھا کہ اگر کسی خاص موقع پر کسی معقول وجہ سے ادھار کا ثمن بازاری موجودہ قیمت سے بڑھ کر لیا جائے تو اس کی گنجائش اس وجہ سے ہے کہ وہاں اس اضافے کے لئے ایک معقول بنیاد موجود

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ (صفحہ نمبر ۴۵)

''تجارتی سود میں بھی وہ سارے مفاسد و مضرات ہیں جو صرفی سود میں ہیں اور اب اس حقیقت کو سب نے تسلیم کیا ہے کہ سود خواہ ذاتی مصارف کے لئے لی ہوئی رقم پر ہو یا تجارتی کاروبار کی غرض سے لئے ہوئے قرض پر ہو' ہر صورت حرام اور موجب فساد معاشرہ ہے' پس جو خرابیاں اور برے نتائج سودی کاروبار کے ہیں وہ سب کے سب ادھار مہنگا فروخت کرنے کے کاروبار میں بھی ہیں۔ تو یہ اگرچہ ربوا حقیقی نہیں لیکن ربوا حکمی ضرور ہے' اگر ادھار مہنگا خریدنے والا اس چیز کو تاجر سے ذاتی استعمال کے لئے لے رہا ہو' تب بھی بائع ظلم کر رہا ہے کہ محض میعاد کی وجہ سے ثمن میں اضافہ کر کے ایک مجبور شخص کا استحصال کر رہا ہے اور یہ ظلم ہے اور اگر خریدار عام بازاری قیمت سے مہنگا خرید کر آگے فروخت کرتا ہے اور تجارت کر رہا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ اس شخص کو اصل قرار دے کر اس پر منافع لگائے گا' تو صارفین کو وہ چیز مہنگی ملے گی۔ پہلا خریدار سینکڑوں صارفین سے زائد قیمت لے لے کر اس پہلے بائع کو پہنچا دیتا ہے۔ ایک شخص کو تو مالی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور سینکڑوں ہزاروں کو نقصان پہنچ رہا ہے..... جبکہ شریعت ایسے معاملہ کو جس میں خاص شخص کا فائدہ ہو جبکہ اس کا نقصان عام ہو برداشت نہیں کرتی۔'' (حکمت قرآن' جنوری ۱۹۹۲ء' صفحہ ۴۷۔۴۸)

معروف سکالر مولانا محمد طاسین صاحب کی رائے:

بیع موجل کی وہ صورت جس میں ادھار چیز نقد کے مقابلے میں زیادہ قیمت پر بیچی جاتی ہے' اس کی شرعی حیثیت کے بارے میں مولانا محمد طاسین صاحب کا استدلال درج ذیل ہے:

''..... صاف نظر آتا ہے کہ یہ معاملہ اپنی حقیقت و ماہیت' اپنے منشاء و مقصد اور اپنے لازمی اثرات و نتائج کے لحاظ سے ربوالنسیہ جیسا معاملہ ہے۔ وہ اس طرح کہ اس میں ایک شے جس کی قیمت نقد سے بازار میں عام طور پر مثلاً ایک سو روپے ہوتی ہے جبکہ ایک سال کے ادھار پر وہ ایک سو پچاس روپے میں بیچی جاتی ہے تو اس میں پچاس روپے کا جو اضافہ ہوتا ہے وہ دراصل ایک سال کی مدت و مہلت کا معاوضہ ہوتا ہے نیز جس طرح ربوالنسیہ میں مقروض سے قرض کے اصل مال پر زائد لیا جانے والا مال بلا عوض ہوتا ہے اور مقروض کی حق تلفی قرار پاتا ہے' اسی طرح زیر بحث معاملے میں بیچی جانے والی شے کی اصل قیمت پر ادھار کی وجہ سے جو اضافہ ہوتا ہے' بیچنے والے کی طرف سے خریدار کے لئے اس کا کوئی معاوضہ موجود نہیں ہوتا' لہٰذا بیچنے والا جو زائد لیتا ہے خریدار کا حق لیتا ہے اور اس کی حق تلفی کرتا ہے' نیز جس طرح ربوالنسیہ میں قرض دہندہ کا مقصد بغیر کسی دماغی و جسمانی محنت و مشقت کے اور بغیر نقصان برداشت کرنے کی کسی ضمانت کے اپنے سرمائے اور تمول کو بڑھانا ہوتا ہے۔ اسی طرح زیر بحث بیع موجل کے معاملے میں فروخت کنندہ کا مقصد بغیر کسی پیدا آور محنت اور عملی جدوجہد کے اور بغیر نقصان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

برداشت کرنے کی کسی ذمہ داری کے نفع کمانا اور اپنے سرمائے کو بڑھانا ہوتا ہے' پھر جس طرح ربوالنسیہ کے رواج سے معاشرے میں معاشی عدم توازن اور غیر فطری نشیب و فراز رونما ہوتا ہے اور ملکی دولت چند اغنیاء اور سرمایہ داروں کے درمیان سمٹ کر رہ جاتی ہے اسی طرح زیر بحث معاملہ کے بھی عام رواج سے معاشرے میں ویسی ہی معاشی حالت پیدا ہوتی ہے۔ غرضیکہ وہ تمام اخلاقی' معاشرتی اور معاشی برائیاں جو ربوالنسیہ کے عملی رواج سے ظہور میں آتی اور معاشرے کے توازن کو بگاڑتی ہیں اور جن کی وجہ سی اسلام نے ربوالنسیہ کو قطعی طور پر حرام اور ممنوع ٹھہرایا ہے وہ سب زیر بحث بیع موجل کے معاملے سے بھی لازماً ظہور میں آتی ہیں لہٰذا اصول قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس معاملے کا بھی وہی حکم ہونا چاہئے جو معاملہ ربوالنسیہ کا ہے یعنی حرام' کیونکہ بنیادی طور پر ان کے درمیان کوئی فرق نہیں۔"

(ماہنامہ حکمت قرآن لاہور' جنوری ۱۹۹۲ء)

متذکرہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جہاں تک بیع موجل کا تعلق ہے شریعت اسلامیہ میں اس کا جواز ملتا ہے البتہ اس بات پر اختلاف رائے موجود ہی کہ شے کی نقد قیمت سے ادھار کی قیمت زیادہ لینا درست ہے یا نہیں۔

(د) اجارہ (Ijara یا Leasing)

اجارہ کے لغوی معنی ہیں اجرت و مزدوری۔ یہ لفظ اجارہ پر دینے کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جبکہ فقہ کی اصطلاح میں کسی معلوم شے سے معینہ منافع حاصل کرنے کو اجارہ کہا جاتا ہے۔

لغت میں ایجاد سے مراد کرایہ پر دینا' استیجار: کرایہ پر لینا۔ آجر وہ شخص جس نے کوئی چیز اجارہ کی ہو۔ جبکہ مستاجر وہ شخص ہے جو کوئی چیز اجارہ پر کسی سے لیتا ہے۔ مستاجر وہ شے جو اجارہ کی جائے اسے ماجور بھی کہتے ہیں۔ اجیر (مزدور) وہ شخص ہے' جس نے اپنی ذات کو اجرت کے بدلے میں اجارہ کیا ہو۔

ا۔ اجارہ کے قواعد وضوابط (Rules and Regulations)

ا۔ اجارہ کا معاملہ کرنے کا مقصد اس چیز سے نفع حاصل کرنا ہے۔

۲۔ معاملہ کی نوعیت کی اعتبار سے اجارہ کی دو اقسام ہیں:

(الف) شے سے نفع حاصل کرنا۔

(ب) فرد کی خدمت یا عمل سے نفع حاصل کرنا۔

(الف) اس معاملہ میں جس شے سے نفع حاصل کیا جاتا ہے اسے عین ماجور کہا جاتا ہے جبکہ نفع حاصل کرنے والے کو عین مستاجر کہا جاتا ہے۔

اس معاملہ کی تین صورتیں ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(i) جائیداد اور غیر منقولہ اراضی اور مکانات کا اجارہ۔

(ii) سامان مثلاً لباس، برتنوں وغیرہ کا اجارہ۔

(iii) جانوروں کا اجارہ (یا کسی دوسری قسم کی سواری گاڑی وغیرہ)

(ب) فرد کی خدمت یا عمل سے نفع حاصل کرنا۔

اس صورت میں عمل کرنے والے فرد (محنت کار) کو اجیر کہا جاتا ہے۔ مثلاً خادم کا گھر یا دکان وغیرہ میں کام کرنا یا کاریگروں کا اپنے کاروبار یا صنعت کاروں کے ساتھ کام کرنا۔ مثلاً درزی سے کپڑے سینے کا معاملہ اجارہ ہے لیکن اسے اجارہ عمل کہیں گے اجارہ شے نہیں۔

اجیر (محنت کار) کی اقسام: اجیر کی دو اقسام ہیں: (الف) اجیر خاص (ب) اجیر مشترک۔

(الف) اجیر خاص: اس سے مراد وہ شخص ہے جس سے مستاجر نے اس بات کا معاملہ کیا کہ وہ اس کے لئے کام کرے گا جیسے نوکر یا خادم۔

(ب) اجیر مشترک: کسی ایک شخص کے لئے کام کرنے کا پابند نہیں ہوتا۔ جیسے سٹیشن پر قلی، دلال، درزی، گھڑی ساز، ٹیکسی ڈرائیور، ملاح وغیرہ۔ لیکن ان میں سے کسی کو ایک خاص مدت یا خاص مقام کے لیے پابند کیا گیا ہو تو وہ اس دوران کسی اور کے لئے کام نہیں کر سکتا۔

۳۔ اجیر مشترک صرف اسی صورت میں اجرت کا مستحق ہوگا جبکہ وہ مقررہ کام سرانجام دے دے۔

۴۔ جبکہ اجیر خاص اگر مقررہ وقت اور مدت اجارہ میں کام کے لئے حاضر ہو گیا تو وہ اجرت کا مستحق ہوگا۔ اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ کام کرے۔ البتہ وہ خود کام سے گریز نہیں کر سکتا۔ اس صورت میں وہ اجرت کا مستحق نہیں ہوگا۔

۵۔ معاملہ اجارہ (یا کرایہ) میں ایک شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ اس شے سے پورا پورا فائدہ حاصل کرے، اسی طرح اسے یہ حق بھی حاصل ہے کہ کم فائدہ حاصل کرے لیکن وہ مقررہ فائدہ سے زائد کا حقدار نہیں ہے۔ مثلاً ایک عمارت عطر سازی اور عطر فروشی کے لئے کرایہ پر حاصل کی جائے اور اس میں لوہے کا کارخانہ قائم کر دیا جائے یہ درست نہ ہوگا۔

۶۔ کوئی ایسی بات جس سے شے کو استعمال کرنے والوں کے اختلاف سے صورت حاصل کے بدلنے کا اندیشہ ہو ایسی بات نہ کی جائے مثلاً کسی شخص نے سواری کے لئے جانور کرایہ پر لیا تو اسے یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی دوسرے کو اس جانور پر سوار ہونے کی اجازت دے۔

۷۔ البتہ ایسی صورت میں جبکہ چیز کے استعمال کرنے والوں کے مختلف ہو جانے سے صورت حال میں تبدیلی کا اندیشہ نہ ہو اس صورت میں درج بالا (شق نمبر ۶) پابندی لغو ہوگی۔ مثلاً ایک شخص نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مکان کرایہ پر لیا تو اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی دوسری کو اس میں رہنے دے۔

۸۔ اگر کسی مشترک گھر میں کسی کا حصہ ہو اور وہ علیحدہ کیا ہوا نہ ہو تو اسے حق حاصل ہے کہ اپنے شریک دار کو اپنا حصہ اجارہ پر دے دے خواہ اس کا حصہ قابل علیحدگی ہو یا نہ ہو۔ لیکن وہ کسی غیر شریک دار کو اپنا حصہ اجارہ یا کرایہ پر نہیں دے سکتا۔ البتہ اگر سب شریک باری باری اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں تو اس صورت میں وہ اپنی باری کی مدت کے لئے کرایہ پر دینے کا حقدار ہے۔

۹۔ کسی مشترک جائیداد میں حصہ کا غیر متعین ہونا معاملہ اجارہ کو فاسد نہیں کرتا۔ مثلاً کسی نے ایک مکان اجارہ پر دیا اور بعد میں معلوم ہوا کہ اس مکان میں کوئی دوسرا شخص نصف کا حصہ دار ہے تو اجارہ کئے ہوئے نصف حصہ کی حد تک معاملہ جاری رکھا جاسکتا ہے۔

۱۰۔ شریک داروں کو مال مشترک کے ایک ساتھ ہی اجارہ یا کرایہ پر دینے کا اختیار حاصل ہے۔

۲۔ اجرت کے مسائل

۱۔ معاملہ بیع کی طرح اجارہ (کرایہ) کے معاملہ میں بھی ایجاب وقبول ضروری ہے۔

۲۔ اجارہ میں ایجاب وقبول کے لئے اجارہ پر دیا' کرایہ پر دیا' کرایہ پر لیا' اجارہ پر لیا یا قبول کیا' کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ جبکہ کرایہ پر دے دوں گا وغیرہ قسم کے الفاظ درست نہیں ہیں۔ اس کے لئے صیغہ ماضی کا استعمال ضروری ہے۔

۳۔ اجارہ و کرایہ کا معاملہ زبان سے الفاظ کی ادائیگی کے علاوہ تحریر کے ذریعے یا کسی گونگے شخص کی طرف سے اشارہ کے ساتھ بھی منعقد ہوسکتا ہے۔

۴۔ معاملہ کرایہ و اجارہ عام رواج کے ذریعے بھی ہوسکتا ہے مثلاً مسافر بردار جہاز یا کشتی پر سوار ہونا یا کرایہ کے جانور یا سواری پر سوار ہوجانا۔ اس صورت میں کرایہ معلوم ہو تو وہی کرایہ ادا کیا جائے گا۔

۵۔ اجارہ میں خاموشی (سکوت) قبولیت اور رضامندی کے برابر ہے۔ مثلاً ایک شخص نے پانچ صد روپیہ ماہوار پر ایک دکان کرایہ پر لی' ایک مدت خاص کے بعد مالک دکان آیا اور کہا کہ چھ صد روپیہ ماہوار ادا کرنے پر راضی ہو تو رہو ورنہ دکان چھوڑ دو۔ اگر کرایہ دار نے رد کردیا اور دکان میں رہا تو کرایہ پانچ صد ہی واجب الادا ہوگا۔ اگر خاموشی اختیار کی اور دکان پر قابض رہا تو چھ صد کرایہ واجب الادا ہوگا۔

۶۔ اجارہ کے معاملہ میں دونوں فریق کی اہلیت یعنی ان کا عاقل و صاحب تمیز ہونا شرط ہے۔

۷۔ ایجاب وقبول میں موافقت اور ایک ہی مجلس میں ہونا اجارہ میں بھی اسی طرح شرط ہے جس طرح خرید وفروخت (بیع) کے معاملہ میں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۸۔ لازم ہے کہ اجارہ دینے والا خود جائیداد اجارہ کا مالک ہو یا اس کا وکیل یا ولی یا وصی ہو۔

۹۔ کسی غیر شخص (اصطلاح میں اس کا نام فضولی ہے (Guardian) کا کیا ہوا معاملہ اجارہ اصل مالک کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ اگر مالک بچہ ہو تو ولی' اور مجنون ہو تو وصی کی اجازت ضروری ہے' بشرطیکہ معاملہ اجرت مثل (مروجہ اجرت) پر کیا گیا ہو۔

۱۰۔ معاملہ اجارہ کے صحیح ہونے کا دارومدار چار چیزوں پر ہے:

۱۔ آجر' ۲۔ مستاجر' ۳۔ ماجور (وہ شے جو اجارہ کی جائے) ۴۔ بدل اجارہ (اگر کوئی مال ہو یعنی محنت' قوت وغیرہ نہ ہو۔)

۱۱۔ اگر بدل اجارہ یعنی معاوضہ نقد نہ ہو بلکہ سامان ہو یا ناپی جانے والی' تولی جانے والی یا گنی جانے والی کوئی چیز ہو تو اس کی مقدار کا مقرر کر دینا اور اس کی صفات کا بیان کر دینا ضروری ہے۔

۱۲۔ معاملہ اجارہ میں اجرت صرف معاملہ کے طے ہونے سے لازمی نہیں ہو جاتی یعنی یہ لازمی نہیں ہے کہ معاملہ ہوتے ہی بدل اجارہ (اجرت) آجر کے حوالہ کر دیا جائے۔

۱۳۔ معاملہ اجارہ میں اجرت فوراً لازم ہو جاتی ہے یعنی اگر مستاجر نے آجر کو اجرت حوالہ کی تو اس نے آجر کو مالک بنا دیا' اب مستاجر کو یہ حق نہیں رہا کہ آجر سے اجرت واپس لے۔

۱۴۔ معاملہ اجارہ میں اجرت بشرطی تعجیل (Advance) لازمی ہوتی ہے یعنی اگر کسی نے یہ شرط کر لی ہے کہ اجارہ کا بدل نقد ادا کیا جائے گا تو مستاجر پر لازم ہوگا کہ بدل اجارہ (اجرت) فوراً سپرد کر دے۔

۱۵۔ اجارہ کی اجرت پورا نفع حاصل کر لینے پر لازم آتی ہے۔ مثلاً کسی نے ایک خاص مقام تک سواری کے لیے ایک جانور کرایہ پر لیا تو اجرت اسی وقت واجب الادا ہوگی جبکہ اس مقام تک پہنچ جائے۔

۱۶۔ اگر مستاجر کو یہ قدرت حاصل ہو کہ اجارہ شدہ چیز سے استفادہ کر سکے تو اجرت واجب الادا ہو جائے گی۔ مثلاً کسی نے ایک مکان کرایہ پر لیا' مکان پر قبضہ مل جانے کے بعد کرایہ دار اس میں رہے یا نہ رہے' کرایہ واجب الادا ہوگا۔

۱۷۔ اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کی کسی چیز سے بغیر کوئی معاملہ کئے استفادہ کیا' تو اگر وہ چیز تھی ہی کرایہ پر دی جانے والی مثلاً ٹیکسی تو استفادہ کرنے والے پر اجرت مثل (مروج) واجب الادا ہوگی۔ اگر وہ چیز کرایہ پر دینے کے لیے نہ تھی تو اجرت واجب نہ ہوگی۔

۱۸۔ اجرت کی فوری ادائیگی یا مہلت کے بعد ادائیگی کے سلسلہ میں فریقین نے جو شرط بھی طے کر لی ہوگی' اس کا اعتبار ہوگا اور اس کا لحاظ کیا جائے گا۔

۱۹۔ اگر اجرت کی ادائیگی مشروط ہو' مثلاً تنخواہ ماہانہ یا سالانہ تو مدت مقررہ کے ختم ہونے پر اجرت کی ادائیگی ضروری ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ اجیر کو وصولی اجرت تک مال روکنے کا حق کن صورتوں میں حاصل ہے اور کن صورتوں میں حاصل نہیں ہے:

۱۔ اگر کام کی نوعیت ایسی ہو کہ اجیر کا کام کسی مال پر اثر انداز ہو۔ مثلاً درزی' رنگریز' دھوبی تو ایسی صورت میں اجیر کو یہ حق حاصل ہے کہ اجرت وصول کرنے کے لیے اس چیز کو اپنے قبضہ میں روک رکھے۔ اگر اجیر نے اس طرح کسی مال کو روک رکھا ہو اور وہ مال تلف ہو جائے تو اجیر پر ضمان (ڈنڈ) لازم نہیں ہوگا۔ اور نہ وہ مستاجر سے اجرت پانے کا مستحق ہوگا۔

۲۔ اگر کام کی نوعیت ایسی ہو کہ اجیر کے عمل کا اثر مال پر نہ پڑے مثلاً قلی' ملاح وغیرہ تو اجیر کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ اجرت کی وصولی کے لیے مال کو روکے رکھے۔ اگر اجیر نے مال کو روکا اور وہ اس کے قبضہ میں تلف ہوگیا تو اس پر ضمان (ڈنڈ) واجب ہوگا اور صاحب مال کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ ڈنڈ میں لیا ہوا مال قلی کی خدمت کے ساتھ لے اور قلی کی اجرت ادا کرے یا مال بغیر قلی کی خدمت کے وصول کرے اور اسکی اجرت ادا نہ کرے۔

۴۔ معاملہ اجارہ کے صحیح ہونے کی شرائط:

۱۔ معاملہ اجارہ کے صحیح ہونے کے لیے فریقین کی رضامندی شرط ہے۔

۲۔ جو چیز اجارہ پر دی جائے اس کا متعین ہونا ضروری ہے۔

۳۔ اجرت (یا رقم کرایہ) کا معلوم ہونا ضروری ہے۔

۴۔ جو چیز کرایہ یا اجارہ پر دی جائے اس کا فائدہ اس طرح معلوم ہو کہ کسی قسم کا نزاع پیدا نہ ہو۔

۵۔ جانور (گاڑی) کو کرایہ پر دینے میں مقصد کا تعین ضروری ہے۔ مثلاً سواری کے لیے' بار برداری کے لیے' فاصلہ کا تعین اور مدت کا تعین وغیرہ۔ اسی طرح اراضی کے معاملہ میں بھی۔ اگر زراعت کے لیے اجارہ ہے تو یہ معلوم ہو کہ کس چیز کی کاشت کی جائے گی یا مستاجر کو حق ہوگا کہ وہ جو چاہے کاشت کرے۔

۶۔ اسی طرح اجارہ عمل میں کاریگر سے معاملہ اجرت کرتے وقت عمل کا تعین اور عمل کی کیفیت کا بیان ضروری ہے' مثلاً رنگریز کے ساتھ معاملہ میں کپڑا دکھا دینا' رنگ کا بیان کر دینا اور وقت کا تعین کرنا ضروری ہے۔

۷۔ نقل وحمل کے معاملہ اجارہ میں وزن کی مقدار وحجم' منزل مقصود کا تعین و بیان ضروری ہے۔

۵۔ معاملہ اجارہ کا فاسد و باطل ہونا:

۱۔ اگر شرائط اجارہ میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو معاملہ باطل ہوگا۔ مثلاً: مجنوں (فاتر العقل) نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یا ایک بچے نے (جسے تمیز کی قوت نہیں) معاملہ کیا تو معاملہ باطل ہوگا۔ لیکن معاملہ کرنے کے بعد پاگل ہوگیا تو معاملہ فسخ نہیں ہوگا۔

۲۔ اجارہ باطلہ میں استعمال کی وجہ سے اجرت واجب الادا نہیں ہوگی۔ البتہ اگر مال وقف ہو یا مال یتیم تو اجرت مثل (مروجہ اجرت) لازم آئے گی۔ اس سلسلہ میں مجنون (پاگل) کا حکم بھی یتیم کے برابر ہے۔

۳۔ اگر اجارہ کے معاملہ کے انعقاد کی شرائط تو پوری ہو رہی ہوں' لیکن معاملہ اجارہ کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو تو اجارہ فاسد ہوگا۔

۴۔ اجارہ فاسد (مندرجہ بالا معاملہ) نافذ ہوگا' لیکن آجر اس میں اجرت مثل (مروجہ اجرت) کا مالک ہوگا۔ معینہ (یعنی بیان کردہ) اجرت کا مالک نہ ہوگا۔

۶۔ اجارہ کی مدت:

۱۔ کسی شخص کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنا مال کسی شخص کو ایک مقررہ مدت کے لیے اجارہ (کرایہ) پر دے' خواہ یہ مدت قلیل ہو جیسے ایک دن یا طویل ہو جیسے ایک سال۔

۲۔ اجارہ یا کرایہ کی مدت اس وقت شروع ہوگی جو معاملہ کرتے وقت بیان کر دی جائے۔

۳۔ اگر معاملہ کے وقت مدت کا ذکر نہ کیا گیا ہو تو مدت معاملہ کے وقت سے شمار ہوگی۔

۴۔ کسی جائیداد کو ایک سال کے لیے کرایہ پر دینا اس تصریح کے ساتھ کہ ہر ماہ اتنی رقم کرایہ کی ہوگی' صحیح ہے' بالکل اسی طرح یہ بھی صحیح ہے کہ پورے سال کی مجموعی رقم بتا دی جائے اور ہر ماہ کا کرایہ نہ بتایا جائے۔ ماہانہ کرایہ کی صورت میں' مہینہ خواہ ۲۸' ۲۹ دن کا ہو یا ۳۰' ۳۱ دن کا کرایہ برابر ہوگا۔

۵۔ اگر کسی نے مزدور سے یہ معاملہ کیا کہ ایک دن کام کرے تو طلوع آفتاب سے عصر یا مغرب کے وقت تک کام کرے گا۔ اس سلسلہ میں جو طریقہ اس مقام پر رائج ہوگا اس کی پابندی کی جائے گی۔

۷۔ کرایہ

اسلامی نظریہ مملکت کے مطابق ایک شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی ملکیتی اشیاء سے نفع حاصل کر سکتا ہے' حصول نفع کا ایک جائز ذریعہ اس شے کو کرایہ پر دینا ہے۔ کرایہ پر صرف وہی چیزیں دی جا سکتی ہیں جو صرف (Consume) نہ کی جاتی ہوں بلکہ استعمال (Use) کی جاتی ہوں' مثلاً زمین' مکان' مشین' فرنیچر' برتن اور دوسری دیرپا اشیائے صرف اور جانور وغیرہ (بدائع الصنائع جلد ۴' صفحہ ۱۷۳) استعمال کی جانے والی چیز صرف کی جانے والی چیز کے بالمقابل خود برقرار رہتی ہے اور ایک عرصہ تک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

استعمال کرنے والے کو چند فوائد منتقل کرسکتی ہے جبکہ صرف کی جانے والی اشیاء فائدہ اٹھانے کے عمل میں اپنا وجود کھو بیٹھتی ہیں۔ مثلاً کھانے پینے کی اشیاء روٹی' چمڑا وغیرہ۔ کرایہ پر دی جانے والی اشیاء دوران استعمال گھستی (Depreciate) اور پرانی ہو جاتی ہیں۔

کرایہ: اسلامی قانون میں کرایہ کسی چیز کے استعمال کے فائدوں کی "قیمت" کو کہتے ہیں۔ کرایہ پر دی جانے والی شے کی ملکیت مالک کی رہتی ہے' جبکہ اس کے استعمال کے فوائد کرایہ پر لینے والے کی ملکیت بن جاتے ہیں۔ علامہ ابن مسعود کاسانیؒ کرایہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اجارہ کے معنی ۔۔ اجارہ لغوی اعتبار سے فائدہ (منفعت) کی بیع کا نام ہے' اسی لیے اہل مدینہ اسے بیع کہتے ہیں اور مراد لیتے ہیں فائدہ کی بیع۔ اسی وجہ سے اس معاملہ میں عوض کو "اجرت" کہا گیا ہے اور اجرت کے لغوی معنی ہیں فائدہ کا معاوضہ۔"

علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں: "..... درہم و دینار یا ان کی دھات کا کرایہ پر لین دین جائز نہیں ہے' نہ پیتل اور سیسہ کا اجارہ درست ہے۔ اسی طرح ان تمام چیزوں کا کرایہ پر لین دین غلط ہے جو (عام طور پر) ناپی یا تولی جاتی ہیں' کیونکہ ان سے انتفاع اسی وقت ممکن ہے جب خود ان چیزوں کا استہلاک (اشاء کا اپنا وجود ختم ہو جانا) عمل میں لایا جائے جبکہ اجارہ کے تحت آنے والی چیز فائدہ ہے نہ کہ اصل شے۔

اوپر کی اس عبارت سے یہ بات واضح ہے کہ نقد سرمایہ (روپیہ وغیرہ) کو کرایہ پر نہیں دیا جاسکتا کیونکہ نقد سرمایہ کو خرچ کیے بغیر اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ سرمایہ خود باقی رہتے ہوئے اپنی فوائد استعمال منتقل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔[1]

(ضروری نوٹ: نقد سرمایہ کے "فوائد استعمال" کو بنیاد بنانے والے نظریہ سود پر تفصیلی تنقید کے لیے بام بادرک کی کتاب "Capital and Interest" کا مطالعہ مفید ہوگا۔)

کرایہ پر صرف وہی اشیاء دی جاسکتی ہیں جن سے فوائد استعمال کا حصول یقینی ہو' بصورت دیگر اسلام کرایہ پر معاملہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ مثلاً بنجر یا ناقابل کاشت زمین زرعی الغراض کی لیے کرایہ پر نہیں دی جاسکتی۔ اگر کرایہ پر دی جانے والی شے مرمت طلب ہو تو اس کی مرمت کی ذمہ داری مالک پر ہے نہ کہ کرایہ دار پر۔ اسی طرح کرایہ پر دی جانے والی شے اگر ضائع ہو جائے یا کسی آفت یا حادثہ کی وجہ سے اسے نقصان پہنچے تو اس کا نقصان مالک پر ہوگا۔ البتہ اگر نقصان کرایہ دار کی بے تدبیری' غلط استعمال' دانستہ لاپروائی کی وجہ سے ہو تو کرایہ دار ذمہ دار ہوگا۔ (بحوالہ بدائع الصنائع' جلد ۴' ص ۱۷۳ اور ہدایۃ المجتہد' جلد دوم ص ۱۱۹ وغیرہ)

کرایہ کی آمدنی مالک کے لیے اسی طرح ایک جائز آمدنی ہے جس طرح گندم وغیرہ کی فروخت

---

[1] لگان کے بارے میں فقہاء کا نقطہ نظر صفحہ نمبر 215 تا 221 پر ملاحظہ کریں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے حاصل ہونے والی آمدنی' چونکہ کرایہ پر دی جانے والی اشیاء استعمال کے ساتھ بوسیدہ ہو جاتی ہیں اس لیے کرایہ کی رقم کے ایک حصہ کو اخراجات فرسودگی (Depreciation Allowance) سمجھنا چاہئے۔ کرایہ کے استحقاق اور لاگت سے زیادہ کرایہ لینے کے جواز پر یہ بات بھی دلیل ہے کہ نقصان کی ذمہ داری اور کرایہ پر دی جانے والی چیز سے متعلق ''ضمان'' تمام تر مالک اٹھاتا ہے۔

۸۔ زرعی زمینوں کا کرایہ (لگان): زمین کے مالک کے لیے زرعی زمین کے کرایہ کا حقدار ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ زمین قابل کاشت ہو اور کاشت کار کے لیے اس کی اس صلاحیت سے فائدہ اٹھانا ناممکن نہ ہو جائے۔ زرعی زمین کا کرایہ زمین کی اس پیداواری قوت کا معاوضہ ہے جس سے مالک کرایہ دار کے حق میں دست بردار ہوتا ہے۔

۹۔ اجارہ (کرایہ) اور اسلامی بنکاری میں اس کا استعمال:

اسلامی بنکاری میں ایجار یا اجارہ یا پٹے داری (Leasing) کو سرمایہ کاری کے ایک طریقہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی مثال درج ذیل ہے:

ایک صنعتکار کو کسی صنعتی پروجیکٹ کے لیے کچھ آلات یا مشینری کی ضرورت ہے' وہ شخص بنک سے رجوع کرتا ہے' بنک اس شخص کے لیے وہ آلات یا مشینری خرید کر اسے ایجار یا پٹے داری پر دے دیتا ہے۔ پٹے داری کی مدت کم از کم تین ماہ اور زیادہ سے زیادہ پانچ سال مقرر کی جاتی ہے' اس معاہدہ پٹے داری میں فریقین کی رضامندی سے کرایہ کی ادائیگی کا ایک جدول (Schedule) تیار کر لیا جاتا ہے' جس میں مدت معاہدہ اور بنک کی سرمایہ کاری کی رقم کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ بنک کو اس کا اختیار ہوتا ہے کہ دوسرے پٹہ داروں کو بھی پٹہ داری میں شرکت کے لئے مدعو کر سکے' اس کی ضرورت ان صورتوں میں پیش آتی ہے جب بہت بڑی رقم کی سرمایہ کاری مطلوب ہو۔ مثلاً ایک اسلامی بنک بحری جہاز خرید کر کسی کمپنی کو پٹے داری پر دینا چاہتا ہے جس کی لئے کئی ملین ڈالر کی سرمایہ کاری درکاری ہوتی ہے۔ اس پروجیکٹ میں اسلامی بنک کئی سرمایہ کاروں کو شامل کر سکتا ہے اور تمام حصہ دار کرایہ کی آمدنی سے ہونے والے منافع میں شریک ہو سکتے ہیں۔ بنک کسی حصہ دار کے حصص دوبارہ خریدنے کے حقوق محفوظ رکھ سکتا ہے۔

ملائشیا کا ''بنک اسلام'' اور چند اور اسلامی بنک پٹہ داری کا طریقہ سرمایہ کاری کے لئے استعمال کرتے ہیں' پاکستان میں سٹیٹ بنک آف پاکستان نے پٹے داری کی اجازت دی ہے اور تجارتی بنکوں کو ہدایت دی ہے کہ وہ زرعی مقاصد کے لئے ٹیوب ویل' ٹریکٹر' ماہی گیری کی کشتیاں' ٹرانسپورٹ کی مشینری اور شمسی توانائی کی مشینری وغیرہ پٹے داری پر دے سکتے ہیں۔

اسلامی بنک اجارہ یا پٹے داری کی دو اقسام کو استعمال کرتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔ اجارہ واقتناع (Lease Purchase Scheme or (Ijara-wa-Iktina)

۲۔ خریداری بالاقساط سکیم Hire Purchase Scheme

۱۔ اجارہ و اقتناع: اجارہ کی اس قسم میں ایک اثاثہ کسی کرایہ دار کو پٹے داری پر دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی کرایہ دار کو یہ سہولت دی جاتی ہے کہ اگر وہ چاہے تو اس اثاثے کو طے شدہ قیمت پر خرید لے۔

البرکہ انوسٹمنٹ کمپنی اس طریقہ سے زیادہ سرمایہ والی اشیاء مثلاً بڑی عمارتوں' صنعتی مشینری اور بھاری انجینئرنگ مشینری کے لئے سرمایہ فراہم کرتی ہے۔ سرمایہ کاروں کو کرایہ کی رقم میں سے ماہانہ قسطیں دی جاتی ہیں۔ پٹے داری کی مدت ختم ہونے پر کرایہ دار اثاثے کو خرید لیتا ہے۔

''بنک اسلام'' ملائشیا بھی اس طریقہ کو تھوڑے فرق کے ساتھ استعمال کرتا ہے۔ پٹے داری کے معاہدہ میں یہ شق شامل کی جاتی ہے کہ پٹے داری کی مدت کے اختتام پر کرایہ دار طے شدہ قیمت پر اثاثہ خریدے گا اور کرایہ کی رقم' جو اس مدت کے دوران ادا کی گئی' قیمت کا ایک حصہ تصور ہوگی۔

ایران کے اسلامی بنک بھی مشینری' آلات اور منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کاروباری اداروں کو کرایہ پر دیتے ہیں۔ پٹے داری کی مدت اثاثے کی مفید مدت حیات (Useful Life) سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ جس کا تعین ایران کا مرکزی بنک کرتا ہے' اس طرح ۱۹۸۳ء کے قانون کے تحت وزارت تعمیر مکانات و شہری ترقی کے تعاون سے کم لاگت والے مکانات تعمیر کر کے اجارہ و اقتناع کی بنیاد پر عوام کو فروخت کرتے ہیں۔

۲۔ خریداری بالاقساط سکیم (Hire-Purchase Scheme) یہ طریقہ بھی اجارہ واقتناع کے اصولوں پر مبنی ہے۔ اس سکیم کے تحت جب کوئی شخص بنک سے سرمایہ کاری کی درخواست کرتا ہے تو اس کے نام خریداری بالاقساط کا ایک کھاتہ کھولا جاتا ہے۔ اثاثے کی قیمت اور کرایہ کی رقم اس میں درج کی جاتی ہے۔ کرایہ دار کی اقساط کے دو واضح حصے ہوتے ہیں۔ اول' کرایہ کی طے شدہ رقم' دوم' منافع کا ایک جز۔ تمام اقساط کی ادائیگی تک اثاثہ بنک کی ملکیت رہتا ہے۔ مکمل ادائیگی کے بعد ملکیت کرایہ دار کو منتقل ہو جاتی ہے۔ اقساط اس طرح طے کی جاتی ہیں کہ اثاثہ کی پوری قیمت اس کی مفید مدت حیات (Useful Life) کے اندر ہی ادا ہو جائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

۱۔ بلاسود بنکاری' محمد اکرم خان' مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری' نسبت روڈ' لاہور۔

۲۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ' محمد علی الجزیری' علماء اکیڈمی' محکمہ اوقاف پنجاب' لاہور۔

۳۔ حرمت ربا اور غیر سودی مالیاتی نظام' ڈاکٹر محمود احمد غازی' انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز' اسلام آباد

۴۔ حکمت قرآن' لاہور' شمارہ جنوری ۱۹۹۲ء

۵۔ ماہنامہ حکمت قرآن لاہور' شمارہ نمبر ۷۔۸ جلد نمبر ۱' جولائی اگست ۱۹۹۲ء۔

۶۔ جدید اقتصادی مسائل: شریعت کی نظر میں' البرکہ سیمینار' انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز' اسلام آباد

7- Report of Council of Islamic Ideology (C.I.I.) on the Eliminationof Interest fromthe Economy, June, 1980.

8- Islamic Banking: Conceptual Framework and Practical Operations, Abdur Rahim Hamdani, Institute of Policy Studies, Islamabad.

*****

***

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حصہ پنجم

تقسیم دولت : اسلامی معیشت میں

باب ۹ اسلام اور تقسیم دولت (۱)

* گردش دولت پر قرآن کا پُرزور استدلال
* زمین کا لگان
* منافع
* اجرت
* محنت کی عظمت

باب ۱۰ اسلام اور تقسیم دولت (۲)

* ارتکاز دولت کے خاتمہ کے لیے اقدامات
* قانونی اقدامات
* اختیاری اقدامات
* ارتکاز دولت کے خاتمہ کے لیے اسلامی ریاست کے مزید اقدامات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۹

اسلام اور تقسیم دولت (۱)

(Islam and Distribution of Wealth)

مفہوم: قومی آمدنی مختلف عاملین پیدائش کی مشترکہ مساعی سے وجود میں آتی ہے اور یہی قومی آمدنی ان عوامل کے درمیان ان کے معاوضوں کی شکل میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ اس اعتبار سے اگرچہ پیدائش دولت کا عمل معاشی فروغ اور ترقی کے لئے بنیادی اہمیت رکھتا ہے تاہم معیشت کے پائیدار استحکام اور افراد معاشرہ کی حقیقی خوشحالی کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ پیدا شدہ دولت کی تقسیم اس انداز میں ہو کہ وسائل چند ہاتھوں میں مرکوز ہو کر نہ رہ جائیں اور معاشرہ کا ہر فرد بلا استثنیٰ معقول معیار پر باوقار طریقہ سے اپنی ضروریات زندگی پوری کر سکے۔ اس مقصد کے لئے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ عاملین پیدائش کے معاوضوں کے تعین کے لئے منصفانہ اصول وضع کئے جائیں تاکہ ہر عامل کو ٹھیک ٹھیک طریقہ پر اپنی معاشی جدوجہد کا صلہ مل جائے اور وہ خوشدلی کے ساتھ معاشی عمل کو رواں رکھنے میں اپنا کردار ادا کرتا رہے۔ تاہم اس معاملہ میں بالخصوص جس معیشت میں نجی ملکیت کے ادارہ کو تسلیم کیا گیا ہو اس بات کا امکان موجود رہتا ہے کہ جائز اور حلال حدود کے اندر بھی عاملین پیدائش کے معاوضوں میں فرق باقی رہے اور دولت کا بہاؤ کسی ایک طرف ضرورت سے زیادہ ہو جائے۔

اسلامی نظام معیشت میں تقسیم دولت کے مسئلہ کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ پوری معیشت کی بنیاد ہی اس شعبہ کو مستحکم اور عادلانہ بنانے پر رکھی گئی ہے۔ اس مقصد کے لئے عاملین پیدائش کے معاوضوں کے تعین کے فطری اصولوں یعنی ان کی طلب اور رسد کو آزادانہ طور پر کام کرنے کا موقع دیا گیا ہے لیکن اس مسئلہ کو کلیتہ رسد و طلب کی قوتوں کے سپرد نہیں کر دیا گیا۔ بلکہ لوگوں کی معاشی فلاح کے حصول کو اصل ہدف قرار دیا گیا ہے۔ جہاں طلب و رسد کی قوتیں معاملات کو اس ہدف سے دور لے جانے لگتی ہیں ان کی مناسب اقدامات کے ذریعے اصلاح کر دی جاتی ہے۔ اور اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ دولت کی تقسیم کا نظام عدل اور احسان کی بنیاد پر قائم رہے اور معاشرہ کے ہر فرد کو وسائل زیست باوقار طریقہ پر میسر آتے رہیں۔

گردش دولت پر قرآن کا پرزور استدلال

(Quranic emphasis on the Circulation of wealth)

موجودہ نظام معیشت میں سرمایہ دار اپنے سرمایہ اور اس سے حاصل ہونے والے کثیر منافع کی وجہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے اپنے کاروبار کو وسیع سے وسیع تر کرتے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے غریب اور متوسط طبقوں کی دولت ان کے ہاتھوں سے نکل نکل کر سرمایہ دار طبقہ کے پاس جمع ہوتی جاتی ہے۔ اس طرح دولت کا ارتکاز چند ہاتھوں میں ہوتا چلا جاتا ہے۔ دوسری طرف متوسط طبقہ کے لوگ' تنخواہ دار اور معینہ آمدنی والے افراد غریب سے غریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جس کے بہت سے معاشی' سماجی اور اخلاقی نقصانات ہیں۔

اس بناء پر اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ انسان جائز ذرائع سے حاصل کردہ مال کو:

۱۔ اپنی ذاتی ضروریات خریدنے پر صرف کرے' یا

۲۔ کسی جائز کاروبار میں لگائے' یا

۳۔ دوسروں کو دے دے تاکہ وہ اس سے اپنی ضروریات پوری کرسکیں۔ قرآن کہتا ہے کہ:

(الف) دولت مسلسل گردش کرتی رہے اور اس کی گردش میں کوئی موانع (رکاوٹیں) نہیں رہنا چاہئیں۔

(ب) یہ دولت کسی ایک طبقہ میں گردش نہ کرے بلکہ معاشرے کے تمام طبقات اس سے استفادہ کرسکیں۔

(ج) دولت سے استفادہ اور اس کی گردش میں اخلاقی ضوابط کو پیش نظر رکھا جائے۔

اسلام نے اس بات کا انتظام کیا ہے کہ مختلف معاشرتی' اداراتی' قانونی اور اخلاقی تدابیر سے دولت کی تقسیم زیادہ سے زیادہ منصفانہ ہو اور یہ دولت پورے معاشرے میں گردش کرتی رہے۔

قرآن پاک نے دولت کے ارتکاز کے خاتمہ پر جو زور دیا ہے اس کی شدت کا اندازہ درج ذیل آیات سے کیا جاسکتا ہے:

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم O یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ماکنزتم لانفسکم فذوقوا ماکنتم تکنزون O (۹:۳۴_۳۵)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر ﷺ) جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو ایسے لوگوں کو عذاب دردناک کی خوشخبری سنادو۔ (وہ عذاب) جس دن (واقع ہوگا) جبکہ اس (سونے چاندی) کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں' ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی۔ (اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ) یہ ہے جو تم نے (دنیا میں) اپنے لئے جمع کیا تھا' تو جو کچھ تم جمع کرتے رہے (آج) اس کا مزہ چکھو۔

سورہ الھمزہ میں فرمایا:

ویل لکل ھمزۃO الذی جمع مالا وعددہ O یحسب ان مالہ اخلدہO کلا لینبذن فی الحطمۃ (۱۰۴:۱_۴)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''تباہی ہے یہ ایسے شخص کے لئے جو پس پشت عیب جوئی کرنے والا (اور لوگوں کو) طعنہ دینے والا ہو۔ جو مال جمع کرتا (رہتا) ہو اور اسے گن گن کر رکھتا ہو (اور) خیال کرتا ہو کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا۔ ہرگز نہیں (بلکہ وہ ایک نہ ایک دن ضرور مرے گا اور کفر کی وجہ سے) ضرور حطمہ میں پھینکا جائے گا.....''

سورۃ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتھم اللہ من فضلہ ھو خیرا لھم ط بل ھو شر الھم ط سیطوقون مابخلوا بہ یوم القیامۃ ط..... (۳:۱۸۰)

(ترجمہ) ''جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل (وکرم) سے (مقدور یعنی مال) دیا ہے اور وہ (اللہ کی راہ میں) اس (کے خرچ کرنے) میں بخل کرتے ہیں وہ اس (بخل) کو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے حق میں بدتر ہے۔ وہ جس (مال) کا بخل کرتے ہیں یقیناً وہ قیامت کے دن ان کے گلے میں (عذاب کا) طوق بنا کر پہنا دیا جائے گا۔''

ان آیات میں اسلوب کی انتہائی شدت پائی جاتی ہے حتیٰ کہ قتل و زنا کے معاملات میں بھی اسلوب کی یہ شدت نظر نہیں آتی۔ اس کی وجہ بھی قرآن پاک بیان کرتا ہے۔

کی لایکون دولۃ بین الاغنیاء منکم (۵۹:۷)

یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ مال تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا ہے۔

۱۔ زمین کا لگان (Rent)

اسلام انسان کو اشیاء کی ذاتی ملکیت کا حق دیتا ہے لیکن وہ اس حق کو بعض شرائط کے ساتھ مشروط کرتا ہے۔ ذاتی ملکیت کے استعمال کے سلسلہ میں اسلام مندرجہ ذیل حقوق کو تسلیم کرتا ہے:

۱۔ اشیاء کے استعمال اور تصرف کا حق'

۲۔ مزید نفع کمانے کے لئے کاروبار میں لگانے کا حق'

۳۔ انتقال ملکیت کا حق'

۴۔ تحفظ کا حق' اور

۵۔ مال جمع کرنے کا حق۔

ملکیت کے نفع آور استعمال کی ایک جائز شکل اشیاء کو کرایہ پر دینا ہے۔ اجارہ اور کرایہ صرف ان اشیاء کا جائز ہے جو صرف (Consume) نہ کی جائیں بلکہ استعمال (Use) کی جائیں اور ایسا صرف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پائیدار اشیاء (Durable Goods) کے معاملہ میں ہوسکتا ہے۔ مثلاً زمین' مکان' مشین وغیرہ جبکہ ضیاع پذیر اشیاء (Perishable Goods) کو کرایہ پر نہیں دیا جاسکتا۔

اسلامی قانون میں کرایہ کسی چیز کے استعمال کے فائدوں کی قیمت کو کہتے ہیں۔ زرعی زمینوں کے کرایہ کو عرف میں لگان کہتے ہیں چونکہ زرعی زمین کا فائدہ استعمال یہ ہے کہ اس کو پیداوار حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا جائے' اس لئے بنجر اور شوریدہ زمین جو کاشت کے قابل نہیں رہی اس کا کرایہ پر دینا جائز نہیں۔ اسی طرح اگر زمین زراعت کے قابل ہے لیکن کسی خارجی سبب کی بناء پر جس میں کرایہ دار کے ارادہ و اختیار کو کوئی دخل نہ ہو' اس سے پیداوار حاصل کرنا ناممکن ہوجائے' تو کرایہ دار پر اس کا کرایہ و لگان واجب نہ ہوگا۔[1]

(الف) زرعی زمینوں کو کرایہ یا اجارہ پر دینے سے متعلق احادیث

رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور صحابہؓ کے عمل سے زمین کا لگان پر دیا جانا ثابت ہے۔ چند احادیث درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہؓ بن مقفل سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزارعت سے منع فرمایا اور اجارے کا حکم دیا۔ اور فرمایا اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (مشکوۃ المصابیح)

۲۔ حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے چچا نے بیان کیا کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں زمین کی چوتھائی پیداوار کسی ایسی چیز کے بدلہ میں جس کو زمین کا مالک مستثنیٰ کرلیتا تھا' زمین کو کرایہ پر دیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ہمیں اس چیز سے منع فرمایا۔ میں نے رافعؓ سے کہا' درہم و دینار کے ساتھ زمین کو ٹھیکہ پر دینا کیسا ہے؟ اس نے کہا اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (مشکوۃ المصابیح)

۳۔ بخاری میں اس پر ایک باب ہے: ''اذا استاجر ارضا فمات احدھما'' (یعنی اگر کوئی زمین کو اجارہ پر لے اور پھر اجارہ پر لینے یا دینے والا فوت ہوجائے)۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی زمین اجارہ پر دی اور پھر یہی اجارہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دور تک رہا۔ (بخاریؒ)

(ب) لگان کی تعریف

معاشیات میں لگان سے مراد معاوضہ کی وہ رقم ہے جو ایک کاشت کار زمین کے استعمال کے بدلے مالک زمین کو مقررہ مدت کے بعد ادا کرتا ہے۔

وسیع تر معنوں میں لگان سے مراد ''وہ فاضل پیداوار یا آمدنی ہے' جو کسی عامل پیدائش کو اس کی قیمت رسد سے زائد وصول ہو'' قیمت رسد سے مراد وہ کم از کم معاوضہ ہے جو کسی عامل پیدائش کو پیدائش

---

[1] اسلامی نظریہ ملکیت از ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی' حصہ اول ص: ۱۸۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے میدان میں رکھنے کے لئے لازماً ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس لحاظ سے تمام عالمین پیدائش کی وصولیوں میں لگان کا عنصر شامل ہوسکتا ہے۔

کلاسیکی مکتبہ فکر کے ماہر معاشیات ڈیوڈ ریکارڈو نے لگان کی تعریف یوں کی ہے:

''لگان زمین کی وہ فاضل پیداوار ہے جو مالک زمین کو زمین کی ازلی اور پائیدار صفات کی بنا پر دی جاتی ہے چونکہ مختلف قطعات زمین میں زرخیزی اور محل وقوع کے لحاظ سے فرق پایا جاتا ہے اس لئے وہ مساوی لاگت سے مختلف پیداوار دیتے ہیں یہ فاضل پیداوار جو ایک بڑھیا زمین کو گھٹیا زمین کے مقابلہ میں حاصل ہوتی ہے لگان کہلاتی ہے۔''

(ج) اسلام کا نظریۂ لگان

اسلامی نظریہ لگان اس انداز میں تشکیل پاتا ہے کہ دولت کا رخ بجائے امیروں کی جانب ہونے کے غریبوں کی جانب ہوجائے۔ اسلام کی بنیادی اخلاقی اقدار لگان کے تعین اور اس کی وصولی کے اصول طے کرتی ہیں۔ اسی طرح لگان ارتکاز دولت میں اضافہ کا سبب بننے کے بجائے گردش دولت کا سبب بن جاتا ہے۔

(د) لگان کا تعین

بنیادی اصول:

اسلامی نظریہ لگان تین اصولوں پر مبنی ہے:۔

۱۔ عدل ۲۔ احسان ۳۔ نفی ظلم (لاضرر ولا ضرار)

پہلے دو اصولوں عدل و احسان کے بارے میں سورۃ النحل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ان اللہ یامر بالعدل والاحسان..... O (۱۶:۹۰)

ترجمہ: ''(مسلمانو!) اللہ تمہیں عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔''

پس زمین کے لگان کا تعین کرتے ہوئے عدل و احسان ہی وہ بنیادی اصول ہیں جن کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

عدل کا تقاضا یہ ہے کہ کاشتکاروں پر لگان ان کی استطاعت (Ability to Pay) کے مطابق لگایا جائے تاکہ وہ مطمئن ہوکر کام کرسکیں۔ اور احسان کا تقاضا یہ ہے کہ ان سے لگان اس صورت میں لیا جائے جب زمین کی پیداوار ان کی ضروریات سے بڑھ کر ہو۔ اگر پیداوار ان کی ضروریات سے کم ہو تو لگان وصول نہ کیا جائے۔ مندرجہ بالا آیت اسلامی معاشرے کے افراد کو ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب دیتی ہے۔ ایسا کرنے کی صورت میں دونوں فریق ایک دوسرے کے خیر خواہ بن جاتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ اس کے نتیجہ میں کاشتکار بھی زیادہ محنت سے پیداوار بڑھانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ دوسرے کے ساتھ بھلائی کر کے اللہ کی خوشنودی حاصل کر سکے۔ کیونکہ نیکی اور بھلائی میں ایک دوسرے کے ساتھ سے مسابقت کی ترغیب خود قرآن ان الفاظ میں دیتا ہے:

فاستبقوا الخیرات.....O (۵:۴۸)

ترجمہ: ''پس نیکی (کی راہ) میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو''

تیسرا اصول جو لگان کے تعین میں پیش نظر رکھا جانا چاہئے وہ یہ ہے کہ نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تمہارے ساتھ کوئی ظلم کرے۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لاتظلمون ولا تظلمون (۲:۲۷۹)

ترجمہ: ''نہ تو تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے''

اس اصول کا تقاضا یہ ہے کہ لگان نہ تو اتنا زیادہ ہو کہ کاشتکار اس کو ادا نہ کر سکے یا ادائیگی کے بعد اس کے پاس کچھ نہ بچے اور نہ ہی اتنا کم ہو کہ مالک زمین کو کچھ نہ ملے بلکہ دونوں کے حقوق کا تحفظ پیش نظر رہے۔

(ھ) لگان کا تعین اور ریاست

افضال الرحمٰن کے مطابق کاشتکار اور زمیندار دونوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے لگان کا تعین کرتے ہوئے' اسلامی ریاست مندرجہ ذیل تین چیزوں کو پیش نظر رکھے گی:

۱۔ زمین کی پیداواریت (Productivity of Land)

۲۔ کاشتکار کی فلاح (Welfare of Cultivator)

۳۔ مصارف کاشت (Cost of Cultivation)

زمین کی پیداواریت' کاشتکار کی ادائیگی کی صلاحیت' آسانی اور فلاح و بہبود اور کاشت کے اخراجات کو لگان کا تعین کرتے وقت پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

قاضی ابو یعلیٰ لگان کے تعین کے مندرجہ ذیل اصول بیان کرتے ہیں کہ لگان کا تعین کرنے والے حکام ان اصولوں کو پیش نظر رکھیں:

۱۔ زمینوں کا فرق (Difference of Land)

۲۔ فصلوں کا فرق (Difference of Crops)

۳۔ آبپاشی کا فرق (Difference in Irrigation)

رسول اللہ ﷺ لگان کے تعین میں کاشتکار کے حقوق کے بارے میں زیادہ خیال رکھتے تھے۔ خیبر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی فتح کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کی درخواست پر ان کی زمینیں پیداوار میں حصہ داری پر ان کے پاس رہنے دیں۔ آپؐ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو خیبر بھیجا۔ انہوں نے یہودیوں سے یوں خطاب کیا:

''رسول اللہ ﷺ نے مجھے تمہاری جائیداد (پیداوار) ناانصافی سے لینے کا حکم نہیں دیا بلکہ پیداوار تمہارے اور اللہ کے رسولؐ کے درمیان معاہدہ کے مطابق تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے۔ اب یہ تم پر منحصر ہے اگر تم چاہو تو میں اس کو دو برابر حصوں میں تقسیم کردوں اور پہلے تم چن لو اور اگر چاہو تو تم اس کو دو برابر حصوں میں تقسیم کردو اور میں پہلے چن لو اور مجھے تمہاری تقسیم پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ یہ سن کر یہود کہنے لگے یہ وہ انصاف اور برابری ہے جس نے آسمان اور زمین کو سنبھالا ہوا ہے۔''

حضرت عمرؓ اپنی عمال کو لگان کا تعین کرتے وقت ایمانداری اور انصاف کرنے کا حکم دیتے۔ آپؐ نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ اور عثمان بن حنیفؓ کو عراق اور شام میں زمینوں کے بندوبست کے لئے روانہ کیا تو فرمایا کہ لگان کا تعین کرتے وقت اس بات کو ضرور پیش نظر رکھو کہ زمین کی برداشت سے زیادہ لگان کا تعین نہ کرنا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ابو یوسفؒ لکھتے ہیں کہ ہم کاشتکاروں پر ان کی ادائیگی کی صلاحیت (Ability of Pay) سے زیادہ لگان عائد نہ کریں۔ جتنا زمین برداشت کرسکتی ہے۔ اس سے زیادہ بوجھ ان پر نہ ڈالیں (کتاب الاموال)۔ حضرت علیؓ نے ایک دفعہ فرمایا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ کاشتکاروں کی ضروریات سے جو بچا رہے اس میں سے (لگان) جمع کریں۔ (بحوالہ کتاب الخراج)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے گورنر عدی بن ارتات کو لگان کے تعین اور وصولی کے سلسلہ میں یوں لکھا ''غور سے سنو! گذشتہ لگان (گذشتہ سالوں کا) اگر (کاشتکاروں کی) ضروریات سے زائد ہو تو وصول کرو ورنہ اسے معاف کردو۔ [1]

خلاصہ بحث

اوپر کی تفصیل سے لگان کے تعین کے جو اصول ہمارے سامنے آئے ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ زمین کی نوعیت (Nature of Land)

لگان کے تعین کے سلسلہ میں زمین کی نوعیت بہت اہم ہے۔ وہ زمینیں جو زیادہ زرخیز ہیں اور زیادہ پیداوار دیتی ہیں ان پر زیادہ لگان وصول کیا جائے گا۔ کم زرخیز زمینوں سے نسبتاً کم اور وہ زمینیں جو بنجر ہیں ان پر کوئی لگان وصول نہیں کیا جائے گا۔ ایک اسلامی ریاست میں چونکہ لگان صرف زائد پیداوار میں سے وصول کیا جاتا ہے اس لئے اگر کسی زمین کی پیداوار صرف اپنی اخراجات ہی پورے کرتی ہے تو اس صورت میں لگان وصول نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اللہ کسی شخص پر بوجھ نہیں

[1] Economic Doctrine of Islam Vol. II Page 109.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ڈالتا مگر اسی قدر جس کے اٹھانے کی اس کو طاقت ہو" (۲:۲۸۶) یعنی اللہ تعالیٰ کسی کی برداشت سے زیادہ اس پر بوجھ نہیں ڈالتا۔ بس یہی اصول لگان کے سلسلہ میں بھی پیش نظر رہے گا۔ پس لگان کی مقدار اتنی ہوگی جتنی کہ زمین (اور مالک زمین) برداشت کر سکے (یعنی Ability to pay)۔

۲۔ فصل کی نوعیت (Nature of Crops)

فصل کی نوعیت زمین سے حاصل ہونے والی آمدنی پر اثر انداز ہوتی ہے۔ فصل اچھی ہو تو اس سے آمدنی بھی زیادہ ہوتی ہے اور اگر فصل ناقص یا گھٹیا کوالٹی کی ہو تو آمدنی بھی کم ہوتی ہے۔ پس اچھی فصل پر لگان کی شرح زیادہ اور کم تر درجے کی فصل پر لگان کی شرح کم ہونی چاہئے۔ اس اصول کے مطابق حضرت عمرؓ نے مختلف فصلوں پر لگان کی مندرجہ ذیل شرحیں مقرر کیں۔

۱۔ گیہوں سالانہ ۲ درہم فی جریب (پون بیگھہ پختہ)۔
۲۔ جو سالانہ ایک درہم فی جریب (پون بیگھہ پختہ)۔
۳۔ نیشکر سالانہ ۶ درہم فی جریب (پون بیگھہ پختہ)۔
۴۔ روئی سالانہ ۵ درہم فی جریب (پون بیگھہ پختہ)۔
۵۔ انگور سالانہ ۱۰ درہم فی جریب (پون بیگھہ پختہ)۔
۶۔ نخلستان سالانہ ۱۰ درہم فی جریب (پون بیگھہ پختہ)۔
۷۔ تل سالانہ ۸ درہم فی جریب (پون بیگھہ پختہ)۔
۸۔ ترکاری سالانہ ۳ درہم فی جریب (پون بیگھہ پختہ)۔

البتہ بعض مقامات پر زمین کی نوعیت (Nature of Land) کے پیش نظر اس کے مختلف شرحیں بھی لاگو کی گئیں۔ مثلاً گیہوں پر ۴ درہم فی جریب اور جو پر ۲ درہم فی جریب[1]

یہ شرحیں قطعی اور حتمی نہیں۔ حالات کے تقاضوں کے تحت ریاست ان میں تبدیلی کر سکتی ہے۔

۳۔ آبپاشی کی نوعیت (Nature of Irrigation)

لگان کا تعین کرتے وقت زمین میں آبپاشی کی نوعیت بھی پیش نظر رکھی جائے گی۔ جیسا کہ عشر کے معاملہ میں بھی ہم پہلے تذکرہ کر چکے ہیں کہ قدرتی طور پر سیراب ہونے والی زمینوں کی پیداوار پر شرح عشر زیادہ (دس فیصد) ہے جبکہ مصنوعی طریقہ پر سیراب ہونی والی زمینوں پر عشر کی شرح کم (پانچ فیصد) ہے۔ اسی طرح جن زمینوں کو سیراب کرنے پر زیادہ اخراجات یا محنت برداشت کرنی پڑتی ہے ان پر لگان کی شرح کم اور جن پر اخراجات کم آتے ہیں ان پر شرح لگان زیادہ ہوگی۔

---

[1] "الفاروق"۔ ص ۲۰۸۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴۔ کاشتکار کی محنت کا صلہ (Allowance for the Cultivator's Labour)

عدل و انصاف کا تقاضا ہے کہ کاشتکار کی محنت کو پیش نظر رکھا جائے اور عمل پیدائش میں کاشتکار کی محنت کا الاؤنس اس کو دیا جائے ایسی زمینیں جن پر زیادہ محنت کرنا پڑتی ہے اور ان کی سیرابی نہایت مشکل ہے۔ دونوں صورتوں میں کاشتکار سے کم لگان وصول کیا جائے جبکہ اس کے مقابلہ میں جن زمینوں پر کم محنت یا آسان طریقہ آبپاشی سے سیرابی ہوتی ہے زیادہ لگان وصول کیا جاسکتا ہے۔

(و) اسلامی نظریہ لگان کی خصوصیات

جیسا کہ اوپر کی بحث سے واضح ہے کہ اسلام کاشتکار کے حقوق کے تحفظ کا داعی ہے اور لگان کے تعین میں کسی بھی قسم کی سختی یا ظلم کو روکتا ہے' جبکہ دوسری طرف مالک زمین کے حقوق کو بھی نظرانداز نہیں کرتا۔

لگان کی وصولی کے ضمن میں بھی اسلام سختی کرنے سے منع کرتا ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ کا عمل ہم پہلے مطالعہ کر چکے ہیں اور اس معاملہ میں نرمی اور وسعت کا قائل ہے تاکہ کسان آسانی کے ساتھ اور فصل پکنے کے بعد لگان کو ادا کر سکے۔

اسلام نے قبل از اسلام عرب' ایران اور روم میں لگان کے تعین اور وصولی کے سلسلہ میں پائے جانے والے ظلم کو ختم کیا اور اس معاملہ کو عدل و انصاف کے اصولوں پر حل کرنے کا حکم دیا۔ اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ دولت غریب کسانوں سے نکل نکل کر امراء کے خزانوں میں اضافہ کا باعث نہ بنے' بلکہ غریب کسان اس دولت سے استفادہ کر سکیں اور دولت زیادہ سے زیادہ گردش میں رہے اور اس سے پوری سوسائٹی استفادہ کر سکے۔ نہ کہ جاگیرداری نظام کی طرح زمینوں کے مالک تو اپنی زمینوں سے دور رہ کر عیاشی کرتے رہیں اور زمینوں پر محنت کرنے والے دو وقت کے نان جویں کو ترستے رہیں۔

۲۔ منافع (Profit)

اسلام نے انفرادی ملکیت کے جو حقوق انسان کو بعض شرائط کے ساتھ عطا کئے ہیں ان میں سے ایک ذاتی ملکیت کی اشیاء کو نفع کے حصول کی خاطر کاروبار میں لگانے کا حق بھی ہے۔ ایک فرد ذاتی سطح پر کاروبار کر سکتا ہے' کسی دوسرے شخص کے ساتھ کاروبار میں شراکت کر سکتا ہے یا اپنے سرمائے سے کسی دوسرے شخص کے ساتھ مضاربت کے اصول پر کاروبار کر سکتا ہے۔ اس طرح وہ جائز کاروبار کے ذریعہ منافع کما سکتا ہے۔ البتہ اس سلسلہ میں اسلام نے چند حدود متعین کی ہیں تاکہ کاروباری حضرات منافع کے حصول کی خاطر ایسے کاروبار سے احتراز کریں جو حرام و ضرر رساں اشیاء کی خرید و فروخت سے متعلق ہیں مثلاً منشیات وغیرہ اور دوسری اہم بات یہ کہ صارفین کا بے جا استحصال نہ ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(الف) منافع کا جواز:

منافع کا جواز قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ اسے اللہ کا فضل قرار دیا گیا ہے اور اس کے حصول کی جدوجہد میں سرگرم عمل رہنے کو مستحسن سمجھا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی تجارت کی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی منافع کی خاطر مختلف نوعیت کے کام انجام دیتے رہے۔ منافع ذاتی ملکیت کے حق کو تسلیم کرنے کا منطقی نتیجہ ہے۔ کاروباری نقصان کا بوجھ بھی چونکہ صاحب سرمایہ کو ہی برداشت کرنا پڑتا ہے اس لئے منافع پر بھی اس کے حق کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔

(ب) نفع آور کاروبار کی حدود:

اسلام کاروبار میں اخلاق اصولوں کے منافی طریق کار اختیار کرنے سے روکتا ہے۔ علاوہ ازیں ایسے جائز افعال سے بھی روکتا ہے جن کے نتیجہ میں پورے معاشرے پر نقصان دہ اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ان کی تفصیل ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی یوں تحریر کرتے ہیں:

۱۔ کاروبار میں جن منافی اخلاق حرکتوں کے ذریعہ نفع کا حصول چاہا جاتا ہے' ان میں دھوکہ' فریب اور غلط بیانی بہت نمایاں چیزیں ہیں' کاروباری دنیا میں غلط اور مبالغہ آمیز اشتہار بازی (False Advertising) عیب دار مال کو اچھا بنا کر پیش کرنے' گھٹیا مال کو بظاہر بلند معیار بنا کر سامنے لانے' یا قیمت خرید کے بارے میں غلط بیانی سے کام لے کر خریدار کو زیادہ قیمت دینے پر آمادہ کرنے کی شکلیں اختیار کر لیتی ہے۔ اسلام نے ان ساری حرکتوں کو ممنوع اور قانوناً قابل گرفت قرار دیا ہے۔

۲۔ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ ناپ تول کے پیمانے بالکل درست اور معیار کے مطابق ہوں۔ اس سلسلہ میں ہر کوتاہی کو قابل تعزیر جرم قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ اشیاء خوراک اور اس قبیل کی دوسری چیزوں میں ملاوٹ کرنے اور اس طرح خریداروں کو دھوکہ دینے کو جرم قرار دیا گیا ہے۔

۴۔ مال کو مہنگا کرنے کے لئے ذخیرہ اندوزی (احتکار) کرنا اور اس طرح اس کی رسد میں مصنوعی طور پر کمی کر کے قیمت میں اضافہ چاہنا ممنوع ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے من احتکر یرید ان یغالی بها علی المسلمین فهو خاطی وقد برئت منه ذمة الله (حاکم: مستدرک)

(ترجمہ) جو مسلمانوں کے لئے نرخ گراں کرنے کی غرض سے ذخیرہ اندوزی کرے' وہ غلط کار ہے اور اللہ اس سے بری الذمہ ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۵۔ تجارت میں خرید و فروخت کرنے والے افراد کی باہمی رضا مندی لازمی ہے اور جبر و اکراہ کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ قرآن نے ممنوع قرار دیا ہے۔

۶۔ عیب دار مال کی خرید و فروخت کے معاملہ میں فریق ثانی کو مال کے عیب کے بارے میں بتا دیا جائے تا کہ سودا کرنے والا شخص سوچ سمجھ کر معاملہ کر سکے اور بعد میں کسی تنازعہ کی صورت پیش نہ آئے۔
رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اس نے اپنے بھائی کے ہاتھ کوئی ایسی چیز فروخت کی ہو جس میں کوئی نقص ہو اور وہ اس کو اس نقص سے آگاہ نہ کر دے" (حاکم: مستدرک)

۷۔ خریدار یا فروخت کنندہ کی شدت طلب اور اضطراری کیفیت (Emergency) سے بے جا فائدہ اٹھا کر زیادہ یا کم دام پر اشیاء کی خرید و فروخت کرنا غلط ہے اور ایسا معاہدہ فاسد ہے۔

۸۔ بعض اوقات کسی ایک کاروبار کو بازار میں اجارہ داری (Monopoly or Oligopoly) حاصل ہو جاتی ہے۔ ایسا قدرتی عوامل کی بناء پر بھی ہو سکتا ہے اور مصنوعی عوامل کی بناء پر بھی۔ مصنوعی طریقہ سے قائم شدہ اجارہ داری یا غلط طریقہ سے قائم کردہ اجارہ داریاں تو بذات خود ہی غلط ہیں۔ جبکہ قدرتی اجارہ داری کی صورت میں بھی اجارہ دارانہ قوت کی بناء پر اشیاء کو مہنگا بیچ کر نفع کمانا اور دوسروں کا استحصال کرنا، اشیاء کے معیار کو کم رکھنا یا اشیاء کی مقدار رسد کو مقدار طلب سے جان بوجھ کر کم رکھنا بالکل ممنوع ہے۔ کیونکہ یہ پالیسی افراد اور معاشرے دونوں کے لئے نقصان کا باعث ہے۔

۹۔ اس معاملہ میں ایک یا چند افراد کے فائدے کی خاطر پورے معاشرے کو نقصان پہنچانا کسی لحاظ سے بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ تاریخ طبری میں ایک واقعہ بیان ہوا ہے۔ جس کے مطابق حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک تاجر نے مدینہ میں بہت سے گھوڑے رکھنے شروع کر دیئے۔ حضرت عمرؓ نے اسے منع فرما دیا۔ لوگوں نے اس شخص کی سفارش کی، تو آپؓ نے فرمایا کہ میں صرف اس شرط پر اسے کاروبار کی اجازت دے سکتا ہوں کہ اپنے گھوڑوں کے لئے چارہ مدینہ کی باہر سے حاصل کرے، چنانچہ اس شخص نے چارہ یمن سے منگوانے کا اہتمام کیا۔
حضرت عمرؓ نے غالباً اس کو منع اس بناء پر کیا کہ زیادہ مقدار میں چارہ خریدنے کی وجہ سے مدینہ میں چارہ کے نرخ بڑھ نہ جائیں۔ کیونکہ اس صورت میں معاشرے کے عام افراد کی مشکلات میں اضافہ ہو جاتا۔
پس اگر کسی کاروبار یا صنعت کے شہری آبادی کی قریب لگانے سے فضائی یا زمینی آلودگی میں اضافہ ہو یا کسی صنعت میں تالہ بندی کر کے سینکڑوں ہزاروں مزدوروں کو بے روزگار کرنے کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منصوبہ ہو' تو اسلامی ریاست ایسے غلط اقدامات کو روکنے اور اس کا سدباب کرنے کا اہتمام کرے گی اور اشیاء ضروریہ کی فراہمی کے لئے متبادل اور بہتر انتظامات کرے گی۔

۱۰۔ اسی طرح کاروباری حضرات کا دیہاتی لوگوں سے راستہ میں ہی منڈی کی قیمت سے بہت کم قیمت پر اشیاء خریدنے کا معاملہ ہے۔ (اصطلاح میں اسے بیع الحاضر لباد کہا جاتا ہے) رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

(ج) منافع کی تعریف:

''منافع قومی آمدنی کا وہ حصہ ہوتا ہے جو نفع و نقصان کی ذمہ داری قبول کرنے والے سرمایہ کے مالک کو ادا کیا جاتا ہے۔''

"The share of the National Income which is given to risk capital for its services in the process of production is called profit."

نفع ایسا محرک ہے جو مختلف افراد کو کسی کاروبار کی طرف متوجہ کرتا ہے اور وہ عمل پیدائش کو شروع کرتے ہیں۔ اپنی صلاحیتیں لگاتے ہیں اور اپنے سرمایہ اور تجربہ کی بنیاد پر کاروبار کو فروغ دیتے ہیں۔ کاروبار میں نفع کی مقدار ان کاروباری افراد کو کسی ایک یا دوسرے کام کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ زیادہ منافع بخش کاروبار میں لوگ زیادہ تعداد میں جاتے ہیں اور وہ کاروبار زیادہ فروغ حاصل کرتے ہیں اور کم منافع بخش کاروبار میں کاروباری افراد کی توجہ کم ہوتی ہے۔

(د) منافع کے تعین کے اصول:

اسلام منصفانہ اور مناسب (Just and Reasonable) منافع کمانے کی ہی اجازت دیتا ہے' اور ظلم و استحصال کے ذریعہ بے جا منافع کمانے سے منع کرتا ہے۔

جیسا کہ اوپر تذکرہ کیا جاچکا ہے کہ اسلام ہر اس طریق کار اور حربہ کو ناپسند کرتا ہے جس کے ذریعے معاشرے کے افراد کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس بناء پر نہ صرف ذخیرہ اندوزی' بلیک مارکیٹنگ (Black Marketing) مبالغہ آمیز اشتہار بازی' دھوکا اور فریب کے کاروبار کی وہ تمام صورتیں جن سے مجموعی طور پر معاشرے کو نقصان کا اندیشہ ہو اس کو بھی روکنے کی سعی کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں صرف اخلاقی تدابیر ہی اختیار نہیں کی گئیں بلکہ اسلامی ریاست قانونی تدابیر بھی اختیار کرسکتی ہے۔

زیادہ منافع کے حصول کی خاطر اگر کاروباری افراد قیمت میں اضافہ کرتے رہیں تو اس صورت میں اسلامی ریاست قیمتیں مقرر بھی کرسکتی ہے (یعنی Price Control) عام حالات میں اسلام تسعیر (یعنی قیمتوں کے تقرر) کی اجازت نہیں دیتا۔ امام ابوحنیفہؒ بھی تسعیر کے مخالف ہیں' لیکن وہ بھی فرماتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں ''اگر غلہ کے مالکان اجارہ دار بن کر قیمت مثل[1] سے تجاوز کرنے لگے ہوں اور قاضی تسعیر (نرخ مقرر کرنے) کے بغیر مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ سے عاجز ہو جائے' تو اہل الرائے اور اہل بصیرت لوگوں کے مشورے سے ایسا کرنے میں کچھ حرج نہیں۔[2]

پس اسلام منافع کے تعین کے سلسلہ میں ''عدل اور مساوات'' کے اصولوں کے پیش نظر منافع کے تعین کی ترغیب دیتا ہے تاکہ معاشرے میں بے جا منافع ارتکاز دولت کا سبب نہ بن سکے اور معاشرتی دولت سے معاشرے کا ہر فرد فائدہ اٹھا سکے اور گردش دولت میں کمی نہ آنے پائے۔

اس سلسلہ میں تیسرا اصول یہی ہے کہ چند افراد کے منافع کی خاطر لاکھوں اور کروڑوں افراد کو فاقہ کشی سے دوچار کر کے انہیں اپنی ضروریات کو پورا کرنے سے نہ روکا جائے۔

منافع کی مقدار کا فیصلہ وقت کے حالات کے مطابق کیا جائے گا۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور جو شخص (اپنی بیوی کو طلاق دینے کے بعد اپنی اولاد کو) پوری مدت رضاعت تک دودھ پلوانا چاہے تو مائیں اپنی اولاد کو پورے دو برس تک دودھ پلائیں اور جس کا بچہ ہے اس پر دستور کے مطابق ماں کو کھانا کپڑا دینا لازم ہے..... (۲:۲۳۳)

دستور (معروف) کے حوالہ سے افضال الرحمٰن لکھتے ہیں کہ کاروباری ناظم (Enterpreneur) کے منافع کا تعین کام کی نوعیت' جاری دستور (Custom) اور کام کے حالات (Conditions of work) کے پیش نظر کیا جائے گا۔ دستور (Custom) ایک وسیع اصطلاح ہے اور اس کا انحصار بہت سے عوامل پر ہوتا ہے۔ مثلاً لوگوں کا معیار زندگی' صنعتی ترقی' معاشی حالات اور کام کی نوعیت۔ پس منافع کا تعین کرتے ہوئے ان تمام عوامل کو پیش نظر رکھا جائے گا اور انصاف اور مساوات کے اصول کے تحت منافع کا تعین اس طرح کیا جائے گا کہ فریقین میں سے کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہونے پائے اس طرح جو بھی منافع متعین کیا جائے وہ معقول ہو۔ (سورۃ البقرۃ: ۲۷۵)

اصولی طور پر اسلام نے منافع کی تعین کا کوئی لگا بندھا ضابطہ تو مقرر نہیں کیا تاہم حصول منافع کی جدوجہد کو عدل اور احسان کی روح کے مطابق انجام دینے کی ترغیب دے کر نیز دھوکہ و فریب کے ہتھکنڈوں کی ممانعت اور گاہکوں کے استحصال بے جا سے کاروباری افراد کو روک کر شرح منافع کو ایک معقول معیار کی طرف موڑ دیا ہے۔ ان حدود و قیود کی موجودگی میں آجروں کی طلب اور رسد کے عمل و ردعمل سے منافع کی ایک معقول و مناسب شرح بازار اور کاروبار میں عملاً قائم ہو جائے گی۔

---

[1] قیمت مثل Equavalent Price سے مراد وہ قیمت ہی جو اس قسم کی دیگر اشیاء کے لیے پہلے سے رائج ہو۔

[2] (ہمارا معاشی نظام: محمد تقی عثمانی)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ اجرت (Wages)

(الف) اجرت کی تعریف:

معاشی اصطلاح میں اجرت سے مراد وہ صلہ ہے جو ایک انسان اپنی دماغی کاوش یا جسمانی محنت کے عوض حاصل کرتا ہے۔ یہ صلہ زر کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے اور اشیاء کی صورت میں بھی۔ تاہم عموماً اجرت زر کی صورت میں ہوتی ہے۔

اجرت کی دو اقسام ہیں: ۱۔ زری اجرت ۲۔ حقیقی اجرت

۱۔ زری اجرت (Nominal Wages) سے مراد وہ معاوضہ ہے جو کسی محنت کار کو زر یعنی روپے پیسے کی شکل میں ملتا ہے۔

۲۔ حقیقی اجرت (Real Wages) سے مراد وہ تمام اشیاء و خدمات ہیں جو ایک مزدور اپنی محنت کے صلہ میں حاصل کرتا ہے۔ اس میں تنخواہ کے علاوہ حاصل ہونے والی دیگر سہولتیں اور رعائتیں شامل ہوتی ہیں۔

(ب) اجرتوں کے تعین کے نظریات:

اجرتوں کے تعین کا مسئلہ اہم بھی ہے اور پیچیدہ بھی۔ اس مسئلہ کے حل کے لئے مختلف ماہرین معاشیات نے مختلف نظریات پیش کئے ہیں:۔

۱۔ نظریہ مختتم پیداواری (Marginal Productivity Theory)

یہ نظریہ پروفیسر الفریڈ مارشل نے پیش کیا۔

اس نظریہ کے مطابق اجرت کسی فرم میں لگائے ہوئے آخری مزدور کی مختتم پیداواری مالیت سے متعین ہوگی۔ مکمل مقابلہ کے تحت کام کرنے والی ایک فرم اگر دیگر عاملین پیدائش (زمین اور سرمایہ) کو معین فرض کر کے مزدوروں کی تعداد میں اضافہ کرتی جائے تو ایک ایسا نقطہ آجاتا ہے جس کے بعد ہر زائد مزدور کی مختتم پیداوار قانون تقلیل حاصل کی وجہ سے گرتی ہوئی جاتی ہے اور جب یہ رائج شرح اجرت کے برابر ہوجائے تو مزید مزدور نہیں لگائے جاتے اور تمام مزدوروں کو مختتم پیداوار کی مالیت کے برابر اجرت دی جاتی ہے۔ اس طرح کسی فرم میں مختتم پیداوار ہی مزدوروں کی اجرت کا تعین کرتی ہے۔

۲۔ نظریہ گزر اوقات (Subsistance Theory of Wages)

یہ نظریہ فرانس کے معاشیات دان کوئز نے (Quesnay) نے پیش کیا۔

اس نظریہ کی رو سے مزدوروں کی اجرت اس رقم کے برابر ہوتی ہے جس سے وہ اپنے اور اپنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیوی بچوں کے لئے ضروریات زندگی خرید کر محض گزر اوقات کرتے ہیں۔ اجرتیں نہ اس معیار سے زیادہ ہوتی ہیں اور نہ کم۔

۳۔ جدید نظریہ یا نظریہ طلب و رسد

(Modern Theory or Demand and Supply Theory)

اس نظریہ کے مطابق مزدوروں کی اجرت کا تعین عام اشیاء کی قیمتوں کی طرح طلب اور رسد کے اصول کے تحت ہوتا ہے۔ یعنی اجرت اس مقام پر مقرر ہوگی جہاں مزدوروں کی طلب اور رسد باہم برابر ہو جائیں۔ اسے اجرتوں کے تعین کا جدید نظریہ کہتے ہیں۔

ان نظریات کے علاوہ نظریہ اجرت فنڈ (Wage Fund Theory) اور نظریہ حق بقیہ (Residual Claimant Theory) بھی مشہور ہیں جن میں اول الذکر نظریہ کو پہلے آدم سمتھ نے اور بعد میں جے ایس مل نے پیش کیا۔ اور دوسرا نظریہ فرانسس واکر (Francis Walkar) نے پیش کیا۔

(ج) اجرتوں کا تعین: اسلامی نقطہ نظر:

ارتکاز دولت کے خاتمہ اور گردش دولت میں اضافہ کے لئے اسلام اجرتوں کے تعین کے مسئلہ کو بہت اہمیت دیتا ہے اور اس ضمن میں مزدوروں کے حقوق کے تحفظ کا حکم دیتا ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ مزدوروں کو مناسب اجرت دی جائے بروقت اور شرائط معاہدہ کے مطابق دی جائے۔ وہ آجروں کو مزدوروں کے حقوق غصب کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اجرتوں کے تعین کے سلسلہ میں قرآن پاک کے اس اصول سے رہنمائی حاصل کی جائے گی۔ **لاتظلمون ولاتظلمون** (۲:۲۷۹) ''نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر ظلم کرے۔''

اس کے اصول کے مطابق لازم ہے کہ نہ تو آجر مزدور کو وہ اجرت دے کہ اس کا حق پورا ادا نہ ہو نہ یہ ہو کہ آجر کو اتنی اجرت دینے پر مجبور کر دیا جائے کہ وہ (یا اس کا کاروبار) اس کا متحمل ہی نہ ہو سکے۔

(د) منصفانہ اجرت: (Just Wage)

سورۃ الجاثیہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وخلق الله السموت والارض بالحق ولتجزیٰ کل نفس بما کسبت وھم لایظلمون (۴۵:۲۲)

ترجمہ: ''اللہ نے تو آسمان اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور مقصود یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے (چنانچہ قیامت میں ایسا ہی ہوگا) اور لوگوں پر (کسی طرح کا) ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

یہ آیت منصفانہ اجرت (Just Wage) کا اصول پیش کرتی ہے کہ کسی بھی شخص کو اس کی محنت اور پیداوار میں اس کے حصہ کی نسبت سے کم اجرت نہ دی جائے۔ اگر ایسا کیا جاتا ہے تو یہ غلط اور ظلم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ پس اجرتوں کے تعین کے سلسلہ میں یہ بات پیش نظر رہے گی کہ ہر شخص کو اس کی محنت اور پیداوار میں اس کے حصہ کے مطابق اجرت ضرور دی جائے۔ یہی اصول سورۃ الاحقاف میں یوں بیان ہوا ہے:۔

ولکل درجت مما عملوا ولیوفیھم اعمالھم وھم لایظلمونO(۴۶:۱۹)

ترجمہ: ''غرض (ان دونوں گروہوں میں سے) ہر ایک کے (اچھے یا برے) درجے ان کے اعمال کے لحاظ سے ہوں گے اور یہ اس لئے کہ (اللہ) ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ان کو دے اور ان پر کسی طرح کا بھی ظلم نہ ہوگا۔''

سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ثم توفی کل نفس ماکسبت وھم لایظلمون(۳:۱۶۱)

ترجمہ: ''پھر ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا''

ان آیات میں قیامت کے روز انسان کے معاملہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ انسان کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور کسی کے ساتھ کسی قسم کا نہ ظلم اور ناانصافی نہ ہوگی۔ یہی اصول دنیا میں پیش نظر رہنا چاہئے۔ اور اسی کے مطابق مزدوروں کو ان کی اجرت اور آجروں کو ان کا منافع ملنا چاہئے۔

اس بات کی تائید رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بھی کرتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''تین طرح کے لوگ ایسے ہیں کہ جن سے قیامت کے دن جھگڑنے والا میں خود ہوں گا۔
ایک وہ شخص جس نے میری قسم کھا کر کسی کو زبان دی' اور پھر اپنی وعدے سے پھر گیا۔
دوسرا جس نے کسی آزاد شخص کو بیچ کر اس کی قیمت وصول کی اور تیسرا جس نے کسی مزدور کو مزدوری پر بلایا اور اس سے پورا کام لینے کے بعد اس کو اجرت ادا نہ کی۔'' (بخاریؒ)

ایم اے منان کے مطابق مناسب اجرت ایک رعایت نہیں بلکہ مزدور کا بنیادی حق ہے۔ جو حکومت کی طاقت سے اس کو حاصل ہونا چاہئے۔

(ھ) اجرتوں کا معیار:

اسلامی ریاست میں اجرتوں کا تعین آجروں' مزدوروں اور اسلامی ریاست کے باشندوں کی باہمی بات چیت سے ہوگا اور ایسا کرتے ہوئے اصول انصاف کو پیش نظر رکھا جائے گا کہ دونوں فریقوں میں سے کسی کی بھی حق تلفی نہ ہونے پائے۔ اسلامی ریاست اس بات کو یقینی بنائے گی کہ مزدور کی اجرت اتنی کم مقرر نہ ہونے پائے کہ مزدور بنیادی ضروریات زندگی کو ہی حاصل نہ کر سکے۔ اس بناء پر ضرورت اس بات کی ہے کہ ریاست ایک کم از کم معیار مقرر کرے اور روزمرہ اخراجات میں تبدیلی کے پیش نظر اجرتوں پر وقتاً فوقتاً نظر ثانی کی جائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(و) کم از کم معیار اجرت:

آجروں کے مقابلہ میں مزدوروں کی سودا کاری کی قوت کمزور ہوتی ہے۔ اسی بناء پر اسلام مزدور کے حقوق کے تحفظ پر زیادہ زور دیتا ہے اور آجر کے لئے لازم قرار دیتا ہے کہ وہ کم از کم معیار اجرت اس طرح مقرر کرے کہ مزدور بنیادی ضروریات زندگی بشمول خوراک' لباس اور رہائش حاصل کر سکے اور باعزت زندگی گزار سکے۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "وما من دابة فی الارض الاعلی الله رزقها....." (۱۱:۶)
"زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں کہ اللہ کے ذمہ اس کا رزق نہ ہو....."

اس آیت کی روشنی میں افضال الرحمٰن لکھتے ہیں کہ اسلامی ریاست براہ راست یا بالواسطہ طور پر اس بات کی مکلف ہے کہ وہ اپنے تمام لوگوں کو کم از کم ضروریات زندگی (Sustenance) فراہم کرے۔[1] پس ایک اسلامی ریاست اللہ تعالیٰ کے نائب ہونے کی حیثیت سے اس بات کی ذمہ دار ہے کہ اس کے مزدوروں کو تمام بنیادی ضروریات زندگی حاصل ہو رہی ہوں۔

کم از کم منصفانہ معیار اجرت کے علاوہ اسلامی تعلیمات میں مزدوروں کی مثالی اجرت (Ideal Wages) کا تصور بھی ملتا ہے۔ اس کے مطابق مزدوروں کو وہ اجرت ملنی چاہئے جو ان کے معیار زندگی کو آجروں کے معیار کے برابر یا قریب کر دے۔

رسول اللہ ﷺ اپنی صحابہ کرامؓ کو ہمیشہ اپنے غلاموں (ملازموں) کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے کہ انہیں وہی کچھ کھلاؤ اور پہناؤ جو خود کھاتے اور پہنتے ہو۔ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے:

ترجمہ: "تمہارے ہاتھ کے نیچے کام کرنے والے تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ پس جس کا بھائی اس کے ماتحت ہو اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور اسے وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے۔ اور اسے اس کام کی تکلیف نہ دے جو اس سے نہ ہو سکے۔ اگر اس کام کی اس کو تکلیف دے جو اس سے نہیں ہو سکتا تو خود اس کی مدد کرے۔" (مشکوٰۃ المصابیح)

۱۔ اس حدیث کے مطابق آجر اور مزدور ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں جیسا برتاؤ کریں گے' آجر اس کا استحصال نہیں کرے گا اور مزدور پوری دل جمعی کے ساتھ کام کر کے آجر کو فائدہ پہنچائے گا۔

۲۔ آجر کی طرف سے مزدور کو اتنا معاوضہ ضرور دیا جائے گا کہ وہ اپنی بنیادی ضروریات پوری کرے۔

۳۔ مزدوروں سے ان کی استطاعت کے مطابق کام لیا جائے گا اس اعتبار سے مزدوروں کے اوقات

---

[1] Economic Doctrine of Islam Vol.II Page 242.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کار اور حالات کار (Conditions of Work) ہر حال میں معقول اور مناسب ہوں گے۔

۴۔ مزدوروں کو وہ اجرت دی جائے گی جو ان کے معیار زندگی کو بلند کر کے آجروں کے معیار کے قریب کر دے تا کہ بے جا معاشرتی تفاوت دور ہو سکے۔

متذکرہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نجی دائرہ (Private Sector) میں مزدوروں کے معاوضہ کی زیریں سطح منصفانہ اجرت (Just Wage) اور بالائی سطح مثالی اجرت (Ideal Wage) ہونی چاہئے۔ عملاً اجرت کا تعین مزدوروں کی طلب اور رسد کے باہمی توازن سے ان دو انتہاؤں کے درمیان ہوگا۔ سرکاری شعبہ (Public Sector) میں حکومت کے پیش نظر منافع کو زیادہ سے زیادہ کرنے کا نصب العین نہیں ہوتا بلکہ اس کا نقطہ نظر بالعموم فلاحی ہوتا ہے اس لئے اس شعبہ میں معاوضوں کے تعین میں اس اصول کو ملحوظ رکھا جانا چاہئے کہ معاوضے مزدوروں اور ان کے زیر کفالت افراد کے لئے معقول معیار زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے کفایت کریں۔

پس اگر آجر اور مزدور دونوں فریق اسلامی اقدار کی روشنی میں اپنا رویہ تشکیل دیں گے تو آجر اور اجیر کے مثالی تعلقات وجود میں آئیں گے۔ مزدوروں کو اپنے حقوق کے لئے ہڑتال نہیں کرنا پڑے گی اور آجروں کو فیکٹریاں بند نہیں کرنی پڑیں گی بلکہ دونوں ایک دوسرے کے مفادات کا تحفظ کریں گے۔

۴۔ محنت کی عظمت (Dignity of Labour)

عمل پیدائش میں محنت کو مرکزی و محوری حیثیت حاصل ہے۔ اس سے معاشی عمل میں انسانی پہلو کا براہ راست اظہار ہوتا ہے۔ لیکن سوئے اتفاق سے قدیم ترین یونانی اور رومی معاشروں سے لے کر آج کے جدید سرمایہ دارانہ نظام تک محنت کش کو بڑا ہی فروتر بلکہ رسوا کن مقام حاصل رہا ہے۔ اشتراکی نظام اگرچہ محنت کشوں کی اٹھان کے نام پر معرض ظہور میں آیا لیکن عملاً اس نے بھی انہیں معاشی مشینری کا بے جان پرزہ بنا کر رکھ دیا اور دو وقت کی روٹی دے کر اسے آزادی ضمیر اور شرف انسانیت سے محروم کر دیا۔ ان تمام نظاموں کے برعکس اسلام نے محنت کش کو اس کے حقیقی مقام سے آشنا کیا اور نہ صرف اسے غلامی کی ذلت سے نجات دلائی بلکہ باقاعدہ طور پر اس کے حقوق کا تعین کرے اسے زرداروں کے استحصال سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا اور اسے اللہ کا منظور نظر (محبوب) قرار دے کر اس کے شرف کو اوج ثریا تک پہنچا دیا۔

(الف) منصب خلافت کا تقاضا: اللہ رب العزت نے انسان کو اس کائنات میں اپنا خلیفہ بنایا ہے اور اسے اپنی احکامات کی تنفیذ کا کام سونپا ہے۔ اس فرض کی انجام دہی اور وسائل کائنات کی تسخیر کے کٹھن کام سے عہدہ برآ ہونے کے لئے انسان کو جسمانی و دماغی توانائی سے نوازا ہے۔ انسان کے منصب خلافت کا عین تقاضا ہے کہ وہ اپنے قوائے عمل کو بے کار رکھ چھوڑنے کے بجائے حرکت میں لائے۔ یہی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وجہ ہے کہ اسلام نے اپنے منصوبہ حیات میں عمومی طور پر اور اپنے معاشی نظام کو مستحکم بنانے میں خصوصی طور پر محنت کی عظمت کا تصور دیا ہے اور ہر انسان کو اس بات پر ابھارا ہے کہ وہ زندگی بھر محنت کرے۔ سمع و بصر اور دل و دماغ کی قوتوں کو اللہ کی نعمتیں قرار دے کر بتادیا ہے کہ ان کے بارے میں انسان سے پرسش ہوگی کہ اس نے ان سے کیا کام لیا ہے۔

(ب) تعاون باہمی کا تقاضا: ایک معاشرہ میں رہنے والے انسانوں کو متعدد ضروریات لاحق ہوتی ہیں۔ ان ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مختلف افراد کی خدمات اور پیشہ وارانہ مہارت درکار ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے تمام انسان اپنے میلان طبع' ذوق و پسند یا خصوصی مہارت کی وجہ سے کسی کام کو اپنا لیتے ہیں اور اسی طرح تعاون باہمی سے ایک دوسرے کی احتیاجات کی تسکین کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ہر کام اپنی جگہ عظیم اور اہم ہے۔ اسلام نے اس اصول کو اپناتے ہوئی ہر کام' پیشہ اور منصب کی عظمت کو تسلیم کیا ہے۔ اسلام کی نگاہ میں کوئی بھی کام یا خدمت ادنیٰ اور ہیچ نہیں ہے بشرطیکہ وہ حلال ہو اور جائز حدود کے اندر اسے انجام دیا گیا ہو۔

(ج) انبیاء کی سنت: تمام انبیاء علیہم السلام کی یہ سنت رہی ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے محنت کی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے کشتی تیار کی' حضرت داؤد علیہ السلام ذرہیں بناتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام انبیاء علیہم السلام نے بکریاں چرائیں۔

(د) اسوہ رسول ﷺ: ہمارے حضورؐ اپنے دست مبارک سے کپڑوں میں پیوند لگا لیتے اور اپنے جوتے تک گانٹھ لیتے تھے اور اپنے اصحاب کو مختلف کام کرنے پر ابھارتے رہتے تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: (ترجمہ)

۱۔ ''محنت سے کمائی کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔''

۲۔ ''کسی شخص نے کوئی کھانا اس سے بہتر نہیں کھایا کہ وہ اپنی ہاتھوں سے کما کر کھائے اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنی ہاتھوں سے کما کر کھاتے تھے۔'' آپؐ نے طفیلی بننے اور گداگری سے سختی سے منع کیا ہے۔

۳۔ آپؐ نے ایک صحابی کے ان ہاتھوں کو چوم لیا جو حلال روزی کمانے کی خاطر سخت زمین پر ہتھوڑا چلانے سے سیاہ ہو گئے تھے۔

۴۔ آپؐ نے فرمایا کہ بہترین کمائی مزدور کی کمائی ہے جبکہ وہ خلوص اور خیر خواہی سے کام کرے۔

حضور ﷺ کی اتباع میں صحابہ کرامؓ کا طرز عمل بھی یہی تھا کہ وہ اپنی روزی اپنے ہاتھوں کی محنت سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کماتے تھے اور کسی کام کو کرنے میں قطعاً عار محسوس نہ کرتے تھے۔ حصول رزق کے لئے انہیں کسی غیر مسلم کے ہاں بھی کام کرنا پڑ جاتا تو اس میں دریغ نہ کرتے تھے۔ محنت کی عظمت کی یہ روایت ہماری ملی تاریخ میں ہمیشہ موجود رہی ہے۔ ہمارے اکابرین ملت اور بڑے بڑے مشاہیر کسب معاش کے بارے میں کسی احساس کمتری کا شکار نہیں رہے اور انہوں نے کسب مال کے لئے کسی بھی پیشہ کو اختیار کرنے میں عار محسوس نہیں کی۔ وہ اپنے نام کے ساتھ اپنے پیشہ کو کو فخر کے ساتھ لکھتے۔ علامہ الخیاط (درزی)' علامہ البزاز (کپڑا بیچنے والا) وغیرہ۔

موجودہ سرمایہ داری نظام میں محنت کشوں کے ساتھ جو ظلم ہو رہا ہے اور جس طرح انہیں استحصال کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اسلام اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ اسلام نے غلامی اور جبری محنت کی ممانعت کی ہے اور مزدوروں کے حقوق کا موثر انداز میں تحفظ کیا ہے۔ ایک طرف سرمایہ داروں کو اس بات کی تلقین کی ہے کہ وہ مزدوروں کے حقوق خوشدلی اور فراخدلی سے ادا کریں تو دوسری طرف مزدوروں کو بوقت ضرورت ملکی قوانین اور عدلیہ کی وساطت سے اپنے حقوق و مفادات حاصل کرنے کا بھی حق دیا ہے۔

(الف) محنت اور سرمایہ کے تعلقات

کسی بھی معاشی نظام میں محنت اور سرمایہ کے باہمی تعلق کا مسئلہ بنیادی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ عہد حاضر کے تمام معاشی نظام مثلاً سرمایہ داریا وراشتراکیت بلند بانگ دعوؤں کے باوجود اسے خوش اسلوبی سے حل کرنے میں ناکام رہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کا فطری جھکاؤ سرمایہ کے مفادات کے تحفظ کی طرف ہے اس لئے اس نظام کے تحت مزدور بدترین قسم کے استحصال کا شکار رہے ہیں۔ اشتراکی نظام بھی محنت کشوں کو کوئی اونچا مقام نہیں دے سکا بلکہ اس نظام نے اسے آمریت کے پنجوں میں کس کر انسانی آزادی تک سے محروم کر دیا ہے۔

اسلام نے معاشی عمل کو رواں رکھنے کے سلسلہ میں سرمایہ اور محنت دونوں کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے اور ان کے درمیان عدل و انصاف' ہی نہیں بلکہ احسان و تعاون کی بنیاد پر تعلقات استوار کرنے کا لائحہ عمل تجویز کیا ہے جس سے دونوں عوامل کی قوتیں اور توانائیاں باہمی کشمکش میں ضائع ہونے کے بجائے اشیاء و خدمات کی تخلیق کو فروغ دینے میں صرف ہوتی ہیں۔ اس سلسلہ میں اسلام نے اپنی اساسی اقدار۔۔ وحدت انسانیت' اخوت و مساوات اور آخرت کی جوابدہی۔۔ کو بروئے کار لاتے ہوئے انہیں ایک دوسرے کا معاون بنا دیا ہی اور دونوں کو ایک ہی نصب العین یعنی رضائے الٰہی کے حصول سے وابستہ کر کے ان کے باہمی ٹکراؤ کے امکانات کو محدود سے محدود تر کر دیا ہے۔ تاہم اسلام نے ان کے مابین امکانی تصادم کو دور کرنے کے لئے دونوں کے الگ الگ حقوق اور فرائض کا تعین کر دیا ہے تاکہ یہ معاشی عمل میں بہتر سے بہتر طور اپنا کردار ادا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرسکیں اور معاشی خوشحالی کے روغ اور اس کے ثمرات سے متمتع ہونے کے عمل میں شریک ہوسکیں۔

ذیل میں آجر (سرمایہ دار) اور مزدور کے حقوق اور فرائض کو اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

(ب) مزدور کے حقوق (یعنی آجر کے فرائض)

۱۔ **حق اخوت:** آجر کے لئے لازم ہے کہ وہ مزدور کے ساتھ اجرتوں کے تعین وغیرہ کا معاملہ کرتے ہوئے اسے اپنا بھائی خیال کرے۔ اس اعتبار سے ضروری ہے کہ وہ مزدور کے لئے اسی طرح کی خوشحالی کو پسند کرے جیسی اپنی لئے پسند کرتا ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمہارے ہاتھ کے نیچے کام کرنے والے تمہارے بھائی ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت کردیا ہے۔'' (المشکوۃ)

نیز ''فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنی بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔''

۲۔ **اجرت کا تعین:** ضروری ہے کہ مزدور کو کام پر لگانے سے پہلے اجرت کا تعین کرلیا جائے اور اجرت بھی ایسی مقرر کی جائے جس سے وہ اپنی ضروریات زندگی پوری کرسکے۔ مزدور کی کسی مجبوری یا افراط رسد کی بنا پر اسے حقیر وقلیل معاوضہ قبول کرنے پر مجبور نہ کیا جائے۔

آپؐ نے اس کی معیاری اور مثالی شکل یہ بتائی ہے کہ اجرت نہ صرف منصفانہ یعنی ضروریات کی کفالت کرنے والی ہو بلکہ اتنی ہو جو مزدور کو آجر کے ہم پلہ بنادے یعنی جس طرح آجر کے لئے اپنی ضروریات زندگی پوری کرلینا ممکن ہوتا ہے اسی طرح مزدور کے لئے اپنی ضروریات بشمول کھانا' لباس' رہائش' تعلیم اور علاج وغیرہ کو پورا کرنا ممکن ہو۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے:

''پس جس کا بھائی اس کے ماتحت ہو تو اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور اسے وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے۔''

۳۔ **اجرت کی فوری ادائیگی:** مزدور کو اس کے کام کا معاوضہ بروقت اور فوری طور پر ادا کیا جانا چاہئے تاکہ وہ اپنی ضروریات بلاتاخیر پوری کرسکے۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ مزدور کو اس کی اجرت پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔

۴۔ **طے شدہ شرائط کی پاسداری:** مزدور کے ساتھ کام کی طے شدہ شرائط کی لازماً پاسداری کی جائے اور کسی بھی حال میں اس سے انحراف نہ کیا جائے۔ اس میں معاوضہ کی عدم ادائیگی یا اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں نامناسب تبدیلی وغیرہ کی ممانعت بھی شامل ہے۔

۵۔ **استطاعت کے مطابق کام:** مزدور سے اس کی استطاعت کے مطابق ہی کام لیا جائے۔ اگر کسی وقت اس پر کام کا زیادہ بوجھ ڈالنا ناگزیر ہو جائے تو لازم ہی کہ اس کا ہاتھ بٹایا جائے اور اس کے لئے ضروری سہولت پیدا کی جائے۔ اس سے یہ بات بھی لازم آتی ہے کہ مزدوروں کو ایسے کاموں میں نہ جھونکا جائے جو ان کے لئے پرخطر ہوں یا جن سے ان کی صحت پر برا اثر پڑنے کا امکان ہو۔ اسی طرح ضروری ہے کہ ان کے لئے مناسب اوقات کار مقرر کئے جائیں اور ان کے آرام اور تفریح کا خاص خیال رکھا جائے۔

۶۔ **کریمانہ برتاؤ:** مزدور مشین اور زمین سے اس بناء پر ممتاز عامل پیدائش ہے کہ یہ انسان ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے مکرم و محترم ہستی بنایا ہی اس لئے اس کے ساتھ ایسا رویہ اختیار نہیں کیا جاسکتا جو اسے ذلیل و رسوا کرنے والا ہو۔ اس اعتبار سے لازم ہے کہ آجر اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ اسے کوئی ایسا کام نہ سونپا جائے جو اس کے شرف کے منافی ہو۔ اس کی خطاؤں کو معاف کیا جائے اور عام طور پر اس کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ کیا جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارا خادم ہر روز ستر بار بھی غلطی کرے تو اسے معاف کردو۔ آپ ﷺ نے مزدوروں کو ایذا دینے کی سختی سے ممانعت فرمائی۔ ایک صحابی کو آپ ﷺ نے اپنے خادم کو مارتے دیکھا تو فرمایا کہ "اے ابو مسعودؓ یاد رکھو کہ اللہ کو تم پر اس سے زیادہ قدرت ہے جتنی تمہیں اس خادم (غلام) پر ہے۔"

نیز فرمایا کہ "جو انسانوں کو عذاب دے گا اللہ تعالیٰ اسے عذاب دے گا" آجر کو چاہئے کہ وہ مزدوروں کی استعداد کار کو بہتر بنانے کے لئے ضروری اقدامات کرے۔ ہمارے حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ایک صحابی کی کلہاڑی میں لکڑی کا دستہ لگایا اور خیر و برکت کی دعا کی تاکہ اس کی قوت کارکردگی میں اضافہ ہو۔ حسن سلوک اور کریمانہ برتاؤ کی بے شمار شکلیں ہوسکتی ہیں۔ خوش روی ہو خوش کلامی کے علاوہ کاروباری منافع میں مزدور کو شریک کرلینا بھی اسی قبیل سے ہے۔ الغرض مزدور کے خوشدلانہ تعاون کو حاصل کرنے کے لئے آجر کو چاہئے کہ ممکن حد تک تمام مناسب تدابیر اختیار کرے۔

۷۔ **دست کش ہونے کا حق:** مزدور کا یہ حق بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ جب کام چھوڑنا چاہے چھوڑ دے البتہ اس سلسلہ میں اپنے واجبات اور حسابات بے باق کردے۔ شریعت اسلامیہ میں غلاموں کے لئے مکاتبت کے ذریعہ اپنی آزادی حاصل کرلینے کی اجازت رکھی گئی ہے۔ اگر کوئی غلام اپنے آقا کو معقول قیمت ادا کردے تو اسے لازماً اسے آزاد کرنا ہوگا۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غلام بذریعہ عدالت اپنی آزادی حاصل کرنے کا مجاز قرار دیا گیا ہے۔

۸۔ **جائز کام کرانا:** آجر مزدور سے صرف وہی کام لے سکتا ہے جو جائز و حلال اور خدا کی رضا کا باعث بننے والے ہوں۔ کسی ناجائز کام کے لئے مزدور کو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: ''خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔''

اسلامی نظام معیشت میں محنت اور سرمایہ کے مابین عدل و احسان کی فضا قائم کرنے کے لئے جہاں مزدوروں کو حقوق دیے گئے ہیں وہاں ان کے فرائض کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ یہ فرائض ایک لحاظ سے آجروں کے حقوق بن جاتے ہیں جن کی ادائیگی محنت کشوں کے لئے لازم ہو جاتی ہے۔ ان میں بالخصوص درج ذیل حقوق شامل ہیں:

(ج) آجر کے حقوق (یعنی مزدوروں کے فرائض)

۱۔ **خیر خواہی:** مزدور کے لئے لازم ہے کہ وہ آجر کا خیر خواہ ہو۔ نیکی و بھلائی کے کام میں اس کا معاون ہو اور اس کے مفادات کی حفاظت کرنے والا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: ''بہترین کمائی مزدور کی کمائی ہے جب کہ وہ خیر خواہی کے ساتھ کام کرے۔''

اس سے لازم آتا ہے کہ وہ آجر کی املاک اور آلات کار کی حفاظت بھی کرے اور ان کے استعمال کرنے میں احتیاط اور ذمہ داری کا ثبوت دے۔

۲۔ **صلاحیت کار:** مزدور کے لئے لازم ہے کہ جو کام اس کے سپرد کیا جائے اسے انجام دینے کی اس میں صلاحیت بھی ہو۔ باصلاحیت و قابلیت محض دھوکہ اور سفارش سے کسی کام کو ہاتھ میں لے لینا ہرگز مناسب نہیں۔

قرآن پاک میں اچھے کارکن کی ایک صفت ''قوی'' ہونا بیان کی گئی ہے یعنی اس میں کام کی مطلوبہ صلاحیت و قوت ضرور موجود ہونی چاہئے۔

۳۔ **امانت و دیانت:** مزدور کے لئے ضروری ہے کہ وہ امانت و دیانت کی صفت سے متصف ہو۔ قرآن پاک میں اچھے کارکن کے لئے ''قوی و امین'' کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ یعنی وہ صلاحیت کار سے بخوبی متصف ہو اور اس کے ساتھ ساتھ امین اور دیانت دار بھی ہو۔ بددیانت، دھوکہ باز اور خائن نہ ہو۔ نہ صرف آجر کے مال و املاک بلکہ اس کے کاروباری رازوں کا بھی امین ہو۔

۴۔ **پاس عہد:** آجر کی طرح مزدور کے لئے بھی لازم ہے کہ معاہدہ ملازمت کی شرائط کی پابندی کرے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''تم اپنے عہدوں کی پابندی کرو۔'' (المائدہ:۱)

اوقات کار، اجرت، تعطیلات وغیرہ کے بارے میں جو شرائط طے ہو جائیں مزدور کے لئے ان کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ اسے یاد رکھنا چاہئے کہ وعدہ خلافی عنداللہ قابل مواخذہ ہے۔

۵۔ غفلت و لاپروائی سے اجتناب مزدور کے لئے لازم ہے کہ وہ کام کی انجام دہی پورے احساس ذمہ داری کے ساتھ کرے اور دانستہ طور پر کسی کوتاہی یا لاپروائی کا مرتکب نہ ہو اور نہ ہی مالک کے مال و املاک کو نقصان پہنچائے۔

کتابیات

1- *Economic Doctrine of Islam*, Dr. Afzal-ur-Rehman, Islamic Publications Ltd; Lahore.

2- *The Economic System of Islam*, M. Umar Chapra, University of Karachi.

3- *Islamic Economics, Theory and Practice*: M.A. Mannan.

۴۔ اسلامی نظریہ مملکت، حصہ اول، ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور۔

***

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۰

اسلام اور تقسیم دولت (۲)

(Islam and Distribution of Wealth)

ارتکاز دولت کے خاتمہ کے لئے اقدامات

اسلام نے دولت کے ارتکاز کو روکنے' گردش دولت میں اضافہ کرنے اور معاشرے میں دولت کی منصفانہ تقسیم کے لئے بڑے موثر اقدامات تجویز کئے ہیں۔ ذیل میں انہی اقدامات پر روشنی ڈالی گئی ہے:۔

(الف) قانونی اقدامات (Legal Measures)

(ب) اختیاری اقدامات (Optional Measures)

(الف) قانونی اقدامات کی دو اقسام ہیں:

(i) اثباتی اقدامات (Positive Measures)

(ii) امتناعی اقدامات (Prohibitive Measures)

اثباتی اقدامات بھی دو قسم کے ہوتے ہیں:

۱۔ نظام زکوٰۃ کا قیام' مال غنیمت اور رکاز میں سے خمس نکالنے کا حکم۔

۲۔ قانون وراثت۔

(ii) جبکہ امتناعی اقدامات درج ذیل ہیں:۔

۱۔ ارتکاز دولت (کنز) کی ممانعت

۲۔ سود کی حرمت

۳۔ حرام اشیاء کی خرید و فروخت کی ممانعت

۴۔ اسراف اور بخل کی ممانعت

۵۔ سٹہ بازی (Speculation) کی ممانعت

۶۔ دھوکہ دہی کے معاملات کی ممانعت

(ب) اختیاری اقدامات (Optional Measures)

یہ درج ذیل ہیں:

۱۔ صدقات نافلہ (فرض زکوٰۃ کے علاوہ) کی ترغیبات اور بعض صورتوں میں وجوب۔

۲۔ انفاق العفو (Charity of Surplus)۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ اوقات (Trust)۔

۴۔ ارتکاز دولت کے خاتمہ کے لیے اسلامی ریاست کے مزید اقدامات۔

مندرجہ بالا اقدامات کی تفصیل ذیل میں بیان کی گئی ہے۔

(الف) قانونی اقدامات (Legal Measures)

ا۔ زکوٰۃ

اسلام میں عبادات کی دو اقسام ہیں: (۱) مالی (۲) بدنی

زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے۔ اسی طرح انسان پر دو قسم کے حقوق کی ادائیگی لازمی قرار دی گئی ہے:

۱۔ اللہ کے حقوق (حقوق اللہ) اور ۲۔ بندوں کے حقوق (حقوق العباد)

نماز انسان کو حقوق اللہ کی ادائیگی کے لئے تیار کرتی ہے جبکہ زکوٰۃ حقوق العباد کی ادائیگی کا شعور بیدار کرتی ہے۔

(i) زکوٰۃ کی فرضیت

زکوٰۃ پچھلی شریعتوں میں بھی فرض رہی ہے۔ قرآن پاک میں کم از کم بتیس (۳۲) مقامات پر نماز و زکوٰۃ کا ساتھ ساتھ ذکر ہوا ہے۔ بیاسی (۸۲) مقامات پر اس کا تاکیدی حکم نازل ہوا ہے۔

سورہ المومنون میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

قد افلح المومنون o الذین هم فی صلاتهم خشعون o والذین هم عن اللغو معرضون o والذین هم للزکوة فاعلون o ..... (۲۳:۱۔۴)

ترجمہ: ''یقیناً (وہ) ایمان لانے والے فلاح پا گئے جو اپنی نماز میں خشوع رکھنے والے ہیں۔ جو لغو باتوں کی طرف رخ نہیں کرتے اور جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں.....''

سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اقیموا الصلوة واتوا الزکوة..... (۲:۱۰۰)

ترجمہ: ''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو.....''

سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

ورحمتی وسعت کل شئی ط فسا کتبها للذین یتقون ویوتون الزکوة..... (۷:۱۵۶)

ترجمہ: ''اور میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ میں اس کو ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔''

نظام زکوٰۃ کا قیام ایک اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ سورۃ الحج میں اللہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر (۲۲:۴۱)

''(یہ اہل ایمان) وہ لوگ ہیں اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے' زکوۃ دیں گے' (لوگوں کو) نیکی کا حکم دیں گے' اور برائی سے منع کریں گے۔''

کفار بھی اگر توبہ کر کے نماز قائم کریں' زکوۃ ادا کریں تو مسلمانوں کے دینی بھائی بن جاتے ہیں۔

"فان تابوا واقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ فاخوانکم فی الدین....." (۹:۱۱)

ترجمہ: ''اگر یہ توبہ کرلیں' نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ کی احادیث بھی زکوۃ کی فرضیت بیان کرتی ہیں۔

حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ مجھے ایسا کام بتایئے جو مجھ کو جنت میں لے جائے۔'' جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کا اقرار اور نماز کی ادائیگی کے بعد زکوۃ کی ادائیگی کا حکم دیا (صحیح بخاریؒ جلد دوم' کتاب الزکوۃ)

بخاریؒ و مسلمؒ کی روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو ان کو رخصت کرتے وقت چند نصیحتیں فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم وہاں ان لوگوں میں پہنچ رہی ہو جن کو کتاب دی گئی تھی۔ تم ان کو سب سے پہلے شہادت ایمان کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ جب وہ اس حقیقت کا اعتراف کرلیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ نے ان پر شب و روز میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ اس کو بھی مان لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ نے ان پر صدقہ (زکوۃ) فرض فرمایا ہے۔ جو ان کے خوش حال افراد سے وصول کیا جائے گا اور ان کے نادار اور حاجت مند افراد میں تقسیم کیا جائے گا۔ جب وہ اس بات کو بھی تسلیم کرلیں تو زکوۃ وصول کرنے میں ان سے اچھے اچھے مال چھانٹ کر نہ لینا اور مظلوم کی بدعا سے بچے رہنا۔ کیونکہ اللہ اور مظلوم کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔''

(ii) زکوۃ کے معنی

زکوۃ زکا کا مصدر ہے۔ جس کے معنی اضافہ اور نشوونما کے ہیں اس کے علاوہ پاک ہونا' بڑھنا اور نشوونما پانا بھی اس کے معنی میں شامل ہیں۔

اصطلاح فقہ میں زکوۃ سے مراد مالی عبادت ہے۔ کہ ہر صاحب نصاب مسلمان اپنی مال میں سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شریعت کی مقرر کی ہوئی مقدار ان لوگوں کے لئے نکالے جو شریعت کی نظر میں زکوۃ لینے کے مستحق ہیں۔"

ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے مطابق شریعت میں زکوۃ کا اطلاق مال کے اس مقررہ حصہ پر ہوتا ہے جسے اللہ نے مستحقین کے لئے فرض کیا ہے نیز اس کا اطلاق اس حصہ کے نکالنے کے فعل پر بھی ہوتا ہے۔

(iii) زکوۃ کا مقصد: زکوۃ کا مقصد صرف ناداروں کی کفالت اور تقسیم دولت کی تدبیر ہی نہیں ہے بلکہ اس فرض عبادت کے بغیر نہ تو قلب و روح کا تزکیہ ممکن ہے اور نہ ہی انسان خدا کا مخلص و مطیع بندہ بن سکتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر کا اظہار ہے۔

اللہ تعالیٰ اس عمل کے ذریعے مومن کے دل سے دنیا کی تمام مادی محبتیں نکال کر اپنی محبت بٹھانا چاہتا ہے اور یہ تربیت دینا چاہتا کہ مومن اللہ کی راہ میں اپنا مال اور اپنی جان اور اپنی تمام قوتیں اور صلاحیتیں قربان کر کے روحانی سرور محسوس کرے اور سب کچھ اللہ کی راہ میں دے کر شکر کے جذبات سے سرشار ہو کہ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اپنی راہ میں جان و مال قربان کرنے کی توفیق بخشی۔

پس زکوۃ کا مقصد حب دنیا کی بجائے خالص اللہ کی محبت پیدا کرنا ہے۔ اس کے لئے صرف زکوۃ نہیں' بلکہ اس سے بڑھ کر خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ زکوۃ کا نظام پورے معاشرے کو بخل' تنگ دلی' خودغرضی' بغض' حسد' سنگ دلی اور استحصال سے پاک کر کے محبت' ایثار' احسان' خلوص' خیر خواہی' تعاون' مواخات اور رفاقت کے جذبات پیدا کرنا چاہتا ہے۔

(iv) زکوۃ کا حکم: زکوۃ ہر صاحب نصاب خوش حال مسلمان پر قطعی فرض ہے' اگر اس کے پاس بقدر نصاب مال سال بھر تک موجود رہے۔ جو شخص اس کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور جو شخص فرض ہونے کا انکار تو نہ کرے لیکن ادا نہ کرے تو وہ فاسق اور سخت گناہگار ہے۔

(v) زکوۃ واجب ہونے کی شرائط: زکوۃ کے وجوب کی مندرجہ ذیل شرائط ہیں:

۱۔ مسلمان ہونا ۲۔ مالک نصاب ہونا ۳۔ نصاب کا ضروریات اصلیہ سے زائد ہونا ۴۔ مقروض نہ ہونا ۵۔ مال پر پورا سال گزرنا ۶۔ عاقل ہونا ۷۔ بالغ ہونا۔

(vi) نصاب اور شرح زکوۃ: نصاب سے مراد "مال کی وہ مقررہ مقدار جس پر شریعت نے زکوۃ واجب کی ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

مختلف قسم کے اموال پر جن پر زکوۃ واجب ہے۔

۱۔ **جانور:** اونٹ' گائے' بکری' گائے میں بیل اور بھینس بھی شامل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ اونٹ سے کم میں زکوۃ نہیں (بخاریؒ) پانچ اونٹ پر ایک سالہ بکری زکوۃ کے طور پر ادا کی جائے گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب انہیں یمن کی طرف بھیجا تو حکم دیا کہ تیس گایوں میں سے ایک سالہ نر یا مادہ بچھڑا اور چالیس میں دو سالہ بچھڑا زکوٰۃ ہے۔
(مشکوٰۃ المصابیح۔ جلد اول)

جبکہ چالیس سے کم بکریوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

۲۔ **سونا و چاندی:** عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس کے ساتھ اس کی لڑکی تھی جس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے۔ آپؐ نے پوچھا ''تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو'' اس نے کہا نہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: کیا تجھے پسند ہے کہ خدا قیامت کے روز تجھے ان کے بدلے آگ کے کنگن پہنائے'' (ابوداؤدؒ ترمذیؒ نسائیؒ۔ مشکوٰۃ حصہ اول)

نیز موطاؒ ابوداؤدؒ دارقطنیؒ میں ارشاد نبویؐ ہے ''جس زیور کی زکوٰۃ تو نے ادا کردی وہ کنز نہیں۔''

۳۔ **اموال تجارت:** اموال تجارت سے مراد ہر وہ مال ہے' جس کی نفع کی غرض سے خرید و فروخت کی جاتی ہو' سورۃ البقرہ میں ارشاد ربانی ہے۔

''یاایھا الذین امنوا انفقوا من طیبت ماکسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض'' (۲:۲۶۷)

ترجمہ: اے لوگو! ''جو ایمان لائے ہو' جو کچھ تم نے (محنت مزدوری یا تجارت سے) کمایا ہے اور جو کچھ ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے اس میں سے عمدہ چیزیں (خدا کی راہ میں) خرچ کرو۔''

اسی طرح سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں' رسول ﷺ کا ہم کو حکم تھا کہ ہم ہر اس چیز میں سے زکوٰۃ نکالیں' جو ہم نے فروخت کی غرض سے مہیا کی ہو۔

۴۔ **نقد مال و دولت:** نقد مال و دولت سے مراد سکہ' کاغذی نوٹ' ڈرافٹس وغیرہ ہیں۔ جب ان کی مالیت ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر ہو جائے تو اس پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے۔

۵۔ **کان اور دفینہ:** حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''رکاز (کان) میں پانچواں حصہ ہے۔'' (بخاریؒ)

(vii) مصارف زکوٰۃ: یعنی وہ لوگ جن کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے' ان کا تعین بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی سورہ التوبہ میں صراحت کے ساتھ فرمادیا ہے۔

انما الصدقت للفقراء والمسکین والعملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغرمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل ط فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم (۹:۶۰)

ترجمہ: ''صدقات (واجبہ یعنی زکوٰۃ) تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں اور ان کارکنوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے لئے جو صدقات (وصول کرنے) پر (مامور) ہوں اور ان لوگوں کے لئے جن کی دل جوئی منظور ہو۔ نیز گردنیں چھڑانے میں اور قرضداروں (کے قرضے ادا کرنے) میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں (کی امداد) میں۔ یہ (سب) فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ (سب کچھ) جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔"

اس آیت میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان کئے گئے ہیں اور ان آٹھ مدات کے سوا زکوٰۃ کسی اور مد میں صرف کرنا جائز نہیں۔

"حضرت زیاد بن الحارثؓ الصدائی ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ زکوٰۃ کے مال میں سے مجھے بھی عنایت فرمایئے نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: "اللہ نے زکوٰۃ کے مصارف کو نہ تو کسی نبی کی مرضی پر چھوڑا ہے اور نہ کسی غیر نبی کی' بلکہ خود ہی اس کا فیصلہ فرما دیا ہے' اور اس کی آٹھ مدیں مقرر فرما دی ہیں۔ تم اگر ان مدوں میں سے کسی مد میں آتے ہو تو تمہیں ضرور زکوٰۃ کی مد سے دے دوں گا" [1]

ان مدات کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

۱۔ فقیر: فقیر سے مراد ہر وہ عورت اور مرد ہے جو اپنی گزر اوقات کے لئے دوسروں کی مدد اور تعاون کا محتاج ہو۔ اس میں وہ تمام نادار محتاج اور معذور شامل ہیں جو مستقل طور پر یا عارضی طور پر مالی تعاون کے مستحق ہوں۔ معذور' اپاہج' یتیم بچے' بیوائیں' ضعیف' بے روزگار' اور وہ لوگ جو کسی ناگہانی حادثے کا شکار ہو گئے ہوں زکوٰۃ کی مد سے ان کی وقتی اعانت بھی جائز ہے اور ان کے مستقل وظائف بھی مقرر کئے جا سکتے ہیں۔

۲۔ مسکین: اس سے مراد وہ غرباء ہیں جو نہایت ہی خستہ حال اور درماندہ ہوں۔ روزی کمانے کے لئے محنت کرنے کے باوجود اپنی ضرورت بھر آمدنی حاصل نہ کر سکتے ہوں اور اپنی عزت نفس اور شرم کی وجہ سے کسی کے آگے دست سوال بھی دراز نہ کرتے ہوں۔ بخاریؒ و مسلمؒ کی ایک حدیث ان کا حال بیان کرتی ہے' "جو نہ اپنی ضرورت بھر مال پاتا ہے' نہ (اپنی خودداری کی وجہ سے) پہچانا جاتا ہے' کہ لوگ اس کی مالی مدد کریں اور نہ کھڑے ہو کر لوگوں سے مانگتا ہے"

۳۔ عاملین زکوٰۃ: ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ و عشر کی وصولی' حفاظت' تقسیم اور اس کے حساب کتاب کے ذمہ دار ہوں۔ وہ صاحب نصاب ہوں یا نہ ہوں ہر حال میں ان کی تنخواہیں زکوٰۃ کی مد سے دی جا سکتی ہیں۔

۴۔ مؤلفۃ القلوب: ان سے مراد ایسے لوگ ہیں' جن کی تالیف قلب مطلوب ہو۔ اسلام اور اسلامی مملکت کے مفاد میں ان کو ہموار کرنا' اور مخالفت کے جوش کو ٹھنڈا کرنا پیش نظر ہو۔ یہ کافر بھی ہو سکتے ہیں

---

[1] بحوالہ آسان فقہ' محمد یوسف اصلاحی' جلد ۲۔ ص ۱۰۳' (سنن ابی داؤدؒ)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور مسلمان بھی اور صاحب نصاب بھی۔

۵۔ غلام آزاد کرانا: یعنی جو غلام اپنے آقا سے معاہدہ کر چکا ہو کہ اگر میں تمہیں اتنی رقم ادا کروں تو تم مجھے آزاد کردو۔ ایسے غلام کو مکاتب کہتے ہیں۔ مکاتب کو آزادی کی قیمت کی ادائیگی زکوۃ سے کی جاسکتی ہے۔

۶۔ قرضدار: ایسے لوگ جو قرض کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہوں اور اپنی ضروریات سے بچا کر قرض ادا نہ کر پا رہے ہوں خواہ بے روزگار ہوں یا کمانے والے اور ان کے پاس اتنا نہ ہو کہ اگر اپنا قرض چکائیں تو ان کے پاس بقدر نصاب باقی رہے۔ ان سے مراد وہ لوگ بھی ہیں جو کسی ناگہانی حادثے کا شکار ہوگئے ہوں جنہیں کوئی تاوان یا غیر معمولی جرمانہ دینا پڑا یا کاروبار فیل ہوگیا یا کوئی اور حادثہ پیش آ گیا اور سارا اثاثہ تباہ ہوگیا۔

۷۔ فی سبیل اللہ: اس سے مراد راہ خدا میں جہاد ہے اور جہاد سے مراد وہ ساری کوششیں ہیں جو مجاہدین اسلام نظام کفر کو مٹا کر نظام اسلامی کو قائم کرنے کے لئے کریں چاہے وہ قلم و زبان سے ہوں یا تلوار سے یا ہاتھ پاؤں کی محنت اور دوڑ دھوپ سے۔ اس میں وہ تمام کوششیں شامل ہیں جو دین حق کو قائم کرنے' اس کی اشاعت و تبلیغ کرنے' اور اسلامی مملکت کی حفاظت اور دفاع کے لئے کی جائیں۔ اس جدوجہد میں شریک لوگوں کے مصارف سفر' ان کی سواری' آلات و اسلحہ اور سروسامان کی فراہمی کے لئے زکوۃ کی رقم صرف کی جاسکتی ہے۔ اس سے مراد دین کا علم حاصل کرنے والے حاجت مند طلبہ بھی ہیں اور زائرین حرم بھی جن کا زاد راہ ختم ہو جائے اور وہ مالی تعاون کے محتاج ہو جائیں۔ [1]

۸۔ ابن السبیل یعنی مسافر: مسافر خواہ اپنے گھر میں خوش حال اور دولت مند ہو۔ لیکن حالت سفر میں اگر وہ مالی مدد کا محتاج ہے تو زکوۃ کی مد سے اس کی مدد کی جاسکتی ہے۔

(viii) عشر۔ زمین کی زکوۃ

عشر کے لغوی معنی ہیں دسواں حصہ۔ لیکن اصطلاح میں اس سے مراد پیداوار کی زکوۃ ہے' جو بعض زمینوں کی پیداوار کا دسواں حصہ ہے۔ اور بعض زمینوں کی پیداوار کا بیسواں حصہ۔

(الف) قرآن و حدیث میں عشر کا حکم

یاایھا الذین امنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض (۲:۲۶۷)

ترجمہ: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! جو کچھ تم نے (محنت' مزدوری یا تجارت سے) کمایا ہے اور جو کچھ ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے اس میں سے عمدہ چیزیں (خدا کی راہ میں) خرچ کرو۔''

سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

واتوا حقہ یوم حصادہ (۶:۱۴۱)

---

[1] معارف الحدیث۔ جلد چہارم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''اور اللہ کا حق ادا کرو جس دن تم اس کی فصل کاٹو۔''

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد پیداوار کی زکوٰۃ یعنی عشر ہے۔ قرآن پاک کی ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیداوار میں عشر فرض ہے اور حدیث رسول ﷺ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے ''جو زمین بارش یا چشمے کے پانی سے سیراب ہوتی ہے یا خود بخود (دریا کے قریب ہونے کی وجہ سے) سیراب ہو اس میں عشر واجب ہے اور جو کنویں وغیرہ سے پانی کھینچ کر سیراب کی جاتی ہو اس میں نصف عشر واجب ہے۔''

عشر میں سال گزرنے کی قید نہیں ہے بلکہ جن زمینوں میں سال کے اندر دو بار کاشت کی جاتی ہے ان میں ہر فصل پر عشر واجب ہے۔ عشر کے مصارف بھی وہی ہیں جو زکوٰۃ کے مصارف ہیں۔

(ب) زکوٰۃ اور ٹیکس میں فرق

۱۔ زکوٰۃ دینی فریضہ ہے جبکہ ٹیکس ریاست کی معاشی ضرورت ہے۔

۲۔ زکوٰۃ صرف مسلمانوں پر فرض ہے جبکہ ٹیکس کی ادائیگی کے لئے مسلمان ہونے کی شرط نہیں۔

۳۔ زکوٰۃ کی ادائیگی ہر حال میں فرض ہے جبکہ ٹیکس معاف بھی ہو سکتے ہیں۔

۴۔ زکوٰۃ کی شرح قرآن و سنت میں متعین کر دی گئی ہے اور تبدیل نہیں ہو سکتی۔ جبکہ ٹیکس کی شرح کا تعین حکومت اپنی حالات کے مطابق کرتی ہے اور اس میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔

۵۔ زکوٰۃ کے مصارف کا تعین بھی قرآن پاک میں فرما دیا گیا ہے۔

۶۔ زکوٰۃ امراء سے لے کر غرباء پر خرچ کی جاتی ہے۔ جبکہ ٹیکس سے غریب و امیر ہر ایک فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

(ix) نظام زکوٰۃ کی معاشی اہمیت

۱۔ گردش دولت: نظام سرمایہ داری میں دولت چند ہاتھوں میں جمع ہوتی رہتی ہے اور دولت کمانے پر کوئی قدغن نہیں ہوتی۔ اس نظام کی وجہ سے معاشرے میں دو طبقات امراء کا طبقہ (Haves) اور محرومین کا طبقہ (Have nots) وجود میں آتے ہیں لیکن اسلام اول تو دولت کے ارتکاز کے لئے ناجائز ذرائع کے استعمال کو حکماً روکتا ہے۔ اور اس کے باوجود حلال ذرائع سے حاصل ہونے والی دولت میں غریبوں کا حصہ حکماً مقرر کرتا ہے جس سے دولت امراء سے غرباء کی طرف منتقل ہونا شروع ہو جاتی ہے یہی مقصد قرآن میں بھی مذکور ہے۔

کی لایکون دولۃ بین الاغنیاء منکم (۵۹:۷)

''تاکہ جو لوگ تم میں دولت مند ہیں (مال) انہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے۔''

اس طرح دولت جب امراء سے غرباء کی طرف منتقل ہوتی ہے تو معیشت میں مجموعی طلب میں اضافہ ہوتا ہے اس بڑھی ہوئی طلب کو پورا کرنے کے لئے پیداوار میں اضافہ ناگزیر ہو جاتا ہے نتیجتاً

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مزید لوگوں کے لئے روزگار کے دروازے کھلتے ہیں یہ سلسلہ یوں ہی دراز ہوتا چلا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں معیشت مجموعی طور پر پھلتی پھولتی ہے۔

۲۔ منصفانہ تقسیم دولت: زکوٰۃ کی ادائیگی سے امیر و غریب کے درمیان پائی جانے والی وسیع خلیج کم ہونا شروع ہو جاتی ہے' غریبوں کا معیار زندگی بہتر ہونے لگتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں معاشرے کے دونوں طبقات میں پائی جانے والی نفرت ختم ہوتی ہے۔ اور وہ ایک دوسرے کے خیر خواہ بن جاتے ہیں۔

۳۔ بے روزگاری کا علاج: فقہاء کرام کہتے ہیں کہ جو شخص کوئی پیشہ جانتا ہو مثلاً درزی' بڑھئی' دھوبی' قصاب وغیرہ وغیرہ اسے اتنا مال دیا جائے کہ وہ اپنے کام کے آلات وغیرہ خرید سکے۔ کاشتکار ہو تو اسے زکوٰۃ سے اتنا دیا جائے کہ وہ قطعہ زمین خرید کر کھیتی باڑی کر سکے۔ اس کے علاوہ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا نظام زکوٰۃ کی وجہ سے لوگوں کے روزگار میں ویسے بھی اضافہ ہوتا چلا جائے گا اس سے آج کے دور کے بڑے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ یعنی بے روزگاری کو دور کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

۴۔ کفالت عامہ: زکوٰۃ کا نظام غرباء' مساکین اور حاجت مند افراد کے لئے معاشی تحفظ فراہم کرتا ہے۔ بقول سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ "یہ مسلمانوں کی کوآپریٹو سوسائٹی ہے یہ ان کی انشورنس کمپنی ہے' یہ ان کا پراویڈنٹ فنڈ ہے' یہ ان کے بے کاروں کا سرمایہ اعانت ہے' یہ ان کے معذوروں' بیماروں' یتیموں' بیواؤں' بے روزگاروں کا ذریعہ معاش ہے۔ یہ اس بات کی ضمانت ہے کہ مسلم معاشرے میں کوئی شخص ضروریات زندگی سے محروم نہ رہے....." (معاشیات اسلام۔ ص ۱۳۲)

۵۔ غربت کا خاتمہ: نظام سرمایہ داری کی بدولت آج غربت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ایک طرف لاکھوں کروڑوں انسان حاجت مند اور غریب ہیں اور دوسری طرف زمین کی پیداوار اور کارخانوں کی مصنوعات کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ مگر خریدے نہیں جا سکتے۔ حتیٰ کہ لاکھوں من گیہوں سمندر میں پھینکا جاتا ہے لیکن وہ بھوکے انسانوں کے پیٹ نہیں بھرتا۔ نظام زکوٰۃ غرباء میں قوت خرید پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ اس کا نتیجہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں سامنے آیا کہ لوگ مال زکوٰۃ لے کر پھرتے تھے اور زکوٰۃ لینے والا نہ ملتا تھا۔

علامہ اقبالؒ کا فرمان ہے کہ "اسلام وہ دین ہے جس میں غرباء امراء پر ٹیکس عائد کرتے ہیں اور یہ کوئی بھیک اور خیرات نہیں بلکہ غرباء مساکین اور محرومین کا قانونی حق ہے' جو امراء کے ذمہ عائد ہے اور جب تک امراء اس حق کو ادا نہ کریں' وہ خدا اور رسولؐ اور تمام غرباء اور مساکین کے مجرم اور مقروض ہیں۔"

۶۔ معیشت میں پھیلاؤ: آج کی معیشت میں بھی ماضی کی طرح لوگ اپنی دولت کو کسی کاروبار میں لگانے کی بجائے دفینوں کی صورت میں رکھنا پسند کرتے ہیں۔ لیکن اسلام اس کا سدباب بھی نظام زکوٰۃ کے ذریعہ کرتا ہے' کیونکہ دفینوں پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے اور اگر اس دولت کو کاروبار میں نہ لگایا جائی تو چند

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سالوں میں اس دولت کے ختم ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لئے اس دولت کو لوگ کاروبار میں لگانا پسند کریں گے۔ یا کسی دوسرے شخص کے ساتھ شرکت و مضاربت کا معاملہ کریں گے جس کے نتیجہ میں معیشت میں پھیلاؤ اور وسعت پیدا ہوگی اور روزگار کے مواقع بھی بڑھیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "آگاہ ہو جاؤ تم میں سے جو کوئی کسی یتیم کا ولی ہو۔ اور اس کے پاس مال و دولت ہو تو وہ اس سے تجارت کرے اور اس دولت کو یونہی نہ ڈال رکھے۔ ایسا نہ ہو کہ زکوٰۃ اسے ختم کر ڈالے۔"

۷۔ ارتکاز دولت کا خاتمہ: پروفیسر کزنے (Kuznet) نے اپنی کتاب "معاشی ترقی اور آمدنی کی غیر مساویانہ تقسیم" میں لکھتے ہیں:۔

> "عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ امیر نسبتاً امیر ہیں اور غریب غریب تر' مثلاً پاکستان میں ساٹھ فیصد آبادی کو کل آمدنی کا اٹھائیس فیصد ملتا ہے۔ لنکا میں ۳۰ فیصد اور امریکہ میں ۳۴ فیصد۔ جبکہ پاکستان و بھارت میں بیس فی صد آبادی (جو امیر طبقہ پر مشتمل ہے) کو کل آمدنی کا پچپن فیصد ملتا ہے۔"

اوپر دیئے ہوئے اعداد و شمار سے واضح ہے کہ اس طرح سے دولت کا ارتکاز چند ہاتھوں میں ہوتا چلا جاتا ہے اور غربت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ نظام زکوٰۃ اس ارتکاز پر بند باندھتا ہے۔ بقول سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ "..... اسلام اس کے بالکل خلاف یہ حکم دیتا ہے کہ روپیہ اول تو روک کر نہ رکھا جائے' اور اگر رک گیا ہو تو تالاب میں سے زکوٰۃ کی نہریں نکال دی جائیں تاکہ جو کھیت سوکھے ہیں ان کو پانی پہنچے اور گردوپیش کی ساری زمین شاداب ہو جائے۔" (معاشیات اسلام)

۲۔ اسلام کا قانون وراثت (Law of Inheritance)

اپنی ضروریات پر خرچ کرنے' راہ خدا میں صدقہ و خیرات اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے باوجود جو دولت ایک جگہ سمٹ کر رہ گئی ہو' اس کو پھیلانے کے لئے اسلام نے ایک اور تدبیر اختیار کی ہے' وہ اس کا قانون وراثت ہے۔ اس قانون کا منشا یہ ہے کہ جو شخص مال چھوڑ کر مر جائے' خواہ وہ زیادہ ہو یا کم' اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے دور و نزدیک کے رشتہ داروں میں ایک ضابطہ کے تحت درجہ بدرجہ پھیلا دیا جائے اور اگر کسی کا کوئی وارث نہ ہو یا نہ ملے تو بجائے اس کے کہ اسے متبنیٰ بنانے کا حق دیا جائے' اس کے مال کو بیت المال میں داخل کر کے قومی ملکیت قرار دیا گیا ہے تاکہ اس سے پوری قوم استفادہ حاصل کرے۔

(الف) وراثت (Inheritance)

وراثت ایک غیر اختیاری انتقال ملکیت ہے۔ جس کے ذریعے ایک متوفی کا ترکہ اس کے ورثا کے حق میں بطریق خلافت (جانشینی) منتقل ہو جاتا ہے' وراثت کے تین ارکان ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔ مورث ۲۔ وارث ۳۔ ترکہ

ترکہ: ''کسی شخص کی وفات کے وقت اس کی تمام جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ نقد و جنس جو اس کی ملکیت میں شرعاً ہو۔ خواہ وہ اس کے قبضہ میں ہو یا دوسروں کے ذمہ واجب الادا ہو اس میت کا ترکہ کہلائے گی۔''

(ب) قانون وراثت (Law of Inheritance): کسی مرد یا عورت کی وفات پر اس کے متروکہ مال کے متعلق قرآن کا قانون یہ ہے۔ کہ یہ مال اس کے والدین' اس کی اولاد' اور اس کی بیوی یا شوہر کے درمیان ایک مقرر نسبت کے ساتھ تقسیم کیا جائے' اور اگر والدین اور اولاد نہ ہوں' تو اس کے حقیقی اور علاتی اور اخیافی (یعنی صرف ماں شریک یا صرف باپ شریک) بھائی بہنوں کو حصہ دیا جائے۔ اس کے متعلق تفصیلی احکام سورہ نساء (آیات نمبر ۷ تا ۱۲ اور آیت ۱۷۶) میں بیان ہوئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے قانون وراثت کے علم کو ''علم الفرائض'' فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے ''اے لوگو! علم الفرائض خود بھی سیکھو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ کہ وہ نصف علم ہے۔ اور بے شک وہ بھلا دیا جائے گا اور سب سے پہلے جو علم میری امت سے اٹھالیا جائے گا وہ علم الفرائض ہے۔''

(ج) وراثت کے احکام قرآن میں:

قرآن پاک کی سورہ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''ماں باپ اور رشتہ داروں کے ترکے میں خواہ تھوڑا ہو یا بہت لڑکوں کا حصہ ہے۔ اور (اسی طرح) ماں باپ اور رشتہ داروں کے ترکے میں لڑکیوں کا حصہ ہے۔ اور یہ حصہ (ہمارا) ٹھہرایا ہوا ہے۔ اور (دیکھو) جب (ایسا ہو کہ ترکے کی) تقسیم کے وقت (دور کے) رشتہ دار اور (خاندان کے) یتیم اور مساکین آموجود ہوں تو انہیں بھی اس میں سے کچھ دے دو۔ اور ان سے دستور کے مطابق بات کرو۔'' (۸۔۷:۴)

''اور لوگوں کو (اس بات سے) ڈرنا چاہئے کہ (کسی حقدار کے حق میں ناانصافی کی جائے) اگر وہ اپنے پیچھے ناتواں اولاد چھوڑ جائے تو انہیں ان کی طرف سے کہیں کچھ اندیشہ ہوتا۔ پس چاہئے کہ اللہ سے ڈریں اور درست بات کہیں۔'' (۸:۴)

''(مسلمانو) تمہاری اولاد (کی میراث) کے بارے میں اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ (دیا کرو) پھر اگر (میت کی وارث) دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو ترکے میں ان کا حصہ دو تہائی اور اگر ایک ہی لڑکی (وارث ہو) تو اس کا آدھا' اور میت کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ بشرطیکہ کہ میت کی اولاد ہو۔ اور اگر اس کے اولاد نہ ہو اور اس کے وارث (صرف) اس کے والدین ہوں تو اس کی ماں کا حصہ ایک تہائی اور اگر میت کے بھائی بہن بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ (مگر یہ حصے) میت کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وصیت (کی تعمیل) اور ادائے قرض کے بعد دیئے جائیں۔'' (۴:۱۰)

وصیت اور میراث کے قانون میں شخصی املاک کے ترکہ کے معاملہ میں اسلامی اسکیم یہ ہے کہ دو تہائی تو لازماً قانون وراثت (میراث) کے مطابق تقسیم ہو۔ اور ایک تہائی مرنے والے کے اختیار تمیزی پر چھوڑا گیا ہے۔ اس طرح مرنے والا ایک تہائی (۱/۳) ترکہ کے بارے میں میں وصیت کرسکتا ہے۔ اس لئے ترکہ کی تقسیم سے پہلے اس میں سے تجہیز و تکفین کے اخراجات اور قرض کی ادائیگی کے بعد وصیت کے مطابق ترکہ تقسیم ہوگا۔ بقیہ ترکہ کو قانون وراثت کے مطابق اعزہ و اقارب میں تقسیم کیا جائے گا۔

وصیت کا قاعدہ سورہ البقرہ میں بیان کردیا گیا ہے۔

''تم پر لکھ دیا گیا کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آئے' اور وہ کافی مال چھوڑ رہا ہو تو والدین اور رشتہ داروں کے لئے جائز طریقہ پر وصیت کردے۔ یہ حق ہے پرہیز گاروں پر۔'' (۲:۱۸۰)

(د) مصارف ترکہ کی ترتیب:

۱۔ **تجہیز و تکفین:** سب سے پہلے میت کی تجہیز و تکفین پر ترکہ میں سے صرف کیا جائے گا۔

۲۔ **قرض کی ادائیگی:** بقیہ ترکہ میں سے قرض کی ادائیگی سب سے پہلے کی جائے گی۔ قرض دو اقسام کے ہیں۔ ایک جن کا اقرار متوفی نے بحالت صحت کیا ہو۔ وہ پہلے ادا کیا جائے گا۔ اور دوسری قسم کا قرض وہ جس کا اقرار متوفی نے بحالت مرض کیا۔ اس کو بعد میں ادا کیا جائے گا۔

۳۔ **وصیت:** تجہیز و تکفین اور قرض کی ادائیگی کے بعد جو کچھ ترکہ میں سے بچے اس سے میت کی وصیت پوری کی جائے گی۔ لیکن شرط یہ ہے کہ:

۱۔ وصیت ایک تہائی (۱/۳) سے زائد نہ ہو۔

۲۔ وصیت کسی ایسے وارث کے لئے نہ ہو جس کو اس ترکہ سے از روئے قرآن و سنت حصہ ملنے والا ہے۔

۳۔ وصیت کسی حرام کام کے لئے نہ ہو۔

(ھ) ورثا کی اقسام: شریعت نے جن رشتہ داروں کو وارث ٹھہرایا ہے۔ وہ تین قسموں میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں:

۱۔ ذوی الفروض ۲۔ عصبات ۳۔ ذوی الارحام

۱۔ **ذوی الفروض:** یہ وہ رشتہ دار ہیں جن کے حصے شریعت میں مقرر کردیئے گئے ہیں اور جن کے متعلق قرآن و حدیث میں واضح احکام موجود ہیں۔ ان میں چار مرد اور آٹھ عورتیں شامل ہیں۔ اور ان کی کل تعداد بارہ ہے۔

ان میں شوہر' باپ' اخیافی یا ماں شریک بھائی' جد صحیح (کسی کے جد کا رشتہ درجہ بدرجہ لکھنے میں کسی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عورت کا ذکر نہ آئے یعنی دادا' پردادا وغیرہ) بیوی' ماں' بیٹی' پوتی' سگی بہن علاتی یا سوتیلی بہن (باپ شریک) اخیافی یا ماں شریک بہن' جدہ صحیحہ (نانی' پرنانی وغیرہ)

۲۔ عصبات: یہ وہ رشتہ دار ہیں جن کو وارث تو ٹھہرایا گیا ہے لیکن ان کا کوئی حصہ قرآن مجید یا حدیث میں مقرر نہیں کیا گیا۔ حکم یہ ہے کہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ بچے عصبات میں تقسیم کرنا چاہئے۔ اس کے احکام سورہ نساء میں ہیں۔ بخاری کی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ذوی الفروض سے جو بچ رہے مرد رشتہ داروں کا ہے جو قریبی ہوں۔''

ان کی دو اقسام ہیں: (الف) عصبہ نسبی (ب) عصبہ سببی

(الف) عصبہ نسبی: یہ وہ عصبہ ہے جو میت کا دادھیالی رشتے دار ہو۔ اس کے اور میت کے درمیان کسی عورت کا واسطہ نہ ہو۔ ان میں چار عورتیں ۱۔ بیٹی ۲۔ پوتی ۳۔ سگی بہن ۴۔ علاقی یا سوتیلی بہن شامل ہیں۔ اور بقیہ سب مرد دادھیالی رشتہ دار شامل ہیں مثلاً بیٹا' باپ' دادا' پوتا' بھائی' بھتیجا' چچا۔

(ب) عصبہ سببی: کسی اسلامی حکومت اور غیر اسلامی حکومت کے درمیان جنگ ہو تو ایسے جنگی قیدی جو اپنی رہائی کے لئے فدیہ نہ دے سکتے ہوں یا جن کو تبادلہ میں رہا نہ کیا جاسکتا ہو' وہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں تاکہ ان کا بار اسلامی حکومت پر نہ پڑے اور وہ صالح ماحول میں اپنے مستقبل کا فیصلہ کر سکیں۔ اصطلاح میں وہ غلام کہلاتے ہیں۔

۳۔ **ذوی الارحام:** یہ وہ دادھیالی اور نانہالی رشتہ دار ہیں جو ذوی الفروض یا عصبہ نہ ہوں۔ مثلاً نانا' نواسا' نواسی' ماموں' خالہ' پھوپھی ان سے متعلق ایک آیت سورہ نساء (۷) کی اور ایک آیت سورہ انفال (۷۵) کی' اور بخاری کی ایک حدیث ہے۔

ترجمہ: ''جس کا کوئی وارث نہ ہو' اس کا وارث ماموں ہے' اور بھانجا بھی اس قوم میں شمار ہوتا ہے۔''

ان کو ترکہ میں اس وقت حصہ ملتا ہے جب ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی موجود نہ ہوں۔ یعنی زندہ نہ ہوں یا صرف بیوی اور شوہر ہوں اور ذوی الارحام ہوں۔

غیر وارث رشتہ دار: سوتیلی ماں' سوتیلا باپ' سوتیلی اولاد' سسرالی رشتہ دار یعنی خسر' ساس' بیوی کے بہن بھائی' داماد' بیوہ' بھاوج' چچی' خالو' بہنوئی وغیرہ۔ اس لئے وارث نہیں ہوتے کہ ان کا نسبی تعلق دوسرے خاندان سے ہوتا ہے اور یہ اپنے خاندان میں وارث ہوتے ہیں۔

(و) اسلامی قانون وراثت کے اہم نکات

۱۔ اسلام دولت کو بڑے پیمانے پر تقسیم کرنے اور پھیلانے کا خواہش مند ہے' ایسا کرنے کے لئے یہ حکم بھی دیا جاسکتا تھا کہ مرنے والے کے ترکہ کو بیت المال میں جمع کروا دیا جائے' تاکہ زیادہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ لوگوں تک اس مال کے فوائد کو پھیلایا جائے' لیکن اس کے بجائے اسلام نے ترکہ قریبی عزیزوں میں تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے جس کے بہتر معاشی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

۲۔ اسلامی قانون وراثت میں عورتوں کو بھی ترکہ میں حقدار قرار دیا گیا ہے۔
(حوالہ کے لئے سورہ النساء آیت نمبر ۷)

۳۔ مرنے والا نہ تو اپنی ورثاء کو وراثت کے حق سے محروم کرسکتا ہے اور نہ ہی ان کے لئے مقرر کردہ حصوں میں ردو بدل کرسکتا ہے (سورہ النساء آیت نمبر ۱۰)

۴۔ اسلام نے تقسیم میراث میں عمروں کے تفاوت کو پیش نظر نہیں رکھا بلکہ اس لحاظ سے سب کو برابر کا حصہ دار قرار دیا ہے۔

۵۔ مرنے والے کو اپنے ترکہ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ ایک تہائی کسی غیر مستحق ترکہ کو دینے کا حق دیا ہے۔ اس کو ایک تہائی سے زیادہ حصہ دینے کا کوئی قانونی حق حاصل نہیں ہے۔

۶۔ کسی وارث (جس کو ترکہ میں سے حصہ ملتا ہے) کے حق میں وصیت نہیں کی جاسکتی اور اس کو اس کے اپنے حصہ سے زیادہ ترکہ نہیں مل سکتا۔

۷۔ اسی طرح مرنے والا اپنا ترکہ کسی ایک فرد کو دینے کا اعلان نہیں کرسکتا۔ متوفی کو اپنے ورثاء کو محروم کردینے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

۸۔ متوفی (مرنے والا) کو متبنی بنانے کا قانونی حق حاصل نہیں ہے۔ اور اگر متوفی لاولد تھا اور اس کا کوئی رشتہ دار بھی نہ تھا تو اس کا ترکہ بیت المال میں داخل کردیا جائے گا اور پوری امت مسلمہ کی بھلائی کے لئے خرچ کیا جائے گا۔

(د) وراثت کے دیگر نظام:

دیگر مذاہب اور علاقوں میں وراثت کی تقسیم کے مختلف نظام پائے جاتے ہیں۔ یورپ میں مرنے والے شخص کا سب سے بڑا بیٹا ہی وراثت کا حقدار ہوتا ہے۔ اس نظام (Primogeniture) میں دیگر بیٹوں اور بیٹیوں کو وراثت میں کوئی حصہ نہیں ملتا۔ علاوہ ازیں ایک شخص اپنی بڑے بیٹے کو بھی جائیداد سے محروم کرکے کسی بھی شخص کو اپنی وراثت منتقل کرسکتا ہے۔ جس کا نتیجہ دولت کی تقسیم میں بہتری کی بجائے مزید خرابی پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح ہندوؤں میں بھی تقسیم وراثت میں عورتیں حقدار نہیں ہیں' صرف مرد رشتہ دار ہی وراثت کے حقدار بنتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں اسلام کے نظام تقسیم وراثت میں مردوں اور عورتوں کو وراثت میں حقدار قرار دیا گیا ہے۔ اسلام کے اس نظام میں بیٹوں کا حصہ بیٹیوں کے مقابلہ میں دوگنا رکھا گیا ہے۔ جس میں بہت سی مصلحتیں ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(ز) قانون وراثت کی اہمیت مسلمان مفکرین کی نظر میں:

مفکر اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اس معاملہ میں قرآن نے جو اصول اختیار کیا ہے' وہ یہ ہے کہ جو مال ایک شخص کی زندگی میں یکجا مرتکز ہوگیا ہو' وہ اس کے مرنے کے بعد مرتکز نہ رہنے دیا جائے' بلکہ اس کے قرابت داروں میں پھیلا دیا جائے۔ یہ اصول ''توریث اکبر'' (Primogeniture) اور مشترکہ خاندانی جائیداد (Joint Family Property) اور ایسے ہی دوسرے طریقوں کے برعکس ہے۔ جن کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ مرتکز شدہ دولت مرنے والے کے بعد بھی مرتکز ہی رہے۔ (معاشیات اسلام: ص۔۱۰۸)

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کے الفاظ میں:

''اسلامی قانون وراثت میں تقسیم دولت کا جو طریقہ ہے وہ ایسا معتدل اور مدبرانہ ہے' کہ اگر صحیح طور پر اس کو اختیار کیا جائے' اور سوسائٹی میں اس کا رواج عام ہو جائے' تو نہ اس سے سرمایہ دارانہ دولت پیدا ہونے کا امکان باقی رہتا ہے' کہ جس سے بڑی بڑی زمینداریاں بنتی ہیں اور نہ افراد و اشخاص کے درمیان افلاس و فاقہ مستی کو فروغ ہوسکتا ہے' کیونکہ یہ ایک ایسا نظام ہے جس سے دولت کا سامان ہر وقت گردش میں رہنے اور ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں پہنچتے رہنے کی وجہ سے کم و بیش ہر فرد کو فائدہ بخشتے رہتے ہیں۔ (اسلام کا اقتصادی نظام: ص۔۳۱۴)

(ر) قانون وراثت کی معاشی اہمیت:

اسلامی قانون وراثت کے پوری معیشت پر بہت دور رس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یہ اثرات انفرادی (Micro Level) پر بھی مرتب ہوتے ہیں اور مجموعی طور (Macro Level) پر پوری معیشت پر بھی۔ ان اثرات کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے۔

(i) ارتکاز دولت کا خاتمہ: ارتکاز دولت کے خاتمہ کے لئے اسلام نے مختلف اقدامات کئے ہیں ان میں سے سب سے اہم اقدام زکوٰۃ کی بطور بنیادی رکن اسلام فرضیت ہے۔ اسلام نے زکوٰۃ کا باقاعدہ نظام مرتب کیا ہے۔ زکوٰۃ کے علاوہ اسلام صدقات و خیرات پر بہت زور دیتا ہے۔ اس کے باوجود اگر دولت کا ارتکاز قائم رہتا ہے تو ایک شخص کے مرنے کے فوراً بعد اس کی گردش کا اہتمام قانون وراثت کی شکل میں کردیا گیا ہے۔ جمع شدہ دولت کو ''ذوی الفروض'' ''عصبات'' اور ''ذوی الارحام'' میں اس طرح تقسیم کرنے کا منصوبہ دیا گیا ہے کہ کوئی قریبی عزیز اس سے محروم نہ رہے۔ ان کے حقوق کے تحفظ کے لئے وصیت کا قاعدہ مقرر کیا گیا ہے۔ مرحوم کا کوئی قریبی رشتہ دار نہ ہو' تو اس کے دور کے رشتہ دار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وراثت کے حقدار ہیں۔ اس کے لئے ایک اصول ''الاقرب فالاقرب'' (یعنی پہلے قریبی عزیز اور اس کے بعد دور کے رشتہ دار) مقرر کیا گیا ہے۔ اس طریقہ پر جمع شدہ دولت دو تین پشتوں میں تقسیم در تقسیم کے ذریعے معاشرے میں پھیل جائے گی اور معیشت ارتکاز دولت کے اثرات بد سے بچ جائے گی۔

(ii) گردش دولت میں اضافہ: دولت کا ارتکاز ختم ہونے سے جمع شدہ دولت کئی ہاتھوں میں تقسیم کے عمل سے گزرے گی۔ جس کا نتیجہ معیشت میں صرف دولت (Consumption) میں اضافہ اور اس کے نتیجہ میں پیداواری عمل (Production) میں اضافہ، روزگار کے مواقع میں اضافہ اور بالآخر معاشی ترقی کی صورت میں سامنے آئے گا۔

(iii) جاگیرداری نظام کا خاتمہ: بڑی بڑی جاگیریں قائم ہونے اور پھلنے پھولنے کی بنیادی وجہ مشترکہ خاندانی نظام (Joint Family System) اور بڑے بیٹے کو وراثت کا حق (Primogeniture) ہے۔ چونکہ اسلامی قانون وراثت میں یہ دونوں اقدامات ممنوع ہیں اور مال و جائیداد میں وراثت کا حق ایک بڑے دائرہ میں پھیلا دیا گیا ہے۔ اسی طرح جاگیریں بھی تقسیم در تقسیم سے چھوٹے حصوں میں تقسیم ہوتی رہیں گی اور جاگیرداری نظام خود بخود اپنے انجام کو پہنچ جائے گا اور اس سے وابستہ خرابیاں بھی ختم ہو جائیں گی۔

(iv) زرعی پیداوار میں اضافہ: بڑی جاگیروں میں جاگیردار اپنی زمینوں پر پوری توجہ سے کام نہیں کروا سکتا۔ اور پیداواری عمل میں خود حصہ نہیں لیتا۔ غیر حاضر زمینداروں کی وجہ سے بھرپور پیداوار حاصل نہیں کی جا سکتی۔ اسلامی قانون وراثت کے نتیجہ کے طور پر جب بڑی جاگیروں کی تقسیم عمل میں آئے گی تو زمین کے نسبتاً چھوٹے ٹکڑوں پر نئے مالکان زیادہ محنت اور توجہ سے بہتر پیداوار حاصل کر سکیں گے۔ اس کا نتیجہ زرعی پیداوار میں اضافہ، مجموعی قومی پیداوار میں اضافہ اور ملکی معاشی ترقی کی رفتار میں اضافہ کی صورت میں سامنے آئے گا اس کے علاوہ زیادہ سے زیادہ افراد کو روزگار کے مواقع حاصل ہوں گے۔

(v) دولت کی منصفانہ تقسیم: زکوٰۃ اور قانون وراثت سے دولت کی منصفانہ تقسیم کی راہ ہموار ہوگی، اور جاگیرداری کے خاتمہ، اور ارتکاز دولت میں کمی سے معیشت میں آمدنیوں میں پائے جانے والے تفاوت کو ختم کرنے میں مدد ملے گی۔

(vi) پسماندگان کی بہتر معاشی: اگر دولت صرف بڑے بیٹے کو ملے یا کچھ ورثاء کو اس سے محروم کر دیا جائے، تو اس کے نتیجے میں وہ افراد دوسروں کے رحم و کرم پر ہوں گے، اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہوں گے، لیکن اسلامی قانون وراثت نے ان کو حق دے کر اپنی معاشی حالت کو بہتر بنانے کی بنیاد رکھ دیتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(ب) اختیاری اقدامات
(Optional Measures)

ا۔صدقات و خیرات:

زکوٰۃ کے علاوہ اسلام نے امراء پر غرباء کے لئے کچھ حقوق عائد کئے ہیں۔ان میں سے بعض کو واجب قرار دیا گیا ہے (مثلاً صدقہ فطر) اور بعض کو مستحسن اور مستحب۔اس قسم کی مالی اعانت کو صدقہ کہتے ہیں۔

ذیل میں کچھ آیات قرآنی اور احادیث نبوی درج کی جاتی ہیں جو بخل و کنجوسی سے احتراز کر کے انفاق فی سبیل اللہ کی دعوتی دیتی ہیں۔ان میں بشارت بھی دی گئی ہے اور نہ دینے پر ڈرایا بھی گیا ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے جنت اور دیگر آرام و آسائش کے وعدے کئے ہیں جو بند مٹھیوں کو حرکت میں لے آتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ اضعافا کثیرہ واللہ یقبض ویبسط والیہ ترجعون (۲:۲۴۵)

ترجمہ:''تم میں سے کون ہے جو اللہ کو قرض حسن دے تا کہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس کرے۔گھٹانا بھی اللہ کے اختیار میں ہے اور بڑھانا بھی۔اور اسی کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے۔''

وانفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول ربی لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصلحین (۶۳:۱۰)

ترجمہ:''خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے روزی دی تم کو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے تو پھر کہے اے میرے رب! کیوں نہ ڈھیل دی مجھ کو تھوڑی مدت کے لئے کہ میں خیرات کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔''

الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا وعلانیۃ فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولاھم یحزنون (۲:۲۷۴)

ترجمہ:''جو لوگ اپنے شب و روز میں کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔اور ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا مقام نہیں۔''

وامنوا باللہ ورسولہ وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ فالذین امنوا منکم وانفقوا لھم اجر کبیر (۵۷:۷)

ترجمہ:''ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر اور خرچ کرو ان چیزوں میں سے جن پر اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے تم کو خلیفہ بنایا ہے جو لوگ تم میں سے ایمان لائیں گے اور مال خرچ کریں گے ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔"

حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "خرچ کر اور شمار نہ کر۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تجھ پر شمار کرے گا۔ (یعنی تجھ کو بھی گن گن کر دے گا) اور روک کر نہ رکھ اللہ تجھ پر روک رکھے گا' جہاں تک ہو سکے خیرات کر (مشکوٰۃ المصابیح)

مشکوٰۃ کی ہی ایک اور روایت حدیث قدسی ہے:

قال رسول اللہؐ "قال اللہ تعالی انفق یابن ادم انفق علیک"

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے ابن آدم خرچ کر' میں تجھ پر خرچ کروں گا"

بخاریؒ و مسلمؒ کی روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اگر کوئی شخص اپنی حلال کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ حلال کمائی ہی کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بڑے احسن انداز میں قبول کرتا ہے۔ پھر اسے صدقہ کرنے والے کے فائدے کے لئے پالتا رہتا ہے (بڑھاتا رہتا ہے) جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کو پالتا ہے حتیٰ کہ وہ (صدقہ) ایک پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے۔"

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ گناہ کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو (ابو یعلیٰ)

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز ہر شخص اپنے صدقہ کے سائے میں ہوگا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان جنت و دوزخ کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ (احمدؒ ابن خذیمہؒ ابن حبانؒ حاکمؒ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا جب آیت **من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ** (ایسا بھی کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دے اور اللہ تعالیٰ اسے بڑھا چڑھا کر عطا کرے) نازل ہوئی تو حضرت ابوالدحداح انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا' "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض طلب فرماتا ہے" آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں اے ابوالدحداح" انہوں نے کہا "یارسول اللہ ﷺ! اپنا ہاتھ دیجئے!" پھر ہاتھ میں ہاتھ لے کر فرمایا "حضور میں نے اپنا باغ اللہ تعالیٰ کو قرض دیا" ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ابوالدحداح کے باغ میں چھ سو کھجور کے درخت تھے۔ اور ان کے بیوی بچے بھی اسی میں رہتے تھے۔ وہ اس وقت سیدھے باغ میں آئے اور آواز دی' "اے دحداح کی ماں! اس نے جواب دیا "لبیک!" ابوالدحداحؓ نے کہا "بچوں کو لے کر باغ سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نکل آؤ' کیونکہ میں نے یہ باغ اللہ تعالیٰ کو قرض دے دیا ہے' (یعنی راہ خدا میں دے دیا ہے)[1] (اسلام اور معاشی تحفظ۔ ص ۱۴۸)

قرآن پاک کی آیات اور احادیث صدقہ کی اہمیت واضح کرتی ہیں اور زیادہ سے زیادہ صدقہ کرنے کی ترغیب دیتی ہیں' قرآن و حدیث صدقہ کو غرباء کا امراء پر حق قرار دیتا ہے' نہ کہ خیرات و احسان۔ بلکہ حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ اگر مال زکوٰۃ غرباء کی ضرورت سے کم پڑ جائے تو قصبہ کے امراء کی ذمہ داری ہے کہ وہ غرباء کو ان کے پاؤں پر کھڑا کریں (الحاکمؒ)

قرآن و حدیث کے یہ دلائل اس امر کے متقاضی ہیں کہ دولت کا ارتکاز معاشرے کے چند افراد کے ہاتھوں میں نہ رہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک قول حضرت ابوذرؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دیوار کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ھم الاخسرون" وہ خسارے والے ہیں۔ حضرت ابوذرؓ نے پوچھا "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون ہیں" آپ ﷺ نے فرمایا "جو دولت کو جمع کر کے رکھتے ہیں پھر اپنے ہاتھوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ ایسے اور ایسے خرچ نہیں کرتے" (بخاریؒ و مسلمؒ) مراد یہ ہے کہ دولت کو جمع کر کے رکھنے کے بجائے' معاشرہ کے تمام افراد تک اس کو پھیلایا جائے تا کہ ہر فرد اس دولت سے استفادہ کر سکے' اسی طرح ایک مثالی معاشرہ جس میں مثالی کفالت عامہ (Social Security) کا نظام موجود ہو' وجود میں آتا ہے۔ جس کے اندر لوگ جرائم پر مجبور نہیں ہوتے بلکہ ایک دوسرے کے ہمدرد اور غمگسار ہوتے ہیں۔

۲۔ انفاق العفو (Charity of Surplus)

اسلام نے فرد کو انفرادی ملکیت کا حق دیا ہے لیکن یہ حق مطلق نہیں بلکہ خالق کائنات کے احکام کے روشنی میں ہے۔ اسلام اس حق ملکیت پر کچھ ذمہ داریاں عائد کرتا اور اس کی کچھ حدود متعین کرتا ہے۔ انہیں ذمہ داریوں میں صدقات واجبہ (زکوٰۃ وغیرہ) ہیں جن کی ادائیگی لازمی ہے۔ اس کے علاوہ اسلام ایک فرد سے مزید رضا کارانہ مالی قربانی کا مطالبہ بھی کرتا ہے۔ اس میں انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ دینے کی کوشش کرنا بھی شامل ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کی ایک انتہائی شکل درج ذیل آیت میں بیان ہوئی ہے:۔

ویسئلونک ماذا ینفقون ط قل العفو..... (۲:۲۱۹)

(ترجمہ) "اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں کہہ دے جو بچے اپنے خرچ سے" (مولانا محمود الحسن)

(الف) مفہوم:

۱۔ "العفو" کا مطلب ہے وہ دولت جو اپنی ضروریات سے زائد ہو۔

---

[1] Economic Doctrine of Islam Vol.II Page 242

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلام ایک فرد سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ جائز اور حلال طریقوں سے جو دولت کمائے اس میں سے لازماً زکوٰۃ کی ادائیگی کرے۔ اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھرے اور اپنی بنیادی اور اہم ضروریات پورا کرنے پر مال صرف کرے اور اگر اس کے بعد اس کے پاس کچھ مال بچ جاتا ہے تو اسے اللہ کی راہ میں اللہ کی خوشنودی کی خاطر معاشرے کے غرباء و مساکین اور ضرورت مند افراد میں تقسیم کردے تاکہ وہ بھی اپنی ضروریات کو پورا کرسکیں۔

۲۔ العفو کا ایک معنی اچھا' اور عمدہ مال بھی ہیں جسے امام ابن کثیرؒ نے تفسیر ابن کثیر میں امام ربیعؒ سے نقل کیا۔ اس صورت میں قل العفو کا مطلب بنتا ہے کہ اللہ کی راہ میں اچھا اور عمدہ مال خرچ کرو اور گھٹیا مال چھانٹ چانٹ کر نہ دو۔

جیسا کہ سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے' ترجمہ: ''جب تک تم ان چیزوں میں سے جو تمہیں عزیز ہیں' راہ خدا میں صرف نہ کرو گے کبھی نیکی حاصل نہ کرسکو گے۔ (۳:۹۲)

۳۔ العفو کا تیسرا معنی ''آسان اور نرم'' بھی ہے۔ یعنی اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کیا جائے' مجاہدؒ کہتے ہیں عفو کے معنی ہیں کہ صدقہ تونگری کے ساتھ ہوتا کہ لوگوں پر گراں نہ گزرے۔

سورہ الفرقان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اور جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں۔ (۲۶:۶۷)

مقصد: ''انفاق العفو'' (ضرورت سے زائد مال کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا) کا بنیادی مقصد بھی ارتکاز دولت کو کم کرکے' گردش دولت میں اضافہ اور اس کے ذریعہ معاشرے کے مختلف طبقات میں تقسیم دولت میں پائے جانے والے تفاوت کو دور کرنا ہے۔

قرآن پاک بار بار اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور اس کو غرباء اور ضرورت مند افراد کا حق قرار دیتا ہے۔ سورہ الذریات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وفی اموالھم حق للسائل والمحروم O (۵:۱۹)

ترجمہ: ''ان کے مالوں میں حق ہے' سائل اور محروم کے لئے''

اسی طرح سورۃ المعارج میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

والذین فی اموالھم حق معلوم O للسائل والمحروم O (۲۵-۲۴:۷۱)

ترجمہ: ''جن کے مال میں ایک معین حق ہے۔ سائل اور محروم کا۔

ایک حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مالداروں کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی اہل حاجت کا حق ہے۔

(ب) اہمیت: انفاق العفو کی معاشی اور معاشرتی اہمیت کو نبی ﷺ نے متعدد احادیث میں بیان فرمایا ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

۱۔ حضور ﷺ نے فرمایا "اے آدم کے بیٹے تیرے لئے فاضل مال کا (خدا کی راہ میں) خرچ کر دینا بہتر ہے اور اسے روک لینا برا ہے۔ اپنی ضروریات کی تکمیل کرنے کی حد تک تجھ پر کوئی ملامت نہیں اور خرچ کرنے کی ابتدا ان لوگوں (پر خرچ کرنے) سے کرو جن کی پرورش تمہارے ذمہ ہے اور دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ (مسلمؒ کتاب الزکوٰۃ و ترمذیؒ)

۲۔ ابوسعید خدریؓ راوی ہیں ایک بار ہم نبی ﷺ کے ہمراہ سفر کر رہے تھے کہ ایک آدمی اپنی سواری پر آیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جس کے پاس فاضل سواری ہو وہ اسے اس کو دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو' جس کے پاس فاضل توشہ ہو' وہ اس کو دے دے جس کے پاس زاد راہ نہ ہو' راوی کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے مختلف قسم کے اموال کا ذکر اس طرح کیا' یہاں تک کہ ہم نے محسوس کیا' کہ ہم میں سے کسی کو بھی اپنی فاضل مال میں کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ (مسلمؒ: کتاب اللقطہ۔ ابوداؤدؒ)

۳۔ سعیدؒ بن ہند سے روایت ہے کہ ابو ہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطانوں کے کچھ اونٹ ہوتے ہیں' اور بعض مکان بھی شیطانوں کے ہوتے ہیں۔ شیطانوں کے اونٹوں کو تو میں نے دیکھا ہے کہ تم میں سے ایک آدمی چند سواری کے جانور لے کر نکلتا ہے جن کو اس نے کھلا کھلا کر موٹا کر دیا ہو۔ اور ان میں سے ایک اونٹ پر نہ خود سوار ہوتا ہے نہ اپنے اس کمزور اور سواری نہ رکھنے والے بھائی کو سوار کرتا ہے جو اسے راستہ میں ملتا ہے البتہ شیطانوں کے گھر میں نے نہیں دیکھے سعیدؒ کہا کرتے تھے کہ میرا خیال ہے کہ وہ (شیطانوں کے گھر) یہ ہودج ہیں جن پر لوگ دیباج کے غلاف ڈالتے ہیں۔ (ابوداؤدؒ: کتاب الجہاد)

۴۔ اسی طرز عمل کو رسول اللہ ﷺ نے زمین کے معاملہ میں بھی پسند فرمایا ہے۔

"یعنی اپنی زمین اپنے بھائی کو کرایہ کے بغیر دے دینا اس سے بہتر ہے کہ اس سے اس زمین پر ایک مقررہ لگان وصول کیا جائے" (مسند امام احمدؒ)

رسول اللہ ﷺ کی ایک اور حدیث حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (مفہوم) اے ابوذر! میں پسند نہیں کرتا کہ میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو' اور ایک رات (یا تین راتیں) اس طرح گزریں کہ اس میں سے کچھ میرے پاس باقی ہو سوائے قرض کی ادائیگی کے لئے۔

(ج) انقلابی تصور: اسلام انسان کے معاشی مسئلہ کو جس انداز میں حل کرنا چاہتا ہے اس کے لحاظ سے انفاق العفو یقیناً ایک انقلابی تصور ہے۔ اگر معاشرہ کا ہر فرد اپنی زائد از ضرورت دولت اہل حاجت کے سپرد کر دے تو اس بات کا قطعاً کوئی امکان ہی نہیں رہتا کہ معاشرہ میں ایک بھی فرد تہی دست اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ضروریات زندگی سے محروم رہ جائے۔ تقسیم دولت کے نظام میں پیدا ہونے والی ناہمواریاں اس ایک ہی اقدام سے کافور ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و حکمت سے ہر معاشرہ کو اتنے وسائل رزق ضرور عطا فرمائے ہیں کہ اس کے تمام افراد کی ضروریات کی کفالت ہو سکے۔ تقسیم دولت کی ناہمواری ہی کمیابی و محرومی کے مسائل کو جنم دیتی ہے اگر ہر فرد معاشرہ اپنی زائد از ضرورت دولت معاشرہ کے سپرد کر دے تو ہر ایک کو اپنی ضرورت کا سامان لازماً میسر آ سکتا ہے۔

انفاق العفو کے ذریعہ غرباء کے لئے آمدنیوں کی تخلیق کا ایک غیر منقطع سلسلہ شروع ہو جانے سے مجموعی صرف کا معیار بھی بلند ہو جائے گا۔ ان کا میلان صرف (Propensity to Consume) زیادہ ہونے سے اشیاء کی مجموعی طلب میں اضافہ ہوگا جسے پورا کرنے کے لئے نئی سرمایہ کاری وجود میں آئے گی جو اپنے ساتھ نئے روزگار اور نئی آمدنیاں لے کر آئے گی۔ اسی طرح معاشرہ میں معاشی گرم بازاری کا ماحول موجود رہے گا جو افراد کو معاشی خوشحالی سے ہمکنار کر دے گا۔

''انفاق العفو'' بخل کے قفل کو توڑنے کا باعث بنتا ہے جس سے معیشت کو کثیر پیداواری وسائل میسر آ جاتے ہیں۔ جنہیں معیشت کی بحالی اور ترقی کے لئے کام میں لایا جا سکتا ہے۔ جس معاشرہ میں انفاق العفو ایک معمول بن گیا ہو وہاں حکومت کو وسائل حاصل کرنے کے لئے جبری ذرائع سے کام لینے کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہاں محصولات اور افراط زر کے حربے غیر ضروری ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اسلامی حکومت مفاد عامہ کے منصوبوں کی تکمیل یا ملکی سالمیت و دفاع کے لئے اپیل کرے تو افراد معاشرہ رضا کارانہ طور پر کثیر وسائل اس کی دسترس میں دینے پر تیار ہو جائیں گے۔ نبی کریم ﷺ کے مبارک زمانہ میں اس قسم کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔

تاہم یہ ملحوظ رہے کہ ''انفاق العفو'' خالصتاً ایک رضا کارانہ فعل ہے۔ یہ اللہ کی نگاہ میں نہایت پسندیدہ عمل ہے اور اس کی رضا کو پانے کا ایک بہت ہی اچھا طریقہ ہے۔ اس کی دعوت تو ہر صاحب ایمان کو دی گئی ہے لیکن اسے لازم قرار نہیں دیا گیا۔ بعض افراد کو ان کے مخصوص حالات کے پیش نظر نبی ﷺ نے اللہ کی راہ میں اپنا سارا مال خرچ نہ کرنے کی تلقین بھی کی۔

آپ ﷺ نے حضرت کعب بن احبارؓ سے فرمایا: ''کچھ مال اپنے لئے روک لو کہ یہ تمہارے لئے سارے مال کو خیرات کر دینے سے بہتر ہے'' (بخاریؒ)

۳۔ اوقاف

جو اشیاء منقولہ یا غیر منقولہ ذاتی ملکیت سے نکال کر ''فی سبیل اللہ'' دے دی جائیں وہ اسلامی اصطلاح میں وقف کہلاتی ہیں۔[1] اور اوقاف کی ایسی تمام آمدنی جو بیت المال کے لئے دی گئی ہو۔ بیت

---

[1] اسلام کا اقتصادی نظام: سیوہارویؒ: ص ۱۲۶۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

المال کا حق متصور ہوتی ہے۔ اسلام میں حضرت عمرؓ سب سے پہلے "واقف" تھے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کو خیبر میں کچھ زمین ملی۔ آپ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا "اے اللہ کے رسول ﷺ میرا سب سے زیادہ عزیز اور بہتر مال وہ ہے' جو خیبر میں میری زمین کا ایک حصہ ہے (میں اس کو راہ خدا میں صدقہ کرنا چاہتا ہوں) فرمایئے کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! "اصل (زمین) کو اپنے قبضہ میں رکھو اور اس کی پیداوار پھل وغیرہ اللہ کی راہ میں وقف کردو" چنانچہ حضرت عمرؓ نے فقراء' رشتہ داروں' قیدیوں' ناداروں اور مسافروں کے لئے اس زمین کی پیداوار پھل وغیرہ اس شرط پر وقف کردیئے کہ نہ تو ان کو بیچا جائے گا' نہ ہبہ کیا جائے' اور نہ حصہ وراثت کے طور پر دیا جائے' البتہ جو شخص وقف کا نگران مقرر کیا جائے' اس کے لئے کوئی گناہ نہیں' اگر وہ معروف طریقے سے اس میں سے کچھ لے کر کھالے اور اپنی جائیداد نہ بنائے۔

علامہ یوسف القرضاویؒ فرماتے ہیں "حضرت عمرؓ کو زمین کی پیداوار وغیرہ اللہ کی راہ میں وقف کردینے کا حکم دے کر رسول اللہ ﷺ نے خیراتی وقف کے لئے شرعی بنیاد فراہم کردی ہے جو ہر دور کے مسلم معاشرے میں کافی موثر کردار ادا کرتی رہی ہے....." یہی وجہ ہے کہ مسلم معاشرے کی ضروریات میں سے کوئی ضرورت ایسی نہیں جس کے لئے معاشرے کے اہل ثروت نے اپنی دولت کا کچھ حصہ وقف نہ کردیا ہو۔"

> "یہ اوقاف اپنی وسعت اور تنوع کے اعتبار سے بجا طور پر نظام اسلامی کے لئے باعث صد افتخار ہیں' فقراء اور ناداروں کے لئے محتاج خانے قائم کردیئے گئے۔ جو ان کی خوراک اور لباس کی ضروریات پوری کرتے تھے۔ خیراتی شفاخانے کھول دیئے گئے جو فقراء اور اہل حاجت کے لئے علاج معالجے اور دوا دارو کی سہولتیں مہیا کرتے تھے' اس کے علاوہ ان سے لوگوں کے لئے سفر وغیرہ کی سہولتیں بھی مہیا کی گئیں۔"

"مسلمان اس تلاش میں رہتے تھے کہ معاشرے میں کون کون سی ضروریات ایسی ہیں جن پر خرچ کیا جائے' پھر ان کے لئے اپنے مالوں اور جائیدادوں کے کچھ حصے وقف کردیتے تھے' یہاں تک کہ انہوں نے بیمار جانوروں کے علاج اور گمشدہ (بے آقا) کتوں کی خوراک وغیرہ کے لئے اوقاف قائم کئے جب بے زبان جانوروں کے بارے میں مسلمانوں کا یہ رحم دلانہ طرز عمل تھا تو پھر اشرف المخلوقات انسان کے بارے میں ان کا نقطہ نظر کیا ہوگا؟"

وقف املاک قانون اسلامی میں مختلف ضوابط کی پابند ہوتی ہیں' وقف کرنے والے یا بعض شرائط کے تحت وصیت کے ذریعے ملکیت منتقل کرنے والے نے جو پابندیاں عائد کی ہوں ان کے علاوہ اسلامی ریاست کی طرف سے وضع کردہ قواعد وضوابط کا اطلاق بھی وقف پر ہوتا ہے۔ وقف املاک پوری سوسائٹی کی اجتماعی ملکیت ہوتی ہیں نہ تو اسے بیچا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کی ملکیت کسی دوسرے شخص کی طرف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منتقل ہو سکتی ہے۔ البتہ جس فرد یا ادارہ کے لئے وقف کی گئی ہو اسے فائدہ اٹھانے کا حق ہوتا ہے (بدائع الصنائع) وقف املاک کو واپس مالک کی ملکیت میں نہیں لوٹایا جاسکتا۔ (اسلامی حکمت معیشت: ص ۲۱۰)

اسی بناء پر مسلم معاشرے میں یتیموں' شکستہ حال لوگوں' اندھوں' ناداروں اور دیگر مجبور اور آفت رسیدہ محتاجوں کے لئے اوقات کا ایک نہایت وسیع نظام قائم ہو' وقف اور اوقاف کے اس پورے نظام کا بنیادی مقصد بھی یہ ہے کہ دولت معاشرہ کے چند افراد کے ہاتھوں میں ہی گردش نہ کرتی رہے۔

اس مقصد کے لئے صرف زکوٰۃ کی نہریں ہی نہیں بلکہ صدقہ و خیرات کے چشمے اور وقف و اوقاف کے ڈول نکالنے کی ترغیبات دی گئیں تاکہ امراء کی دولت کے تالاب سے ایک تسلسل کے ساتھ مال غرباء کی طرف منتقل ہوتا رہے۔ اس طرح گردش دولت کا عمل معاشرے میں کسی طور رکنے نہ پائے' بلکہ یہ عمل وقت کی گردش کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہی چلا جائے۔ اور اسلامی معاشرے میں طبقاتی کشمکش کا وجود پیدا ہی نہ ہو سکے۔ معیشت وسعت اختیار کرتی رہے' مسلمان دینی اور دنیاوی لحاظ سے روبہ ترقی رہیں۔ دنیا کی اقوام میں وہ اپنے مثالی معاشرے کی وجہ سے سربلند ہوں اور معاشرے کا ہر فرد اپنی پوری تندہی سے اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو دنیا میں بلند کرنے کے لئے اپنی توانائیاں صرف کرتے رہیں۔ (لتکون کلمة الله هی العلیا)

پس اسلامی نظام معیشت میں یہ ادارہ بہت اہم مقام رکھتا ہے۔ قرآن اولیٰ میں بکثرت اس طرح کے ادارے قائم ہوئے' اور عوامی مفاد کے لئے ذرائع و وسائل پیدا کرنے کا سبب بنے۔ مثلاً دینی اور تعلیمی اداروں کے لئے اوقاف' عوام کے لئے آب رسانی کی سہولتوں کی فراہمی کے لئے کنوؤں اور چشموں کی شکل میں اوقاف' مجاہدین اور مسافروں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے اوقاف اور اسی طرح یتیموں اور معذوروں کے لئے اوقاف قائم ہوئے۔

اوقاف کی ایک وسیع شکل عراق اور خیبر کی مفتوحہ زمینوں کا اسلامی ریاست کی ملکیت میں رہنا بھی تھا تاکہ اس سے موجودہ مسلمانوں کے علاوہ آئندہ نسلیں بھی استفادہ کر سکیں۔ اس قسم کے اوقاف آج بھی کارخانوں اور باغات اور ٹرانسپورٹ اور کرائے کی بستیوں کی شکل میں قائم ہو سکتے ہیں۔

موجودہ حالات میں وقف کے ادارہ سے استفادہ[1]

۱۔ کسی شرعی تقاضے کے تحت اگر کچھ زرعی یا صنعتی املاک اسلامی ریاست کے قبضہ میں آتی ہیں تو اس میں سے لوگوں کے غصب شدہ حقوق کی ادائیگی کر کے بقیہ املاک کو وقف للہ قرار دے دیا جائے۔ اس طرح ان کی آمدنی سے مفاد عامہ کے کام انجام پاسکیں گے' اور حکمران بھی اپنی مرضی سے ان میں تصرف نہ کر سکیں گے۔

۲۔ غیر ملکی قرضوں سے جو نفع آور اقتصادی ادارے اور کارخانے قائم ہوں' ان کو عوام یا محنت کشوں یا

---

[1] یہ تجاویز موجودہ اقتصادی بحران اور اسلامی حکمت معیشت (ص ۲۰۹۔ ۲۱۰) سے لی گئی ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مزید طبقوں کے لئے وقف للہ قرار دے دیا جائے کیونکہ ان قرضوں کی ادائیگی پوری قوم ٹیکسوں کی صورت میں کرتی ہے۔

۳۔ اسی طرح اگر کہیں سے کچھ اقتصادی وسائل (سرمایہ اور مشینیں وغیرہ بلا قیمت) محض بطور امداد ملیں تو انہیں بھی افادہ عام کے لئے وقف کر دیا جائے۔

۴۔ وہ مخفی معدنیات جن کو نکالنے کے لئے سرمایہ محنت اور فنی اور مشینی وسائل کی ضرورت پڑتی ہے ان کے لئے اگرچہ شریعت میں یہ گنجائش ہے کہ ان کی برآمد اور صاف کرنے کا کام افراد یا فرموں کو ٹھیکے کی طرز پر یا مقررہ خمس (کل مالیت کا پانچواں) کے عوض کسی مدت کے لئے تفویض کیا جاسکتا ہے۔ لیکن دوسری طرف فقہاء نے اسے بھی جائز قرار دیا ہے کہ حکومت مختلف اجتماعی مفاد کے لئے (جن میں دفاع بھی شامل ہے) ان کا انتظام بطور خود کرے خصوصاً آج کے دور میں پٹرول، فولاد کے علاوہ یورینیم جیسی معدنیات کے معاملہ میں یہی صورت قابل ترجیح معلوم ہوتی ہے کہ ان کو وقف للہ قرار دیا جائے اور پوری قوم کو اس میں شریک کیا جائے اور حکومت صرف انتظامی نگرانی کرے۔

۵۔ حکومت یا پبلک ادارے چندوں کی صورت میں فنڈ اکٹھا کر کے تعلیمی یا تربیتی یا کفالتی اداروں کے علاوہ ایسے کارخانے اور کاروبار بھی کر سکتے ہیں جن کی آمدنیاں ساری قوم یا ہسپتالوں کے مریضوں، فوجی معذوروں، بیواؤں، یتیموں، بے روزگاروں، مزدوروں، نادار طلباء وغیرہ میں سے کسی ایک یا زائد عناصر کے لئے مخصوص کر دی جائیں۔ ان کا انتظام چلانے کے لئے قانون سازی پارلیمنٹ کے ذریعے کی جاسکتی ہے۔

وقف کے ادارہ میں چونکہ ایک دینی تقدس اور فلاح عامہ کے لئے جذبہ خدمت کام کرتا ہے۔ اس لئے وقف کو چلانے والے اپنی قوت فکر و عمل سے کام کرتے ہیں (بخلاف اشتراکیت کہ جہاں یہ جذبہ مفقود ہوتا ہے) اس طرح وہ پیداوار میں اضافہ اور عوامی خدمت بھی بڑھ چڑھ کر کر سکتے ہیں۔

غرض یہ کہ وقف کا ادارہ بھی نظام زکوٰۃ و صدقات کی طرح دولت کی گردش کو امراء سے غرباء کی طرف کرنے کا ایک اچھا ذریعہ ہے۔ جس سے اسلام امیر و غریب کے فرق کو مٹا کر تقسیم دولت کی خرابی کو دور کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

۴۔ ارتکاز دولت کے خاتمہ کے لئے اسلامی ریاست کے مزید اقدامات (اموال فاضلہ کا مطالبہ)

(States Powers for Further Measures)

ارتکاز دولت کے خاتمہ اور گردش دولت میں اضافہ کے لئے اسلام نے مختلف اقدامات تجویز کئے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو حکم (Obligatory) کا درجہ رکھتے ہیں اور کچھ رضا کارانہ (Voluntary)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نوعیت کے ہیں۔

کیا ایک اسلامی ریاست اپنے عوام کے اموال فاضلہ (Surplus Wealth) میں ٹیکس عائد کرسکتی ہے یا نہیں؟ اس سوال کا تفصیلی جواب اگلے باب میں آئے گا۔ یہاں اس سلسلہ میں مختصراً اسلامی ریاست کے اس حق کے بارے میں بحث کی جائے گی۔

اسلامی ریاست کی اہم ترین ذمہ داریوں میں سے ایک غربت و افلاس اور ارتکاز دولت کا خاتمہ کرنا ہے اس کے بنیادی فرائض میں بھی یہ بات داخل ہے کہ وہ ہر فرد کو زندگی کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کو اس طرح یقینی بنائے کہ اس کی حدود میں کوئی فرد بھوکا پیاسا نہ رہے۔ اس مقصد کے لئے اسلامی ریاست لوگوں کو تعلیم و تربیت اور ترغیب و تلقین کے ذریعہ غرباء کی ضروریات پورا کرنے پر آمادہ کرے گی۔ اس کے علاوہ اسلامی ریاست اپنی بیت المال کے وسائل کو بھی اس مقصد کے حصول کے لئے استعمال کرسکتی ہے۔

مندرجہ بالا اقدامات کے باوجود اگر اسلامی ریاست کے ہر باشندہ کو بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی ممکن نہ ہو سکے تو اصحاب ثروت سے لازمی محصولات کے ذریعہ بھی رقوم وصول کرسکتی ہے۔ تاہم ایسا صرف ہنگامی (Emergency) صورت میں ہی کیا جاسکتا ہے۔ اس کو معمول نہیں بنایا جاسکتا اور ضرورت پوری ہونے پر ایسے خصوصی اقدامات ختم کرنا ہوں گے۔

اس سلسلہ میں ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی لکھتے ہیں کہ:۔

''بیت المال کے لئے مزید محاصل عائد کرنے کی ضرورت تین مختلف طریقوں سے پیدا ہوسکتی ہے۔ اولاً یہ کہ شرعی محاصل سے حاصل ہونے والی آمدنی ریاست کے بنیادی فرائض: دفاع اور جہاد فی سبیل اللہ' تعلیم و تربیت' دعوت اسلام' امر بالمعروف و نہی عن المنکر' قیام عدل اور کفالت عامہ کے لئے ناکافی ہو۔

ثانیاً اس طور پر کہ اسلامی ریاست کو ملک کے معاشی تعمیر و ترقی اور خود اپنے مصارف حکمرانی پورے کرنے کے لئے مزید مال کی ضرورت ہو..... مزید محاصل عائد کرنے کی ضرورت ایک تیسری وجہ سے بھی پیش آسکتی ہے۔ اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ معاشرہ کے اندر تقسیم دولت میں پائی جانے والی ناہمواری اور عدم توازن کو کم کرے اور تقشف کی زندگی کا سدباب کرے۔ اس مقصد کی خاطر سماج کے ان افراد پر محاصل عائد کئے جاسکتے ہیں جن کے پاس بہت زیادہ دولت مرتکز ہوکر فساد پیدا کرنے کا سبب بن رہی ہو.....''[1]

اموال فاضلہ کے سلسلہ میں ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی مزید لکھتے ہیں:

''عام حالات میں اجتماع کی مالی ضروریات شرعی محاصل کی آمدنی سے اور معتدل

---

[1] اسلامی نظریہ ملکیت: دوم ص ۲۰۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شرحوں کے ساتھ مزید محاصل عائد کر کے پوری کی جاسکتی ہیں۔ لیکن ایسے غیر معمولی اور ہنگامی حالات بھی پیش آسکتے ہیں جن میں ان طریقوں سے اجتماعی مفاد کا تحفظ ممکن نہ ہو۔ شدید قحط' عام سیلاب یا کسی اور آفت کی وجہ سے غذا یا بنیادی ضرورت کے دوسرے سامانوں کی قلت' یا جنگ میں ریاست کو اچانک طور پر کثیر اموال کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ ایسے ہنگامی حالات میں اسلامی ریاست اس بات کی مجاز ہوگی کہ اپنے صاحب ثروت شہریوں سے ان کی ضرورت سے زائد اموال کا مطالبہ کرے تاکہ اجتماع کو ہلاکت سے بچایا جاسکے..... (ایضاً ص ۲۲۳)

اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ کا قول ہماری رہنمائی کرتا ہے:۔

بخاری: الادب المفرد میں ابن شہاب سے مروی ہے کہ سالم نے انہیں بتایا کہ ان کو عبداللہ بن عمرؓ نے خبر دی ہے کہ عام الرمادہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا اور یہ سخت اور تکلیف دہ قحط کا سال تھا۔ عمرؓ نے دیہات کے لوگوں کی مدد زرخیز علاقوں سے اونٹ' گیہوں اور زیتون کے تیل منگوا کر کی۔ یہاں تک کہ تمام زرخیز علاقے اس مدد کے بار کی وجہ سے تنگ آ گئے' تو حضرت عمرؓ دعا کرنے کھڑے ہوئے' اور آپؓ نے یہ فرمایا: خدایا ان کے لئے پہاڑوں کی چوٹیوں پر (ظاہر ہونے والی بادلوں کی شکل میں) رزق مہیا فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اور مسلمانوں کی دعا قبول فرمالی۔ جب بارش ہوئی تو آپؓ نے فرمایا: خدا کا شکر ہے کیونکہ خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو دور نہ فرماتا تو میں ہر ایسے مسلمان گھرانے میں جن کو کچھ فراخی نصیب ہوئی ہے اس کے افراد کی تعداد کے برابر فقراء کو ساتھ کر دیتا۔ کیونکہ جتنا کھانا ایک آدمی کے لئے کافی ہوتا ہے اس پر اگر دو آدمی گزارہ کرتے تو وہ دونوں ہلاک نہ ہو جاتے۔''

حضرت عمرؓ کے اس ارشاد مبارک سے واضح ہوتا ہے کہ آخری چارہ کار کے طور پر اہل حاجت کی کفالت کے لئے قانونی اقدام کے ذریعہ مالی لحاظ سے نسبتاً بہتر لوگوں سے اموال فاضل کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔

امام ابن حزمؒ کی رائے میں:

''ہر ملک کے مال دار لوگوں پر فرض ہے کہ اپنے غریب لوگوں کی کفالت کریں اور یہ کہ جب اسلامی ریاست کے دوسرے شہری بہت مشکل میں مبتلا ہوں تو مالدار لوگوں کا اپنی زائد دولت اپنے پاس رکھنا غیر قانونی ہے۔'' [1]

اس پوری بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلامی ریاست ہنگامی حالت میں ہنگامی ضروریات پورا کرنے کے لئے اپنے شہریوں سے ان کے زائد مال کا مطالبہ کرسکتی ہے اور اس کے لئے قانونی اقدامات کرسکتی ہے لیکن عام حالات میں اس کو ایسا کرنے کا حق حاصل نہیں۔

---

[1] بحوالہ افضال الرحمٰن: جلد دوم ص ۱۰۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

۱۔ اسلام اور معاشی تحفظ' علامہ یوسف القرضاوی ترجمہ عبدالحمید صدیقی' البدر پبلی کیشنز' لاہور۔

۲۔ اسلام کا اقتصادی نظام: مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ ادارہ اسلامیات' لاہور۔

۳۔ موجودہ اقتصادی بحران اور اسلامی حکمت معیشت' شعبہ نشر و اشاعت جماعت اسلامی' لاہور' پاکستان۔

۴۔ معاشیات اسلام' سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ' لاہور۔

۵۔ تقسیم میراث' مرتبہ سید شوکت علی' اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ' لاہور۔

۶۔ فقہ الزکوٰۃ' یوسف القرضاوی' البدر پبلی کیشنز' لاہور۔

۷۔ معارف الحدیث' مولانا منظور احمد نعمانی' مکتبہ رشیدیہ' ساہیوال۔

۸۔ اسلامی نظریہ ملکیت' حصہ دوم' ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی' اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ' لاہور۔

9- Economic Doctrine of Islam, Vol-II, Dr. Afzal-ur-Rehman, Islamic Publicatios Ltd; Lahore.

***

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حصہ ششم

اسلامی معاشیات میں کلی معاشیات کے بنیادی تصورات

(Basic Macro Economic Topics in Islamic Economics)

باب ۱۱ اسلامی معیشت میں صرف' بچت اور سرمایہ کاری کے تفاعل

۱۔ تفاعل صرف

* کلی تفاعل صرف
* رویہ صارف کا اسلامی تصور
* جزئی معاشیات میں تفاعل صرف
* کلی معاشیات میں تفاعل صرف

۲۔ تفاعل بچت

* کلی معاشیات میں تفاعل بچت
* بچتیں اور اسلامی ممالک میں اسلامی نظام کا نفاذ

۳۔ تفاعل سرمایہ کاری

* زکوٰۃ اور سرمایہ کاری

***

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۱

اسلامی معیشت میں صرف' بچت اور سرمایہ کاری کے تفاعل

اسلام دین فطرت ہے اور انسان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو سامنے رکھ کر انسانی ہدایت کا اہتمام کرتا ہے۔ انسانی عقل وفہم بہت محدود ہے اور اس کی نظر صرف وقتی اور فوری فائدوں پر ہوتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں قرآن و حدیث کی تعلیمات انسان کی فطرت کے پیش نظر مرتب ہیں' کیونکہ فاطر فطرت: یعنی فطرت کی تخلیق کرنے والی ذات۔ اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس لئے اس ذات باری تعالیٰ نے اپنے بنائے ہوئے اصولوں کے مطابق ہی زندگی کے اصول وحی فرمائے ہیں' البتہ جہاں ان اصولوں سے انحراف کا معاملہ پایا جائے وہاں معاملات کی درستگی کے لئے اقدامات اور احکام نازل فرمادیئے گئے ہیں۔ یہ وہ پہلا ضابطہ ہے جس پر یہ کائنات اور حیات انسانی کام کررہے ہیں۔

اس ضمن میں دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ احکام اور سزاؤں سے زیادہ انسانوں اور معاشرے کے اخلاق اور ذہنیت کی اصلاح پر توجہ دی جائے تاکہ خرابی پیدا ہی نہ ہونے پائے۔ تیسرا ضابطہ یہ ہے کہ حکومتی جبر اور قانونی مداخلت کا مرحلہ اسی صورت میں آئے جب ایسا کرنا ناگزیر ہو۔ مثلاً۔

(الف) انسان کو یہ آزادی دی گئی ہے کہ وہ معاشی جدوجہد میں حصہ لے سکتا ہے۔

(ب) انسان اپنی محنت سے جو وسائل حاصل کرے' ان پر اسے مالکانہ حقوق حاصل ہوں گے' اور

(ج) مختلف انسان اپنی ذہنیت اور قابلیت میں فرق کی وجہ سے معاشی لحاظ سے مختلف ہوسکتے ہیں۔

اسلام فطری لحاظ سے ان باتوں کو تسلیم کرتا ہے لیکن جہاں فطرت کے تقاضے مسخ ہورہے ہوں اور ظلم و بے انصافی کا معاملہ درپیش ہو تو پھر ریاستی مداخلت کو لازمی قرار دیتا ہے۔

اسلام صرف اور خرچ کی ان تمام صورتوں کو جائز قرار دیتا ہے جن کے نتیجہ میں انسان ایک اوسط درجہ کی شستہ اور پاکیزہ زندگی گزار سکے۔ خرچ کرنے کے وہ تمام طریقے جو اخلاق اور معاشرے پر منفی اثرات مرتب کرتے ہوں ممنوع ہیں۔ مثلاً جوا حرام ہے' شراب پینے پر پابندی ہے' زنا اسلام کی نظر میں بہت بڑا جرم ہے' گانا بجانا' ناچ رنگ اور عیش وعشرت کے دوسرے ذرائع پر پیسہ ضائع کرنا بہت بڑی اخلاقی خرابی ہے۔ ریشمی لباس' سونے چاندی کے زیورات کا مردوں کے لئے پہننا' سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا ناپسندیدہ ہے۔ غرض انسان کے لئے بلند ترین اخلاق کا معیار یہ ہے کہ انسان جو کچھ کمائے اسے اپنی جائز اور معقول ضروریات پر خرچ کرے اور جو بچ جائے اس میں اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کو شریک کرے یا اپنے پیسے کو کسی جائز کاروبار میں لگادے۔ گویا یا تو کمائی ہوئی دولت صرف ہو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رہی ہو (یعنی Consumption)' یا کسی جائز کاروبار میں لگائی جارہی ہو (یعنی Investment)۔ اسی طرح اپنی کمائی ہوئی دولت میں دوسروں کو شریک کیا جائے (یعنی انفاق فی سبیل اللہ: صدقہ و خیرات)۔ سرمایہ کاری کے لئے ضروری ہے کہ کمائی ہوئی دولت کا ایک حصہ بچتوں کی صورت میں رکھا جائے (یعنی Saving) لیکن اس صورت میں ایک سال کی مدت گزرنے پر زکوٰۃ کی ادائیگی کو فرض قرار دے دیا گیا۔ جو کہ معاشرے کے اجتماعی خزانے (یعنی بیت المال) میں جمع ہو اور یہ خزانہ ان تمام لوگوں کی ضروریات کا کفیل بن جائے جو معاشی جدوجہد میں حصہ لینے کے قابل نہیں ہیں (یعنی فقراء) یا اپنی پوری کوشش اور جدوجہد کے باوجود اپنا پورا حصہ حاصل کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں یا اپنی ضروریات پوری نہیں کر پاتے (یعنی مساکین)۔ اور ایک انسان اپنی پوری زندگی میں جائز ذرائع سے دولت کماتا ہے۔ اس میں دوسروں کو بھی شرک بناتا ہے۔ جو کچھ بچاتا ہے اس میں سے زکوٰۃ کی ادائیگی کا بندوبست کرتا ہے۔ مرنے کے وقت اگر اس کے پاس دولت اور املاک موجود ہوتی ہیں تو قانون وراثت کے ذریعے ان کی تقسیم کا اہتمام ہو جاتا ہے۔

یہ ہے وہ نقشہ کار جس کی روشنی میں اسلامی معیشت میں کلی معاشیات کے تصورات کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔

(الف) کلی تفاعل صرف (Macro Consumption Function)

رویہ صارف کے حوالہ سے معاشیات میں اس بات کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ ایک صارف اپنی آمدنی کو کن کن مدات پر خرچ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس بات کا بھی تجزیہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی آمدنی میں سے کتنا اب خرچ کرے گا اور کس قدر رقم مستقبل میں خرچ کرنے کے لئے بچا کر رکھے گا۔ رویہ صارف کا یہ مطالعہ کلی معاشیات میں کئی طرح کی معاشی پالیسیوں کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اس کی مدد سے ضارب کی قدر کی پیائش کی جاسکتی ہے' منڈیوں کی صورت حال کی وضاحت' سرمایہ کاری کی بنیاد' مختتم استعداد سرمایہ کاری کی کی وضاحت اور تجارتی چکروں کا پیدا ہونا' غرض مختلف حوالوں کے تفاعل صرف اہم کردار ادا کرتا ہے۔

ا۔ تفاعل صرف روایتی معاشیات میں:

پروفیسر جے ایم کینز کے مطابق ایک صارف اپنی آمدنی کا ایک حصہ اپنی ضروریات زندگی پر خرچ کرتا ہے جبکہ بقیہ رقم کو بچالیتا ہے۔ کینز کے مطابق:۔

آمدنی = صرف + بچت ..... (i)

یا $Y = C + S$

Income = Consumption + Saving

چونکہ بچت کی ہوئی رقم سے سرمایہ کاری کی جاتی ہے' اس لئے دوسری مساوات یوں ہوگی:۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آمدنی (y) = صرف (c) + سرمایہ کاری (I) ..... (ii).

اور یہ کہ بچت سرمایہ کاری کے برابر ہوتی ہے، کیونکہ:۔

(i) ..... $Y = C + S$ اور (ii)..... $Y = C + I$

اس لئے $S = I$ یعنی بچت (S) = سرمایہ کاری (I)

سرکاری شعبہ کی موجودگی میں مساوات کچھ یوں بنتی ہے:۔

قومی آمدنی (Y) = صرف (C) + سرمایہ کاری (I) + سرکاری اخراجات (G)

یا قومی آمدنی (Y) = صرف (C) + بچت (S) + ٹیکس (T)

جسے ایم کینز کے مطابق صرفی اخراجات (C) آمدنی (Y) کا تفاعل ہوتے ہیں۔

صرف اور آمدنی کے اس باہمی رشتے کو تفاعل صرف کہتے ہیں۔ اور تفاعل صرف کچھ یوں لکھا جاتا ہے:۔

$$C = f(Y)$$

یعنی صرفی اخراجات یا صرف (C) آمدنی (Y) کا تفاعل ہے یا:۔

"Consumption is a function of income".

۲۔ تفاعل صرف کو متاثر کرنے والے عوامل:۔

تفاعل صرف پر کئی عوامل اثر انداز ہوتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:۔

(الف) مستقبل کی ضروریات کے لئے پس اندازی

(ب) کاروباری ضروریات کے لئے رقم کی ضرورت

(ج) روزمرہ اخراجات کے لئے رقوم کی ضرورت

(د) ناگہانی اور حادثاتی ضروریات کے لئے رقم کی ضرورت

(ھ) سٹہ بازی اور کاروباری حالات سے فائدہ اٹھانے کے لئے رقوم کی ضرورت

(و) کفایت شعاری کی عادت

(ز) بچت کی عادت

(ح) عقل و شعور کی کمی

(ط) بخل اور کنجوسی کی عادت

(ظ) نمود و نمائش اور معاشرے میں جھوٹی انا کی خاطر اخراجات

(ع) ورثا کے لئے اچھی جائیداد اور مال چھوڑنے کی خواہش

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔صرف دولت کے مختلف نظریات:۔

صرف دولت کے معاملہ کو سمجھنے کے لئے مختلف ماہرین معاشیات نے اپنے اپنے نظریات پیش کئے ہیں جن میں رویہ صارف کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن یہ سارے تجزیے مادی نقطۂ نگاہ سے کئے گئے ہیں۔ان نظریات میں نہ تو انسان کے اندر موجود ملکوتی روح کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور نہ ہی اللہ کی ذات پر بھروسہ آخرت میں کامیابی کی کوشش اور اپنے اعمال کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس پیش نظر رکھا گیا ہے۔

رویہ صارف سے متعلق قوانین درج ذیل ہیں:۔

(الف) صرف دولت کے بارے میں کینز کا نفسیاتی قانون

Keyne's Psychological Law of consumption.

(ب) جیمز ڈیزن بری کا نسبتی آمدنی کا نظریہ (Relative Income Hypothesis) اور سابقہ آمدنی کا نظریہ (Past Income Hypothesis)

(ج) ملٹن فریڈمین کا نظریہ مستقل آمدنی (Friedman's Permanent Income Hypothesis)

(د) موڈگلیانی کا نظریہ گردش زندگی (Life cycle Theory of Modigliani)

۴۔رویہ صارف کے مغربی تصور کی بنیادیں:۔

مغربی تصور معاشیات کے مطابق رویہ صارف درج ذیل بنیادوں پر استوار ہوتا ہے۔

(الف) معاشی عقلیت پسندی (Economic rationalism)

معاشی عقلیت پسندی سے مراد ایسا انسانی طرز عمل ہے جو معاشی کامیابی (Economic Success) کے حصول کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔مشہور ماہر معاشیات میکس ویبر (Max Weber) کے مطابق معاشی کامیابی سے مراد ہے:۔

'Making of Money out of Man'

جس سے مراد ہے زندگی کا منتہائے مقصود دولت کمانا ہے۔

معاشی عقلیت پسندی میں یہ تصور کیا جاتا ہے کہ صارف نہ تو بخل سے کام لیتا ہے اور نہ ہی غیر ضروری اخراجات پر اپنا مال ضائع کرتا ہے۔اسی طرح اپنی دولت کو ذخیرہ (Hoard) کر کے نہیں رکھتا۔

(ب) افادیت پسندی (Hedonism)

صارف اپنے وسائل اور مال و دولت کے استعمال کے بارے میں فیصلہ کرتے ہوئے اس بات کو پیش نظر رکھتا ہے کہ کن اشیاء و خدمات پر کتنا خرچ کرے کہ اس کا افادہ اور تسکین زیادہ سے زیادہ ہو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جائے (یعنی Maximization of utility and satisfaction)

(ج) خودغرضی (Selfishness)

صارف کا زیادہ سے زیادہ مقصد اپنی اور صرف اپنی تسکین کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا ہے۔ دوسرے لوگوں کی ضروریات یا تسکین اس کا مسئلہ نہیں ہے اور نہ ہی اسے کسی دوسرے کے بارے میں سوچنے کی ضرورت ہے۔

مندرجہ بالا مفروضات کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ چیزیں انسانی فطرت کا حصہ ہیں حالانکہ یہ خصوصیات ایک خاص ماحول اور مخصوص فلسفہ حیات اپنانے کا نتیجہ ہیں تاکہ انسانی فطرت۔ مزید برآں مختلف علاقوں اور مختلف ممالک کا رویہ اس بارے میں مختلف ہوسکتا ہے۔ ہر معاشرے کی اپنی مذہبی اخلاقی اور ثقافتی اقدار ہوتی ہیں۔ معاشی عقلیت پسندی اور افادیت پسندی کے معیارات بھی مختلف ہوسکتے ہیں۔ ہر معاشرے میں کچھ نہ کچھ معقول تعداد ایسے لوگوں کی ہوسکتی ہے جو کہ غیر مادی مدات پر خرچ کرنے کے لئے تیار ہوں حتی کہ مغربی معاشروں میں بھی ایسے لوگوں کی ایک تعداد بہرطور موجود ہے۔

۵۔ رویہ صارف کا اسلامی تصور:۔

اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس کا اپنا ایک فلسفہ زندگی ہے۔ جس کی اپنی اعلیٰ ترین اخلاقی، معاشرتی اور ثقافتی اقدار ہیں۔ اسی بناء پر ایک مسلم صارف کے رویہ کا تجزیہ اسی فلسفہ حیات کی روشنی میں کیا جائے گا۔

ڈاکٹر منذر کہف کے مطابق مسلم صارف کا رویہ اسلامی عقلیت پسندی (Islamic Rationality) پر قائم ہے۔ جس کی بنیاد درج ذیل تین تصورات ہیں:۔

(الف) اسلام کا تصور اخرت

(ب) اسلام کا تصور دولت

(ج) اسلام کا تصور کامیابی [1]

ڈاکٹر ایم فہیم خان کے مطابق اسلامی معیشت میں ایک صارف کے اخراجات (Spending) [2] دو طرح کے ہوتے ہیں:۔

(الف) اپنے اور اپنے خاندان کی مادی ضروریات پر اخراجات جسے ہم E_1 کہہ رہے ہیں۔

(ب) دوسرے لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ضرورت

---

[1] ان تصورات کی تفصیل کتاب کے صفحہ نمبر 128 تا 131 پر دیکھی جاسکتی ہے۔

[2] اخراجات (Spending) میں صرف کے علاوہ سرمایہ کاری پر اخراجات بچت اور قرض وغیرہ بھی شامل سمجھے جاتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مندوں پر اخراجات۔ اسے ہم E_2 کہہ رہے ہیں۔ [1]

کل اخراجات (E) کو یوں لکھا جاسکتا ہے:۔

$$E = E_1 + E_2$$

ان دونوں طرح کے اخراجات پر ایک صارف اپنی رقم کیسے خرچ کرے گا؟ یہ بات مسلم صارف پر چھوڑ دی گئی ہے۔ اس کا انحصار بندہ کے تقویٰ کی کیفیت اور آخرت میں جواب دہی کے احساس پر ہے۔ بس E_1 اور E_2 کے درمیان اخراجات کا فیصلہ درج ذیل امور کے پیش نظر کیا جائے گا:۔

(الف) ایک عقلیت پسند صارف کے صرفی طریقے (Consumption Pattern) کا تعین کرنے والے معینات (Parameters)

(ب) صارف میں تقویٰ کی کیفیت

تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کے احساس کے حوالہ سے قرآن پاک کی متعدد آیات انسانی رویوں کو مثبت رخ دیتی ہیں۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

۱۔ یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون O (3:102)

ترجمہ:۔ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر (اس حالت میں کہ) مسلمان ہو۔''

۲۔ .....ان اکرمکم عنداللہ اتقکم ان اللہ علیم خبیر O (49:13)

ترجمہ:۔ ''حقیقت میں اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔''

۳۔ الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ ومما رزقنھم ینفقون O (2:3)

ترجمہ:۔ ''ان متقی انسانوں کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔''

پس اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ایک مسلمان کے کردار کا بنیادی خاصہ ہے۔ اللہ کی راہ میں کتنا خرچ کیا جائے؟ اس کو قرآن پاک متعین نہیں کرتا البتہ اس کی حدود سورۃ البقرہ کی ۲۱۵ اور ۲۱۹ نمبر آیات میں میں واضح کرتا ہے۔ آیت نمبر ۲۱۹ میں 'العفو' کا لفظ آیا ہے۔ جس سے مراد ہے کہ جو کچھ انسان کی ضرورت سے زائد ہو اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا جائے۔ جبکہ سورۃ البقرہ ہی کی آیت نمبر ۲۱۵ میں اس کا جواب

---

[1] ڈاکٹر منذر کہف کے مطابق ایک مسلم صارف کا مقصد فلاح کا حصول ہے۔ فلاح کا یہ تصور دنیاوی اور اخروی دونوں طرح کے افادہ کو سموئے ہوئے ہے۔ اسے ڈاکٹر منذر کہف Final Spending کہتے ہیں جو کہ ضروریات پر خرچ اور فی سبیل اللہ خرچ پر مشتمل ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کچھ یوں دیا گیا ہے:۔

یسئلونک ماذا ینفقون قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتمی والمسکین وابن السبیل وما تفعلوا من خیر فان اللہ بہ علیم O (2:215)

ترجمہ:۔ (اے پیغمبر) تم سے (لوگ) پوچھتے ہیں کہ (خدا کی راہ میں) کیا خرچ کریں؟ ان سے کہہ دو کہ جو مال بھی تم خرچ کرو اپنے والدین پر رشتے داروں پر یتیموں اور مسکینوں پر اور مسافروں پر (خرچ کرو) اور جو بھی نیکی تم کرو گے اللہ اس سے باخبر ہوگا۔"

اس آیت میں والدین، رشتہ داروں، ضرورت مندوں اور محتاجوں اور مسافروں پر خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ اس کی حد بھر بھی مقرر نہیں کی گئی بلکہ یہ فرمایا گیا ہے کہ تم جو کچھ بھی خرچ کرو وہ اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔ گویا حسب استطاعت جو کچھ بھی ممکن ہو اسے فی سبیل اللہ خرچ کیا جائے۔ اس کی کوئی حد مقرر نہ فرما کر اللہ تعالیٰ نے زیادہ سے زیادہ اخراجات اللہ کی راہ میں کرنے کی ترغیب فرمائی ہے۔ جیسا کہ سورہ البقرہ کی آیت نمبر ۱۹۵ میں فرمایا گیا ہے۔[1]

وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین O (3:195)

ترجمہ:۔ "اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو۔ بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

فی سبیل اللہ اخراجات میں ضروری بات یہ ہے کہ یہ اخراجات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہوں نہ کہ خودنمائی اور اپنی تعریف کروانے کے لئے اور دوسری دنیاوی خواہشات کے حوالے سے۔ اسی طرح دے کر احسان جتلانے کے نتیجے میں بھی یہ خرچ ضائع ہو جائے گا۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۶۴ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

یاایھا الذین امنوا لاتبطلوا صدقتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئآء الناس ولا یومن باللہ والیوم الآخر فمثلہ کمثل صفوان علیہ تراب فاصابہ وابل فترکہ صلدا لایقدرون علی شئی مما کسبوا واللہ لایھدی القوم الکفرین O (2:264)

ترجمہ:۔ "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اپنی خیرات کو احسان جتلا کر اور (سائل کو) دکھ دے کر اس شخص کی طرح برباد نہ کرو جو اپنا مال لوگوں کو دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روز آخرت پر یقین نہیں رکھتا۔ اس خیرات کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان (تھی) جس پر مٹی (کی ایک تہہ جمی ہوئی) تھی۔ پھر اس پر زور کی بارش ہوئی (تو مٹی کی ساری تہہ بہہ گئی اور) چٹان کو سپاٹ کر گئی۔ ایسے لوگ (اپنے نزدیک

[1] مزید حوالوں کے لئے درج ذیل آیت ملاحظہ ہوں:۔ (۲:۱۷۷)، (۴:۹۲)، (۹:۳۴)، (۲:۲۵۴)، (۳:۲۶۳)، (۲:۲۴۵)، (۸:۶۰)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خیرات کرکے) جو نیکی کماتے ہیں اس سے کچھ بھی حاصل نہ کرسکیں گے اور اللہ کفران نعمت کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

قرآن پاک کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کے حوالے سے اخراجات کی کوئی بالائی حد (Upper Limite) مقرر نہیں کی گئی۔ البتہ زیریں حد (Lower Limit) مقرر کی گئی ہے اور وہ یہ کہ جو بھی صاحب نصاب شخص ہو وہ اپنے مال میں سے کم از کم ۲.۵ فیصد رقم بطور زکوۃ نکالے اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ مدات پر خرچ کرے۔ لیکن ایک اچھے مسلمان کی نشانی اور خاصیت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو کم از کم حد (یعنی زکوۃ کی ادائیگی) تک محدود نہیں رکھتا بلکہ زیادہ سے زیادہ انفاق کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ گویا ایک مسلم صارف E_2 قسم کے اخراجات پر اپنی رقم زیادہ کے زیادہ لگانے کی کوشش کرتا ہے البتہ ضروری حد تک E_1 پر بھی اخراجات کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان (ان لجسدک علیک حقا) کے مطابق یہ بھی بطور مسلم اس کی ذمہ داری بنتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے تو ان کا اثر بھی اس پر دیکھنا پسند فرماتا ہے۔ قرآن پاک نے بھی اس بات پر زور دیا ہے۔ سورۃ الانعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وھو الذی انشا جنت معروشت وغیر معروشت والنخل والزرع مختلفا اکلہ والزیتون والرمان متشابھا وغیر متشابہ کلو من ثمرہ اذا اثمر واتوا حقہ یوم حصادہ ولا تسرفوا انہ لایحب المسرفین ۵ ومن الانعام حمولۃ وفرشا کلوا مما رزقکم اللہ ولا تتبعوا خطوت الشیطن انہ لکم عدو مبین O (6:141-142)

ترجمہ:۔ (اور دیکھو) وہ اللہ ہی ہے جس نے (طرح طرح کے) باغ پیدا کئے۔ (بعض تو ٹیٹوں پر) چڑھائے ہوئے (جیسے انگور کی بیلیں) اور (بعض) بغیر چڑھائے ہوئے (جیسے عام طور پر درخت ہوتے ہیں) اور کھجور کے درخت اور کھیتیاں جن کے پھل مختلف (قسموں کے) ہوتے ہیں۔ نیز زیتون اور انار کے درخت جن کے پھل (بعض تو صورت، شکل اور مزے میں) ایک دوسرے سے ملتے ہوئے اور (بعض) ایک دوسرے سے مختلف (لوگو) یہ سب چیزیں جب پھلیں ان کے پھل (شوق سے) کھاؤ اور ان کے کاٹنے (اور توڑنے) کے دن اللہ کا حق ادا کرو اور اسراف مت کرو۔ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دو احکامات ارشاد فرمائے ہیں۔ ایک اپنی ذات پر خرچ کرنا اور دوسرے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔ اس آیت میں "ولا تسرفوا" ضائع نہ کرو کے الفاظ سے مراد ہے کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دولت کو عقلیت کے تقاضوں (Rationality) کے مطابق خرچ کیا جائے مغربی معاشیات بھی عقلیت پسندی (Rationality) کو رویہ صارف کی بنیاد بناتی ہے لیکن اسے انسانی رویے پر چھوڑ دیتی ہے۔

اس کے مقابلہ میں اسلامی عقلیت پسندی کا انسانی رویہ پر مبنی مفروضہ نہیں ہے بلکہ ایک ایسی خاصیت ہے جو کہ ایک مسلم صارف کو لازماً دینی زندگی میں جاری کرنی چاہئے۔ سورہ بنی اسرائیل میں اس بات کا حکم دیا گیا ہے۔

ولاتجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا (17:29)

ترجمہ: ''اور (دیکھو) نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ لو اور نہ اسے بالکل ہی کھول دو (ایسا کرو گے) تو ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر رہ جاؤ گے۔''

و ات ذالقربی حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا O ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین و کان الشیطن لربہ کفورا O (17:26-27)

ترجمہ: ''اور رشتہ دار کو (بھی) اس کا حق ادا کرو اور مسکین و مسافر کو (بھی ان کا حق) اور فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بہت ہی ناشکرا ہے۔''

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا و کان بین ذالک قواما O (25:67)

ترجمہ: ''اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں بلکہ ان کا خرچ اس (افراط و تفریط) کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔''

اس کے حوالہ سے اسلام نے جو پابندی لگائی ہے وہ یہ ہے کہ حرام چیزوں کو مت کھاؤ اور صرف حلال چیزیں استعمال کرو۔

یہ حکم ایک مسلمان صارف کے لئے قابل استعمال اشیاء کی تعداد (Consumption Basket) کو غیر مسلم صارف کے مقابلہ میں محدود کر دیتی ہے۔

مستقبل کے اخراجات (Future Consumption) یا سرمایہ کاری (Investment) کے حوالے سے بظاہر کچھ احکام نہیں دیئے گئے البتہ یہ E_1 قسم کے اخراجات ہی کا حصہ بنتا ہے۔ اس بات کی دلیل سورہ النساء کی آیت نمبر ۵ ہے۔

ولا توتوا السفھآء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیما وارزقوھم فیھا واکسوھم وقولوا لھم قولا معروفا O (4:5)

ترجمہ: ''اور (دیکھو) مال (ومتاع) جسے اللہ نے تمہارے لئے قیام (معیشت کا ذریعہ) بنایا ہے ان یتیموں کے حوالے نہ کرو جو کم عقل ہوں۔ ہاں اس میں سے انہیں کھلاتے پہناتے رہو اور ان سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معقول بات ہو۔"

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں کہ دولت سرمایہ زندگی ہے اور عقل پر مبنی اخراجات کے ذریعے اس کا استعمال ایک مومن کے لئے لازمی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:۔

كاد الفقر ان يكون كفرا

ترجمہ: غربت انسان کو کفر تک لے جاتی ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ مسلمانوں کو اپنی معاشی حالت سدھارنے کے لئے کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ گویا اس کا مطلب ہے کہ بچت اور سرمایہ کاری کے ذریعے اس منزل کے حصول کی تگ و دو کرنی چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ایک حدیث کے مطابق: تیرا اپنے اہل و عیال کو خوشحال چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ تو انہیں غربت کی حالت میں لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا چھوڑ کر جائے (مفہوم) اس حدیث سے بھی بچت کی ترغیب ملتی ہے۔ البتہ اسلام دولت کو ذخیرہ کر کے رکھنے (Hoarding) کی سخت مذمت کرتا ہے (۹:۳۴-۳۵) اسی لئے اسلام نے صاحب نصاب لوگوں پر زکوٰۃ کی ادائیگی کو فرض قرار دیا ہے۔ پس دولت کو کنز بنانا (Hoarding) اس عقلیت پسندی کے خلاف ہے اور بچت کرنا اور بچتوں پر زکوٰۃ کی ادائیگی مال کو کنز کی تعریف سے نکال دیتی ہے۔

پس ایک مسلم صارف کا رویہ درج ذیل باتوں سے تشکیل پائے گا:۔

(الف) مسلم صارف کے کل اخراجات کی درج ذیل دو اقسام ہیں:۔

۱۔ دنیاوی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اخراجات (E_1) جو کہ درج ذیل پر مشتمل ہیں:۔

(i) زمانہ حال (فوری) کے اخراجات (C)

(ii) بچت اور اس کے ذریعے مستقبل میں سرمایہ کاری (S_1)

۲۔ دوسرے لوگوں پر اخراجات' صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس میں درج ذیل اخراجات شامل ہیں:۔

(i) انفاق سے رقوم حاصل کرنے والوں کے فوری ضروریات پر خرچ (C_2)

(ii) سماجی بھلائی کے لئے کی گئی سرمایہ کاری یا انفاق سے رقوم حاصل کرنے والوں کی طرف سے کی گئی بچت تاکہ وہ اس سے مستقبل کے لئے سرمایہ کاری کر سکیں (S_2)

(ب) ایک مسلم صارف کے اخراجات کی مدات (Consumption Basket) غیر مسلم صارف کے مقابلہ میں کم ہوں گی کیونکہ اس میں صرف حلال اشیاء شامل ہیں' تمام حرام اشیاء اس سے خارج ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(ج) E_1 اور E_2 کے درمیان اخراجات کی تقسیم اور E_1 میں C_1 اور S_1 اسی طرح E_2 میں C_2 اور S_2 کے درمیان اخراجات کی تقسیم ایک بندہ مومن اور مسلم صارف کی صوابدید پر چھوڑی گئی ہے جو کہ تقویٰ کی روشنی میں تشکیل پائے گی۔

(د) مسلم صارف کے رویہ میں تقویٰ کو بہت ہی بنیادی اور اہم حیثیت حاصل ہے۔

(ھ) اس قسم کے اخراجات (یعنی E_2) کے حوالے سے صرف ایک کم از کم حد (حد زکوۃ) مقرر کی گئی ہے۔ اس کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر نہیں کی گئی۔

(و) ایک مسلمان کو بچت کرنے کی اجازت دی گئی ہے تا کہ اس بچت کا ایک بڑا حصہ سرمایہ کاری کے لئے استعمال کیا جاسکے جو کہ بچائی ہوئی رقم میں سے زکوۃ کی ادائیگی کے بعد اس رقم کو ختم ہونے سے بچا سکے۔

مندرجہ بالا حالات میں اسلامی معیشت میں سیکولر معیشت کے مقابلہ میں میلان صرف (Consumption Propensity) کم ہوگا لیکن یہ کیفیت ہمیشہ برقرار نہ رہے گی کیونکہ اسلام نہیں چاہتا کہ ایک فرد ہمیشہ دوسروں کا دست نگر رہے اور اس کا شمار ہمیشہ زکوۃ وصول کرنے والوں میں ہی ہوتا رہے بلکہ زکوۃ وصول کرنے والوں کو جلد از جلد اس صورت حال سے نکلنے کی کوشش کرنا ہوگی۔ اس کے نتیجے میں وہ زکوۃ دینے والوں میں اپنا شمار کرواسکیں گے کیونکہ اسلام اپنے ماننے والوں کو پستیوں کی طرف گرتا نہیں بلکہ مسلسل بہتری کی طرف گامزن دیکھنا چاہتا ہے۔ چنانچہ صارفین جوں جوں بہتری کی طرف گامزن ہوں گے توں توں بچتوں کی سطح بڑھنا شروع ہوجائے گی اور اس کے نتیجے میں سرمایہ کاری میں اضافہ ہوگا۔ اصول ضارب کے اطلاق کی وجہ سے لوگوں کی آمدنیاں اور روزگار کی سطح اپنی زیادہ سے زیادہ سطح کی طرف بڑھتی جائے گی۔

۶۔ اسلامی معیشت میں تفاعل صرف:

(الف) جزئی معاشیات میں تفاعل صرف

(ب) کلی معاشیات میں تفاعل صرف

(الف) جزئی معاشیات میں تفاعل صرف

(Microeconomic Consumption Functions)

ایک مسلم صارف اپنے دونوں طرح کے صرفی اخراجات یعنی E_1 اور E_2 سے افادہ حاصل کرتا ہے۔ تفاعل افادہ یوں لکھا جاسکتا ہے:۔

$$u = F(E_1, E_2)$$

آمدنی کی حد کے ساتھ تفاعل افادہ $y = E_1 + E_2$

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس تفاعل افادہ کی درج ذیل خصوصیات ہیں۔

$$F1 = \frac{\partial U}{\partial E_1} > o$$

اس کا مطلب ہے کہ E_1 کا مختتم افادہ مثبت ہوگا۔

$$F_{11} = \frac{\partial F_1}{\partial E_1} < o$$

یعنی E_1 کا مختتم افادہ E_1 کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ گرتا جاتا ہے۔

$$F_2 = \frac{\partial U}{\partial E_2} = \alpha > o$$

اور مستقل ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ E_2 کا افادہ مختتم تقویٰ کے ایک خاص معیار پر مثبت مستقل (Positive Constant) ہوگا۔ E_2 کے گرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' کیونکہ اخروی انعام کی خواہش کبھی بھی کم نہیں ہوتی بلکہ ایک بندہ مومن کے لئے یہ خواہش زیادہ ہی رہتی ہے بلکہ لامحدود ہوتی ہے۔ ڈاکٹر فہیم خان کے مطابق E_2 کا مختتم افادہ (MU) خرچ بڑھنے کے ساتھ ساتھ بڑھے گا نہیں بلکہ مستقل (Constant) رہے گا۔ اس قسم کے تفاعل افادہ کے ساتھ ایک صارف اس وقت تک E_1 اخراجات کرتا رہے گا جب تک اس کا افادہ مختتم ' α ' سے زیادہ ہوگا۔ یہ شخص جتنا اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور متقی ہوگا اتنی ہی ' α ' کی قدر زیادہ ہوگی اور E_2 پر اتنے ہی زیادہ اخراجات کئے جائیں گے۔ پس۔

$$E_2 = F(\alpha, Y) \quad \frac{\partial E_2}{\partial \alpha} > o$$

$$\frac{\partial E_2}{\partial Y} > o$$

$$\alpha = F(T)$$

$$\frac{\partial \alpha}{\partial T} > o$$

یہاں 'T' سے مراد خوف خدا (تقویٰ) کا معیار ہے۔ یہ تفاعل صرف ان لوگوں کا ہے جو اتنے باوسائل ہیں کہ اپنی بنیادی ضروریات کے ساتھ ساتھ صدقہ وخیرات کر سکتے ہیں اور صاحب نصاب ہیں۔ ایک صاحب نصاب شخص وہ ہے جس کی آمدنی ایک خاص سطح Y^* سے زائد ہو۔ پس۔

$$Y > Y^* \text{ یہاں } E_2 = F(\alpha, y) > o$$

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یعنی جن مومنین کی آمدنی Y^* سے زائد ہوگی۔

جبکہ وہ لوگ جن کی آمدنی نصاب سے کم ہو (یعنی $Y<Y^*$) ان کے لئے تفاعل حسب ذیل ہوگا:۔

$$E_2 = F(\alpha, Y) = o$$

روایتی معاشیات کی 'صرف' کی تعریف کے مطابق E_2 صرف نہیں بلکہ انتقالی رقم (Transfer) ہے جو کہ صاحب نصاب لوگوں سے ضرورت مند لوگوں کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ E_2 بنیادی طور پر غریبوں کی طرف سے یا تو براہ راست صرف کی جائے گی یا سرمایہ کی شکل اختیار کرے گی۔ اب ہم U کی اصطلاح امرا کے لئے اور I کی اصطلاح غربا کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ ان دونوں طرح کے صارفین کے لئے صرف کی مساوات درج ذیل انداز میں لکھی جاسکتی ہے:۔

$$E_1 = Y_1 + E_2 \qquad \text{یہاں } Y < Y^*$$

گویا کم آمدنی والے صارفین کا صرف ان کی ذاتی آمدنی اور انتقالی آمدنی کے مجموعہ کے برابر ہوگا۔ (یہاں یہ فرض کیا گیا ہے کہ کم آمدنی والے صارفین اپنی ساری آمدنی صرف کر دیتے ہیں)

$$\left.\begin{aligned} E_2 &= F(\alpha, Y) \\ E_1 &= Yu - E_2 \\ \alpha &= F(T) \end{aligned}\right\} Y > Y^* \text{ یہاں}$$

اس ماڈل میں E_1 میں پائیدار اشیائے صارفین (durable consumer goods) یا پیداواری سرمایہ کی تشکیل (to build up productive capital) پر اخراجات شامل ہیں۔ اس میں زیورات، سونے، چاندی اور جواہرات کی صورت میں دولت بھی شامل ہوگی۔ E_1 کو سمجھنے کے لئے ہم اسے دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:۔

(الف) وہ تمام اخراجات جو کہ روایتی معاشیات میں 'صرف' کہلاتے ہیں (Cu)

(ب) بچتیں (S)

پس $E_1 = Cu + S$

یہاں Cu سے مراد امراء کا صرف ہے اور S سے مراد ان کی بچتیں ہیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ T (معیار تقویٰ) کے پیش نظر کل رقم Cu اور S کے درمیان کیسے تقسیم کی جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک مومن فضول خرچی اور اسراف سے پرہیز کرتے ہوئے اپنے اخراجات کرے گا۔ جس کی وجہ سے ایک مسلم صارف کے لئے Cu کا معیار ایک غیر مسلم کے مقابلہ میں کم ہوگا لیکن اس کا انحصار تقویٰ کے معیار پر ہے۔ پس ایک مسلم صارف کے لئے Cu درج ذیل ہوگا:۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

$$\frac{1}{1-B} Cu = Cu^*$$

یہاں Cu ایک غیر مسلم صارف کا معیار صرف ہے۔

اور $\frac{d\beta}{dT} > o$ B = G(T) یعنی B تقویٰ کا تفاعل ہے۔

ایک سیکولر صارف کے لئے Cu* کا انحصار معیار آمدنی پر ہے۔ یعنی:۔

$$Cu = (1-\beta) F(Yu)$$

ایک مسلم صارف کے لئے یہ Yu نہیں جو کہ صرف اور بچت کے درمیان آمدنی کی تخصیص کرتا ہے بلکہ یہ E_1 ہے جو کہ ایک مسلم صارف کے پاس E_2 خرچ کے بعد بچتا ہے اور صرف + بچت کے درمیان اس کی تخصیص (Allocation) کی جاتی ہے۔ پس ایک مسلم کے لئے:۔

$$Cu = (1-\beta) F(E_1)$$

نتیجہ بحث:۔ فرض کریں کہ صارف کو کوئی قرض نہیں لینا پڑتا۔ بالائی طبقہ (امراء) کے صارف کے لئے اخراجات (جس میں بچت بھی شامل ہے) اس کی آمدنی کے برابر آتے ہیں اور زیریں طبقہ (غرباء) کے لئے آمدنی + انتقالی آمدنی کے برابر۔

پس اسلامی معیشت میں درج ذیل مساواتیں صرف کو واضح کرتی ہیں:۔

$$C_1 = Y_1 + E_2$$

$$E_2 = F(\alpha, Yu) \qquad \text{یہاں } \alpha = F(T)$$

$$Yu = E_1 + E_2$$

$$E_1 = Cu + S$$

$$Cu = (1-\beta) F(E_1) \qquad \text{یہاں } \beta = G(T)$$

(ب) کلی معاشیات میں تفاعل صرف:

ا۔ کم آمدنی (نصاب سے کم) والے صارفین کا تفاعل صرف:

کم آمدنی والے صارف کے صرف کا انحصار درج ذیل عوامل پر ہوتا ہے:۔

- اس کی اپنی آمدنی
- اس کے قرب و جوار میں رہنے والے تمام امراء کی آمدنیاں
- افراد معاشرہ کا خوف خدا اور تقویٰ کا معیار (خصوصاً امراء کا)

اگر ہم کم آمدنی والے لوگوں کا مجموعی صرف معلوم کرنا چاہیں تو یہ تمام افراد کے انفرادی صرف کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مجموعے کے برابر ہوگا۔

۲۔ زیادہ آمدنی (صاحب نصاب) والے صارفین کا تفاعل صرف:

زیادہ آمدنی والے صارف کے صرف کا انحصار درج ذیل عوامل پر ہوتا ہے:۔

- اس کی آمدنی' اور
- تقویٰ کا معیار

زیادہ آمدنی والے صارفین کا مجموعی صرف معلوم کرنے کے لئے ہم آمدنیوں کی تقسیم کی صورتحال اور تقویٰ کے معیار کے صرف پر اثرات کو نظر انداز (Ignore) کرتے ہوئے سادہ طریقے سے ان کے انفرادی صرف کو جمع کر کے کل صرف معلوم کر سکتے ہیں۔

(ج) کل معاشیات میں صرف کا متحرک ماڈل:

اس متحرک ماڈل میں ہم تصور کرتے ہیں کہ وقت گزرنے کے ساتھ کم آمدنی والے صارفین صاحب نصاب بنتے جائیں گے۔ اسی طرح دوسری صورت حال بھی ہو سکتی ہے۔ ایسا اس لئے ہو سکتا ہے کہ کم آمدنی والے لوگوں کی معاشی حالت پہلے بہتر ہوتی جائے گی۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ:

(الف) فرد اپنی آمدنی میں اضافہ کرنا چاہتا ہے۔

(ب) اس خواہش کو پورا کرنے کے مواقع کا مہیا ہونا۔

ایک فرد اپنی آمدنی بڑھانے کے لئے اس لئے خواہش کرتا ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے وسائل مہیا کرنا چاہتا ہے تا کہ اخروی زندگی میں اللہ سے اجر حاصل کر سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک مسلمان کی دینی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ زکوٰۃ وصول کرنے والے کے بجائے زکوٰۃ دینے والوں میں اپنا شمار کروائے۔ ایک صارف کو آمدنی بڑھانے کے لئے مواقع' زکوٰۃ اور صدقہ و خیرات کی وصولی کے بعد ملنے والی سہولت سے حاصل ہوتے ہیں۔ اس سہولت کی وجہ سے صارف اپنے لئے بہتر مواقع تلاش کر سکتا ہے یا کچھ سرمایہ جمع کر کے کچھ کام کر کے اپنی آمدنی بڑھانے کے مواقع پیدا کر سکتا ہے۔

اس تبدیلی کے نتیجے میں زکوٰۃ وصول کرنے والے آہستہ آہستہ زکوٰۃ دینے والے بن سکتے ہیں۔ مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ کم آمدنی والے لوگوں کے صاحب نصاب بن جانے کی صورت میں آبادی کا ایک حصہ زیادہ آمدنی والے میں شامل ہوتا جائے گا۔ ہم اس تبدیلی کو کم آمدنی والے لوگوں کے لئے فی کس صرف کا تفاعل بنا سکتے ہیں۔ اسے یوں لکھا جا سکتا ہے:۔

$$\frac{N_1}{N} = F\left\{\frac{C_1}{N_1}\right\}_1 \quad : \quad F < O$$

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہاں $\frac{N_1}{N}$ سے مراد آبادی میں کم آمدنی والے لوگوں کا تناسب ہے اور

$\frac{Q}{N_1}$ سے مراد کم آمدنی والے لوگوں کا فی کس صرف ہے۔

اس سے مراد ہے کہ آبادی میں کم آمدنی والے لوگوں کی تعداد فی کس صرف میں اضافہ ہونے جانے کے ساتھ کم ہوتی جائے گی۔

(د) اسلامی معیشت میں مجموعی تفاعل صرف:

اوپر کی بحث کی روشنی میں اسلامی معیشت میں مجموعی تفاعل صرف درج ذیل ہوگا:۔

$$Cu = (1-\beta)F(E_1)$$

$$E_1 = Yu - E_2$$

$$E_2 = F(\alpha, Yu)$$

$$C_L = Y_L + E_2$$

$$\frac{N_L}{N} = F(C_L / N_L)$$

$$S = E_1 - Cu = Yu - E_2 - Cu$$

$$S = Yu - Cu - E_2$$

$$C = C_L + Cu$$

$$Y = Yu + Y_L$$

۷۔ اسلامی معیشت میں تفاعل بچت

(Saving Function in an Islamic Economy)

دین اسلام میں زائد از ضرورت مال کو جمع کرنے' سینت سینت کر رکھنے اور ارتکاز کو معیوب قرار دیا گیا ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ ایک صاحب مال اپنی دولت کو اپنی ضروریات پر خرچ کرے' یا کسی جائز کاروبار میں لگائے یا دوسرے ضرورت مند افراد کو صدقہ و خیرات کردے تا کہ وہ اپنی ضروریات کو پورا کرسکیں۔ کاروبار میں لگانے یا اپنی مستقبل کی ضروریات کو پورا کرنے کی خاطر اگر ایک فرد اپنی دولت میں سے بچت کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے لازم قرار دیا گیا ہے کہ وہ کم از کم اڑھائی فی صد رقم ضرورت مند افراد کو بصورت زکوٰۃ ادا کرے۔ اس طرح دولت مسلسل گردش میں رہتی ہے۔ اس عمل کے نتیجے میں وہ افراد جو معاشی جدوجہد میں حصہ لینے کے قابل نہیں ہوتے یا معاشی جدوجہد میں حصہ لینے کے باوجود اپنی ضروریات پوری نہیں کرپاتے' ان کے لئے زکوٰۃ اور صدقہ و خیرات کی صورت میں معاشرتی انشورنس کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بہترین نظام قائم کر دیا گیا ہے۔

اسلامی معیشت میں بچتیں:

جدید ماہرین معاشیات کا خیال ہے کہ معاشی ترقی کے لئے بچت ضروری ہے۔ معیشت میں جتنی زیادہ بچتیں ہوں گی اتنی ہی معیشت تیزی کے ساتھ ترقی کرے گی۔ اسلامی معیشت کے بارے میں کچھ ماہرین معاشیات یہ تصور کرتے ہیں کہ زکوٰۃ کی وجہ سے اسلامی معیشت میں بچتوں کی سطح پست رہے گی اور لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی سے بچنے کے لئے زیادہ سے زیادہ خرچ کریں گے۔ یہ سوچ اس لئے سامنے آتی ہے کہ بات کرنے والے زکوٰۃ کو ایک ٹیکس تصور کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ چونکہ زکوٰۃ بھی ایک ٹیکس ہے اور ٹیکس کی ادائیگی میں ناگواری پائی جاتی ہے اس لئے اسلامی معیشت میں زکوٰۃ کی ادائیگی میں ناگواری کے عنصر کی وجہ سے بچتوں کی سطح کم رہے گی اور لوگ بچتوں (یعنی مستقبل کے صرف Future Consumption) کے بجائے موجودہ صرف (Present Consumption) پر اخراجات کرنا پسند کریں گے۔

اس کے علاوہ یہ دلیل بھی دی جاتی ہے کہ چونکہ زکوٰۃ (اور صدقہ و خیرات) امراء سے غرباء کی طرف منتقل ہوگا اور غرباء اس رقم کو اپنی فوری ضروریات کو پورا کرنے پر خرچ کریں گے۔ جس کی وجہ سے معیار صرف بڑھ جائے گا اور وہ رقوم جو امراء بچتوں کی صورت میں رکھ سکتے تھے صرف ہو جائیں گی۔ اس بناء پر بھی اسلامی معیشت میں بچتیں کم ہوتی جائیں گی۔ اس بناء پر یہ دلیل دی جاتی ہے کہ اگر معیشت کو اسلامی سانچے میں ڈھالا جائے گا تو اس معیشت میں بچتوں کی سطح گر جائے گی۔ جس کی وجہ سے معیشت میں ترقی بری طرح متاثر ہوگی۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا معاشی ترقی کے لئے حقیقتاً بچتیں ناگزیر ہیں؟ اس کا جواب 'ہاں' کی صورت میں وہی لوگ دیں گے جو کہتے ہیں کہ معاشی ترقی کے لئے سرمایہ اندوزی لازم ہے۔ اس کے مقابلہ میں کچھ دوسرے ماہرین معاشیات اور خاص طور پر مسلم ماہرین معاشیات کا نقطہ نظر مختلف ہے۔ اس نقطہ نظر سے قطع نظر اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ معاشی ترقی کے لئے بچتیں ناگزیر ہیں تو اگلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی معیشت میں بچتیں لازماً کم ہوں گی؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ "نہیں"۔ زکوٰۃ (اور صدقہ و خیرات) کی وجہ سے بچتیں لازماً کم نہیں ہوں گی۔

۱۔ اسلامی معیشت میں رویہ صارف کے حوالہ سے کی گئی بحث میں درج ذیل نکات سامنے آ چکے ہیں:۔

۱۔ اسلامی معیشت میں مجموعی صرف کی سطح سیکولر معیشت کی نسبت کمتر (Lower) ہوگی۔

۲۔ اسلامی معیشت میں (یا اسلامی نظام کے نفاذ کے فوراً بعد) شروع میں بچتوں کا معیار یقیناً کم ہوگا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بچتوں کی سطح میں اضافہ ہوتا جائے گا اور معیشت ترقی کی طرف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گامزن ہوتی چلی جائے گی۔ کیونکہ گردش دولت میں اضافہ سے مجموعی صرف بڑھے گا۔ ایسا اس لئے ہوگا کہ غرباء کا مختتم میلان صرف زیادہ ہوتا ہے۔ زکوۃ (اور صدقہ و خیرات) میں ملنے والی رقوم کا بڑا حصہ (بعض حالات میں صد فی صد) صرف ہو جائے گا۔ جس سے مجموعی طلب بڑھے گی۔ اس کو پورا کرنے کے لئے مجموعی رسد میں اضافہ ناگزیر ہوگا۔ جس کے نتیجے میں نئی سرمایہ کاری کی ضرورت ہوگی۔ اور روزگار کے نئے نئے مواقع پیدا ہوتے رہیں گے۔ آمدنیوں کا معیار بڑھنے سے بہت سے زکوۃ لینے والوں کی فہرست سے نکلتے جائیں گے اور زکوۃ دینے والوں کی فہرست میں شامل ہوتے جائیں گے۔ یوں زیادہ سے زیادہ لوگ دولت مند ہونے کی وجہ سے مستقبل کے منصوبوں کے لئے بچت کریں گے۔ اس کے نتیجے میں زکوۃ کی مجموعی رقم بھی بڑھے گی اور بچتوں کی سطح بھی بلند ہوتی رہے گی۔

۸۔ بچتیں اور مسلم ممالک میں اسلامی نظام کا نفاذ:۔

مختلف مسلم ممالک میں دین اسلام کے عملی نفاذ کی کوششیں جاری ہیں۔ اس مقصد کے لئے انفرادی طور پر عام لوگوں کی تربیت کا اہتمام مختلف ادارے اور تنظیمیں کر رہی ہیں۔ قانون سازی کے ذریعے اسلامی نظام زندگی کا نفاذ ہی مسلم ممالک کے عوام کے لئے ان کے مسائل کا حل ہے۔

جب بھی اسلام کے عملی نفاذ کے سلسلہ میں بات کی جاتی ہے تو مختلف طبقات کی طرف سے طرح طرح کے شبہات اٹھائے جاتے ہیں۔ ان شبہات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسلامی نظام کے نفاذ کی صورت میں اور نظام زکوۃ کے اطلاق کے نتیجے میں بچتیں کم ہوتی جائیں گی۔ سرمایہ کاری کے وسائل مہیا نہ ہوسکیں۔ ملک معاشی ترقی کے بجائے معاشی تنزل کا شکار ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ۔

اصل صورتحال یہ ہے کہ اسلامی نظام کا نفاذ اسلامی ممالک کی معیشتوں کے لئے امید کی ایک نئی کرن لے کر آئے گا۔ مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام کے نتیجہ میں اسراف سے بچنا' وسائل کو ضائع کرنے کی بجائے ان کو بہتر طور پر استعمال کرنا' اپنی' اپنے اہل و عیال کی ضروریات کے بہتر وسائل کو حاصل کرنے کی جدوجہد اور ان وسائل میں سے اپنے لئے اور دوسرے حاجت مند مسلمانوں کے لئے کچھ بچا کر رکھنا ایک فرد کی دینی ذمہ داری کا درجہ رکھتا ہے۔ یہی وہ جذبہ ہے کہ جس کے لئے تحرک (Motivation) ایک بندہ مومن کا ایمان اسے فراہم کرتا ہے۔ اللہ کی راہ میں اللہ کے بندوں پر خرچ کرنا اور ان کے لئے معاشی خوشحالی کا اہتمام کرنا ایک ایسی قوت متحرکہ (Motivational Force) ہے جو کسی بھی معیشت کو بہتری کی طرف گامزن کرنے کے لئے مہمیز کا کام دے سکتی ہے۔ (تیسری دنیا کے ترقی پذیر ممالک کا المیہ یہی ہے کہ ان میں یہ قوت متحرکہ ناپید ہے۔ کیونکہ ان ممالک کی عمومی پالیسیاں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عوام کی سماجی' ثقافتی اور مذہبی روایات سے مطابقت نہیں رکھتیں)۔

اوپر کی بحث سے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ اسلامی نظام زندگی کے نفاذ کے نتیجے میں معیشت میں خصوصی طور پر بچتوں اور عمومی طور پر پوری معیشت پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔ لیکن اس مقصد کے لئے ایک نہایت اہم قدم تعلیم عامہ (Mass Education) کا اہتمام کرنا ہے۔ ریاستی ادارے' اخبارات و رسائل اور ٹی وی وغیرہ کے ذریعے عوامی سطح پر بیداری پیدا کرنا از بس ضروری ہے تاکہ اس کے نتیجے میں لوگ عملی مسلمان بن جائیں۔ اسلام کی اخلاقی اقدار کو اپنی زندگیوں میں جاری و ساری کریں۔ اسلام جس قسم کا بھائی چارہ اور محبت معاشرے میں فروغ دینا چاہتا ہے اس کا اہتمام ہو سکے۔ بصورت دیگر جن خدشات کا تذکرہ شروع میں کیا گیا ہے وہ سچ ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس ضمن میں اسلامی ریاست' سماجی' ثقافتی اور مذہبی تنظیموں کو اس سلسلہ میں اپنا اپنا کردار بہت ذمہ داری سے ادا کرنا ہوگا' اور اپنی کاوشوں کو یکجا کر کے مثبت نتائج کے لئے کوششیں کرنا ہوں گی۔

۹۔ اسلامی معیشت میں سرمایہ کاری (Investment in an Islamic Economy):

ترقی پذیر ممالک کی ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ سرمایہ کی کمی ہے۔ چونکہ ان ممالک میں تشکیل سرمایہ (Capital formation) کم ہوتی ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے مادی اور انسانی سرمایہ میں بہت زیادہ سرمایہ کاری کی ضرورت ہوتی ہے' تاکہ معاشی ترقی کے لئے سماجی اور معاشی ڈھانچہ (Infrastructure) تشکیل پا سکے۔ ریلوے' بجلی کا نظام' آبپاشی کا نظام' تعلیمی ادارے اور صحت کی سہولیات کے لئے ہسپتال تعمیر ہوں' انسانی ذرائع کی ترقی کے ذریعہ زراعت کو ترقی دی جا سکے۔

اسلام اپنے پیروکاروں کو زیادہ سے زیادہ انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دیتا ہے۔ جبکہ سورۃ الفرقان میں خرچ کے سلسلہ میں میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (۲۹:۱۷)

کسی کاروبار میں لگائے گئے سرمایہ اور سامان تجارت' زرعی پیداوار کے ساتھ ساتھ بے کار پڑی ہوئی دولت اور سونے چاندی وغیرہ پر بھی زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے۔ اسلام دولت کو جمع کرنے اور اس کو کنز (خزانہ) بنا کر رکھنے (Hoarding) کی شدید مذمت کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بے کار پڑی ہوئی دولت پر سالانہ ڈھائی فیصد (۲.۵%) کی شرح سے زکوٰۃ عائد کرتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں بے کار پڑی ہوئی دولت سال بہ سال کم ہوتی چلی جائے گی۔

مزید برآں جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ اسلام دولت کو جمع کر کے رکھنے کی ذہنیت کو ناپسند کرتا ہے۔ اور دولت کی گردش پر زور دیتا ہے۔ حتیٰ کہ یتیموں کے مال کے سلسلہ میں بھی یہی حکم دیتا ہے کہ ان کے مالوں کو کاروبار میں لگایا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ زکوٰۃ کی وجہ سے یتیموں کے مال ختم ہوتے چلے جائیں۔

المختصر یہ کہ دولت کو بیکار رکھنے کا ایک نتیجہ تو زکوٰۃ کی ادائیگی کی وجہ سے دولت میں سال بہ سال

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسلسل کمی کی صورت میں نکلتا ہے' جبکہ دوسری طرف اس دولت کو کاروبار میں لگا کر حاصل ہونے والے متوقع منافع سے انسان محروم ہو جاتا ہے' اس کے مقابلہ میں دولت کو کاروبار میں لگانے سے دولت کے جمع کرنے (Hoarding) کے گناہ سے بھی بچا جاسکتا ہے' متوقع منافع کی وجہ سے دولت میں اضافہ کا امکان بھی رہتا ہے اور صلہ آخرت کے پیش نظر انفاق فی سبیل اللہ کی غرض سے زیادہ سے زیادہ رقوم حاصل ہو جاتی ہیں۔

مندرجہ بالا دلائل کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی معیشت میں لوگ دولت جمع کر کے نہیں رکھیں گے۔ بلکہ اسے سرمایہ کاری کے لئے استعمال کریں گے۔ اس طرح معیشت میں سرمایہ کاری کا معیار بلند ہوگا۔ علاوہ ازیں چونکہ اسلام کم پیداواری اور غیر پیداواری سرگرمیوں کی حوصلہ شکنی کرتا ہے' اس بناء پر لوگ اپنے سرمایہ کو زیادہ سے زیادہ پیداواری کاموں میں لگائیں گے۔ جس کے نتیجہ میں معیشت میں پھیلاؤ اور افزائش میں اضافہ ہوگا۔

ایک اندیشہ یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ سرمایہ کاری کے لئے فراہم کردہ سرمایہ (Capital Investment) پر زکوۃ کی لازمی ادائیگی سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی کرے گا۔ کیونکہ زکوۃ کی ادائیگی سے مختتم استعداد سرمایہ (Marginal Efficiency of Capital) میں کمی آئے گی۔ اوپر کے دلائل سے واضح ہے کہ یہ اندیشہ درست نہیں ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں سودی معیشت میں سود سرمایہ کاری کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے اور کینز ین تھیوری کے مطابق بھی شرح سود صفر ہونے کی صورت میں سرمایہ کاری میں بہت زیادہ اضافہ ممکن ہو جاتا ہے۔

پس شرح سود صفر ہونے اور سرمایہ کو جمع کر کے رکھنے کی ممانعت کے نتیجہ میں اسلامی معیشت میں سرمایہ کاری کا معیار سودی معیشت کے مقابلہ میں بلند ہوگا۔ پس اسلامی معیشت میں ایک متوقع شرح منافع (Given expected rate of profit) پر سرمایہ کاری کی طلب غیر اسلامی معیشت کے مقابلہ میں ہمیشہ زیادہ ہوگی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

ا۔ معاشیات اسلام، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور۔

2. Macro Consumption Function in an Islamic Framework, M. Fahim Khan, Journal of Research in Islamic Economics, Vol.I, No.2, Winter 1404/1984.

3. A Contribution to the Theory of Consumer Behaviour in an Islamic Soceity, Monzer Kahf, Studies in Islamic Economics, edited by Khurshid Ahmad, Leicester, Islamic Foundation 1980.

****

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حصہ ہفتم

زر، بنکاری اور زری پالیسی

(Money, Banking and Monetary Policy)

باب ۱۲ حرمت سود اور غیر سودی بنکاری

حصہ اول: سود

حصہ دوم: غیر سود بنکاری

حصہ سوم: غیر سودی بنکاری: عملی پیش رفت کا جائزہ

باب ۱۳ اسلامی معیشت اور افراط زر

باب ۱۴ تجارت خارجہ اور مالیات کی بلاسود فراہمی

باب ۱۵ انشورنس: اسلامی معیشت میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۲

حرمت سود اور غیر سودی بنکاری

(Prohibition of Interest & Interest Free Banking)

اس باب کے چار حصے ہیں:

حصہ اول: سود

حصہ دوم: غیر سود بنکاری

حصہ سوم: غیر سودی بنکاری: عملی پیشرفت کا جائزہ اور

حصہ اول: سود (Interest)

۱۔ سود کیا ہے؟

سب سے پہلے اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ سود کیا ہے؟ اس کی حدود کیا ہیں؟ اس کی حرمت کے احکامات کن معاملات سے متعلق ہیں اور اسلام سود کو ختم کر کے معاشی معاملات کو کن خطوط پر چلانا چاہتا ہے۔

۲۔ سود کی تعریف: سرمایہ کے استعمال کا معاوضہ سود کہلاتا ہے۔

(Interest is the price of capital.)

قرآن پاک میں سود کے لئے ''ربو'' کا لفظ آیا ہے۔ ربو کے معنی ہیں: اضافہ' نشوونما' بڑھنا' چڑھنا' زیادتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یمحق اللہ الربو ویربی الصدقت (البقرۃ:۲۷۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سود کو ختم کر دیتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

وما اتیتم من ربالیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عنداللہ (الروم:۳۹)

ترجمہ: اور جو سود تم نے دیا ہے تا کہ لوگوں کے اموال بڑھیں تو اللہ کے نزدیک اس سے مال نہیں بڑھتا۔

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصل مال پر جو زیادتی ہوگی وہ ربو کہلائے گی۔ لیکن قرآن مجید نے ہر قسم کی زیادتی کو حرام نہیں کیا۔ کیونکہ زیادتی تو تجارت میں بھی ہوتی ہے۔ قرآن جس زیادتی کو حرام قرار دیتا ہے وہ ایک خاص قسم کی زیادتی ہے۔ اس لئے اس کو ربو کا نام دیا گیا ہے۔ اہل عرب کی زبان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں اسلام سے پہلے بھی سود کو ربو کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور وہ لوگ ربو کو بیع کی طرح جائز سمجھتے تھے۔ اسلام نے آ کر بتایا کہ جو زیادتی یا اضافہ مال میں بیع سے ہوتا ہے وہ جائز ہے اور جو سود سے ہوتا ہے وہ حرام ہے۔

ذلک بانھم قالوا انما البیع مثل الربوا احل اللہ البیع وحرم الربوا (البقرۃ: ۲۷۵)

ترجمہ: سود خوروں کا یہ حشر اس لئے ہوگا کہ وہ کہتے ہیں کہ بیع بھی تو ربو کی مانند ہے۔ حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال اور ربو کو حرام قرار دیا ہے۔

چونکہ ربو ایک خاص قسم کی زیادتی کا نام تھا اور وہ معلوم و مشہور تھی اس لیے قرآن میں اس کی کوئی تشریح نہیں کی گئی اور صرف اتنا کہنا کافی سمجھا گیا کہ اسے حرام قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ جاہلیت کا ربو:

زمانہ جاہلیت میں ربو کا اطلاق جس قسم کے معاملات پر ہوتا تھا اس کی کئی صورتیں روایات میں آتی ہیں:

۱۔ قتادہؒ کہتے ہیں جاہلیت کا ربو یہ تھا کہ ایک شخص کسی سے کوئی چیز لیتا اور ادائیگی کے لئے مہلت لیتا۔ اگر یہ مہلت گزر جاتی اور ادائیگی نہ ہوسکتی تو مزید مہلت ملتی اور قیمت میں اضافہ ہو جاتا۔

۲۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جاہلیت کا ربو یہ تھا کہ ایک شخص کسی سے قرض لیتا اور کہتا کہ اگر تو مجھے اتنی مہلت دے تو میں تجھے اتنا زیادہ دوں گا۔

۳۔ ابوبکر جصاصؒ کہتے ہیں کہ جاہلیت کے دور میں لوگ ایک دوسرے سے قرض لیتے اور باہم یہ طے کرتے کہ اتنی مدت میں اتنی رقم اصل مال سے زیادہ ادا کی جائے گی۔

۴۔ امام رازیؒ کی تحقیق میں اہل جاہلیت کا دستور یہ تھا کہ وہ کسی کو ایک مقررہ مدت کے لئے روپیہ دیتے اور اس سے ماہ بماہ ایک مقررہ رقم بطور سود کے وصول کرتے۔ اگر وہ مدت ختم ہو جاتی تو ادائیگی کا مطالبہ کرتے۔ اگر ادائیگی نہ ہوسکتی تو پھر مزید مہلت دی جاتی اور سود میں بھی اضافہ کر دیا جاتا۔

کاروبار کی یہ صورتیں عرب میں رائج تھیں اور انہی کو اہل عرب ربو کہتے تھے اور اسی کی تحریم کا حکم قرآن میں نازل ہوا۔

۴۔ اسلام میں 'ربا' یا 'سود' کی تعریف:

ربو: ایک شخص اپنا مال دوسرے کو قرض دیتا ہے اور یہ شرط طے کرتا ہے کہ اتنی مدت گزرنے پر وہ اس پر اتنی رقم زائد وصول کرے گا۔ اسی زائد رقم کو سود یا ربو کہتے ہیں جو محض مہلت کا معاوضہ ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سود کی تعریف یہ ہوئی کہ قرض میں دیئے ہوئے مال پر جو زائد رقم مدت کے مقابلہ میں شرط اور تعین کے ساتھ لی جائے وہ سود ہے۔ گویا سودی معاملہ میں یہ تین چیزیں پائی جاتی ہیں:

۱۔ اصل مال پر اضافہ۔

۲۔ اضافہ کے تعین کا مدت کے لحاظ سے کیا جانا۔

۳۔ معاملہ میں اس کا مشروط ہونا۔

ہر وہ معاملہ قرض جس میں یہ تین اجزاء پائے جاتے ہوں سودی معاملہ ہے اور حرام ہے۔ خواہ قرض کسی پیداواری کام میں لگانے کے لئے حاصل کیا گیا ہو یا ذاتی ضرورت کے لئے اور قرض لینے والا امیر ہو یا غریب۔

اگر اشیاء کے لین دین کے معاملات کو بھی پیش نظر رکھ کر سود کی تعریف کی جائے تو اس صورت میں ''ربا'' اس فرق کا نام ہے جو ایک نوع کی اشیاء کے براہ راست مبادلہ میں فریقین میں سے کسی ایک کی معاہداتی ذمہ داریوں کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ (ڈاکٹر سید طاہر)

According to the Quran and Sunnah, "Riba is a discripancy which results from the contractual obligations of a party in a direct exchange of item, of the same general kind (such as loan transactions)."

(Dr. Sayyid Tahir)

۵۔ سود کی اقسام:

سود (ربا) کی درج ذیل دو اقسام ہیں:

(الف) ربا النسیہ (ب) ربا الفضل

(الف) ربا النسیہ

اسے ربا القرآن بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی حرمت کا حکم قرآن پاک میں آیا ہے۔

....ذلک بانھم قالوا انما البیع مثل الربوا واحل اللہ البیع وحرم الربوا (۲:۲۷۵) سورۃ البقرۃ

ترجمہ: سود خوروں کا یہ انجام اس لئے ہوگا کہ وہ کہتے ہیں کہ بیع (تجارت) بھی تو ربا کی مانند ہے حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال اور ربا کو حرام قرار دیا ہے۔

ربا النسیہ سے مراد ہے: ''قرض میں دیئے ہوئے مال پر جو زائد رقم مدت کے مقابلہ میں شرط اور تعین کے ساتھ لی جائے۔''

(ب) ربا الفضل

ربا الفضل کو ربا السنۃ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کی ممانعت کا حکم متعدد احادیث میں آیا ہے۔

''ربا الفضل اس زیادتی کو کہتے ہیں جو ایک ہی جنس کی دو چیزوں کے دست بدست لین دین میں ہو۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل سواء بسواء يدا بيد فاذا اختلفت هذه الاصناف فبيعوا كيف شئتم اذا كان يدا بيد.

ترجمہ: حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونے کا مبادلہ سونے سے اور چاندی کا چاندی سے اور گیہوں کا گیہوں سے اور جو کا جو سے اور کھجور کا کھجور سے اور نمک کا نمک سے اس طرح ہونا چاہئے کہ جیسا کا تیسا اور برابر اور دست بدست ہو البتہ اگر مختلف اصناف کی چیزوں کا ایک دوسرے سے مبادلہ ہو تو پھر جس طرح چاہو بیچو بشرطیکہ لین دین دست بدست ہو جائے۔ (احمدؒ مسلمؒ نسائیؒ ابن ماجہؒ ابوداؤدؒ)

۶۔ تجارت اور ربٰو (سود) میں فرق [1]

۱۔ تجارت میں خریدار اور فروخت کار کے درمیان منافع کا مبادلہ برابری کی بناء پر ہوتا ہے کیونکہ خریدنے والا اس شے سے فائدہ اٹھاتا ہے جو اس نے فروخت کار سے خریدی ہے اور فروخت کار اپنی محنت کا معاوضہ لیتا ہے جبکہ سودی معاملہ میں سود لینے والا تو مال کی ایک مقرر کردہ مقدار لے لیتا ہے جو اس کے لئے یقینی طور پر منافع بخش ہے لیکن اس کے مقابلہ میں سود دینے والے کے لئے منافع یقینی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر اس نے قرض ذاتی ضرورت کے لئے لیا ہے تو یقینی طور پر سود اس کے لئے نقصان دہ ہے اور اگر صنعت و تجارت یا زراعت کے لئے قرض لیا ہے تو بھی نفع یقینی نہیں۔ نقصان کا بھی اتنا ہی امکان موجود ہے جتنا نفع کا۔ گویا ایک فریق کا فائدہ تو یقینی ہے اور دوسرے کا مشکوک۔

۲۔ تجارت میں فروخت کار خریدار سے خواہ کتنا ہی منافع کیوں نہ لے بہرحال صرف ایک ہی مرتبہ لیتا ہے لیکن سودی معاملہ میں رقم دینے والا مسلسل اپنے مال پر منافع وصول کرتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

۳۔ تجارت میں شے اور اس کی قیمت کا مبادلہ ہونے کے ساتھ ہی معاملہ ختم ہو جاتا ہے جب کہ سودی معاملہ میں قرض لینے والا مال لے کر صرف کر لیتا ہے اور پھر یہ مال دوبارہ حاصل کر کے سود کے اضافہ کے ساتھ واپس کرتا ہے۔

۴۔ تجارت میں انسان اپنی محنت اور ذہانت صرف کر کے اس کا فائدہ حاصل کرتا ہے مگر سودی کاروبار میں

---

[1] سود: سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ صفحہ نمبر ۱۶۵۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

محض زائد از ضرورت مال دے کر فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ یعنی سودی کاروبار ایسا شراکتی کاروبار ہے جس میں ایک فریق محض مال دے کر ایک مقررہ اور مشروط منافع کا شریک بن جاتا ہے۔

۷۔ اسلام نے سود کیوں حرام قرار دیا ہے؟

سود کے لئے ایک جواز یہ پیش کیا جاتا ہے کہ سرمایہ چونکہ ایک عامل پیدائش ہے اور باقی عاملین پیدائش کے ساتھ مل کر پیدائش دولت کے عمل میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ اس لئے یہ اپنا معاوضہ سود کی صورت میں وصول کرتا ہے جبکہ باقی عاملین پیدائش یعنی زمین محنت اور تنظیم اپنا اپنا معاوضہ بالترتیب لگان، اجرت اور منافع کی شکل میں وصول کرتے ہیں تو آخر سرمایہ کو سود کیوں نہ ادا کیا جائے۔

اس اعتراض کا جواب اس طرح سے ہے کہ سرمایہ دارانہ معیشت میں عاملین پیدائش چار سمجھے جاتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں اور ان کے معاوضے اس طرح ہیں:

	عامل	معاوضہ
۱۔	زمین	لگان
۲۔	محنت	اجرت
۳۔	سرمایہ	سود
۴۔	تنظیم	منافع

جہاں تک کاروباری صورتوں کا تعلق ہے تو زیادہ تر کاروبار شراکتی بنیادوں پر ہوتا ہے جن میں حصہ دار حصص خرید کر سرمایہ فراہم کرتے ہیں اور کاروبار میں شراکت اختیار کرتے ہیں۔ اس سرمایہ سے ناظم اپنی ذہنی صلاحیت کو استعمال کر کے کاروبار چلاتا ہے اور اپنی اس کاوش کا معاوضہ مقرر کردہ تنخواہ کی صورت میں وصول کرتا ہے۔ گویا ناظم کی حیثیت ایک الگ عامل پیدائش کی نہیں بلکہ اس کا تعلق محنت سے ہے اور وہ اجرت وصول کرتا ہے۔ کیونکہ محنت بطور عامل پیدائش ذہنی یا جسمانی کاوش کا نام ہے اور اس کا معاوضہ اجرت کی شکل میں ادا کیا جاتا ہے۔

جہاں تک بطور عامل پیدائش سرمایہ کا تعلق ہے تو سرمایہ فراہم کرنے والا یعنی حصہ دار (Share-holder) درحقیقت نفع و نقصان کی ذمہ داری اٹھاتا ہے اور نفع یا نقصان کا حقدار ہوتا ہے۔ کاروبار کے تمام حصہ دار اسی حیثیت میں کاروبار میں شریک ہوتے ہیں کیونکہ نفع کی صورت میں ان کو نفع اور نقصان کی صورت میں نقصان اٹھانا پڑتا ہے گویا سرمایہ پیدائش دولت کے عمل میں خطرہ مول لیتا ہے اور معاوضہ کے طور نفع یا نقصان اٹھاتا ہے۔ لہذا سرمایہ پر سود کی ادائیگی کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عاملین پیدائش درحقیقت تین ہیں[1] اور اپنی خدمات کے صلہ میں اپنا اپنا معاوضہ وصول کرتے ہیں جس کی مزید وضاحت یوں کی جاسکتی ہے:

	عامل	معاوضہ
۱۔	زمین (Land)	کرایہ یا لگان (Rent)
۲۔	محنت (Labour)	اجرت (Wages)
۳۔	سرمایہ خطر (Risk Capital)	منافع (Profit)

زمین کا معاوضہ لگان کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے۔ محنت کا معاوضہ اجرت کی شکل میں۔ سرمایہ کا معاوضہ نفع یا نقصان کی صورت میں۔ کیونکہ نفع یا نقصان کی ذمہ داری دراصل سرمایہ فراہم کرنے والے کی ہوتی ہے۔ ناظم کا کام چونکہ کاروبار کا انتظام چلانا ہوتا ہے جو وہ اپنی ذہانت اور صلاحیت کو استعمال کر کے چلاتا ہے۔ اور اس ذہنی کاوش کا معاوضہ اجرت (تنخواہ) کی شکل میں وصول کرتا ہے۔ اس طرح تنظیم الگ سے کوئی عامل پیدائش نہیں ہے بلکہ یہ محنت کے زمرے میں آتی ہے تو ثابت ہوا کہ سود جو ادا کیا جاتا ہے وہ درحقیقت کسی چیز کا معاوضہ نہیں بلکہ سرمایہ دارانہ نظام میں صارفین کے استحصال کی ایک صورت ہے۔

اس کی مزید وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ عامل پیدائش کی حقیقت اچھی طرح سے سمجھ لی جائے۔ عامل پیدائش ہونا کسی عامل کے صرف وجود کا نام نہیں بلکہ پیدائش دولت کے عمل میں اس کا حصہ لینا ہے مثلاً مزدور معاوضہ کا حقدار اس وقت ہوگا جب وہ جسمانی یا ذہنی طور پر کوئی کام کرے۔ اگر مزدور فارغ بیٹھا رہے تو وہ اجرت کا حقدار نہیں ہوسکتا یہی چیز باقی عاملین پیدائش کے لئے بھی ہے۔ سرمایہ کا صرف روپیہ پیسہ کی شکل میں موجود ہونا اس کو معاوضہ (سود) کا حقدار نہیں بنا دیتا بلکہ جب سرمایہ کاروبار میں عملی طور پر لگایا جائے تب وہ معاوضہ کا حقدار بنتا ہے۔ اور کاروبار میں لگایا جانے والا سرمایہ نفع ونقصان (Risk) کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اسی صورت میں اپنا معاوضہ وصول کرتا ہے (نفع کی صورت میں نفع اور نقصان کی صورت میں نقصان)

اب اگر ہم کاروبار کی اس شکل کی مثال لیں جس میں ایک ہی شخص سارے کاروبار کو چلاتا ہے۔

---

[1] مروجہ مغربی سرمایہ دارانہ معیشت میں عاملین پیدائش کی تعداد چار تسلیم کی جاتی ہے۔ زمین، محنت، سرمایہ اور تنظیم۔ اشتراکی معیشت دان زمین اور محنت کو ہی پیدائش کے عوامل سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں تنظیم محنت ہی کی ایک شکل ہے جبکہ سرمایہ کی حیثیت ذخیرہ شدہ محنت (Stored Labour) کی ہے۔ سرمایہ زمانہ ماضی کی محنت کا وہ ثمرہ ہے جسے خرچ کرنے کے بجائے ذخیرہ کرلیا گیا تھا۔ اسلامی معاشیات کے بعض ماہرین کے نزدیک عاملین پیدائش تین ہیں۔ زمین، محنت اور سرمایہ۔ زمین ان تمام وسائل پر مشتمل ہے جو عطیہ خداوندی ہیں۔ محنت انسانی کاوش کا نام ہے جس میں جسمانی مشقت کے ساتھ تنظیمی کام بھی شامل ہے اور کاروبار کے نفع ونقصان کا ذمہ دار سرمایہ ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وہی سرمایہ فراہم کرتا ہے اور وہی تمام کاروبار کے نفع ونقصان کا خطرہ (Risk) مول لیتا ہے۔ گویا سرمایہ کے ساتھ خطر (Risk) شرط ہے اور خطر (Risk) کا معاوضہ نفع یا نقصان ہے نہ کہ سود۔ ثابت ہوا کہ سرمایہ کو خطرہ (Risk) سے الگ نہیں کیا جاسکتا ہے۔

ایک اور اہم جواز جو سود کی ضرورت کے لئے پیش کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جہاں تک صرفی ضروریات کے لئے سرمایہ یا قرض لیا جاتا ہے تو واقعی نامناسب ہے کہ اس پر سود لیا جائے لیکن جہاں تک کاروباری مقاصد کے لئے قرض کا تعلق ہے تو چونکہ ایسا سرمایہ نفع آور یا پیداآوری کاموں میں لگایا جاتا ہے اس لئے اس میں سرمایہ پر سود لینے میں کوئی برائی نہیں۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اول تو یقینی نہیں کہ سرمایہ جو پیداآوری کاموں میں استعمال کرنے کے لئے لیا گیا یا جو سرمایہ پیداواری کاموں میں لگایا گیا وہ نفع کا باعث بنے۔ اس میں نقصان کا احتمال بھی بہرحال رہتا ہے اور عملی طور پر ہوتا یہ ہے کہ آجر اس سرمایہ کا سود مصارف پیدائش میں شامل کرکے قیمت کی صورت میں صارفین سے وصول کرتے ہیں یعنی سود کی ادائیگی ہر دو حالتوں میں صارفین کو کرنا پڑتی ہے خواہ سرمایہ صرفی مقاصد کے لئے لیا جائے یا کاروباری مقاصد کے لئے گویا سرمایہ وصول اور استعمال تو آجرین کرتے ہیں اور سود کی ادائیگی صارفین کرتے ہیں۔ اس طرح یہ شرح سود درحقیقت شرح استحصال ہے۔ لہٰذا اس کا کوئی عقلی و منطقی جواز نہیں ہے۔

اس لئے اسلام میں سود کو حرام قرار دیا گیا ہے کہ ایک طرف تو یہ بلاجواز ہے اور دوسری طرف اس کا بوجھ بلاضرورت صارفین کو برداشت کرنا پڑتا ہے جو ایک کھلی زیادتی ہے اور اسلام کسی زیادتی یا ظلم کو کیسے جائز قرار دے سکتا ہے۔

۸۔ حرمت سود پر اس قدر زور کیوں؟

ربوٰ (سود) کو تمام الہامی مذاہب اور اخلاقی نظاموں میں ممنوع (حرام) قرار دیا گیا ہے۔ دین اسلام میں تو سود کی حرمت پر اس قدر زور دیا گیا ہے کہ سود کا لین دین کرنے والوں اور باز نہ آنے والوں کے خلاف اللہ اور اس کے رسولؐ کے مقابلہ میں حالت جنگ میں ہونے کا اعلان کیا گیا ہے۔

سورۃ البقرۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربو ان کنتم مومنین O فان لم تفعلو

فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ وان تبتم فلکم رء وس اموالکم لاتظلمون ولا تظلمونO

(۲:۲۷۸۔۲۷۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود تمہارا لوگوں پر باقی ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رکھتے ہو۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جنگ کا اعلان قبول کرو اور اگر تم توبہ کرلو تو تمہیں اپنے راس المال (یعنی اصل رقم) لینے کا حق ہے۔

سورۃ البقرۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

.....فمن جاء O موعظة من ربه فانتهى فله ماسلف وامره الى الله فمن عاد فاولئك اصحب النار هم فيها خلدون O يمحق الله الربوا ويربى الصدقت ان الله لايحب كل كفار اثيم O (البقرۃ: ۲۷۵۔۲۷۶)

ترجمہ: ''پس جس شخص کو اس کے رب کی طرف سے یہ نصیحت پہنچے اور آئندہ کے لئے وہ سود خوری سے باز آجائے تو جو کچھ وہ کھا چکا سو کھا چکا اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جو اس حکم کے بعد پھر اس حرکت کا اعادہ کرے وہ جہنمی ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو نشوونما دیتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے بدعمل انسان کو پسند نہیں کرتا۔''

یہ آیت مبارکہ حرمت سود کی شدت کو ظاہر کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو سود پہلے کھایا جاچکا اس کو معاف کردیا جائے گا بلکہ اس معاملہ کے بارے میں فرمایا کہ اللہ کے حوالے ہے یعنی جو کھایا جاچکا اس کا واپس ہونا تو مشکل ہے اور آئندہ کے لئے سود خور اس کام سے توبہ کرلے۔

اگر کوئی شخص حقیقی معنوں میں خدا سے ڈرنے والا ہوگا تو یقینی طور وہ اس کمائی کو اپنی ذات پر خرچ کرنے کی بجائے کوشش کرے گا کہ حقداروں تک ان کا حق پہنچ جائے۔ اگر نہ پہنچا سکے گا تو اس رقم کو معاشرتی فلاح و بہبود پر خرچ کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس آیت میں ایک بڑی اہم حقیقت بھی بیان کی گئی ہے کہ اگرچہ سود سے دولت بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے اور صدقات سے گھٹتی ہوئی جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

عن جابرؓ قال لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم اكل الرباو موكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء (مسلم: ۲۹۹۵)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے پر' کھلانے والے پر' لکھنے (سودی معاملہ لکھنے والے) والے پر اور اس پر گواہی دینے والوں پر' اور فرمایا کہ وہ (گناہ میں) برابر (کے شریک) ہیں۔ اور فرمایا:

عن ابى هريرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: الربا سبعون حوبا ايسرها ان ينكح الرجل امه (ابن ماجہ: ۲۲۶۵)

حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سود کا گناہ اتنا بڑا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اگر اس کو ستر اجزا میں تقسیم کر دیا جائے تو اس کا ہلکے سے ہلکا جز اس گناہ کے برابر ہوگا کہ آدمی اپنی ماں کے ساتھ زنا کا مرتکب ہو۔

اور فرمایا! جب کسی بستی میں بدکاری اور سود پھیل جائے تو اس نے عذاب الٰہی کو اپنے اوپر دعوت دی۔ (مستدرک حاکم)

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ سود کی اتنی سخت ممانعت کیوں ہے؟ اور اسے کیوں اتنا بڑا جرم قرار دیا گیا ہے؟ اس کی چند وجوہات درج ذیل ہیں:

۹۔ حرمت سود کی اخلاقی اہمیت:

اخلاقی اعتبار سے دیکھا جائے تو سود دراصل بخل، خودغرضی اور تنگ دلی جیسی صفات پیدا کرتا ہے اور صدقات سے ایثار و ہمدردی اور اعلیٰ ظرفی جیسی خوبیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اولذکر یقینی طور تنزلی اور بعدالذکر ترقی کی صورت ہے۔

۱۰۔ حرمت سود کی معاشرتی اہمیت:

معاشرتی اعتبار سے دیکھا جائے تو جس معاشرے میں ذاتی غرض اور ذاتی مفاد ہی اصل چیز ہو اور لوگ ایک دوسرے سے ہمدردی کے بجائے ایک دوسرے کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے والے ہوں تو ایسے معاشرے میں ہمیشہ انتشار کی فضا پائی جائے گی۔ اس کے برعکس اگر لوگ ایک دوسرے کے ہمدرد اور خیر خواہ ہوں گے تو ایسے معاشرے میں ترقی کی رفتار زیادہ ہوگی۔

۱۱۔ حرمت سود کی معاشی اہمیت:

معاشی اعتبار سے دیکھا جائے تو سود کے نقصانات شدید تر ہیں:

(الف) لارڈ کینز کے مطابق سرمایہ کاری کا انحصار ایک طرف تو شرح سود پر ہے اور دوسری طرف سرمایہ کی مختتم استعداد پر۔ ملک میں اس وقت تک سرمایہ کاری ہوتی رہے گی جب تک مختتم استعداد سرمایہ (MEC) شرح سود سے بلند تر ہوگی۔ یا کم از کم اس کے برابر ہوگی جوں ہی مختتم استعداد سرمایہ (MEC) شرح سود سے کم ہوگی سرمایہ کاری کا عمل رک جائے گا۔ اس کی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے:

سرمایہ کاری	مختتم استعداد سرمایہ	شرح سود
۱۰ کروڑ	%۲۴	%۱۸
۲۰ کروڑ	%۲۲	%۱۸
۳۰ کروڑ	%۲۰	%۱۸
۴۰ کروڑ	%۱۸	%۱۸

فرض کیا شرح سود ۱۸% ہے اور ۱۰ کروڑ کی سرمایہ کاری کی جاتی ہے جس پر مختتم استعداد سرمایہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(MEC) ۲۴% ہے چونکہ مختتم استعداد سرمایہ (MEC) شرح سود سے زیادہ ہے گویا سرمایہ کاری منافع بخش ہے۔ اس لئے سرمایہ کاری کا عمل جاری رہے گا۔ مزید ۱۰ کروڑ کی سرمایہ کاری کی جاتی ہے جس پر مختتم استعداد سرمایہ (MEC) ۲۴% سے کم ہو کر ۲۲% ہو جاتی ہے۔ اب بھی سرمایہ کاری منافع بخش ہے اس لئے سرمایہ کاری جاری رہے گی۔ یہاں تک مختتم استعداد سرمایہ (MEC) شرح سود کے برابر ہو جائی جیسا کہ شیڈول میں دکھایا ہے کہ ۴۰ کروڑ کی سرمایہ کاری پر شرح سود اور شرح مختتم استعداد سرمایہ (MEC) آپس میں برابر ہیں یعنی ۱۸% اس کے بعد سرمایہ کاری کا عمل رک جائے گا کیونکہ اس کے بعد سرمایہ کاری کرنے پر شرح سود ۱۸% ادا کرنا پڑتی ہے جب کہ مختتم استعداد سرمایہ (MEC) ۱۸% سے کم ہو جائے گی لہٰذا سرمایہ کاری منافع بخش نہیں ہوگی۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سرمایہ کاری کے عمل میں صرف شرح سود حائل ہے۔ مزید سرمایہ کاری صرف اسی صورت میں جاری رہ سکتی ہے اگر شرح سود میں مزید کمی واقع ہو۔

شرح سود اگر صفر ہو جائے تو سرمایہ کاری کا عمل کامل روزگار کی سطح حاصل ہونے تک جاری رہ سکتا ہے۔ گویا معاشی نقطہ نظر سے سود کا وجود مکمل روزگار کی سطح کے حصول کے سلسلہ میں ایک رکاوٹ ہے۔

(ب) سود اور قیمت (Interest and Price)

جب سود کو بطور عامل پیدائش استعمال کیا جاتا ہے تو یہ مصارف پیدائش کا حصہ بن کر قیمت میں شامل ہو جاتا ہے جس کا بوجھ صارف کو برداشت کرنا پڑتا ہے اور پھر صرف یہی نہیں کہ ایک مرتبہ قیمت میں شامل ہو بلکہ سود بہت سے مراحل میں قیمت کا حصہ بنتا چلا جاتا ہے جیسا کہ کپڑے کی مثال لی جائے تو سب سے پہلے کسان کپاس کی قیمت میں سود کو شامل کرے گا۔ اس کے بعد کپاس سے دھاگہ کی تیاری کے مرحلہ میں سود شامل ہوگا۔ پھر دھاگہ سے بنائی کے مرحلہ میں اس کے بعد رنگائی کے مرحلہ پر اور پھر آخر میں کپڑے کی شکل میں آنے کے مرحلہ پر بھی سود بطور قیمت شامل ہوگا۔ یوں دیکھا جائی تو ہر مرحلہ پر سود کی شمولیت نے قیمت میں اضافہ کیا جو کہ بلا جواز ہے اور حقیقی مصارف پیدائش میں کئی گنا اضافہ کا سبب بن کر قیمتوں میں اضافہ کا سبب بنتا ہے۔

(ج) سود اور تقسیم دولت:

سود کے باعث معاشرے میں تقسیم دولت غیر منصفانہ ہو جاتی ہے۔ سود ایک اضافی ادائیگی ہے جو کسی عامل پیدائش کا حصہ نہیں ہے لہٰذا سود کی وصولی بھی چونکہ سرمایہ دار طبقہ کرتا ہے اس طرح وہ اپنی دولت سے مزید دولت کماتا رہتا ہے اور بجائے گردش دولت کے معاشرے میں ارتکاز دولت کی صورت پیدا ہو جاتی ہے جو غیر منصفانہ تقسیم دولت کا سبب بنتی ہے۔ اور اس طرح محض سود کی بدولت معاشرہ میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امیر طبقہ امیر تر اور غریب طبقہ غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

جناب عبدالقدیر سلیم ترجمان القرآن اکتوبر ۱۹۹۷ء کے شمارہ میں تقسیم دولت کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

''لیکن اب' جب کہ سرمایہ دارانہ نظام کا کوئی قابل ذکر حریف باقی نہیں بچا ہے' دنیا کی صورت حال کیا ہے؟ ساری دنیا میں آزاد معیشت اور نج کاری کے دور میں دنیا کی آبادی کا ۲۰ فیصد حصہ غربت کی سطح سے بھی پست زندگی گزار رہا ہے اور اس کے حصے میں دنیا کی کل دولت کا ۱.۵ فیصد آتا ہے۔ غریب غریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ بڑھتی ہوئی غربت تیسری دنیا کا ہی مسئلہ نہیں ہے' ترقی یافتہ پہلی دنیا بھی اس میں مبتلا ہے' ایک اندازے کے مطابق دنیا میں ہر روز ۳۵ ہزار مرد' عورتیں اور بچے بھوک سے مر جاتے ہیں جب کہ شمالی امریکہ اور مغربی یورپ میں غلے کے انبار' دودھ کی جھیلیں' مکھن کے پہاڑ اور گوشت کے ڈھیر ضائع کر دیئے جاتے ہیں کہ قیمتیں کم نہ ہو جائیں۔ دنیا کے ۲۰ فیصد امراء ساری دنیا کے ۶۰ فیصد وسائل اور دولت پر قابض ہیں اور متصرف ہیں۔ وقیع جریدہ ''دی اکانومسٹ'' (The Economist) شکوہ کرتا ہے: ''آج امریکہ اور برطانیہ میں آمدنیوں کا تفاوت جس سطح پر ہے' پچھلے پچاس سالوں میں کبھی اتنا نہیں رہا۔ دوسرے صنعتی ملکوں میں بھی پچھلے دو ایک عشروں میں امیر اور غریب کے درمیان خلیج میں اضافہ ہی ہوا ہے.....'' (۵ نومبر ۹۶ء)

پروفیسر خورشید احمد اپنے مقالے: ''اسلامی بنکاری: اکیسویں صدی کا چیلنج'' (ترجمان القرآن جولائی ۱۹۹۷ء) میں لکھتے ہیں:

''آج دنیا کا معاشی نظام (۲۳) تیئس مغربی ممالک کنٹرول کرتے ہیں۔ اور اپنے مفاد میں چلاتے ہیں۔ دنیا کی آبادی کا امیر ترین ۱۶ فیصد حصہ دنیا کی کل دولت کے ۸۴ فیصد حصے سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ ورلڈ فیڈریشن آف یونائیٹڈ نیشنز ایسوسی ایشن کے سابق سیکرٹری جنرل کے الفاظ میں: شمال (North) کی بیس (۲۰) فیصد اقلیت' دنیا کی خام قومی پیداوار (GNP) کا ۸۲.۷ فیصد' کل تجارت کا ۸۱.۲ فیصد' داخلی سرمایہ کاری کا ۸۰.۵ فیصد اور تحقیق و ترقی کا ۹۴ فیصد کنٹرول کرتی ہے۔[1]

(د) تجارتی چکر اور سود:

سود کا وجود تجارتی چکروں کا باعث بھی بنتا ہے اور خاص طور پر سرد بازاری کی صورت پیدا ہونے

---

1. Impact International, Lahore, September, 1996.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں سود کا ایک اہم کردار ہے۔ تجارتی چکروں کے بارے میں Hawtray کے نظریہ زر (Monetary Theory) کے مطابق بنک تجارتی چکر کے سرد بازاری کے دور کو لانے کا سبب ہوتے ہیں۔ بنکوں کا کاروبار چونکہ سود پر چلتا ہے۔ گرم بازاری کے دور میں یہ خوب قرضے جاری کرتے ہیں۔ اور جونہی گرم بازاری کا دور ختم ہونے لگتا ہے اور سرد بازاری کے دور کا خدشہ پیدا ہونے لگتا ہے تو بنک قرضوں کی وصولی شروع کر دیتے ہیں اس طرح سرمایہ سکڑنا شروع ہو جاتا ہے اور سرد بازاری کا دور اپنی انتہا کی طرف جانے لگتا ہے۔

(ھ) سود اور وسائل کی تخصیص:

سودی بنیادوں پر چلنے والے مالیاتی ادارے قرض لینے والوں کے درمیان وسائل کی تخصیص کرتے ہوئے ان کی طرف سے مناسب ضمانت طلب کرتے ہیں کہ قرض خواہ ان کو نہ صرف اصل رقم لوٹا دے گا بلکہ اس کے پاس اتنی رقم ہوگی کہ کچھ زائد ادا کر سکے گا۔ مالیاتی وسائل کا کیا استعمال ہوگا؟ یہ بنیادی اور فیصلہ کن عامل نہیں ہوتا۔ اس طرح مالیاتی وسائل کا رخ یا تو امیروں کی طرف ہوتا ہے۔ جو دونوں قسم کے معیارات پر پورا اترتے ہیں' یا حکومت کی طرف جس کے بارے میں تصور ہے کہ وہ کبھی دیوالیہ نہیں ہوتی۔[1]

جب کہ بنکوں کی امانتیں (deposits) زیادہ تر معاشرے کے مختلف طبقات فراہم کرتے ہیں (ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں ۸۰ فیصد امانتیں متوسط طبقہ اور کم آمدنی والے طبقہ سے وصول ہوتی ہیں) لیکن اس کے فوائد زیادہ تر طبقہ امراء ہی سمیٹتا ہے۔

مختلف قسم کی سرمایہ کاری پر سرمایہ کی مختتم استعداد (MEC) مختلف ہوتی ہے اور بعض اوقات ایسے منصوبہ جات جو ملکی مفاد کے لئے بہت اہم ہوں لیکن ان میں (مختتم استعداد سرمایہ (MEC) شرح سود کے مقابلہ میں کم ہو تو سرمایہ کاری نہیں ہو سکے گی۔ کیونکہ جو معاشرہ سود پر انحصار کرتا ہو وہ ایسے منصوبوں پر روپیہ نہیں لگائے گا جہاں مختتم استعداد سرمایہ (MEC) کم ہو۔ لہذا ملکی مفاد کے ایسے کاموں میں سرمایہ کی فراہمی نہیں ہو سکے گی جہاں مختتم استعداد سرمایہ (MEC) شرح سود کے مقابلہ میں کم ہو خواہ وہ اپنی نوعیت میں کتنے ہی اہم کیوں نہ ہوں۔

اگر سود کو ختم کر دیا جائے تو سرمایہ کاری بلا تخصیص ہر شعبہ اور ہر منصوبہ کے لئے ہونے کا امکان ہے۔

(و) سود اور کاروبار:

کاروبار میں جب سرمایہ لگایا جاتا ہے تو سرمایہ دار چونکہ پہلے ہی اپنے حصہ (شرح سود) کا تعین

---

[1] سود: عدل اور معاشی استحکام کا دشمن' ڈاکٹر عمر چھاپرا' ترجمان القرآن' فروری ۲۰۰۰ء۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کر لیتا ہے اور اپنے منافع کو ہر صورت یقینی بنالیتا ہے۔ لہٰذا کاروبار میں اس کی دلچسپی نہیں رہتی خواہ کاروبار میں نفع ہو یا نقصان اسے اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ اس صورت میں کاروبار کی ذمہ داری صرف کاروبار چلانے والے پر رہ جاتی ہے اور یوں ایک ایسا طبقہ وجود میں آتا ہے جو محض سرمایہ فراہم کرنے کے بعد بے کار بیٹھا رہتا ہے۔ اس کے برعکس اگر سود نہ ہو تو پھر سرمایہ فراہم کرنے والا بھی کاروبار میں دلچسپی لیتا ہے اور یوں معاشرے کے تمام طبقات معاشی جدوجہد میں حصہ دار ہوتے ہیں اور ملک کی معاشی ترقی کی رفتار زیادہ تیز ہونے کا امکان ہوتا ہے۔

(ذ) سود اور استعداد کار:

سود عام افراد کی کارکردگی کو متاثر کرتا ہے۔ خاص طور پر جو قرضہ جات صرفی ضروریات کے لئے لئے جاتے ہیں۔ ان میں قرض لینے والے ہمہ وقت پریشانی اور ذہنی دباؤ کا شکار رہتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی کارکردگی متاثر ہوتی ہے کام میں ان کی دلچسپی کم ہو جاتی ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جو بھی کمائیں گے اس کا بیشتر حصہ تو سود کی ادائیگی میں چلا جائے گا۔ انہی پریشانیوں اور ذہنی دباؤ سے ان کی جسمانی صحت بھی متاثر ہوتی ہے اور اس طرح استعداد کار پست ہوتی چلی جاتی ہے۔

(ر) سود اور معاشی عدم استحکام:

سود معیشت میں عدم استحکام کا باعث ہے۔ مشہور ماہر معاشیات ملٹن فریڈمن امریکی معیشت کی ناہمواریوں کا سبب شرح سود میں اتار چڑھاؤ کو قرار دیتا ہے۔ زیادہ شرح سود سرمایہ کاری کی منڈی میں بہت زیادہ غیر یقینی کی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ یہ کل سرمایہ کاری پر کل منافع (سود + منافع) میں مسلسل اتار چڑھاؤ لاتی ہے اور طویل المدتی سرمایہ کاری کے متعلق فیصلوں کو پورے اعتماد کے ساتھ کرنے کو مشکل بناتی ہے۔[1]

اس کے مقابلہ میں حصہ داری کی بنیاد پر قائم معیشت زیادہ مستحکم ہوگی اس بات کا اعتراف مشہور و معروف مغربی معیشت دانوں نے کیا ہے جن میں بائمن سائمز (۱۹۴۸ء)' بائمن منسکی (۱۹۷۵ء) اور جان والسن (۱۹۷۷ء) شامل ہیں۔

(ط) سود اور بین الاقوامی قرضے:

دراصل نظام سرمایہ داری میں معیشت کی بنیاد قرضوں پر ہے اور اسے ہم (Debt based economy) کہہ سکتے ہیں۔ انفرادی یا گھریلو صرف کی سطح ہو یا نجی و سرکاری شعبۂ معاشی سرگرمیاں سود کے محور پر گردش کرنے والے قرضوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ معاشی ترقی کے حصول کے لئے گذشتہ دو صدیوں

---

[1] سود: عدل اور معاشی استحکام کا دشمن' ڈاکٹر عمر چاپرا' ترجمان القرآن' فروری ۲۰۰۰ء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں اختیار کی گئی پالیسیوں میں قرضوں کو نہ صرف طبعی ترقی بلکہ مالیاتی پھیلاؤ کے لئے ایک آلے (instrument) کے طور پر اختیار کیا گیا ہے۔ اس لئے تخلیق زر (Credit Creation) کے ذریعے مالیاتی پھیلاؤ کو نہ صرف معیشت کے لئے سب سے زیادہ متحرک عامل بنایا گیا ہے' بلکہ معاشی استحکام کے لئے اس کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔

پوری دنیا میں سودی نظام رائج ہونے کے باعث ترقی پذیر ممالک معاشی اور سیاسی اعتبار سے بہت نقصان اٹھاتے ہیں۔ کیونکہ ترقی یافتہ ممالک سے قرض لینے کے باعث ایک طرف تو سیاسی طور پر انہیں ترقی یافتہ ممالک کی دخل اندازی اپنے ملکی معاملات میں برداشت کرنا پڑتی ہے۔ دوسری طرف معاشی اعتبار سے بھی ترقی پذیر ممالک نقصان اٹھاتے ہیں۔ کیونکہ اپنے کم اور محدود وسائل کا ایک بڑا حصہ ان کو قرضوں کی واپسی اور سود کی ادائیگی کی صورت میں صرف ہو جاتا ہے۔ ۱۹۹۶ء میں ترقی پذیر ممالک کے بیرونی قرضے ۱۹۵۶ ٹریلین (۱۹۵۶ ارب) امریکی ڈالر کے برابر تھے۔ جب کہ تقریباً چار سال پہلے یہ رقم ۱.۳ ٹریلین (۱۳۰۰ ارب) ڈالر کے برابر تھی۔ سودی نظام کی قہر مانیوں کا اندازہ امریکی معیشت سے کیا جاسکتا ہے۔

''امریکہ دنیا کا امیر ترین ہی نہیں دنیا کا سب سے مقروض ملک بھی ہے۔ ۱۹۶۰ء میں امریکہ کا وفاقی خسارہ ۵۹.۶ ارب ڈالر تھا اور قومی قرض ۹۱۴.۳ ارب ڈالر (جبکہ ۱۹۰۰ء میں قومی قرض ایک بلین ڈالر تھا)۔ ۱۹۹۱ء میں خسارہ بڑھ کر ۳۰۰ بلین ڈالر ہو گیا اور قومی قرض ۴ ٹریلین (۴۰۰۰ ارب) ڈالر۔[1]

پال کینیڈی ''اکیسویں صدی کے لئے تیاری'' میں لکھتا ہے:

۸۰ء کے عشرے میں نہ صرف قومی قرضہ بہت زیادہ بڑھا بلکہ قرض کی ہر صورت (مثلاً صرفی قرضے) میں آسان آمدنی (Easy money) کی ترغیب کی وجہ سے اضافہ ہوا اور یہ ۴ ٹریلین (۴۰۰۰ ارب) ڈالر تک پہنچ گئے۔ جس کی وجہ سے شخصی آمدنی کم ہوگئی۔ کاروباری قرض کی صورت اور بھی خراب ہے۔ ۱۹۹۰ء کے عشرے کے آغاز پر امریکی کاروباری کمپنیوں کی ٹیکس کی ادائیگی کے بعد بچنے والی آمدن کا ۹۰ فیصد قرضوں پر سود کی ادائیگی پر خرچ ہوا۔ سرکاری اور نجی قرض' خام قومی پیداوار (GNP) کے تقریباً ۱۸۰ فیصد کے برابر تھا۔ ادائیگیوں کا توازن (BOP) اور کرنٹ اکاؤنٹ میں خسارہ ایک اور تبدیلی کی نشاندہی کرتے ہیں' اس کے نتیجے میں امریکہ اپنی جنگوں کے اخراجات غیر ملکیوں سے ہر سال ۱۰۰ ارب ڈالر قرض لے کر پورے کرتا ہے اور دس سال سے بھی کم عرصہ میں دنیا کو سب سے زیادہ قرض دینے والا ملک سب سے زیادہ قرض لینے والا ملک بن گیا ہے۔[2]

---

[1] اسلامی بنکاری: اکیسویں صدی کا چیلنج' پروفیسر خورشید احمد' ترجمان القرآن' جولائی ۱۹۹۷ء

[2] Preparing for the Twenty First Centry, Page 286-288

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پاکستان کی صورت حال سود کی قہرمانیوں کی منہ بولتی تصویر ہے۔ ذیل کا گوشوارہ گھمبیر صورتحال کی نشاندہی کرتا ہے:

قومی قرضہ اور مصارف قرضہ (بلین روپے میں)

	۱۹۸۰ء	۱۹۹۰ء	۱۹۹۶ء	۱۹۹۹ء	۲۰۰۰ء
کل قرضہ	155.4	802.1	1895.9	2971.2	3198.1
خام داخلی پیداوار (GDP) کا فیصد	66.3%	93.7%	88.5%	101.1%	100.5%
مصارف قرضہ	---	73.532	262.773	374.496	344.378
خام داخلی پیداوار (GDP) کا فیصد	---	7.2%	10.8%	11.8%	9.9%

Economic Survey 2000-2001.

اوپر کے جدول سے واضح ہے کہ ۱۹۸۰ء میں پاکستان کا کل قرضہ ۱۵۵.۴ ارب روپے تھا جو کہ ۲۰۰۰ء میں بڑھ کر ۳۱۹۸.۱ ارب روپے ہوگیا۔ جو کہ پاکستان کی خام داخلی پیداوار (GDP) کا ۱۰۰.۵ فیصد ہوگیا۔ یوں ۱۹۸۰ء میں سرکاری قرضہ جو کہ پاکستان کی سرکاری آمدنی کا ۴۰۰ فیصد تھا ۲۰۰۰ء میں بڑھ کر ۶۲۴ فیصد ہوگیا باوجودیکہ ہم ہر سال اپنی کل سرکاری آمدنی کا ایک بڑا حصہ سود اور قرضوں کی واپسی پر خرچ کررہے ہیں۔ قرضوں کے مصارف (سود اور قرضوں کی واپسی) جو کہ ۱۹۸۰ء میں سرکاری آمدنی کا ۲۰ فیصد تھے اب بڑھ کر ۶۰ فیصد ہو چکے ہیں۔

حصہ دوم: بلاسود بینکاری
(INTEREST-FREE BANKING)

۱۔ بنک: بنک ایک ایسا ادارہ ہے جو زر اعتبار کا کاروبار کرتا ہے۔ یہ ادارہ عوام کی بچت کی ہوئی رقوم کو اپنے پاس بطور امانت رکھتا ہے۔ اور پھر اس جمع شدہ رقم سے ضرورت مند لوگوں کو پیدا آور (Productive) اور غیر پیدا آور (Unproductive) کاموں کے لئے نئے قرضے دیتا ہے۔

سودی نظام معیشت میں یہ کم شرح سود پر قرضے دے کر منافع کماتا ہے۔ پروفیسر کراؤتھر کے الفاظ میں "بنک قرضوں کا کاروبار کرتا ہے۔ عوام سے امانتیں وصول کرتا ہے اور ضرورت مند اشخاص کو قرضے فراہم کرتا ہے بنک کے جاری کردہ زر اعتبار کو عام لوگ بلا حیل و حجت قبول کرلیتے ہیں۔ اس لئے بنک زر کی تخلیق بھی کرتا ہے۔"

۲۔ سودی معیشت میں بنک کے فرائض: سودی معیشت میں ایک تجارتی بنک درج ذیل فرائض انجام دیتا ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(الف) امانتیں وصول کرتا ہے (Accepting deposits): بنک کا زیادہ تر سرمایہ لوگوں کی امانتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ جو عموماً تین قسم کی ہوتی ہیں۔

۱۔ طلبی امانتیں (Demand Deposits)

۲۔ میعادی امانتیں (Fixed Deposits)

۳۔ بچت امانتیں (Saving Deposits)

بنک طلبی امانتوں پر سود ادا نہیں کرتا' جب کہ میعادی اور بچت امانتوں پر سود ادا کرتا ہے۔

(ب) قرضے دینا (Advancing loans): بنک کا دوسرا کام یہ ہے کہ یہ لوگوں کی امانتوں کا ایک حصہ اپنی پاس رکھ کر باقی حصہ ضرورت مندوں کو قرضے دے کر منافع کمائے جو کہ بنک کی آمدنی کا اہم ذریعہ ہے۔

قرضوں کی درج ذیل تین اقسام ہیں:

(i) طلبی قرضے (Call loans)

(ii) قلیل مدت کے لئے قرضے (Short-period loans)

(iii) طویل مدت کے لئے قرضے (Long-period loans)

قرضوں کی ادائیگی کے لئے بنک درج ذیل طریقے اختیار کرتا ہے:

(i) اوور ڈرافٹ (Overdraft) کے ذریعے۔

(ii) نقد قرضہ (Cash Credit)

(iii) ہنڈیوں کو بٹا لگا کر (Through discounting bills)

(ج) ایجنسی کی خدمات (Providing agency services): بنک اپنے گاہکوں کے نمائندہ کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ اور مالی مشیر کے فرائض انجام دیتا ہے۔

(د) انتقال زر (Money transfer): چیک اور ڈرافٹ کے ذریعے اندرون ملک اور بیرون ملک رقوم کی منتقلی کا کام بھی بنک انجام دیتا ہے۔

(ھ) قیمتی اشیاء اور دستاویزات کی حفاظت (Safe deposit lockers)

(و) سرمایہ کاری (Investment): صنعتوں اور کمپنیوں کے حصص (Shares) کی خریداری اور حکومتی کفالتوں (Securities) کی خریداری کے ذریعہ بنک سرمایہ کاری کرتے ہیں۔

(ز) زر اعتبار کی تخلیق (Credit Creation): تجارتی بنک قرضوں کے اجراء کے ذریعے زر اعتبار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پیدا کرتے ہیں۔

۳۔ اسلامی معیشت اور غیر سودی بینکاری:

اسلام بنیادی طور پر عدل و احسان اور تعاون کو باہمی معاملات میں کلیدی اہمیت دیتا ہے۔ اور دوسرے کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ ضرورت مند افراد کو بلا معاوضہ اور بلا منافع قرض دینے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور قرض لینے والوں کو جلد از جلد قرض خواہ کو ادائیگی کی نہ صرف ترغیب دیتا ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی متعدد احادیث میں ایسے افراد کے بارے میں نہایت سخت طرز عمل کا اظہار ملتا ہے اس بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ ایک اسلامی معیشت بنیادی طور پر قرض کی معیشت نہیں ہے۔ جب کہ اس کے مقابلہ میں جدید معیشتیں اصلاً قرض کی معیشتیں ہیں۔

علاوہ ازیں اسلام نہ صرف بخل سے پرہیز کرنے کا حکم دیتا ہے بلکہ فضول خرچی کی بھی سختی سے ممانعت کرتا ہے (مثلاً سورۃ الفرقان وغیرہ)۔ اور دولت کے ارتکاز کو ختم کرنے اور اس کی گردش میں اضافہ کے لئے نہایت اہم اور عملی اقدامات تجویز کرتا ہے۔

۴۔ بلاسود بینکاری کی ضرورت:

آج کے دور میں بنک بہت سی مفید اور ناگزیر خدمات انجام دیتے ہیں۔ اس قسم کے نظام کے بغیر جدید ترقی یافتہ معیشت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ نظام بینکاری کی اس اہمیت کے پیش نظر سوال پیدا ہوتا ہے کہ بینکاری کے موجودہ نظام کو بدلنے اور اس کی جگہ نیا نظام لانے کی آخر ضرورت ہی کیا ہے؟

۱۔ اس سوال کا ایک صاف اور سیدھا سا جواب تو یہ ہے کہ جدید نظام بینکاری سود (الربا) پر مبنی ہے۔ اور اسلام نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔ جب کہ بنکوں کی افادیت اپنی جگہ مسلمہ ہے۔ اس لئے نظام بینکاری کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنا ضروری ہے۔

۲۔ جدید نظام بینکاری معاشرے میں ناانصافی، ظلم، وسائل کے ضیاع اور قوموں کے درمیان وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم کا باعث ہے۔ لہٰذا درج ذیل خالص لادینی اور عقلی بنیادوں پر بھی بلاسود بینکاری ایک مہذب انسانی معاشرے کی ضرورت ہے۔

(الف) بنک سرمایہ کاری کے لئے تاجر پیشہ افراد کو سودی قرضے دیتے ہیں۔ جب کہ کاروبار میں نفع و نقصان کی ذمہ داری کاروباری فرد پر ہوتی ہے۔ نقصان کی صورت میں بھی کاروبار افراد کو سود کی مکمل ادا کرنا ہوتی ہے۔ جب کہ منافع اگرچہ سود سے کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو کاروباری افراد کو صرف سود ہی ادا کرنا پڑتا ہے۔ یہ دونوں معاملات فریقین میں سے ہر ایک کے ساتھ ناانصافی کا

۱۔ بلاسود بنکاری: محمد اکرم خان (ص ۲ تا ۸)۔ غیر سود بنکاری: مقالہ پروفیسر خورشید احمد مطبوعہ المصباح (شمارہ ۵۹۔۶۰)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باعث بنتا ہے۔ اس لئے ناانصافی کے ازالہ کے لئے غیر سودی بینکاری ضروری ہے۔

(ب) سود پر مبنی معیشت میں بنک چاہتا ہے کہ اس کا سرمایہ بمعہ سود اسے واپس مل جائے۔ اور بنک سرمایہ کے استعمال کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرتا ہے' لیکن اس کی بنیادی دلچسپی اس بات سے ہوتی ہے کہ سرمایہ کار قابل اعتبار ہو۔ اور تسلی بخش ضمانت فراہم کر رہا ہو۔ اس صورت میں عموماً سرمایہ کار قابل اعتبار ہو۔ اور تسلی بخش ضمانت فراہم کر رہا ہو۔ اس صورت میں عموماً کی بہترین استعدادی (Efficient) تقسیم کو پیش نہیں رکھا جاتا اور معاشرے میں بہت سے ایسے کاموں کے لئے سرمایہ فراہم کر دیا جاتا ہے' جو معاشرے کے نقطہ نظر سے سب سے زیادہ منافع بخش نہیں ہوتے البتہ بنک کے معیار اہلیت قرضہ پر پورا اترتے ہیں۔ اس طرح بہت سے اہم اور معاشرے کے لئے منافع بخش کاموں کے لئے سرمایہ فراہم نہیں ہو پاتا۔ اور کسی کاروبار کے لئے سرمایہ صرف اسی صورت میں فراہم ہو پاتا ہے۔ جب اس پر متوقع شرح منافع (Expected rate of profit) شرح سود سے زیادہ ہو۔ اس طرح سود بہت سے مفید کاموں میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔

(ج) صارفین کے قرضوں (Consumption Loans) پر سود کی وصولی سراسر ناانصافی ہے۔ حالانکہ صارفین اس قرض سے کوئی دولت پیدا نہیں کر رہے ہوتے۔ لیکن بنک ان سے قرض دی ہوئی رقم پر سود کا طالب ہوتا ہے۔ جو کہ نہ تو معاشی لحاظ سے اور نہ ہی اخلاقی نقطہ نظر سے مناسب ہے۔

(د) بین الاقوامی قرضوں کے معاملہ میں بھی سود جس طرح کا استحصالی کردار ادا کرتا ہے۔ اس کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔

قرض دینے والے بھاری شرح سود کے ساتھ اپنی مصنوعات کی فروخت اور اپنی ماہرین بھی روانہ کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے قرضوں کا بڑا حصہ واپس انہیں کو مل جاتا ہے۔ اس طرح سود ان غریب ممالک کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ اور ان کے عوام کے معیار زندگی میں اضافہ کی بجائے کمی کا سبب بنتا ہے۔ اس لئے سود کسی طور پر بھی پسندیدہ نہیں ہے' اور اس کا متبادل نظام وقت کی ضرورت ہے۔

۵۔ اسلامی نظام معیشت میں بینکاری:

اسلامی نظام معیشت میں سود کی ہر شکل کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے اسلامی معیشت سود سے پاک معیشت ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ بینکاری نظام میں سود کا متبادل کیا ہو' اور بینکوں کے کام کی نوعیت کیا ہو۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اسلام میں ایک متبادل بنیاد نفع و نقصان میں برابر کی شراکت ہے' نفع

---

۱ غیر سود بنکاری: مقالہ پروفیسر خورشید احمد' مطبوعہ المصباح (شمارہ ۵۹۔۶۰)' جنوری۔ فروری ۱۹۹۳ء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تغیر پذیر ہو اور اس کا انحصار کارکردگی پر ہو۔ اب اس کی بے شمار شکلیں ہیں۔ یہ دو افراد کے درمیان ذاتی طور پر بھی ہو سکتا ہے۔ اور اس کے لئے سرمایہ کاری کی کمپنیاں' بنک اور دیگر ادارے بھی ہو سکتے ہیں۔

اسلام میں بنک کو اپنی رول اور ذمہ داری کے اعتبار سے ایک نیا کردار ادا کرنا ہے' موجودہ بنک صرف مالیاتی ادارے ہوتے ہیں۔ جن کا کام کھاتے داروں کی رقوم جمع کرنا اور دوسرے لوگوں کو قرض دینا یا اس کی بنیاد پر قرضے پیدا کرنا ہے۔ اسلام کے نزدیک بنک صرف مالیاتی ثالث ہی نہیں بلکہ ایک سرمایہ کار بھی ہے۔ اس کا بنیادی کردار سرمایہ کارانہ ہے۔ اس لئے غیر سودی بنک محض مالیاتی ضمانت پر قرضہ نہیں دے گا بلکہ مجوزہ منصوبے کے قابل عمل ہونے کا جائزہ بھی لے گا اور اس کے سماجی اثرات کو بھی پیش نظر رکھے گا۔ جس کے نتیجے میں زیادہ مفید منصوبے روبہ عمل آئیں گے۔ جو حقیقی معاشی ترقی کے لئے بنیاد فراہم کریں گے۔

نظام بینکاری میں دوسری اساس مضاربت ہے۔ جس میں ایک طرف سرمایہ ہے اور دوسری طرف محنت۔ سرمایہ دارانہ نظام کے مقابلہ میں محدود جواب دہی کے اصول پر سرمایہ کو تحفظ دینے کی بجائے محنت کو تحفظ دیا گیا ہے۔ مضاربت میں کاروباری نقصان سرمایہ دار کو اٹھانا پڑے گا۔ اور محنت کار کی محنت ضائع ہوگی۔ جب کہ منافع کی صورت میں دونوں فریق منافع کے حق دار ہوں گے۔

غیر سودی بینکاری کی کامیابی کے لئے امانت و دیانت کے بلند معیار کی ضرورت ہوگی۔ اس کے بغیر شراکت و مضاربت کی بنیاد پر کوئی کام بھی انجام نہ پا سکے گا۔ اور نظام بینکاری فوراً ناکام ہو جائے گا۔ دوسری ضرورت نظام ٹیکس کو درست کرنے کی ہے۔ جس کی وجہ سے لوگ کئی کئی کھاتے رکھتے ہیں۔ جس کا ایک نتیجہ لوگوں میں امانت و دیانت میں کمی اور جھوٹ بولنے پر مجبور ہونے کی صورت میں نکلتا ہے۔ اور ملی و قومی ضروریات کے لئے سرمایہ بھی کم مقدار میں میسر آتا ہے۔

آئندہ صفحات میں ہم غیر سودی بینکاری کا ایک خاکہ پیش کریں گے۔ جو کہ بینکاری کی ایک سادہ شکل کو واضح کرے گا' یہ خاکہ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کا پیش کردہ ہے۔ اور اسلامی بینکاری پر ابتدائی کاموں میں شمار ہوتا ہے۔ سود کے موضوع پر صرف تین زبانوں میں اس وقت تک پانچ سو سے زائد مطالعاتی جائزے شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے تقریباً دو سو وہ ہیں جن میں بلاسود معیشت کے لئے تجاویز اور خاکے دیئے گئے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ عملی طور پر اس نظام کو نافذ کیا جائے۔

۶۔ غیر سودی بنکاری کا ماڈل

غیر سودی بنکاری کی اساس (Basis of Interest less Banking): اسلامی معیشت میں سود کی حرمت کی بناء پر بنکاری کی متبادل اساس شراکت و مضاربت ہوگی۔ اور بنک کا اجراء دو یا دو سے زائد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

افراد کے متعین نسبتوں سے سرمایہ کاری کرنے سے ہوگا۔ اصطلاح میں اسے شراکت عنان کہتے ہیں۔ اس صورت میں لازم نہیں کہ ہر حصہ دار کاروبار میں عملاً بھی حصہ لے۔ البتہ ہر حصہ دار کو کاروبار میں عملی حصہ لینے کا قانونی حق حاصل ہے۔

i) بنک کا قیام[1] (Establishment of Bank)

۱۔ بنک کا قیام حکومت یا افراد کے ذاتی سرمایہ سے عمل میں لایا جاسکتا ہے۔ حصہ داروں کی طرف سے فراہم کردہ سرمایہ سے مضاربت کی بنیاد پر کاروبار کرایا جائے گا۔

۲۔ حصہ داروں کی کم از کم تعداد دو ہونی چاہئے جب کہ زیادہ سے زیادہ تعداد کا تعین حالات کار اور ضرورت کے مطابق کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ کل بنیادی سرمایہ کو مساوی حصص (Shares) میں تقسیم کردیا جائے' اور مختلف افراد برابر یا کم و بیش تعداد میں حصص خرید سکتے ہیں۔

۴۔ ہر حصہ دار کا منافع (یا نقصان) کاروبار بنک میں اس کے حصہ کے تناسب سے مقرر ہوگا۔ البتہ بعض افراد کے لئے منافع کی نسبتیں ان کی قابلیت اور تکنیکی مہارت کے پیش نظر کم و بیش بھی مقرر کی جاسکتی ہیں البتہ نقصان کی صورت میں سرمایہ کی نسبتوں سے ہی حصہ داروں پر تاوان ہوگا۔

۵۔ بنکاری کے مصالح کے پیش نظر بہتر ہوگا کہ بنک براہ راست صنعتی' زرعی یا تجارتی کاروبار نہ کرے۔ بلکہ شراکت و مضاربت کی بنیاد پر رقوم فراہم کرے۔

۶۔ آمدنی میں اضافہ کی خاطر بنک مختلف قسم کی خدمات بھی انجام دے سکتا ہے۔ مثلاً عام افراد یا اداروں اور حکومت کے لئے مختلف قسم کی خدمات کی فراہمی۔

۷۔ بنک مزید سرمایہ کے حصول کے لئے دوسرے افراد یا اداروں سے شراکت و مضاربت کی بنیاد پر کاروبار کرسکتا ہے۔ اور دوسرے افراد یا اداروں کو قرض بھی فراہم کرسکتا ہے۔

۸۔ بنک مختلف قسم کے اخراجات مشترکہ سرمایہ میں سے کرنے میں آزاد ہوگا۔ مثلاً بنک کے لئے عمارت' سٹیشنری' اور ملازمین کی تنخواہوں وغیرہ کی ادائیگی۔

۹۔ حصہ داروں کو انفرادی اور نجی کاروبار کرنے اور دوسرے افراد اور اداروں سے شرکت و مضاربت کی بناء پر کاروبار کرنے کی اجازت ہوگی۔

۱۰۔ بنک کے تمام فیصلے تمام حصہ داران کی باہمی مشاورت سے ملے ہوں گے یا ان حصہ داران کی آراء سے تشکیل کردہ ایک نمائندہ مجلس ہر قسم کے فیصلوں کی مجاز ہوگی۔

---

[1] تفصیل کے لئے: غیر سودی بنکاری از ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۱۔ حصہ داروں کی مالی ذمہ داری غیر محدود ہوگی' اور بنک کو اس کے حصہ داروں کی طرف سے قرض کا لین دین کرنے کی اجازت ہوگی۔

۱۲۔ ہر حصہ دار کو کاروبار سے کسی وقت بھی علیحدہ ہونے کی اجازت ہوگی۔ البتہ اس حصہ دار کی طرف سے علیحدگی کے نوٹس کی وصولی کے بعد اس حصہ دار کا سرمایہ بمعہ نفع یا نقصان واپس کر دیا جائے گا۔ البتہ معاہدہ شرکت کرتے وقت سال کے اختتام یا سہ ماہی کے اختتام تک حسابات کرنے کی گنجائش رکھی جاسکتی ہے۔

۱۳۔ کسی حصہ دار کی وفات کے ساتھ ہی اس کے ساتھ شراکت کا معاملہ ختم ہو جائے گا۔ اور حسابات مکمل کر کے اس کا سرمایہ بمعہ نفع و نقصان اس کے ورثاء یا جن کے لئے اس نے وصیت کی ہو واپس کر دیا جائے گا۔ البتہ ورثاء کاروبار میں شریک رہنا چاہیں تو تمام شرکاء کی مرضی سے انہیں کاروبار میں شریک رکھا جاسکتا ہے۔

(ii) بنک کا کاروبار (Business of the Bank)

بنک کے کاروبار کی درج ذیل تین قسمیں ہوسکتی ہیں:

۱۔ بالمعاوضہ خدمات۔

۲۔ شرکت و مضاربت کے اصول پر سرمایہ کاری۔

۳۔ بلا معاوضہ خدمات۔

۱۔ بالمعاوضہ خدمات: موجودہ بنکوں کی طرح اسلامی بنک بھی فیس' کمیشن یا متعین معاوضوں کے بدلے میں مختلف خدمات انجام دیں گے۔ جو کہ ان بینکوں کے لئے بھی آمدنی کا ذریعہ بنیں گے۔ یہ خدمات درج ذیل اقسام کی ہوں گی۔

(الف) لاکرز کی سہولت: لوگوں کی اشیاء اور دستاویزات' زیورات' سندیں اور دوسری قیمتی اشیاء ان لاکرز میں رکھنے کی سہولت اور حفاظت کے بدلے میں بنک مالکان اشیاء سے مناسب رقوم وصول کریں گے۔

(ب) رقوم کی منتقلی: بنک ڈرافٹ' سفری چیک (Travellers Cheques) وغیرہ کے ذریعے رقوم کی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقلی کا کام سرانجام دیں گے۔ اور اس کا مناسب معاوضہ وصول کریں گے۔

(ج) تجارتی مال کو وصول کر کے اس کے مالکوں تک پہنچانا: مالکان مال تجارت کی ہدایات کی روشنی میں مال تجارت کو بحری اور ہوائی جہازوں وغیرہ سے چھڑانے' ان کی قیمت ادا کرنے اور مالکان تک پہنچانے کی خدمت انجام دے کر بنک معاوضے کما سکتے ہیں۔

(د) کاروباری اداروں کے مالی اور قانونی مشیر کی خدمات: غیر منقولہ جائیداد کی خرید و فروخت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور قانونی کارروائی میں لوگوں کی مدد اور اس کے بدلے میں معاوضوں کی وصولی بھی بنک کے لئے ذریعہ آمدنی ہوسکتا ہے۔

(ھ) نئے کاروبار شروع کرنے والوں کے لئے مالی اور قانونی مشیر کی خدمات: نئے کاروبار شروع کرنے' کاروبار میں توسیع کرنے اور بہتر کارکردگی کے لئے بنک اپنے تنخواہ دار ماہرین کی فراہمی کے ذریعے بھی آمدنی حاصل کریں گے۔

(و) اپنے کھاتہ داروں کے لئے کاروباری اداروں میں سرمایہ کاری کی خدمات کی فراہمی بھی بنک کے لئے ذریعہ آمدنی ثابت ہوگی۔

ان بالمعاوضہ خدمات کے علاوہ بھی بنک بدلتے حالات' لوگوں کی ضرورت کے مطابق نت نئے کام سرانجام دے کر بھی معاوضے کماسکتے ہیں۔ یہ معاوضے عام طور پر فراہم کی گئی خدمات کی لاگت سے زیادہ ہوں گے۔ البتہ ان کی شرحوں کو مناسب سطح پر رکھنے میں بنکوں کی باہمی مسابقت یا مرکزی بنک یا حکومت کی ہدایت اہم کردار ادا کریں گی۔

(iii) شرکت و مضاربت کے اصول پر سرمایہ کاری

غیر سودی بنک سود پر قرضوں کی فراہمی کے بجائے کاروباری افراد کے ساتھ شراکت یا مضاربت کا معاملہ کریں گے۔ شراکت و مضاربت پر تفصیلی بحث گذشتہ صفحات میں آ چکی ہے۔ بنکاری کے ضمن میں ان کا اطلاق درج ذیل طریقہ سے ہوگا۔

(iv) شراکت کی بنیاد پر سرمایہ کاری:

۱۔ بنک کسی کاروباری فریق کے ساتھ متعین سرمایہ اور بنک کی طرف سے فراہم کئے گئے تنخواہ دار نمائندوں اور ماہرین کے ساتھ کاروبار میں شراکت کا معاملہ کرسکیں گے۔

۲۔ شراکت کے معاہدہ میں کاروبار کی نوعیت اور نفع و نقصان کی تقسیم وغیرہ کے اصول وضع کرلئے جائیں گے۔

۳۔ نقصان کی تقسیم فریقین کے سرمایوں کی نسبت سے ہوگی۔ جبکہ نفع کا معاملہ معاہدہ شراکت میں طے کیا جاسکتا ہے۔ البتہ نفع و نقصان کے سلسلہ میں فریقین کے حصے فی صد یا نسبت کی صورت میں طے کرنے ضروری ہیں۔

۴۔ فریقین معاہدہ شراکت کی مالی ذمہ داری ان کے فراہم کردہ سرمایہ کے برابر محدود ہوگی۔ یعنی کسی وقت بھی مشترکہ کاروبار کے ذمہ اس کی نقد رقوم اور اثاثوں کی قیمت سے زیادہ مالی ادائیگیاں واجب نہ ہوں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۵۔ معاہدہ شراکت کے اختتام پر ہونے والے نفع و نقصان کو بنک کے مجموعی حسابات میں شامل کیا جائے گا۔

۶۔ مشترکہ کاروبار کی طرف سے طویل المیعاد قرضے نہیں لئے جائیں گے۔

(v) مضاربت کی بنیاد پر سرمایہ کاری:

۱۔ کاروباری لوگوں کو مضاربت کی بنیاد پر سرمایہ کی فراہمی غیر سودی بنکوں کے لئے نسبتاً زیادہ محفوظ صورت ہے۔ مضاربت کی صورت میں بنک اور کاروباری فریق طے شدہ نسبتوں سے کاروباری منافع میں شریک ہوں گے۔ جب کہ نقصان سارے کا سارا سرمایہ کا ہوگا' اس لئے بنک کو برداشت کرنا پڑے گا۔

۲۔ مضاربت کی صورت میں بنک کاروبار میں مداخلت کا مجاز نہ ہوگا۔ البتہ معاہدہ مضاربت میں کاروبار کی نوعیت' وسعت اور مضارب کے مالی تصرفات کے سلسلہ میں شرائط طے کی جاسکتی ہیں۔

۳۔ معاہدہ مضاربت میں طے کیا جاسکتا ہے' کہ کاروباری فریق مزید سرمایہ کے حصول کے لئے دوسرے افراد یا اداروں سے شراکت و مضاربت کا مجاز ہے یا نہیں۔

۴۔ بنک کو اختیار ہوگا کہ وہ مضارب کی طرف سے جاری کاروبار کی نگرانی کر سکے اور کسی بے احتیاطی کو چیک کر سکے اور حسابات اور کاروباری فیصلوں کے بارے میں معلومات حاصل کر سکے۔

۵۔ مضارب (کاروباری فریق) کو معاہدہ مضاربت میں یہ اجازت لینے کا حق ہوگا کہ وہ کاروبار کو وسعت دینے کے لئے دوسروں کے ساتھ شراکت یا مضاربت کا معاملہ کرلے یا مختصر مدت کے لئے قرض لے کر کاروبار کو چلا سکے۔

۶۔ بنک کاروبار سے حاصل ہونے والے منافع کا ایک متعین فی صد حصہ وصول کرے گا۔ فیصد حصہ کا تعین فریقین کی باہمی رضامندی سے ہوگا۔

(vi) مضاربت کی صورت میں منافع کی تقسیم:

۱۔ اگر مضارب صرف بنک کے سرمایہ سے ہی کاروبار کر رہا ہو تو نفع یا تو نصف نصف تقسیم کرلیا جائے گا یا معاہدہ مضاربت میں طے کی گئی فی صد یا نسبت سے آپس میں تقسیم کرلیا جائے گا۔ البتہ نقصان کی صورت میں سارا نقصان صاحب سرمایہ (بنک) کو برداشت کرنا پڑے گا۔

۲۔ اگر مضارب نے بنک کے سرمایہ کے علاوہ اپنا ذاتی سرمایہ بھی کاروبار میں لگا رکھا ہو یہ شراکت کی صورت ہے۔ اگر بنک اور مضارب نے برابر سرمایہ لگا رکھا ہو تو بنک کو ایک چوتھائی (¼) حصہ اور مضارب کو تین چوتھائی (¾) حصہ منافع ملے گا۔ البتہ نقصان فریقین میں برابر برابر تقسیم ہوگا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ اگر مضارب نے بنک کے ساتھ مضاربت کی بنیاد پر حاصل کردہ سرمایہ کے علاوہ اپنی ذمہ داری پر مزید قرض حاصل کیا ہو اور قرض کی مالیت بنک کے سرمایہ کے مساوی ہو تو اس صورت میں بھی بنک کو منافع کا ایک چوتھائی (۱/۴) ملے گا۔ جبکہ مضارب کو تین چوتھائی (۳/۴) ملے گا' جبکہ قرض کی رقم کی واپسی مضارب کی ذمہ داری ہوگی اور نقصان کی صورت میں بنک اور مضارب کو برابر نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔ اور مضارب اتنی ہی رقم اپنے پاس سے ملا کر قرض خواہ کو لوٹائے گا۔

۴۔ اگر مضارب نے بنک کے ساتھ مضاربت کا معاملہ کرنے کے علاوہ کسی اور فرد سے مضاربت کی بنیاد پر سرمایہ حاصل کیا ہو اور اپنا سرمایہ بھی شامل کیا ہو اور بنک اور صاحب سرمایہ کا سرمایہ برابر برابر ہو تو مضارب کو دو تہائی (2/3) منافع ملے گا' جب کہ بنک کو ۱/۶ اور دوسرے صاحب سرمایہ کو بھی ۱/۶ حصہ منافع ملے گا۔ جب کہ نقصان تینوں (بنک' مضارب اور صاحب سرمایہ) میں برابر نسبتوں سے تقسیم ہوگا۔

۵۔ اگر مضارب بنک کے ساتھ مضاربت کے علاوہ کسی تیسرے فریق کے ساتھ شراکت کا معاملہ بھی کر رہا ہو تو وہ بنک کی اجازت سے ایسا کر سکے گا۔ اگر مضارب اور بنک' اور مضارب اور شریک کے درمیان نفع کی تقسیم برابر برابر نسبتوں سے طے پائی ہو تو اس صورت میں نفع میں سے نصف (۱/۲) حصہ دوسرے کاروباری شریک کو ملے گا۔ جب کہ مضارب اور بنک ہر ایک کو ایک چوتھائی حصہ منافع ملے گا۔

اس صورت میں نقصان ہونے کی صورت میں بنک اور دوسرے کاروباری فریق کو نقصان برابر برابر نسبتوں سے برداشت کرنا ہوگا' جب کہ مضارب کو کوئی مالی نقصان برداشت نہیں کرنا پڑے گا۔ البتہ اس کی محنت ضائع ہو جائے گی۔

مندرجہ بالا صورت میں معاہدہ کے وقت منافع کی تقسیم کی مختلف شرحیں بھی باہمی رضامندی سے طے کی جا سکتی ہیں۔

(vii) پہلے سے جاری کاروبار اور بنک کی طرف سے سرمایہ کاری:

اگر بنک کے ساتھ مضاربت کا خواہشمند کوئی ادارہ پہلے سے ایک کارخانہ یا صنعتی' زرعی یا تجارتی کاروبار کر رہا ہو۔ اور اس کاروبار میں بنک سے مضاربت کی بنیاد پر سرمایہ کے حصول کے خواہش مند ہو تو بنک کو پہلے اس بات کی تحقیق کا حق ہوگا' کہ کاروبار میں پہلے کتنا سرمایہ لگا ہوا ہے۔ اور کاروبار کی موجودہ مالیت کیا ہے۔ مزید برآں بنک کا سرمایہ شامل کر کے کل مالیت کتنی ہو جائے گی۔ اس سلسلہ میں کاروبار کی املاک اور اثاثہ جات' مثلاً مشینوں' عمارتوں تیار شدہ مال اور خام مال وغیرہ کی بازاری قیمت پر مالیت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کا تعین کرلیا جائے گا۔ یہ مالیت بنک کے سرمایہ کے علاوہ کاروبار کی اپنی مالیت کہلائے گی۔

اور اسی کی بنیاد پر مضارب اور بنک کے درمیان نفع ونقصان کا تعین کیا جائے گا اس معاملہ میں اگر پہلے سے جاری کاروبار ایک فرد کا ہو یا ایک سے زائد افراد کے درمیان شرکت ومضاربت کا معاملہ ہو اس سے کچھ فرق نہ پڑے گا۔

جاری کاروبار کے سرمایہ کے تعین کا طریقہ کار ایسا ہونا چاہئے جس پر دونوں فریق (بنک اور مضارب) راضی ہوں۔ اس کام کے لئے غیر جانبدار ماہرین کی خدمات بھی حاصل کی جاسکتی ہیں۔ کاروبار کی قابل وصول رقوم یا واجب الادا رقوم مضارب کے مجموعی اثاثہ میں جمع وتفریق بھی کی جاسکتی ہیں اور مضارب کے ذمہ بھی چھوڑی جاسکتی ہیں۔ اور ان کو کاروباری مالیت کا تعین کرتے ہوئے مجموعی سرمایہ سے علیحدہ بھی رکھا جاسکتا ہے۔

یہی معاملہ کسی چالو کاروبار کے بنک کے ساتھ شراکت کے حوالہ سے اختیار کیا جائے گا۔ البتہ اس طرح سے شراکت کے معاملہ کو بعض فقہاء نے منع کیا ہے اور شراکت کے لئے فریقین کی طرف سے نقد سرمایہ کی فراہمی کی شرط عائد کی ہے۔ لیکن جاری کاروبار کو سرمایہ میں تبدیل کرنا اور اس کے بعد کاروبار کرنا بہت وقت طلب اور نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے اس لئے صنعتی کاروبار میں شراکت کا معاملہ کرلینا چاہئے۔

(viii) کاروبار کی مدت معاہدہ:

(۱) کچھ کاروبار ایک معینہ مدت کے ہوتے ہیں۔ اور اس کاروبار کے اختتام پر نفع و نقصان اور سرمایوں کی واپسی کا معاملہ مکمل ہوجاتا ہے اور حساب کتاب باآسانی ہوسکتا ہے۔

(۲) آج کے دور میں زیادہ تر صنعتی کاروبار مسلسل جاری رہتے ہیں اور ان کے اختتام کے لئے کوئی مدت متعین نہیں ہوتی۔ اس صورت میں بنک کے سامنے دو راستے ہوتے ہیں۔

(الف) بنک اپنا سرمایہ ایک مقررہ مدت کے لئے فراہم کرے۔

(ب) بنک مدت کا تعین کئے بغیر سرمایہ فراہم کرے۔ اور جب چاہے اپنا سرمایہ واپس لے لے۔

ان دونوں صورتوں میں کاروبار کی مالیت کا تعین اوپر بیان کئے گئے طریقے کے مطابق کرکے نفع و نقصان کا تعین کیا جائے۔ البتہ حسابات میں سہولت اور معاملہ کو شفاف بنانے کے لئے متعین وقفوں۔ مثلاً سہ ماہی ششماہی یا سالانہ کے بعد حسابات کئے جاسکتے ہیں۔ اور بنک اپنا سرمایہ بھی ان وقفوں کے لئے لگائے۔ اور حسابات کی تکمیل کے ساتھ سرمایہ کاری کی مدت میں اضافہ کرنے کی گنجائش بھی موجود رہے۔

(ix) کاروباری اداروں کے حصص کی خریداری:

بنک نفع کے حصول کے لئے صنعتی اور تجارتی کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے حصص (Shares) کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خرید کے لئے بھی سرمایہ کاری کرسکتا ہے' یہ حصص سٹاک مارکیٹ میں قابل فروخت ہوتے ہیں' اور ان کی بازاری قیمت کا تعین کمپنی کی ماضی کی ساکھ اور آئندہ متوقع منافع کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ یہ طریق کار غیر سودی معیشت میں نہ صرف جاری رکھا جائے گا۔ بلکہ سود کی حرمت کی وجہ سے زیادہ فروغ پائے گا۔

البتہ تجارتی حصص کی وہ تمام صورتیں جن میں سود وابستہ ہو' یا جن حصص کے ساتھ کم از کم منافع کی شرح کی ضمانت دی گئی ہو ان کی ہرگز اجازت نہیں دی جائے گی۔ جبکہ ایسے تمام حصص جن میں سود یا سودی معاملہ کا شائبہ تک نہ ہو' بنک اپنے سرمایہ کا ایک حصہ ان کی خرید پر صرف کرے گا۔ جس کا فائدہ بنک کو اس طرح ہوگا کہ بوقت ضرورت بنک ان حصص کی فروخت کے ذریعے اپنی نقد سرمایہ کی ضرورت پوری کر سکے گا۔

(x) مضاربت کے اصول پر مزید سرمایہ کا حصول:

بنک کے حصہ داروں کی طرف سے فراہم کئے گئے سرمایہ کے علاوہ بنک مختلف طریقوں سے مزید سرمایہ حاصل کرے گا۔ اور اس سرمایہ کو کاروبار میں لگائے گا۔ اس مقصد کے لئے بنک عام لوگوں سے مضاربت کی بنیاد پر ان کی بچتیں حاصل کرے گا۔ اور اس سرمایہ کو اوپر بتائے گئے طریق کار کے مطابق کاروبار میں لگائے گا۔ اور نفع کی صورت میں ایک طے شدہ نسبت سے نفع بنک کو ملے گا اور باقی نفع مضاربت کی بنیاد پر سرمایہ فراہم کرنے والوں کو مل جائے گا۔

مزید سرمایہ کے حصول کے لئے بنک ''مضاربت کھاتوں'' اور ''قرض کھاتوں'' کی صورت میں رقوم حاصل کرے گا۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(xi) مضاربت کھاتہ (Mudarbah Account)

بنک مضاربت کھاتہ میں رقوم جمع کروانے والے لوگوں سے درج ذیل شرائط پر معاہدہ کرے گا:

۱۔ مضاربت کھاتہ سے حاصل ہونے والے سرمایہ کو بنک اپنے سرمایہ میں ملا کر کاروبار میں لگائے گا۔ اور مجموعی طور پر حاصل ہونے والے منافع کو کل سرمایہ پر تقسیم کرے گا' اور کسی کھاتہ دار کے سرمایہ پر آنی والے نفع کا ایک متعین حصہ (نصف' تہائی' چوتھائی وغیرہ) بنک کو ملے گا۔ اور باقی نفع کھاتہ دار کو ملے گا۔

۲۔ کاروبار میں نقصان ہونے کی صورت میں خسارہ کو کل سرمایہ پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور کھاتہ دار کو اپنے سرمایہ پر ہونے والے نقصان کو برداشت کرنا ہوگا۔

۳۔ کسی کھاتہ دار کو زیادہ سے زیادہ نقصان اس کے جمع شدہ سرمایہ کے مساوی ہوسکتا ہے' اس سے زیادہ کی مالی ذمہ داری اس پر نہ ہوگی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴۔ مضاربت کھاتوں میں رقوم ایک مقررہ مدت (سہ ماہی' ششماہی' سالانہ وغیرہ) کے لئے بھی جمع کروائی جاسکتی ہے' اور کسی مدت کے تعین کے بغیر بھی۔

۵۔ ہر سہ ماہی کے اختتام پر ہر کھاتہ دار کو اس کے نفع ونقصان سے آگاہ کردیا جائے گا کھاتہ دار کو اس بات کا حق حاصل ہوگا کہ وہ سہ ماہی کے اختتام پر معاہدہ ختم کرکے اپنا سرمایہ بمعہ نفع یا نقصان واپس لے لے یا معاہدہ کو جاری رکھے۔

۶۔ کھاتہ دار اپنا سرمایہ کسی وقت بھی بنک سے نکلوا سکے گا۔ البتہ نفع ونقصان کے بارے میں اس کو معلومات سہ ماہی کے اختتام پر ہی حاصل ہوسکیں گے۔ مضاربت کھاتوں سے رقوم بذریعہ چیک نہ تو نکلوائی جاسکیں گی اور نہ ہی دوسرے افراد کو منتقل ہوسکیں گی۔ جب کہ رقوم نکلوانے کے لئے بنک کو پیشگی اطلاع دینا ہوگی۔ لیکن یہ لازمی شرط نہیں۔ بنک بغیر کسی پیشگی اطلاع کے بھی کھاتہ داروں کو رقوم واپس کرنے کا مجاز ہوگا۔

۷۔ ہر سہ ماہی کے اختتام ر بنک کو اپنی پورے کاروبار کا حساب کرنا ہوگا۔ تاکہ نفع یا نقصان کا تعین کیا جاسکے۔

۸۔ کھاتہ دار اپنے مضاربت کھاتہ میں سہ ماہی کے آغاز پر رقوم جمع کروائیں گے یا نئے کھاتہ دار سہ ماہی کے آغاز پر بنک میں کھاتہ کھلوا سکیں۔ لیکن اگر سہ ماہی کے درمیانی عرصہ میں رقوم جمع کروانی مقصود ہوں تو ان کو نفع یا نقصان میں اسی صورت میں شامل کیا جاسکے گا۔ اگر اس سرمایہ کو فوری طور پر کاروبار میں استعمال کیا جاسکے۔ البتہ بنک اس سرمایہ کو حصص کی خرید یا مضاربت کے اصول پر دینے یا خدمات کی فراہمی پر آنے والے اخراجات کے لئے استعمال کرسکے گا۔ ایسا کرنا بنک کے لئے اس لئے بھی ضروری ہوگا تاکہ بنکوں میں مقابلہ کی صورت میں بنک کھاتہ داروں سے زیادہ سے زیادہ رقوم وصول کرسکیں۔

۹۔ بنک کے کاروبار پر اعتماد قائم رکھنے اور بہتر طور پر چلانے کے لئے مرکزی بنک مناسب انتظام کرے گا۔ تاکہ کسی قسم کے دھوکہ اور فریب سے بچا جاسکے اور کھاتہ داروں کو اپنے کھاتوں سے متعلق دھوکہ میں نہ رکھا جاسکے۔

۱۰۔ کھاتہ داروں کو عندالطلب رقوم کی واپسی کے لئے بنک اپنے مضاربت کھاتہ کی ایک متعین فی صد رقم بطور ریزرو (Reserve) اپنے پاس رکھے گا۔

۱۱۔ مختلف بنک اپنی اپنی سہ ماہی کا آغاز مختلف تاریخوں یا مہینوں سے کرسکیں گے اس سے سرمایہ جمع کرانے والوں اور مضاربت کی بنیاد پر حاصل کرنے والوں کی سہولت حاصل ہوگی۔

۱۲۔ مختلف بنک اپنے حساب کتاب کے لئے مختلف مدت کا تعین کرسکتے ہیں۔ مثلاً ایک بنک اپنا حساب کتاب سہ ماہی بنیادوں پر کرتا ہے۔ تو دوسرا سالانہ بنیادوں پر۔ اس طریقہ سے کھاتہ دار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جس مدت کے لئے سرمایہ اپنے کھاتہ میں جمع کروانا چاہیں گے۔ اسی قسم کے بنک میں رقوم جمع کروائیں گے۔ جہاں اس مدت کے لئے رقوم جمع کی جاتی ہوں گی۔

(xii) مضاربت کھاتہ کے نفع ونقصان کا تعین

۱۔ مضاربت کھاتوں میں جمع شدہ سرمایہ پر نفع یا نقصان کا تعین کھاتہ داروں کے سرمایہ کی نسبت سے ہوگا۔ حصہ داروں کے پورے سرمایہ اور مضاربت کھاتوں میں جمع ہونے والی پوری رقم کو کاروبار میں لگایا جائے گا۔ اور اختتام سال پر حساب فہمی کے وقت (سہ ماہی' ششماہی وغیرہ) مجموعی منافع کو مجموعی سرمایہ پر تقسیم کر کے نفع کی فی صد شرح معلوم کر لی جائے گی۔ اور ہر کھاتہ دار کے حساب میں اس کے سرمایہ کی مناسبت سے کھاتہ داروں سے طے شدہ نسبت کے مطابق جمع کر دیا جائے گا۔ اور باقی بچنے والا منافع بنک کے حصہ داروں کے مابین ان کے سرمایوں کی نسبت سے تقسیم کیا جائے گا۔

۲۔ اگر کاروبار میں نقصان ہو تو مجموعی خسارہ کو کل سرمایہ پر تقسیم کر کے نقصان کی فی صد شرح معلوم کر لی جائے گی اور ہر کھاتہ دار اور حصہ دار کے سرمایہ میں اس شرح نقصان کے مطابق کمی کر دی جائے گی۔ پس نقصان کی صورت میں فریقین کو ایک ہی شرح سے نقصان اٹھانا پڑے گا۔

۳۔ نفع کی صورت میں بنک کے حصہ داروں کی شرح منافع مضاربت کھاتہ داروں سے زیادہ ہوگی اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ حصہ داروں کو اپنے سرمایہ کی نسبت سے پورا نفع ملتا ہے۔ بلکہ مضاربت کھاتوں کے سرمایہ پر ہونے والے منافع میں بھی ان کا حصہ ہوتا ہے کیونکہ اس منافع کے حصول کے لئے حصہ دار اپنے تجربہ اور صلاحیت کے استعمال کے ذریعے سرمایہ پر منافع کمانے کا موجب بنتے ہیں۔ مزید برآں مجموعی خسارہ کی صورت میں مضاربت کھاتہ داروں کو تو صرف اپنے سرمایوں کی نسبت سے نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جب کہ حصہ داروں کو مالی نقصان کے علاوہ اپنی جدوجہد اور محنت کے معاوضہ سے بھی ہاتھ دھونا پڑتے ہیں۔ اور دہرا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اسی لئے نفع کی صورت میں ان کو نفع میں زیادہ حصہ دینا بھی قرین قیاس ہے۔

(xiii) بنکاری میں قرض سرمایہ کا استعمال

بنک اپنے کاروبار کو وسعت دینے کے لئے عام لوگوں سے قرض لے کر بھی کاروبار بنکاری میں استعمال کر سکتا ہے۔ اس صورت میں بنک درج ذیل اقدامات کرے گا:

۱۔ قرض سرمایہ کو حصہ داروں کے سرمایہ میں جمع کر دیا جائے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ کل سرمایہ پر ہونے والے منافع کا تعین اور تقسیم کرتے ہوئے' اس قرض سرمایہ کو بھی شامل حساب کیا جائے گا۔

۳۔ مضاربت کھاتہ داروں کے حصہ نفع کے تعین اور تقسیم کے بعد باقی بچنے والا منافع حصہ داروں کے فراہم کردہ سرمایہ پر تقسیم کردیا جائے گا۔

۴۔ قرض سرمایہ کو حصہ داروں کے سرمایہ کے ساتھ جمع نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ قرض سرمایہ کے سلسلہ میں حصہ داروں کی ذمہ داری صرف اصل سرمایہ کی واپسی تک محدود ہے۔

۵۔ کاروبار میں خسارہ کی صورت میں کل نقصان کو مضاربت کھاتہ کے سرمایہ' حصہ داروں کے سرمایہ اور قرض سرمایہ کے مجموعہ پر تقسیم کیا جائے گا۔ مضاربت کھاتہ داروں کے ذمہ نقصان کا تعین کرنے کے بعد باقی خسارہ حصہ داروں میں تقسیم کردیا جائے گا۔

۶۔ قرض کی واپسی نفع یا نقصان دونوں صورتوں میں حصہ داروں کی ذمہ داری ہے۔ اس سلسلہ میں مضاربت کھاتہ داروں پر کوئی بار نہ ہوگا۔

۷۔ منافع کی صورت میں حصہ داروں کو منافع میں زیادہ حصہ ملے گا۔ اسی طرح نقصان کی صورت میں بھی حصہ داروں کے نقصان کی شرح' مضاربت کھاتہ داروں سے زیادہ ہوگی۔ پس قرض لئے ہوئے سرمایہ کی مقدار حصہ داروں کے سرمایہ کے مقابلے میں جتنی زیادہ ہوگی' نقصان کی صورت میں حصہ داروں کے لئے نقصان کی شرح بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی۔

(xiv) قرض کھاتہ:

۱۔ کاروبار میں قرض سرمایہ لگانے کے لئے بنک عام لوگوں اور فرموں کو دعوت دے گا کہ وہ اپنی رقوم اور بچتیں حفاظت کی خاطر اور کاروباری اور باہمی لین دین میں سہولت کے لئے بنک کے پاس بطور قرض رکھوادیں۔

۲۔ بنک یہ ذمہ داری لے گا کہ وہ عندالطلب قرض کھاتہ داروں کو قرض واپس دے دے گا۔

۳۔ قرض کھاتہ دار بذریعہ چیک اپنی رقوم واپس لے سکیں گے' یا دوسرے افراد کو بذریعہ چیک ادائیگی کرسکیں گے۔

۴۔ ان سہولتوں کی فراہمی کے بدلہ میں بنک کوئی اجرت نہیں لے گا۔

۵۔ قرض کھاتوں کی صورت موجودہ بنکوں کے جاری حسابات (Current Accounts) اور طلبی امانتوں (Demand Deposits) کی سی ہوگی۔

۶۔ بنک کے پاس یہ رقوم بطور امانت نہیں بلکہ بطور قرض ہوں گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۷۔ قرض کھاتہ داروں کے سرمایہ کے تحفظ کے لئے مرکزی بنک مناسب ضمانت فراہم کرے گا۔

۸۔ بنک ان رقوم کو کاروبار میں لگا سکے گا۔ (جب کہ امانت کی صورت میں ایسا نہیں کرسکتا)

۹۔ قرض کھاتوں پر نقصان کی صورت میں بنک خود ذمہ دار ہوگا۔ اور نفع کا حق دار بھی بنک ہوگا۔ جب کہ قرض کھاتہ داروں کو اپنی پوری کی پوری رقوم واپس ملیں گی۔ نہ کم نہ زیادہ۔

۱۰۔ بنک قرض کھاتوں پر کوئی اجرت خدمت (Service Charges) وصول نہیں کرے گا۔

۱۱۔ بنک قرض کھاتوں میں جمع شدہ رقوم کی ایک مناسب شرح کو بطور نقد محفوظ (Reserve) کے طور پر رکھے گا۔ تاکہ عندالطلب کھاتہ داروں کو ادائیگیاں کی جاسکیں۔ البتہ نقد محفوظ کی یہ شرح طویل المیعاد کھاتوں (Time deposits) کی نسبت زیادہ ہوگی۔

(xv) ریزرو فنڈ کا قیام (Reserve Fund)

۱۔ بنکاری میں ایک معروف طریق کار یہ ہے کہ حصہ داروں کا منافع ان کو مکمل طور پر ادا نہیں کیا جاتا ہے بلکہ اس میں سے ایک حصہ روک کر مختلف قسم کے ریزرو فنڈ قائم کئے جاتے ہیں' جن کا مقصد غیر معمولی خسارہ کی صورت میں بنک کے کاروبار کو جاری رکھنا ہوتا ہے۔ اس فنڈ کے ذریعے کسی سال ہونے والے نقصان کی تلافی اس فنڈ سے کی جاسکتی ہے۔ تاکہ حصہ داروں کے مجموعی سرمایہ میں کوئی کمی نہ آنے پائے۔

۲۔ غیر سودی بنکاری میں بھی یہ طریق کار استعمال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جب کوئی حصہ دار بنک سے علیحدہ ہو تو اس حصہ دار کو اس کے سرمایہ کی نسبت سے روکے ہوئی منافع (Reserve Fund) میں سے حصہ دیا جائے۔

۳۔ مضاربت کھاتہ داروں کے سلسلہ میں ایسا ہی فنڈ قائم کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس بات کا اہتمام کرنا لازمی ہوگا کہ ایک کھاتہ دار کے ریزرو فنڈ میں سے ہی اس کے نقصان کی تلافی کی جائے۔ کسی ایک کھاتہ دار کا بار دوسرے کھاتہ دار پر نہ ڈالا جائے۔ اور جب مضاربت کھاتہ دار اپنا کھاتہ بند کرے' تو اس کے ریزرو فنڈ میں سے اس کے حصہ کی ادائیگی اسے کردی جائے۔

۴۔ اس فنڈ کے قیام اور انصاف کے مطابق چلانے پر بنک کے حساب کتاب کا کام بہت بڑھ جائے گا۔ اور اس پر اخراجات بھی زیادہ آئیں گے۔ اس کی تلافی اس صورت میں ہوسکے گی کہ اگر حصہ دار اور کھاتہ دار باہمی تعاون کے جذبہ سے ریزرو فنڈ کے قیام کے لئے دیئے گئے اپنے منافع کے حصہ سے دست بردار ہوجائیں اور اس فنڈ کو بنک کی ملکیت میں دے دیں۔ اگر کبھی بنک اپنا کاروبار ختم کردے تو یہ فنڈ بھی حصہ داروں میں تقسیم کردیا جائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(xvi) بنکوں کے درمیان مسابقت (Competition)

کھاتہ داروں اور کاروباری افراد کو متوجہ کرنے کے لئے بنک زیادہ سے زیادہ نفع کے حصول کو یقینی بنائے گا۔ اس مقصد کے لئے ایسے افراد کو تلاش کیا جائے گا۔ جس کے ساتھ مضاربت کے نتیجہ میں زیادہ سے زیادہ منافع حاصل ہو اور نقصان کے امکانات کم از کم ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ مضاربت کھاتہ اور قرض کھاتہ میں زیادہ سے زیادہ سرمایہ حاصل کرنے کے لئے بھی بنک تگ و دو کرے گا۔ تاکہ منافع کے امکانات میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہو اور نقصانات کو کم از کم کیا جا سکے۔

بنک کے لئے ایسا کرنا اس لئے ضروری ہوگا کہ مستقبل میں نئے کھاتہ داروں کو ترغیب مل سکے۔ اور زیادہ سے زیادہ بچت کنندہ بنک میں کھاتے کھلوا سکیں۔ اس مقصد کے لئے تمام بنک ایک دوسرے کے ساتھ مسابقت کریں گے۔

اس کے علاوہ بنکوں میں مسابقت بالمعاوضہ اور بلا معاوضہ خدمات کی فراہمی پر ہوگی۔ جس کے لئے بنک کم از کم فیس یا اجرت پر بہتر سے بہتر خدمات فراہم کریں گے جس کے نتیجہ میں مختلف بنکوں کی ساکھ تشکیل پائے گی۔ اور بچت کنندوں کو سرمایہ زیادہ مستعد بنک میں جمع کروانے کی ترغیب مل سکے گی۔

(xvii) بنک کی طرف سے قرضوں کا اجراء:

۱۔ بنک کاروباری افراد کو چھوٹی مدتوں کے بلا معاوضہ قرض جاری کرے گا۔

۲۔ بنک کی طرف سے بلا معاوضہ قرض' بنک کے قرض کھاتہ سے دیا جائے گا۔

۳۔ بلا معاوضہ قرض کی مقدار کا تعین ''قرض کھاتہ'' میں جمع شدہ سرمایہ کی نسبت سے کیا جائے گا۔

۴۔ قرض لینے والے وقت مقررہ پر قرض کی واپسی کی ضمانت فراہم کریں گے۔

۵۔ اس بلا معاوضہ سماجی خدمات کا صلہ بنک کو ''قرض کھاتہ'' میں موجود بقیہ رقوم کو نفع آور کام میں لگانے کی اجازت کی صورت میں ملے گا۔ قرض کھاتہ پر بنک کی طرف سے کھاتہ داروں کو کوئی منافع نہیں دینا ہوگا۔

۶۔ غیر سودی قرض دینے کی وجہ سے بنک اس بات کے حقدار بن جائیں گے کہ وہ مرکزی بنک سے بوقت ضرورت قرض لے سکیں' جو کہ بلا معاوضہ ہوگا۔ اور اس قرض کی ضمانت مرکزی بنک کو غیر سودی قرض لینے والے کاروباری افراد دستاویزات وغیرہ ہوں گی۔

(xviii) بنک کی طرف سے قلیل مدت قرضوں کے اجراء کی ضرورت:

بعض زرعی' تجارتی یا صنعتی کاروبار میں قلیل مدت کے سرمایہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو کہ ایک دن' چند دن یا چند ہفتوں کے لئے ہو سکتی ہے۔ یہ ضرورت عموماً جاری کام یا کاروبار کے تکمیلی مراحل پر ہوتی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس لئے شرکت و مضاربت کی بناء پر قرض لینا مسئلہ کا حل نہیں ہے۔ جدید بنکاری میں یہ ضرورت سودی قرض کی صورت میں پوری کی جاتی ہے۔ جب کہ غیر سودی معیشت میں اس مسئلہ کا حل یہی ہے کہ ایسے کاروباری افراد کو بلا سود قرض دیئے جائیں اور ان قرضوں کے اجراء کے لئے مناسب ضمانت لے لی جائیں' لیکن کوئی معاوضہ وصول نہ کیا جائے۔ البتہ قرض کی واپسی پر مقروض سروس چارج کے طور پر معمولی اضافی رقم بنک کو ادا کرے گا۔

(الف) قرض کھاتہ اور قلیل مدت قرضے: روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ لوگ عموماً زرنقد کی شکل میں رقوم اپنے پاس رکھنے کی بجائے زائد از ضرورت رقوم بنکوں میں جمع کروا دیتے ہیں۔ اور باہمی لین دین بھی نقد رقوم کی بجائے عموماً چیکوں سے ادائیگی کی صورت میں ہوتا ہے۔ جو کہ چیک وصول کرنے والے افراد اپنے کھاتوں میں جمع کروا دیتے ہیں۔ اس وجہ سے معاشرے کی مجموعی آمدنی کا بڑا حصہ ہمیشہ بنکوں کے جاری حسابات میں جمع رہتا ہے اور بہت تھوڑی اور چھوٹی چھوٹی رقوم ہی بنکوں سے نکلوائی جاتی ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ نئی رقوم بھی بنکوں میں جمع کروائی جاتی ہے۔ عوام کی یہ عادت نظام بنکاری کی اساس ہے بنک ان رقوم کا ایک حصہ زرنقد کی شکل میں رکھ کر کاروباری افراد کو سودی قرض دیتے ہیں۔

اسلامی معیشت میں بھی یہ طریق کار بلا سود بنیادوں پر جاری رہے گا۔ جاری کھاتوں (Current account) کی بجائے ان کھاتوں کو ''قرض کھاتہ'' (Loan Account) کا نام دیا جائے گا' جس میں جمع شدہ رقوم میں سے ہی ایک خاص نسبت سے رقوم قلیل مدت کے لئے کاروباری لوگوں کو بلا سود قرض دی جائیں گی' اور بقیہ رقوم کو بنک مضاربت کے اصول پر کاروباری لوگوں کو فراہم کی جائیں گی۔ جن پر بنک منافع کمائیں گے۔ اس منافع میں ''قرض کھاتہ داروں'' کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

مضاربت کے اصول پر دیئے گئے سرمایہ کا ایک حصہ پھر بنکوں میں جمع کروا دیا جائے گا۔ اسی طرح سے قرض کھاتوں سے جاری کئے گئے قلیل مدت قرض کا ایک حصہ بھی دوبارہ بنکوں میں جمع کروا دیا جائے گا۔ اس سے بڑی رقوم بنکوں کے پاس آئیں گی' جن کو بنک طویل مدتی قرضوں اور مضاربت کے اصول پر فراہم کرنے کے لئے استعمال کریں گے اور منافع کما سکیں گے۔

(ب) قرض کے بالمقابل ضمانت:

۱۔ بنک قرض لینے والے افراد سے قرضوں کے بالمقابل ضمانت طلب کرنے کا مجاز ہوگا۔

۲۔ یہ ضمانت جائیداد' تیار شدہ مصنوعات' نیم تیار شدہ مصنوعات' تیار فصل' تجارتی حصص' سندات ملکیت' غیر منقولہ جائیداد وغیرہ پر دی جا سکے گی۔

۳۔ بنک شخصی ضمانت پر بھی قرض کے اجراء کا مجاز ہوگا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴۔ جن افراد یا اداروں کے ساتھ بنک کے تجارتی روابط ہوں اور بنک ان پر اعتماد کرتا ہو تو ایسے افراد یا اداروں کو بلا ضمانت بھی قرض کا اجراء ہو سکے گا۔

۵۔ قرض ادا نہ کرنے والے افراد یا اداروں کی ضمانتی املاک یا اثاثہ جات کو فروخت کر کے قرض کی واپسی کا انتظام کیا جائے گا۔

۶۔ قرض لینے والے فرد کا دیوالیہ نکل جانے کی صورت معاشرہ یہ ذمہ داری لے کہ مقروض افراد کی طرف سے زکوٰۃ کی مد سے قرض واپس کرے یا مرکزی بنک بیت المال کے زکوٰۃ فنڈ سے اس قرض کی واپسی کو یقینی بنائے۔

(ج) بلا معاوضہ قرض کے حساب کتاب پر آنے والے اخراجات:

ان قرضوں کے حساب کتاب کے لئے بنک کو تنخواہ دار ملازمین رکھنا پڑیں گے۔ اس کے علاوہ سٹیشنری وغیرہ پر بھی اخراجات آئیں گے۔ یہ اخراجات درج ذیل طریقوں سے پورے کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ مضاربت پر فراہم کئے گئے سرمایہ پر ہونے والے منافع میں سے۔

۲۔ قرض حاصل کرنے والے افراد سے اس سلسلہ میں معمولی (Nominal) رقم بطور حق الخدمت (Service Charges) کے طور پر لے لی جائے۔

اس میں پہلا طریقہ اس لئے مناسب نہ ہوگا۔ کہ کاروبار میں منافع غیر یقینی ہوتا ہے۔ جب کہ اخراجات یقینی ہوتے ہیں۔ جب کہ دوسری صورت میں احتیاط کرنا ہوگی کہ سروس چارجز اتنے ہی ہوں جتنے اخراجات متوقع ہیں اس کو بنک اپنی لئے آمدنی کا ذریعہ نہ بنائے۔

(xix) تجارتی ہنڈیاں (Bills of Exchange) اور غیر سودی بنک:

غیر سودی بنکاری میں ہنڈیوں پر بٹہ لگانے (Discounting) کی اجازت نہ ہوگی البتہ ہنڈیوں کے بدلہ میں رقوم حاصل کرنے کے لئے درج طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ کاروباری فریق ہنڈیاں لکھنے کے بجائے مضاربت کی بنیاد پر بنک سے قرض لے لیں اور مال کی ادائیگی نقد کر دیں۔ اس صورت میں بنک مضاربت کے عام معاملات اور مال کی ادائیگی نقد کر دیں۔ اس صورت میں بنک مضاربت کے عام معاملات کے مقابلہ میں کم شرح منافع لینے کے لئے تیار ہوں گے اور نقصان کی ذمہ داری بھی قبول کریں گے۔

۲۔ بنک بلا معاوضہ قرض دے کر بھی کاروباری افراد کی ضرورت پوری کر سکتے ہیں۔

۳۔ غیر سودی بنکاری میں تجارتی ہنڈی کے عوض نقد رقم بطور قرض دینے کی درخواست کی جائے گی۔ بنک دیگر قرض درخواستوں کی طرح اس درخواست پر غور کر کے ہنڈی میں درج پوری رقم کاروباری فرد کو دے دے گا۔ اور اس میں کوئی کٹوتی نہیں کرے گا۔ اور ہنڈی کی مدت پوری ہو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جانے پر پوری رقم بنک کو واپس مل جائے گی۔ ہنڈیوں کے بارے میں دیگر تفصیلات مرکزی بنک طے کرے گا۔

(xx) تخلیق زر کا عمل (Process of Credit Creation)

عوام کی عادت ہے کہ وہ اپنی آمدنیوں کا بڑا حصہ اور بچتیں بنکوں میں رکھتے ہیں اور وقتاً فوقتاً اس میں سے چھوٹی چھوٹی رقوم حسب ضرورت بنک سے نکلواتے ہیں اور آپس میں لین دین چیکوں کے ذریعے کرتے ہیں۔ اور بہت چھوٹی چھوٹی ادائیگیاں ہی نقد کی جاتی ہیں۔ لین دین میں استعمال ہونے والے چیک بھی عموماً نقد رقوم حاصل کرنے کی بجائے بنکوں میں موجود کھاتوں میں جمع کروادیئے جاتے ہیں۔ اس طرح بنک کھاتوں میں یہ ادائیگیاں اور وصولیاں عمل میں لائی جاتی ہیں۔

علاوہ ازیں نقد شکل میں کی گئی ادائیگیوں کا بڑا حصہ بھی بنکوں میں واپس آجاتا ہے۔ کیونکہ نقد رقوم وصول کرنے والوں کی اکثریت اپنی یہ رقوم اپنی جاری حسابات (قرض کھاتہ) میں یا بچت کے کھاتہ (مضاربت کھاتہ) میں جمع کروادیتے ہیں۔

بنکوں کا تجربہ ہے کہ بہت تھوڑی رقوم کا نقد لین دین ہوتا ہے اور باقی رقوم بنکوں کے پاس محفوظ رہتی ہیں۔ جن کو بنک اپنی بنکاری کے کاروبار میں استعمال کر سکتے ہیں۔ بنک ان رقوم کے ذریعے قرض دیتے ہیں۔ قرض لینے والے لوگ بھی ان رقوم کا بڑا حصہ بنکوں میں جمع کرواتے ہیں اور حسب ضرورت چھوٹی چھوٹی رقوم نکلواتے رہتے ہیں۔ اس طرح بنکوں کے پاس موجود کھاتوں میں رقوم میں مزید اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اور وہ ان رقوم میں سے بھی آگے قرض دینے کے قابل ہوتے ہیں۔

اس پورے عمل کو تخلیق زر کا نام دیا جاتا ہے۔ جس کے دوران بنک جمع کرائی گئی رقوم کا ایک حصہ (مثلاً دس فی صد) نقد شکل میں رکھ کر باقی رقوم قرض پر دے دیتے ہیں۔ اس طرح جاری کئے گئے قرض کی مقدار بنکوں میں جمع کروائی گئی رقوم سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہیں۔ چونکہ قرض لینے والے افراد کو ایسے سرمایہ پر ملکیت کا حق اور تصرف کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں جس پر اسے پہلے یہ اختیارات حاصل نہ تھے۔ اس لئے اسے نیا زر کہا جاتا ہے۔

(xxi) تخلیق زر کا عمل اور غیر سودی بنکاری:

غیر سودی بینکاری میں بنک درج ذیل طریقے کے مطابق تخلیق زر کا فریضہ انجام دیں گے۔

۱۔ بنک لوگوں کی نقد رقوم کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اپنے قرض کھاتہ اور مضاربت کھاتہ کا دس فی صد زر محفوظ کی صورت میں رکھیں گے۔

۲۔ بنک سے قرض یا مضاربت کے طور پر لیا ہوا سرمایہ کا بڑا حصہ دوبارہ بنک کے قرض یا مضاربت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کھاتوں میں جمع کروادیا جاتا ہے' اس کا بہت تھوڑا حصہ نقد لین دین میں استعمال ہوتا ہے۔

۳۔ بنک کے قرض کھاتہ میں جمع شدہ رقوم کا بڑا حصہ (مثلاً پچاس فی صد) زر محفوظ کی صورت میں رکھا جائے گا۔ قرضوں کے علاوہ بقیہ رقوم کو مضاربت کے اصول پر لگایا جائے گا' اور حصص خریدنے اور بالعاوضہ خدمات کی فراہمی پر استعمال ہوگا۔

۴۔ قرض لی گئی رقوم اسی بنک میں دوبارہ جمع نہیں کروائی جاتیں بلکہ متعدد بنکوں میں واپس جمع کروائی جاتی ہیں۔ اس طرح ایک بنک میں اپنے جاری کردہ قرضوں اور مضاربت پر فراہم کردہ رقوم کا ایک حصہ اور دوسرے بنکوں کی جاری کی گئی رقوم کا ایک حصہ واپس آجاتا ہے' جس کو بنک نیا زر پیدا کرنے یا تخلیق زر کے لئے استعمال کر سکے گا۔

۵۔ غیر سودی نظام بنکاری میں تخلیق زر کا عمل ٹھیک اسی طرح اور انہی اسباب وعوامل کی بنا پر عمل میں آئے گا۔ جس طرح اور جن عوامل کی بنیاد پر موجودہ سودی نظام بنکاری میں عمل میں آتا ہے۔ البتہ تکنیک (Technique) کے اعتبار سے دونوں کے عمل میں فرق ہوگا۔

(xxii) مرکزی بنک (Central Bank)

مرکزی بنک سرکاری یا نیم سرکاری ادارہ ہوتا ہے' جو بازار زر کا محافظ اور ملک میں مالی استحکام کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اور زر کی قدر اور اشیاء کی قیمتوں کی سطح کو معمول پر رکھنے کے لئے زر کی رسد کو کم وبیش کرتا ہے۔

مرکزی بنک کا اولین فریضہ قومی مفاد کی نگرانی کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اسے تمام دوسرے کاموں پر مقدم رکھتا ہے۔ نفع کمانے کا خیال اس ادارے کے لئے ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔

غیر سودی نظام معیشت میں بھی مرکزی بنک وہی معروف فرائض انجام دے گا جو کہ وہ جدید نظام بنکاری میں انجام دیتا ہے' مثلاً

۱۔ حکومت کے ایما پر کرنسی نوٹ جاری کرے گا۔

۲۔ حکومت کے بنک کے طور پر فرائض ادا کرے گا۔ اس مقصد کے لئے حکومت اپنے کھاتے مرکزی بنک میں کھولے گی۔

۳۔ بیرونی ممالک سے لین دین مرکزی بنک کے ذریعہ ہوگا۔

۴۔ دوسرے ممالک کے ساتھ تعلقات سے پیدا ہونے والے مالی امور و معاملات کا نگران ہوگا۔

۵۔ مرکزی بنک کا ایک فریضہ بنکوں کے بنک کے طور پر کام انجام دینا ہوگا۔ اس میں عام بنک اپنی کھاتے کھولیں گے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۶۔ معیشت میں کاروبار' روزگار' آمدنیوں اور اشیاء کی قیمتوں کی عمومی سطح کو کنٹرول کرنے کے لئے اقدامات کرے گا۔

۷۔ ملک میں ضروری شعبوں کی طرف وسائل کی منتقلی کے اقدامات کرے گا۔

۸۔ سرمایہ کاری کے لئے حسب ضرورت کریڈٹ کی فراہمی کو یقینی بنائے گا۔

۹۔ زر کی رسد کو طلب کے مطابق رکھنے کی کوشش کرے گا۔

۱۰۔ عوامی طلب نقد اور عام بنکوں کی ضرورت نقد کے پیش نظر نقد کی رسد میں کمی بیشی کرتا رہے گا۔ اور عام بنکوں کو حسب ضرورت نقد فراہم کرتا رہے گا۔

۱۱۔ عام بنکوں کی سرگرمیوں کو مفاد عامہ کے مطابق منظم کرے گا۔

۱۲۔ حکومت کی مالی مدد کے لئے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے ضروری اقدامات کرے گا۔ مثلاً حکومت کو عارضی طور پر قرض کی فراہمی۔

حکومت کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بنکوں' کاروباری اداروں اور عوام سے شراکت و مضاربت پر یا قرض کی بنیاد پر سرمایہ کی فراہمی کا بندوبست کرنا۔

۱۳۔ بازار حصص میں قیمتوں میں بے جا اتار چڑھاؤ کو کنٹرول کرنا۔

۱۴۔ ملک کے سکہ کی اندرونی اور بیرونی قدر پر نظر رکھنا۔ اور اس کی قدر کو مستحکم رکھنے کے لئے اقدامات کرنا۔

(xiii) بنکوں پر کنٹرول:

۱۔ مرکزی بنک عام بنکوں کی رہنمائی کرنے' ان کو اجتماعی مصالح اور مفادات کے مطابق پالیسیاں اختیار کرنے پر آمادہ رکھنے اور ان کے کاروباری اقدامات کو اپنی طے شدہ پالیسیوں کے مطابق ڈھالنے کے لئے مرکزی بنک کا پہلا اور سب سے بڑا ذریعہ ہدایت' مشورہ اور اخلاقی اپیل (Moral-Situation) کا طریقہ ہوگا۔

۲۔ اس مقصد کے لئے مرکزی بنک ضروری معلومات کی فراہمی' اعداد و شمار کی اشاعت اور بنکوں اور کاروباری اداروں کو معیشت کی مجموعی صورت حال سے باخبر رکھنے کا اہتمام کرے گا۔

۳۔ بنکوں پر کنٹرول رکھنے کے لئے مرکزی بنک عام بنکوں کے ساتھ مشورہ اور تبادلہ خیال جاری رکھے گا۔ باہمی تعاون اور اعتماد کی فضا کو قائم رکھنے کی کوشش کرے گا۔

(xxiv) مرکزی بنک کے ضابطے: مرکزی بنک عام بنکوں کو کنٹرول کرنے کے سلسلے میں درج ذیل ضابطوں کے مطابق کام کرے گا:

۱۔ ہر بنک اپنے مضاربت کھاتہ اور قرض کھاتہ میں جمع شدہ رقوم کا ایک متعین فی صد حصہ نقد شکل میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رکھے گا۔ مثلاً مجموعی رقوم کا دس فی صد۔

۲۔ اس محفوظ زرنقد کا ایک حصہ بنک اپنے پاس رکھے گا۔ اور ایک حصہ مرکزی بنک کے پاس جمع کروا دے گا۔ مثلاً کل رقم کا پانچ فیصد بنک کے پاس رہے گا اور بقیہ پانچ فیصد مرکزی بنک کے پاس جمع کروا دیا جائے گا۔

۳۔ بنک اپنا کھاتہ مرکزی بنک کے پاس کھولے گا اور اس کا محفوظ زرنقد اس بنک کے اسی کھاتہ میں جمع کیا جائے گا۔

۴۔ ہر بنک اپنی قرض کھاتہ میں جمع کل سرمایہ کا ایک متعین فیصد حصہ قرض دینے کے لئے رکھے گا۔ مثلاً کل جمع شدہ رقم کا پچاس فیصد۔ اسے نسبت قرض (Lending Ratio) کہا جائے گا۔ قرض کی مقدار کسی وقت نسبت قرض سے کم وبیش بھی ہو سکے گی۔

۵۔ جب عام بنکوں کو لوگوں کی امانتوں کی واپسی کے لئے محفوظ زرنقد کے علاوہ رقوم کی ضرورت ہوگی تو اپنے دیئے ہوئے قرضوں یا ہنڈیوں کی اسناد پیش کر کے مرکزی بنک سے قرض حاصل کر سکے گا۔ یہ قرض عارضی ہوگا۔ اور بنک کے دیئے ہوئے قرض کی ایک متعین فیصد سے زائد نہ ہوگا۔ بنک کے قرض اور مرکزی بنک سے حاصل کئے جاسکنے والے قرضوں کی نسبت کو ''نسبت استقراض'' کہا جائے گا۔ مثال کے طور پر نسبت استقراض پچیس فیصد ہو سکتی ہے۔

۶۔ مرکزی بنک مختلف نوعیت کے قرضوں میں نسبت استقراض مختلف طے کر سکتا ہے۔ مثلاً زرعی قرضوں میں یہ نسبت چالیس فیصد اور مخصوص صنعتوں میں دس فیصد ہو سکتی ہے۔ اس نسبت کے ذریعے مرکزی بنک کریڈٹ کو کنٹرول کرے گا۔

۷۔ مرکزی بنک حصص کی خرید وفروخت کر سکے گا۔

ان ضوابط کے ذریعہ مرکزی بنک عام بنکوں کے کاروبار اور زر کی رسد کو قابو میں رکھے گا۔ مثلاً نسبت محفوظ زرنقد میں تبدیلیاں کر کے تخلیق زر کو کنٹرول کرے گا۔

(xxv) مالیات عامہ (Public Finance) اور سرکاری قرضہ جات کی فراہمی:

اسلامی ریاست کو اپنے اخراجات پورے کرنے کے لئے وسیع مالی وسائل کی ضرورت پڑے گی۔ دور جدید کی ریاستوں کی طرح اسلامی ریاست بھی ان وسائل کی فراہمی متعدد طریقوں سے کر سکتی ہے۔ جن میں ٹیکس، نفع آور کاروبار، شرکت ومضاربت کے اصول پر سرمایہ کا حصول اور قرض شامل ہیں۔

چونکہ اسلامی ریاست اپنی حدود میں بسنے والے تمام لوگوں کی بنیادی ضروریات کی مناسب معیار پر فراہمی کی ذمہ دار ہے تاکہ ہر فرد کو خوراک، لباس، مکان اور علاج اور تعلیم کی سہولتیں میسر ہو سکیں۔ اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کی جان و مال اور عزت آبرو محفوظ ہو۔

اس مقصد کے لئے حکومت معاشی ترقی کے لئے اقدامات کرے گی۔ دریں اثناء اسلامی ریاست کی ذمہ داری تقسیم دولت و آمدنی میں تفاوت کو کم کرنا بھی ہے۔ اس کے علاوہ اسلامی ریاست عوام کی اجتماعی ضروریات کی تکمیل کا اہتمام بھی کرے گی۔

اس مقصد کے لئے اسلامی ریاست کے ذرائع آمدنی کی ایک مناسب فہرست ہے۔[1] لیکن بعض اوقات اسلامی ریاست کو شرکت و مضاربت کے اصول پر عوام سے سرمایہ حاصل کرنے اور قرض لینے کی ضرورت ہوگی۔ اس مقصد کے لئے حکومت مرکزی بنک اور عام بنکوں سے قرض لے گی۔ اور یہ قرض حسنہ (بلا معاوضہ) ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حکومت جو قرضے حاصل کرے ان پر ملک کے کاروباری حلقوں یا ریاستی کاروباری منصوبوں میں رائج شرح منافع کے اوسط (اوسط شرح منافع) کے مطابق منافع بنکوں کو دے۔ حکومت کے مالیات عامہ کے لئے رقوم کے حصول کا ایک ذریعہ رضا کارانہ شعبہ بھی ہے۔

(xxvi) صرفی مقاصد کے لئے قرضہ جات:

صارفین کو اپنی ذاتی ضروریات مثلاً گھر' فرنیچر' سلائی مشین' واشنگ مشین' سواری' بچوں کی تعلیم' بچوں کی شادی وغیرہ کے لئے قرضوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ صارفین چونکہ ان قرضوں سے کاروبار کر کے منافع نہیں کماتے' بلکہ اپنی آمدنیوں سے عرصہ طویل تک ان قرضوں کی ادائیگی کے بوجھ تلے دبے رہتے ہیں اس لئے ان قرضوں پر معاوضہ کی وصولی ان پر ظلم کے مترادف ہے۔

کم آمدنی والے صارفین کے لئے ان ضروریات زندگی کی تکمیل بیت المال یا کفالت عامہ کے نظام سے ہونی چاہئے' اس کے علاوہ معاشرے کے مختلف افراد کو ایک دوسرے کی ان ضروریات کی تکمیل میں مدد کرنی چاہئے۔ اس مقصد کے لئے تعاون باہمی کے اصول پر ادارے قائم کئے جائیں' جن کے ذریعہ ان لوگوں کی مدد کی جاسکے۔

ملازم پیشہ صارفین کو اپنے آجر (سرکاری ملازمین کے لئے حکومت) سے قرض مل سکے گا۔ اور صارف مناسب قسطوں میں اس قرض کو واپس کردے گا۔ دوسری صورت میں صارف کو اپنی پراویڈنٹ فنڈ میں سے قرض کی سہولت فراہم کی جائے۔ جب کہ کاروبارہ صارفین کے لئے امداد باہمی کی طرز کے ادارے حکومتی نگرانی میں قائم ہوں جو کہ کاروباری افراد کو صرفی قرض دے سکیں۔ جب کہ تعمیر مکانات اور خرید مکان کے لئے مکان کی فنانس کارپوریشن جیسے ادارے قرض فراہم کریں۔

---

[1] تفصیل کے لئے "بیت المال" کا مطالعہ کیا جائے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

حصہ سوم

غیر سودی بنکاری۔ عملی میدان میں ہونے والی پیش رفت کا جائزہ:

نظام سرمایہ داری کے تحت بنکوں کا وجود عمل میں آیا اور پروان چڑھا۔ اس نظام کے تحت اسلام کے اخلاقی اصولوں پر مبنی اور سود جیسی مہلک بنیاد کے بغیر کسی بنک کا تصور نا قابل عمل نظر آتا تھا۔ اور غیر سودی بنکوں کے تصور کو ماننے کے لئے کوئی بھی تیار نہ تھا' لیکن آج دنیا بھر کے تقریباً پچاس ممالک میں دو سو پچاس سے زائد بنک غیر سودی بنیادوں پر قائم ہو چکے ہیں ان ممالک میں مسلم ممالک کے علاوہ غیر مسلم ممالک بھی شامل ہیں۔ ان ملکوں میں البانیہ' الجیریا' آسٹریلیا' بہاماس' بحرین' بنگلہ دیش' برٹس ورجن آئی لینڈ' برونائی' کینیڈا' کیمین آئی لینڈ' شمالی قبرص' جبیوتی' مصر' فرانس' گیمبیا' جرمنی' گنی' بھارت' انڈونیشیا' ایران' عراق' اٹلی' آوری کوسٹ' اردن' قازقستان' کویت' لبنان' لکسمبرگ' ملائشیا' ماریطانیہ' مراکش' ہالینڈ' نائیجر' نائیجیریا' اومان' پاکستان' فلسطین' فلپائن' قطر' روس' سعودی عرب' سینیگال' جنوبی افریقہ' سری لنکا' سوڈان' سوئٹزرلینڈ' تیونس' ترکی' متحدہ عرب امارات (ابوظہبی' دبئی' شارجہ)' برطانیہ' امریکہ اور یمن شامل ہیں۔

یہ اسلامی بنک دو صد ارب (۲۰۰ بلین) ڈالر کے فنڈز کے ساتھ کام کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بھی ان بنکوں کے ساتھ لین دین کر رہے ہیں۔

(الف) اسلامی بنکاری کا آغاز:

اسلامی بنکاری کا آغاز مصر میں ۱۹۶۳ء میں زراعت کے لئے رقوم جمع کرنے اور قرض کی فراہمی کے لئے ایک ادارے کے قیام سے ہوا اس ادارہ کا نام مت غمر سوشل بنک (Mit Ghamar Social Bank) تھا۔ ۱۹۷۰ء تک یہ بنک مصر کے اہم ترین اداروں میں شمار ہونے لگا' لیکن سیاسی وجوہ کی بناء پر صدر ناصر نے اس بنک کو ختم کروا دیا۔

(ب) ملائیشیا کا ادارہ:

۱۹۶۳ء ہی میں ملائیشیا میں حج کے خواہش مند لوگوں کے لئے ایک ادارہ قائم کیا گیا۔ جس کا نام (Pilgrim Management and Fund Board) یا تبونگ حاجی (Tabung Haji) ہے۔ لوگ اس ادارہ میں اپنی بچتیں جمع کرواتے ہیں اور حسب ضرورت قرض لیتے ہیں۔ اس ادارہ کا قیام ۱۹۶۳ء میں ۱۲۸۱ حصہ داروں کے سرمایہ سے عمل میں لایا گیا۔ آج حصہ داروں کی تعداد ۴۰ لاکھ سے زائد ہے۔ آغاز میں ادارہ کا کل سرمایہ ۴۶ ہزار ۶ سو ملائشیائی ڈالر تھا۔ اس وقت اس کا سرمایہ دس ارب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ملائشین ڈالرز سے زائد ہے' ۱۹۸۵ء تک ملک بھر میں اس کی شاخوں کی تعداد ۶۵ تھی اور ۲۰۰۰ء میں یہ تعداد ایک سو (۱۰۰) سے زائد ہو چکی تھی۔

(ج) دوبئی اسلامک بنک:

۱۹۷۵ء میں بلاسود بنیادوں پر بنکوں کے قیام کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ ۱۹۷۵ء میں اسلامک بنک دوبئی بنا اور اسی سال اسلامی ترقیاتی بنک (Islamic Development Bank) کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس بنک کا قیام اسلامی ممالک کی تنظیم OIC کے تحت عمل میں لایا گیا۔ اسلامک ڈویلپمنٹ بنک کا بنیادی مقصد مسلم ممالک کو غیر سودی بنیادوں پر قرضوں کی فراہمی تھا۔ اس کا قیام بائیس اسلامی ملکوں کی رکنیت سے ہوا' آج اس کے رکن ممالک کی تعداد پچاس ہے۔ صرف ۹۶-۱۹۹۵ء میں اسلامی ترقیاتی بنک نے ۱۸۴ منصوبوں کے لئے ۱۰۱۶.۱۸ ملین اسلامی دینار (ID) کی منظوری دی جو کہ ۱.۵ بلین امریکی ڈالر کے برابر ہے۔ یہ منصوبے ۳۲ مسلم ممالک کے لئے منظور کئے گئے۔

(د) دارلمال الاسلامی اور البرکہ گروپ:

''دارالمال الاسلامی'' اور ''البرکہ'' گروپ دو بڑے ملٹی نیشنل ادارے ہیں جو کہ دنیا بھر میں اسلامی بنیادوں پر بنکوں کے قیام کے سلسلے میں پیش رفت کر رہے ہیں (جیسا کہ نیچے دی گئی اسلامی بنکوں کی فہرست سے اندازہ ہوگا)۔

(ھ) اسلامی بنک بنگلہ دیش:

بنگلہ دیش میں چار اسلامی بنک کام کر رہے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ خوش آئند اور قابل قدر کام اسلامک بنک بنگلہ دیش کا ہے جس کا قیام ۱۹۸۳ء میں عمل میں آیا اور اس کی ایک صد دس (۱۱۰) سے زائد برانچیں پورے ملک میں قائم ہو چکی ہیں اور مزید پیش رفت جاری ہے۔ ۱۹۹۸ء تک اس کے اکاؤنٹ ہولڈرز کی تعداد ۷ لاکھ ۱۱ ہزار ۵۹۰ تھی۔ ۱۹۹۸ء میں بنک نے ۱۳ ارب ۴۳ کروڑ ۵۰ لاکھ ٹکہ (بنگلہ دیشی کرنسی) کی سرمایہ کاری کی۔ ۱۹۸۴ء میں بنک کا ٹیکس کی ادائیگی سے پہلے (Pre-Tax) کا منافع ۸۳.۷ ملین ٹکہ تھا' جو ۱۹۹۸ء میں بڑھ کر ۱۴۸ ملین ٹکہ ریکارڈ کیا گیا۔ بنک کے حصہ داروں کو ۱۹۹۸ء میں ۲۱ فیصد شرح سے منافع دیا گیا اور ایکویٹی پر منافع کی شرح ۲۱ فیصد تھی۔

(و) بلاسود بنکاری اور بین الاقوامی مالیاتی ادارے:

بلا سود بنیادوں پر کام کرنے والے ادارے دنیا کے بڑے بڑے مالیاتی اداروں مثلاً ورلڈ بنک (IBRD)' آئی ایم ایف (IMF)' آئی ایف سی (IFC) سے معاملات کر رہے ہیں۔ آئی ایم ایف اس وقت تک پندرہ بیس جائزے تیار کر چکا ہے۔ جس میں اسلامی بنکوں کے ساتھ اس کے تجربات اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جائزوں کا ذکر کیا گیا ہے اس طرح اسلامی بینکاری یا غیر سودی بینکاری اب ایک خواب و خیال نہیں رہی بلکہ عملی شکل اختیار کرتی جارہی ہے۔ اور سودی نظام بینکاری کے متبادل کے طور پر اس نظام کا اعتراف بین الاقوامی سطح پر ہو رہا ہے۔

(ذ) دنیا بھر میں کام کرنے والے غیر سودی بنک:

دنیا کے پچاس سے زائد ممالک میں دو سو پچاس سے زائد غیر سودی بنک کام کر رہے ہیں جن کی ہزاروں شاخیں دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

اسلامی بنکوں کی فہرست

نام ملک	بنک کا نام
۱۔ البانیہ	۱۔ عرب البانین اسلامک بنک' طیرانہ (Tirana)
۲۔ الجزائر	۲۔ بنک البرکۃ ڈی الجیری' الجیرز (Algiers)
۳۔ آسٹریلیا	۳۔ مسلم کمیونٹی کوآپریٹو آسٹریلیا (MCCA)
	۴۔ مسلم کمیونٹی کریڈٹ یونین (MCCU)
۴۔ بہاماس	۵۔ عقیدہ اسلامک بنک انٹرنیشنل لمیٹڈ
	۶۔ بنک التقوی لمیٹڈ
	۷۔ دارالمال اسلامی ٹرسٹ نساؤ
	۸۔ اسلامک انویسٹمنٹ کمپنی آف گلف لمیٹڈ نساؤ
	۹۔ استاذہ کنسلٹنگ ٹرسٹ بہاماس
	۱۰۔ مصرف فیصل اسلامک بنک اینڈ ٹرسٹ بہاماس لمیٹڈ
۵۔ بحرین	۱۱۔ ABC انویسٹمنٹ اینڈ سروسز کمپنی EC
	۱۲۔ الامین کمپنی فار سیکورٹیز اینڈ انوسٹمنٹ فنڈز
	۱۳۔ البرکہ اسلامک انویسٹمنٹ بنک
	۱۴۔ عرب اسلامک بنک E.C.
	۱۵۔ بحرین اسلامک بنک BSC
	۱۶۔ بحرین اسلامک انویسٹمنٹ کمپنی BSC
	۱۷۔ بحرین انسٹی ٹیوٹ آف بینکنگ اینڈ فنانس
	۱۸۔ بنک ملی ایران

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۹۔ چیز مینیٹن بنک Chase Manhattan Bank N.A.
۲۰۔ سٹی اسلامک انویسٹمنٹ بنک (سٹی کارپ)
۲۱۔ دلہ البرکۃ (یورپ) لمیٹڈ
۲۲۔ دلہ البرکۃ (آئرلینڈ) لمیٹڈ
۲۳۔ فیصل انویسٹمنٹ بنک آف بحرین
۲۴۔ فیصل اسلامک بنک آف بحرین (فیصل مصرف الاسلامی)
۲۵۔ گلف انٹرنیشنل بنک BSC
۲۶۔ اسلامک انویسٹمنٹ کمپنی آف دی گلف
۲۷۔ اسلامک ٹریڈنگ کمپنی
۲۸۔ ABC اسلامک بنک
۲۹۔ ABN ایمرو بنک
۳۰۔ ڈچ بنک ریپ آفس
۳۱۔ انویسٹر بنک
۳۲۔ طیب بنک آف بحرین
۳۳۔ ترک گلف مرچنٹ بنک
۳۴۔ بحرین مونیٹری ایجنسی
۳۵۔ شامل بنک
۳۶۔ خلیج انویسٹمنٹ بنک
۳۷۔ فرسٹ اسلامک انویسٹمنٹ بنک

۶۔ بنگلہ دیش
۳۸۔ البرکۃ بنگلہ دیش لمیٹڈ (دلہ البرکۃ گروپ) ڈھاکہ
۳۹۔ اسلامی بنک بنگلہ دیش
۴۰۔ فیصل اسلامک بنک

۷۔ برٹش ورجن آئی لینڈز
۴۱۔ ابن خلدون انٹرنیشنل ایکویٹی فنڈ لمیٹڈ

۸۔ برونائی
۴۲۔ اسلامک بنک آف برونائی برحد دارالسلام
۴۳۔ اسلامک ڈویلپمنٹ بنک آف برونائی برحد
۴۴۔ تبونگ امانہ اسلامی برونائی

۹۔ کینیڈا
۴۵۔ اسلامک کوآپریٹو ہاؤسنگ کارپوریشن لمیٹڈ ٹورنٹو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ کیمن آئی لینڈ	۴۶۔ ابن ماجد ایمرجنگ مارکیٹنگ فنڈ (انٹرنیشنل انویسٹر گروپ)
	۴۷۔ التوفیق کمپنی فار انویسٹمنٹ فنڈز لمیٹڈ
۱۱۔ ڈنمارک	۴۸۔ فیصل فنانس (ڈنمارک) A/S
۱۲۔ جیبوتی	۴۹۔ بنک البرکۃ جیبوتی
۱۳۔ مصر	۵۰۔ الوطنی بنک آف ایجپٹ (Egypt) قاہرہ
	۵۱۔ ایجپشن (Egyption) کمپنی آف بزنس اینڈ ٹریڈ (SAE)
	۵۲۔ ایجپشن سعودی فنانس بنک (دلہ البرکۃ) قاہرہ
	۵۳۔ گلف کمپنی فار فنانشل انویسٹمنٹ
	۵۴۔ فیصل اسلامک بنک آف مصر قاہرہ
	۵۵۔ اسلامک بنک انٹرنیشنل برائے سرمایہ کاری و ترقی، قاہرہ
	۵۶۔ اسلامک انویسٹمنٹ اینڈ ڈویلپمنٹ کمپنی قاہرہ
	۵۷۔ نیشنل بنک فار ڈویلپمنٹ قاہرہ
۱۴۔ فرانس	۵۸۔ الجیرین سعودی لیزنگ ہولڈنگ کمپنی (دلہ البرکۃ گروپ)
	۵۹۔ سوسائٹی جنرل
	۶۰۔ کیپٹل گائیڈینس
	۶۱۔ BNP پیری باس
۱۵۔ گیمبیا	۶۲۔ عرب گیمبین اسلامک بنک
۱۶۔ جرمنی	۶۳۔ بنک سپاہ ایران
	۶۴۔ کامرس بنک
	۶۵۔ ڈچ بنک
۱۷۔ گنی	۶۶۔ مصرف فیصل الاسلامی آف گنی، کوناکری
	۶۷۔ بنک اسلامک ڈی گنی
۱۸۔ انڈیا	۶۸۔ الامین اسلامک فنانشل اینڈ انویسٹمنٹ کارپوریشن (انڈیا) لمیٹڈ کرناٹک
	۶۹۔ بنک مسقط انٹرنیشنل (SOAG)
	۷۰۔ الفلاح انویسٹمنٹ لمیٹڈ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۹۔ انڈونیشیا	۷۱۔ البرکۃ اسلامک انویسٹمنٹ بنک
	۷۲۔ بنک معاملات انڈونیشیا' جکارتہ
	۷۳۔ دالمال اسلامی ٹرسٹ
	۷۴۔ پی ٹی ڈینارکسہ (PT Danarksa) فنڈ مینجمنٹ' جکارتہ
۲۰۔ ایران	۷۵۔ بنک کیشاورزی (زرعی بنک) تہران
	۷۶۔ بنک مسکن ایران (Housing Bank) تہران
	۷۷۔ بنک ملت تہران
	۷۸۔ بنک ملی ایران' تہران
	۷۹۔ بنک صدرت ایران' تہران
	۸۰۔ بنک صنعت و معادن تہران
	۸۱۔ بنک سپاہ' تہران
	۸۲۔ بنک تجارت تہران
۲۱۔ عراق	۸۳۔ عراقی اسلامک بنک فار انویسٹمنٹ اینڈ ڈویلپمنٹ
۲۲۔ اٹلی	۸۴۔ بنک سپاہ' ایران
۲۳۔ آوری کوسٹ	۸۵۔ انٹرنیشنل ٹریڈنگ کمپنی آف افریقہ
۲۴۔ اردن	۸۶۔ اردن اسلامک بنک (دلہ البرکہ گروپ)
	۸۷۔ اردن اسلامک بنک فار فنانس اینڈ انویسٹمنٹ' عمان
۲۵۔ کویت	۸۸۔ گلف انویسٹمنٹ کارپوریشن
	۸۹۔ انٹرنیشنل انویسٹمنٹ گروپ
	۹۰۔ دی انٹرنیشنل انویسٹر' صفات
	۹۱۔ کویت فنانس ہاؤس' صفات
	۹۲۔ کویت انویسٹمنٹ کمپنی
۲۶۔ لبنان	۹۳۔ گلف انٹرنیشنل بنک' بحرین
	۹۴۔ البرکہ بنک
	۹۵۔ بنک آف بیروت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۷۔ لکسمبرگ
۹۶۔ فیصل فنانس (لکسمبرگ) SA
۹۷۔ فیصل ہولڈنگ لکسمبرگ
۹۸۔ تکافل SA
۹۹۔ اسلامک فنانس ہاؤس یونیورسل ہولڈنگ SA
۲۸۔ ملائشیا
۱۰۰۔ عادل اسلامک گروتھ فنڈ لیبوآن (Labuan)
۱۰۱۔ عرب ملائشین مرچنٹ بنک برحد کوالالمپور
۱۰۲۔ بنک بومی پترا ملائشیا' برحد' کوالالمپور
۱۰۳۔ بنک اسلام ملائشیا' برحد' کوالالمپور
۱۰۴۔ بنک کرجسا مارکیت (Kerjasama Rakayat) برحد' کوالالمپور
۱۰۵۔ دلہ البرکۃ (ملائشیا) ہولڈنگ (Sdn Bhd)
۱۰۶۔ لمبا گا یوروسان ڈین تبونگ حاجی فنڈ کوالالمپور
Lambaga Urusan Dan Tabung Haji (Fund)
۱۰۷۔ ملائن بینکنگ برحد (May Bank) کوالالمپور
۱۰۸۔ ملٹی پرپز بنک برحد کوالالمپور
۱۰۹۔ یونائیٹڈ ملاین بینکنگ کارپوریشن کوالالمپور
۱۱۰۔ بنک معاملات برحد ملائشیا
۱۱۱۔ سیکوریٹز کمیشن
۱۱۲۔ لیبوان آف شور فنانشل سروسز اتھارٹی (LOFSA)
۱۱۳۔ اسلامک بنکنگ اینڈ تکافل ڈیپارٹمنٹ بنک نا گرہ ملائشیا

ملائشیا کے سودی بنک جن میں اسلامی بنکاری کا آغاز کیا گیا۔

۱۱۴۔ عانفن بنک برحد
۱۱۵۔ الائنس بنک برحد
۱۱۶۔ عرب ملائشین بنک برحد
۱۱۷۔ بنک عشامہ (ملائشیا) برحد
۱۱۸۔ سٹی بنک برحد
۱۱۹۔ EON بنک برحد
۱۲۰۔ ہانگ لیانگ بنک برحد
۱۲۱۔ HSBC بنک (M) برحد
۱۲۲۔ ملاین بنکنگ برحد
۱۲۳۔ OCBC بنک برحد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۲۴۔ پبلک بنک برحد
۱۲۵۔ RHB بنک برحد
۱۲۶۔ سودرن بنک برحد
۱۲۷۔ سٹینڈرڈ چارٹرڈ بنک ملائشیا برحد

فنانس کمپنیاں

۱۲۸۔ الائنس فنانس برحد
۱۲۹۔ عرب ملائشین فنانس برحد
۱۳۰۔ ایشیا کمرشل فنانس برحد
۱۳۱۔ EON فنانس برحد
۱۳۲۔ ہانگ لیانگ فنانس برحد
۱۳۳۔ کیوانگن برساتو برحد
۱۳۴۔ میبان فنانس برحد
۱۳۵۔ MBF فنانس برحد
۱۳۶۔ پبلک فنانس برحد
۱۳۷۔ یونائیٹڈ مرچنٹ فنانس برحد

مرچنٹ بنک

۱۳۸۔ الائنس مرچنٹ فنانس برحد
۱۳۹۔ عرب ملائشین مرچنٹ بنک برحد
۱۴۰۔ عصیم بینکرز ملائشیا برحد
۱۴۱۔ ملائشین انٹرنیشنل مرچنٹ بنک برحد
۱۴۲۔ عانفن مرچنٹ بنک برحد

ڈسکاؤنٹ ہاؤس

۱۴۳۔ ابرار ڈسکاؤنٹس برحد
۱۴۴۔ عانفن ڈسکاؤنٹ برحد
۱۴۵۔ امانہ شارٹ ڈیپازٹس برحد
۱۴۶۔ BBMB ڈسکاؤنٹ ہاؤس برحد
۱۴۷۔ KAF ڈسکاؤنٹس برحد
۱۴۸۔ ملائشیا ڈسکاؤنٹ برحد
۱۴۹۔ میبان ڈسکاؤنٹ برحد

۲۹۔ ماریطانیہ
۱۵۰۔ بنک البرکۃ ماریطانیہ اسلامک (ولہ البرکۃ گروپ)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۰۔ مراکش	۱۵۱۔ فیصل فنانس مراکش SA
	۱۵۲۔ دی نیدرلینڈ (+31)
	۱۵۳۔ فیصل فنانس (نیدرلینڈ) N.V.
	۱۵۴۔ فیصل فنانس (نیدرلینڈ اینٹلز) B.V.
۳۱۔ نائیجر	۱۵۵۔ بنک اسلامک ڈی نائیجر' نیامے
۳۲۔ نائیجیریا	۱۵۶۔ حبیب نائیجیریا بنک لمیٹڈ
	۱۵۷۔ احمد ذکری اینڈ کمپنی
۳۳۔ اومان	۱۵۸۔ بنک مسقط انٹرنیشنل
	۱۵۹۔ بنک صدریت ایران' مسقط
	۱۶۰۔ اومان عرب بنک
۳۴۔ پاکستان	۱۶۱۔ الفیصل انویسٹمنٹ بنک لمیٹڈ' اسلام آباد
	۱۶۲۔ التوفیق انویسٹمنٹ بنک لمیٹڈ (دلہ البرکۃ گروپ) لاہور
	۱۶۳۔ فیصل بنک لمیٹڈ' پاکستان
	۱۶۴۔ نیشنل انویسٹمنٹ ٹرسٹ (NIT)
	۱۶۵۔ شامل بنک کراچی
۳۵۔ فلسطین	۱۶۶۔ عرب اسلامک بنک
	۱۶۷۔ عرب اسلامک انٹرنیشنل بنک PIC
	۱۶۸۔ قاہرہ عمان بنک
	۱۶۹۔ فلسطین انٹرنیشنل بنک
	۱۷۰۔ دی فلسطین اسلامک بنک
۳۶۔ قطر	۱۷۱۔ اسلامک انویسٹمنٹ کمپنی آف دی گلف لمیٹڈ شارجہ
	۱۷۲۔ قطر انٹرنیشنل اسلامک بنک' دوحہ
	۱۷۳۔ قطر اسلامک بنک (SAQ) دوحہ
۳۷۔ روس	۱۷۴۔ بدر بنک
۳۸۔ سعودی عرب	۱۷۵۔ البرکۃ انویسٹمنٹ اینڈ ڈویلپمنٹ کمپنی' جدہ
	۱۷۶۔ الراجحی بینکنگ اینڈ انویسٹمنٹ کارپوریشن' ریاض
	۱۷۷۔ عرب لیزنگ انٹرنیشنل فنانس لمیٹڈ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۷۸۔ فیصل اسلامک بنک آف بحرین EC' دمام

۱۷۹۔ اسلامک ڈویلپمنٹ بنک' جدہ

۱۸۰۔ نیشنل کمرشل بنک لمیٹڈ' جدہ

۱۸۱۔ ریاض بنک

۱۸۲۔ سعودی امریکن بنک' جدہ

۱۸۳۔ سعودی ہالینڈ بنک

۱۸۴۔ بنک الجزیرہ

۳۹۔ سینیگال ۱۸۵۔ بنک اسلامک ڈی سینیگال

۴۰۔ جنوبی افریقہ ۱۸۶۔ البرکۃ بنک لمیٹڈ ڈربن (دلہ البرکۃ گروپ)

۴۱۔ سری لنکا ۱۸۷۔ امانۃ اسلامک بنک

۱۸۸۔ امانۃ تکافل لمیٹڈ

۴۲۔ سوڈان ۱۸۹۔ البرکۃ السوڈانی' خرطوم (دلہ البرکۃ گروپ)

۱۹۰۔ الشامل اسلامک بنک

۱۹۱۔ القضامن اسلامک بنک' خرطوم

۱۹۲۔ ایلیمل رسورسز بنک

۱۹۳۔ الغرب اسلامک بنک (اسلامک بنک فار ویسٹرن سوڈان)

۱۹۴۔ فیصل اسلامک بنک آف سوڈان

۱۹۵۔ اسلامک بنک آف ویسٹرن سوڈان خرطوم

۱۹۶۔ اسلامک کوآپریٹو ڈویلپمنٹ بنک خرطوم

۱۹۷۔ سوڈانیز اسلامک بنک

۴۳۔ سوئٹزرلینڈ ۱۹۸۔ کوپولا ایسیٹ مینجمنٹ (S.A) جنیوا Cupola Asset Management)

۱۹۹۔ دارالمال الاسلامی ٹرسٹ جنیوا

۲۰۰۔ فیصل فنانس (سوئٹزرلینڈ) S.A جنیوا

۲۰۱۔ پان اسلامک کنسلٹینسی سروسز (استثارہ) S.A جنیوا

۲۰۲۔ یونائیٹڈ بنک آف سوئٹزرلینڈ (UBS)

۲۰۳۔ بکٹیل اینڈ کائی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴۴۔ تیونس ۲۰۴۔ بیت التمویل التونسی السعودی تیونس (دلہ البرکۃ گروپ)
۲۰۵۔ بیست (BEST) دی انشورنس (دلہ البرکۃ) گروپ
۴۵۔ ترکی ۲۰۶۔ البرکۃ ترکش فنانس ہاؤس استنبول
۲۰۷۔ ایمن سگورٹس (Emin Sigorts) A.S
۲۰۸۔ فیصل فنانس انسٹی ٹیوشن استنبول
۲۰۹۔ فیصل اسلامک بنک آف قبرص لمیٹڈ ترکی
۲۱۰۔ کویت ترکی ایوکاف فنانس ہاؤس
۲۱۱۔ اہلاس (Ihlas) فنانس ہاؤس
۲۱۲۔ ایشیا فنانس کرومو (AS)
۴۶۔ متحدہ عرب امارات ۲۱۳۔ ابوظہبی اسلامک بنک
۲۱۴۔ بنک مسقط انٹرنیشنل (SOAG)
۲۱۵۔ دبئی اسلامک بنک دبئی
۲۱۶۔ گلف انٹرنیشنل بنک بحرین
۲۱۷۔ اسلامک انویسٹمنٹ کمپنی آف دی گلف لمیٹڈ ابوظہبی
۲۱۸۔ اسلامک انویسٹمنٹ کمپنی آف دی گلف لمیٹڈ شارجہ
(دارالمال الاسلامی)
۲۱۹۔ نیشنل بنک آف شارجہ
۲۲۰۔ HSBC دبئی
۲۲۱۔ نیشنل بنک آف دبئی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴۷۔ برطانیہ
۲۲۲۔ البرکۃ انٹرنیشنل لمیٹڈ لندن
۲۲۳۔ البرکۃ انویسٹمنٹ کمپنی لمیٹڈ لندن
۲۲۴۔ الصفا انویسٹمنٹ فنڈ
۲۲۵۔ بنک سپاہ ایران
۲۲۶۔ دلہ البرکۃ (UK) لمیٹڈ لندن
۲۲۷۔ تکافل (UK) لمیٹڈ لندن
۲۲۸۔ الراجحی انویسٹمنٹ کارپوریشن لندن
۲۲۹۔ بارکلیز کیپٹل
۲۳۰۔ HSBC امانہ فنانس
۲۳۱۔ ABCIB اسلامک ایسٹ مینجمنٹ عرب بنکنگ کارپوریشن

۴۸۔ آئرلینڈ
۲۳۲۔ المیزان کموڈٹی (Commodity) فنڈ PIC ڈربن
۲۳۳۔ دی اسلامک انویسٹمنٹ کمپنی سینٹ ہیلیر
۲۳۴۔ ایم ایف اے آئی (MFAI) جرسی لمیٹڈ (سابق مصرف فیصل الاسلامی لمیٹڈ)

۴۹۔ امریکہ (USA)
۲۳۵۔ ابرار انویسٹمنٹس Inc. سٹیمفرڈ CT
۲۳۶۔ البرکہ بنکارپ (Bancorp) Inc. شکاگو
۲۳۷۔ المدینہ ریلیٹی (Realty) Inc. اینگلوڈ NJ
۲۳۸۔ المنزل اسلامک فائنشل سروسز
۲۳۹۔ امانہ میوچل فنڈز ٹرسٹ سٹیٹ سینٹ بیلنگھم WA
۲۴۰۔ امین ہاؤسنگ کوآپریٹو سان فرانسسکو
۲۴۱۔ امریکن فنانس ہاؤس
۲۴۲۔ بنک سپاہ ایران
۲۴۳۔ بی ایم آئی فنانس اینڈ انویسٹمنٹ گروپ نیو جرسی (بیت المال الاسلامی)
۲۴۴۔ ڈاؤ جونز اسلامک انڈیکس فنڈ آف دی الائیڈ لیسیٹ ایڈوائزرز فنڈ
۲۴۵۔ فیلاکا (Failaka) انویسٹمنٹس Inc. شکاگو IL
۲۴۶۔ فلوس (Fuloos) انکارپوریٹڈ ٹولیڈو OH

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۴۷۔ ہڈسن انویسٹرز فنڈ .Inc کلفٹن NJ
۲۴۸۔ ایم ایس آئی فنانس کارپوریشن .Inc ہوسٹن TX
۲۴۹۔ صمد گروپ .Inc ڈیٹن OH
۲۵۰۔ شیئرڈ ایکویٹیز ہوسز انڈیانا پولیس IN
۲۵۱۔ HSBC یو ایس اے
۲۵۲۔ MEF منی یو ایس اے
۲۵۳۔ اسلامک کریڈٹ یونین آف مینوسٹا (ICUM)
۲۵۴۔ یونائیٹڈ مارکیٹ
۵۰۔ یمن ۲۵۵۔ اسلامک بنک آف یمن فار فنانس اینڈ انویسٹمنٹ صنعا
۲۵۶۔ صبا اسلامک بنک' صنعا
۲۵۷۔ فیصل اسلامک بنک
۲۵۸۔ یمن اسلامک بنک صنعا
۲۵۹۔ یمن نیشنل انویسٹمنٹ کمپنی' صنعا
۵۱۔ برطانیہ کے بنکوں میں اسلامی ونڈوز
۱۔ ABC انٹرنیشنل بنک لندن
۲۔ ANZ انٹرنیشنل مرچنٹ بینکنگ' لندن
۳۔ ریاض بنک لندن
۴۔ سٹی بنک انٹرنیشنل PIC لندن
۵۔ سیڈل (Cedel) انٹرنیشنل لندن
۶۔ ڈونے ڈے (Downay Day) گلوبل انویسٹمنٹ لمیٹڈ
۷۔ گلوبل اسلامک فنانس HSBC انویسٹمنٹ بنک PIC
۸۔ گلف انٹرنیشنل بنک BSC بحرین
۹۔ دی حلال میوچل انویسٹمنٹ کمپنی PIC
۱۰۔ آئی بی جے (IBJ) انٹرنیشنل لندن (انڈسٹریل بنک آف جاپان)
۱۱۔ جے ایرون (J. Aron) اینڈ کمپنی (Goldman Sachs International Finance Ltd.) لندن
۱۲۔ اسلامک انویسٹمنٹ بینکنگ یونٹ (HBU) یونائیٹڈ بنک
۱۳۔ المیزان کموڈیٹی فنڈ PIC ڈبلن
۱۴۔ دی اسلامک انویسٹمنٹ کمپنی سینٹ ہیلیر
۱۵۔ MFAI (جرسی) لمیٹڈ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پاکستان میں بلاسود بنکاری [1]

(Interest Free Banking in Pakistan)

اسلامی نظام معیشت کے دو اہم ادارے نظام زکوٰۃ وعشر اور بلا سود نظام بنکاری ہیں۔ ان دونوں نظاموں کو پاکستان میں رائج کرنے کے سلسلہ میں کافی پیشرفت ہوئی ہے۔ حکومت پاکستان نے پہلے مرحلہ میں زکوٰۃ اور عشر کا نظام نافذ کیا اور پھر بلا سود بنکاری کے نظام کو رائج کیا۔ بلا سود نظام بنکاری جولائی ۱۹۷۹ء میں پہلے تین مالیاتی اداروں میں شروع کیا گیا۔ یہ ادارے حسب ذیل ہیں

(الف) پاکستان سرمایہ کاری کارپوریشن (ICP)

(ب) قومی سرمایہ کاری ٹرسٹ (NIT)

(ج) تعمیر مکانات کی مالی کارپوریشن (HBFC)

یہ تینوں ادارے سود سے پاک کاروبار کرتے رہے ہیں۔ یہ تینوں ادارے بطور مضاربہ کمپنیاں رجسٹرڈ ہیں اور صرف ایسے کاروبار کرتے ہیں جو شرعی لحاظ سے جائز ہوتے ہیں۔ ان تین اداروں کے علاوہ اب بہت سی مضاربہ کمپنیاں وجود میں آچکی ہیں (جن کی فہرست باب کے آخر میں دی گئی ہے)۔ یہ کمپنیاں سٹاک ایکسچینج (Stock Exchange) میں اپنے حصص فروخت کر رہی ہیں۔ مضاربہ کمپنی ایسا کاروبار کرتی ہے جس میں سرمایہ کار اپنا سرمایہ لگاتے ہیں کاروبار کو منظم کیا جاتا ہے اور کاروبار سے حاصل ہونے والا منافع دونوں فریقوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ حکومت پاکستان نے ایک مذہبی بورڈ بھی قائم کیا ہے جس کی پیشگی اجازت کے بغیر مضاربہ کمپنی کوئی کاروبار نہیں کر سکتی۔ مضاربہ میں سرمایہ کاری کرنے والوں کے مفاد کے تحفظ کے لئے کئی اقدامات کئے گئے ہیں۔

۱۔ آج کل معیشت میں مشترکہ سرمایہ کی کمپنی کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ پہلے یہ کمپنیاں سرمایہ حاصل کرنے کے لئے مقررہ شرح سود پر حصص جاری کرتی تھیں اب یہ تجویز کیا گیا ہے کہ حصص کے خریدار کمپنی کے کاروبار میں بھی ایک معینہ مدت تک حصہ دار بن جائیں گے اور انہیں شراکتی مدتی سرٹیفکیٹ جاری کئے جائیں گے۔ وہ منافع اور خسارہ میں بھی برابر کے شریک ہوں گے۔

۲۔ تجارتی بنکوں میں بلا سود کھاتے (PLS Account) کھولے گئے ہیں۔ لوگ ان میں رقوم جمع کرواتے ہیں۔ بنک یہ رقم غیر سودی کاروبار میں لگاتے ہیں سال میں دو مرتبہ منافع میں حصہ امانتدار (Depositors) وصول کرتے ہیں منافع کی شرح ہر سال مختلف ہوتی ہے۔ یہ بلا سود

---

[1] پاکستان میں بلاسود بنکاری کا نظام جس پرجوش اور پرخلوص انداز میں شروع کیا گیا تھا۔ افسوس کہ یہ جذبہ بعد میں اس سطح پر قائم نہ رہا۔ نہ صرف سود کو معیشت کے تمام شعبوں سے ختم کر دینے کا مقصد پورا نہ ہو سکا بلکہ کئی شعبوں میں سودی اثرات دوبارہ عود کر آئے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نظام حکومت پاکستان نے تمام بنکوں میں یکم جنوری ۱۹۸۱ء سے نافذ کر دیا ہے۔ بنک سود سے پاک میعادی اور غیر میعادی کھاتے کھول رہے ہیں۔ عوام پہلے کی طرح ان میں اپنی امانتوں کو جمع کرواتے ہیں۔ غیر میعادی کھاتے کم از کم ۱۰۰ روپے سے اور میعادی کھاتے کم از کم ایک ہزار روپے سے کھولے جاسکتے ہیں۔ ان دونوں قسم کے کھاتوں میں شرح منافع مدت کے مطابق کم و بیش ہوتی رہتی ہے۔

۳۔ بلاسود پروگرام کے مطابق یہ بھی طے پایا تھا کہ جنوری ۱۹۸۵ء سے بنک حکومت کو سرکاری کارپوریشنوں اور سرکاری اور نجی کمپنیوں کو جو سرمایہ فراہم کریں گے وہ بھی اسلامی اصولوں کے عین مطابق ہوگا۔

۴۔ یہ بھی طے پایا تھا کہ یکم جولائی ۱۹۸۵ء سے سٹیٹ بنک کا تجارتی بنکوں اور حکومت کے ساتھ لین دین بھی بلاسود بنیادوں پر (اسلامی اصولوں کے مطابق) ہوگا۔

بلاسود بنکاری کے مروجہ طریقے

سٹیٹ بنک آف پاکستان نے بلاسود بنکاری کے بارہ طریقے تجویز کئے ہیں۔ ملک میں بنکاری کا کاروبار کرنے والے تمام ادارے اس بات کے پابند ہیں کہ ان ہی بارہ طریقوں کے مطابق اپنے فرائض انجام دیں۔ یہ طریقے مندرجہ ذیل ہیں:۔

(الف) قرضوں سے متعلق طریقے:

۱۔ **بلاسود قرضے مع حق الخدمت:** ایسے قرضوں پر بنک صرف حق الخدمت یعنی اپنے انتظامی اخراجات (service Charge) ہی وصول کرسکتا ہے۔

۲۔ **قرض حسنہ:** ایسے قرضوں پر بنک حق الخدمت بھی وصول نہیں کرے گا۔ قرض لینے والا اس وقت قرضہ واپس کرے گا جب وہ اس کی ادائیگی کے قابل ہوگا۔

(ب) کاروبار سے متعلقہ مالیات کی فراہمی کے طریقے:

۱۔ **موجل ادائیگی مع اضافی قیمت (یعنی Mark up):** اس طریقہ کے مطابق بنک قرض خواہ کو مطلوبہ شے یا اثاثہ خرید کر دیتا ہے اور مستقبل میں کچھ اضافہ کے ساتھ اس کی قیمت وصول کرتا ہے۔ قرض خواہ اثاثہ کی قیمت قسطوں میں بھی ادا کرسکتا ہے اور یکمشت بھی۔

۲۔ **تجارتی بلوں کی خرید:** اس طریقہ کے تحت بنک قرض خواہ یعنی تجارتی ہنڈی لکھنے والے (Drawer) سے ہنڈی خرید لیتا ہے اور مقروض یعنی جس کے نام ہنڈی لکھی گئی ہو (Drawee) کو ہنڈی فروخت کر دیتا ہے۔ بنک ہنڈی لکھنے والے سے ہنڈی کی مندرجہ قیمت سے کم قیمت پر خریدتا ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور مقروض سے زیادہ قیمت وصول کر کے نفع کماتا ہے۔

۳۔ خریداری کا معاہدہ (Buy-Back Agreement): اس طریقہ کے تحت بنک سے سرمایہ طلب کرنے کا خواہشمند کوئی شخص بنک کو اپنی کوئی منقولہ یا غیر منقولہ شئے جائیداد یا اثاثہ فروخت کرتا ہے۔ بنک اس شے یا اثاثہ کے عوض اسے مطلوبہ رقم فراہم کرتا ہے۔ یہ متعلقہ شخص اپنی جائیداد شے یا اثاثہ بنک سے کچھ اضافی قیمت (Mark up) پر پھر خرید لیتا ہے اور مستقبل میں یکمشت یا بالاقساط اس کی ادائیگی کا وعدہ یا انتظام کرتا ہے۔ بنک کی طرف سے اس اثاثہ کی قیمت خرید اور اصل قیمت میں فرق بنک کا منافع ہوتا ہے۔

۴۔ پٹہ داری (Leasing): اس طریقہ کے تحت بنک کسی شخص کا مطلوبہ اثاثہ خرید کر اسے دے دیتا ہے اور اس کا ایک باہمی طور پر طے شدہ کرایہ وصول کرتا ہے۔

۵۔ ملکیتی کرایہ داری (Hire-Purchase): اس طریقہ کے تحت بنک کسی گاہک کے لئے اس کا مطلوبہ اثاثہ خرید کر اسے دے دیتا ہے۔ گاہک اس اثاثہ کی قیمت جس میں بنک کے مصارف اور منافع شامل ہوتا ہے اقساط میں اس طرح ادا کرتا رہتا ہے کہ ایک مقررہ مدت کے بعد اثاثہ کی پوری قیمت بنک کو وصول ہو جاتی ہے اور اثاثہ کی ملکیت گاہک کو منتقل ہو جاتی ہے۔

۶۔ ترقیاتی مصارف پر وصولی (Development Charges): اس طریقہ کے تحت بنک کسی گاہک کی اراضی یا املاک کی حالت بہتر بنانے اور اسے ترقی دینے کے لئے سرمایہ فراہم کرتا ہے۔ بنک کے اس اقدام سے متعلقہ املاک کی قدر و قیمت میں جو اضافہ ہوتا ہے بنک اس میں سے حصہ وصول کرتا ہے۔

(ج) سرمایہ کاری سے متعلق مالیات کی فراہمی کا طریقہ کار:

۱۔ مشارکہ (Musharaka): اس طریقہ کے تحت بنک نفع و نقصان میں شرکت کی بنیاد پر سرمایہ کاری کے لئے مالیات فراہم کرتا ہے۔ شرکاء کے درمیان منافع کی تقسیم پہلے سے طے شدہ شرائط کے مطابق ہوتی ہے جب کہ نقصان ان کے سرمایہ کے متناسب ہوتا ہے۔

۲۔ تجارتی کمپنیوں کے سرمایہ حصص میں شرکت اور حصص کی خرید (Equity Participation and Purchase of Shares): بنک تجارتی کمپنیوں کے سرمایہ حصص میں شریک ہو سکتے ہیں اور سٹاک ایکسچینج سے مختلف کمپنیوں کے حصص خرید کر منافع کما سکتے ہیں۔

۳۔ شراکتی مدتی سرٹیفکیٹ اور مضاربہ سرٹیفکیٹ کی خرید (Purchase of Participation Term Certificate and Mudarba Certificate): پاکستان میں تجارتی کمپنیوں کے سودی ڈیبنچرز کی جگہ شراکتی مدتی سرٹیفکیٹ (PTC) کا اجراء عمل میں لایا گیا ہے۔ بنکوں کو اس بات کی اجازت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دی گئی ہے کہ وہ PTC خریدنے میں اپنا سرمایہ استعمال کریں۔ بنکوں کو اس بات کی بھی اجازت دی گئی ہے کہ وہ عام لمیٹڈ کمپنیوں کے حصص کی طرح مضاربہ کمپنیوں کے حصص خریدنے کے لئے سرمایہ کاری کریں۔ بنک خود بھی اپنی مضاربہ کمپنیاں قائم کرنے کے مجاز قرار دیے گئے ہیں۔ مضاربہ کاروبار کی وہ شکل ہے جس میں سرمایہ ایک فریق کا ہوتا ہے اور کام کوئی دوسرا فریق کرتا ہے۔ منافع کی تقسیم دونوں فریقوں کے درمیان طے شدہ شرائط کے مطابق عمل میں آتی ہے۔ جب کہ نقصان صرف سرمایہ کے مالکوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔

۴۔ کرایہ میں حصہ داری (Rent Sharing): اس طریقہ کے تحت بنکوں کو اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ کسی جائیداد کی خریداری کے لئے سرمایہ فراہم کر کے اس کے کرایہ میں حصہ دار بن جائیں۔!

کتابیات

۱۔ غیر سودی بنکاری' ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی' اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ' لاہور۔

۲۔ غیر سودی بنکاری' مقالہ از پروفیسر خورشید احمد' مطبوعہ ''المصباح'' شمارہ نمبر ۵۹ اور ۶۰

۳۔ بلاسود بنکاری' محمد اکرم خان

۴۔ معاشیات اسلام' سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ' اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ' لاہور۔

۵۔ سود: سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ' اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ' لاہور۔

۶۔ جدید اقتصادی مسائل شریعت کی نظر میں' البرکہ سیمینار' انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز' اسلام آباد۔

۷۔ بیع موجل اور بیع مرابحہ' مفتی سیاح الدین کاکاخیل' حکمتہ قرآن' لاہور۔ جنوری ۱۹۹۲ء (ص ۱۱۔۴۸)

۸۔ حرمت ربا اور غیر سودی مالیاتی نظام' ڈاکٹر محمود احمد غازی' انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز' اسلام آباد۔

۹۔ اسلامی بنکاری: نظریاتی بنیادیں اور عملی تجربات' پروفیسر اوصاف احمد' انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز' اسلام آباد۔

۱۰۔ بلاسود بنکاری از محمد اکرم خان' مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری' نسبت روڈ' لاہور۔

11. Islamic Banking: Conceptual Framework and Practical Operations Abdur Rahim Hamdi, Institute of Policy Studies (IPS), Islamabad.

12. Report of Council of Islamic Ideology on the Elimination of Interest from the Economy, June 1982.

13. Interest Free Banking in Pakistan, The Institute of Bankers in Pakistan, Karachi 1980.

14. Experiences in Islamic Banking & Case Study of Islamic Bank

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

Bangladesh.
15. Towards Islamic Banking : A case study of Pilgrim Management Board, Malaysia, Institute of Policy Studies, Islamabad.
16. *Economic Doctrines of Islam, Vol. if, Dr. Afzal-ur-Rahman.*
17. An outline of Interest Free-Banking, Dr. Muhammad Uzair, Rehan Publications, Karachi.
18. Monetary and Fiscal Policy of Islam, ICRIE, Jeddah, 1982.

***

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۳

اسلامی معیشت میں افراط زر

(Inflation in an Islamic Economy)

عہد حاضر کے جن معاشی مسائل نے اُرباب سیاست و حکومت' عام افراد معاشرہ اور ماہرین معاشیات کو پریشان کر رکھا ہے ان میں افراط زر کا مسئلہ بھی شامل ہے۔ اس سے مراد معیشت کی وہ حالت ہے جب زر کی قدر کم ہو جاتی ہے اور اشیاء و خدمات کی قیمتیں چڑھ جاتی ہیں اور قیمتوں میں اضافہ کا یہ رجحان مستقل حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ اگر فوری اور موثر طور پر اس رجحان پر قابو نہ پایا جائے تو یہ بے لگام (Run-away) ہو کر انتہائی اونچے درجہ کی افراط زر (Hyper-inflation) کا باعث بن جاتی ہے جس سے پورا معاشی ڈھانچہ تہہ و بالا ہو کر رہ جاتا ہے۔ جنگ عظیم اول کے بعد جرمنی اور جنگ عظیم دوم کے بعد ہنگری اس صورت حال سے دوچار ہو چکے ہیں۔

۱۔ تعریف (Definition): افراط زر کی تعریف مختلف ماہرین معاشیات نے مختلف الفاظ میں کی ہے:

سلورمین (Silverman) کے الفاظ میں:

''افراط زر کی اصطلاح زر کی رسد میں اس اضافہ کے لئے استعمال کی جاتی ہے جو لین دین کے لئے زر کی مطلوبہ مقدار سے زائد ہو اور جس کے نتیجہ میں قیمتوں کی عمومی سطح میں اضافہ ہو جائے۔''

کراؤتھر (Crowther) کے الفاظ میں:

''افراط زر اس حالت کا نام ہے جب زر کی قدر گر رہی ہو یعنی قیمتوں میں اضافہ ہو رہا ہو۔''

''معیشت کی وہ حالت ''جب زر کی بہت بڑی مقدار اشیاء کی بہت کم مقدار کا تعاقب کر رہی ہو۔'' (کاؤلبارن)

Too much money chasing too few goods. (Coulborn)

۲۔ اقسام (Kinds): افراط زر کی دو اقسام ہیں:

(الف) اضافہ طلب کی پیدا کردہ Demand-Pull

(ب) اضافہ مصارف کی پیدا کردہ Cost-Push

(الف) اضافہ طلب کی پیدا کردہ (Demand-Pull): افراط زر اس وقت پیدا ہوتی ہے اشیاء و خدمات کی طلب بڑھ جائے۔ اشیاء و خدمات کی طلب میں اضافہ متعدد عوامل کی وجہ ہونے لگتا ہے۔ اس میں آبادی میں اضافہ' حکومت کے ترقیاتی اخراجات میں اضافہ' نجی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نجی صرف میں اضافہ وغیرہ شامل ہیں۔

(ب) اضافہ مصارف کی پیدا کردہ (Cost-Push): افراط زر اس وقت ظہور میں آتی ہے جب اشیاء کے مصارف پیدائش میں اضافہ ہوجائے۔ مصارف پیدائش میں اضافہ سے پیدا کنندگان اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ کردیتے ہیں تاکہ ان کے منافع محفوظ رہیں۔ مصارف پیدائش میں اضافہ کا بڑا سبب مزدور انجمنوں کے دباؤ سے محنت کشوں کی اجرتوں میں اضافہ، حکومت کے محصولات اور درآمدی خام مال کی قیمتوں میں اضافہ وغیرہ ہوتا ہے۔

۳۔ اثرات (Effects): افراط زر سے اشیاء و خدمات کی قیمتوں میں اضافہ ہوجانے سے کاروباری افراد اور پیدا کنندگان (Producers) کے منافع جات بڑھ جاتے ہیں اس لئے وہ پیداواری سرگرمیوں کو تیز کردیتے ہیں جس سے روزگار اور آمدنیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس جزوی فائدہ کے سوا افراط زر عمومی طور پر افراد معاشرہ کے لئے بہت پریشان کن اور معیشت کے لئے تباہ کن ثابت ہوتی ہے۔ اشیاء و خدمات کی قیمتوں میں بے مہابا اضافہ صارفین بالخصوص مقررہ آمدنی والوں (Fixed Income Group) کی کمر توڑ کر رکھ دیتا ہے۔ مجموعی بچتیں کم ہوجاتی ہیں۔ قوت خرید کی کمی سے پیدا شدہ اشیاء کی طلب کم ہوجاتی ہے جس سے سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے تو پیدا شدہ اشیاء کے فروخت نہ ہونے سے کارخانوں کا کام سکڑنے لگتا ہے اور بے روزگاری کے مسائل جنم لینے لگتے ہیں۔ اشیاء و خدمات کی قیمتوں کے بڑھ جانے سے برآمدات میں بھی کمی آجاتی ہے۔

۴۔ اسباب (Causes): افراط زر کے اسباب میں مندرجہ ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

ا۔ اشیاء و خدمات کی طلب اور زر کی رسد میں اضافہ: افراط زر کا ایک بنیادی سبب اشیاء و خدمات کی طلب کا اس کی رسد سے بڑھ جانا ہے۔ جب سرمایہ کاروں کے لئے کاروباری منافع کے امکانات روشن ہوتے ہیں تو وہ اپنی پیداوار کو بڑھانے کے لئے کوشاں ہوتے ہیں۔ موجودہ کارخانوں میں توسیع اور نئے کارخانوں کی تعمیر کے لئے مشینوں، خام مال اور دیگر پیداواری عوامل کی طلب بڑھ جاتی ہے جس سے ان کی قیمتوں میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ سرمایہ کار اس صورت حال کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے بنکوں سے قرضے حاصل کرتے ہیں۔ جس سے زر کی رسد میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ اس اضافہ کی شرح اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب مرکزی بنک کاروبار کی توسیع و ترقی کے عمل کی حوصلہ افزائی کے لئے بنکوں کے شرح محفوظ (Reserve Ratio) کو کم کردیتا ہے۔ اس طرح بنکوں کے اثاثہ جات بڑھ جاتے ہیں اور ان کی قرضہ دینے کی اہلیت بڑھ جاتی ہے۔ کاروبار کی توسیع اور منافع کے روشن امکانات سے فائدہ اٹھانے کے لئے سرمایہ کار زیادہ مزدور کام پر لگاتے ہیں اور زیادہ شرح اجرت پر بھی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کی خدمات حاصل کر لیتے ہیں۔ اس سے اشیاء و خدمات کی طلب میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ جس سے ان کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔

۲۔ حکومت کے اخراجات میں اضافہ اور خسارہ کی سرمایہ کاری (Deficit Financing): بجٹ خسارہ کو پورا کرنے کے لئے نئے نوٹ جاری کرنے یا بنکاری نظام سے قرضہ لینے سے بھی اشیاء و خدمات کی طلب اور زر کی رسد میں اضافہ عمل میں آتا ہے جب کہ اشیاء و خدمات کی رسد میں اضافہ اس کے متناسب نہیں ہوتا۔ یہ صورت حال بھی افراط زر کے رجحان کو بڑھانے کا موجب بنتی ہے۔

۳۔ نجی صرف (Private Consumption) میں اضافہ: شخصی آمدنیوں میں اضافہ ہو جانے سے میلان صرف (Propensity to Consume) بڑھ جاتی ہے جس سے اشیاء کی طلب میں اضافہ ہو جاتا ہے اور قیمتوں میں اضافہ کا رجحان نمودار ہونے لگتا ہے۔

۴۔ کاروباری اجارہ داریاں (Monopolies): سرمایہ دارانہ ممالک میں بڑی بڑی کاروباری کمپنیاں بالخصوص بنیادی نوعیت کی صنعتوں میں تقریباً اجارہ داریوں کی حیثیت حاصل کر لیتی ہیں اور اس طرح وہ نہ صرف اشیاء کی رسد پر قابو پا لیتی ہیں بلکہ من مانی قیمتیں مقرر کرنے پر بھی قدرت حاصل کر لیتی ہیں۔ اس طرح اشیائے استعمال کی رسد کے زیادہ ہونے کے باوجود بھی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔

۵۔ اجرت اور قیمت کی دوڑ (Wage/Price Spiral): اجارہ دار اپنے منافع میں اضافہ کرنے کے لئے اشیاء کی قیمتیں بڑھاتے ہیں تو مزدور یونینز اپنے ارکان کے مفادات کے تحفظ کے لئے زیادہ اجرتوں کا مطالبہ شروع کر دیتی ہیں۔ جس سے مصارف پیدائش اور بڑھ جاتے ہیں جو اشیاء کی قیمتوں میں مزید اضافہ کا باعث بن جاتے ہیں۔ اس طرح اجرت اور قیمت کی ایک مستقل دوڑ شروع ہو جاتی ہے جو افراط زر کے دباؤ میں اضافہ پر منتج ہوتی ہے۔

۶۔ نفسیاتی عوامل (Psychological Factors): نفسیاتی عوامل بھی افراط زر کو بڑھانے کا موجب بن جاتے ہیں۔ قیمتوں میں اضافہ کے مستقل رجحان کو دیکھ کر صارفین میں زیادہ اشیاء خرید لینے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے تاکہ وہ قیمتوں میں متوقع اضافہ سے بچ سکیں۔ اس طرح اشیاء کی طلب میں اضافہ سے قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔

۷۔ سٹہ بازی (Speculation): سٹہ بازی بھی افراط زر کا ایک اہم سبب ہے۔ سٹہ باز مستقبل میں اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہو جانے کی توقع پر اشیاء کی خرید اور ذخیرہ اندوزی شروع کر دیتے ہیں جس سے اشیاء کی طلب اور بڑھ جاتی ہے اور قیمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۸۔ سودی نظام بنکاری (Interest-based Banking System): مروجہ سودی نظام بنکاری بھی افراط زر کو بڑھانے اور پھیلانے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ ایک طرف سود مصارف پیدائش میں شامل ہو کر اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ کرتا ہے تو دوسری طرف بنک تخلیق زر[1] (Credit Creation) کے ذریعہ زر کی رسد میں اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ تخلیق زر کا یہ عمل زر کی رسد میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ سٹہ بازی کو فروغ دینے کا بھی باعث بنتا ہے۔ یہ دونوں عوامل مل کر افراط زر کو بڑھانے اور بے قابو بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

۵۔ اسلامی معیشت اور افراط زر: کسی معیشت میں افراط زر بنیادی طور پر معاشی عوامل کی بے اعتدالیوں اور عدم توازن سے پیدا ہوتی ہے۔ موجودہ سرمایہ دارانہ نظام آزاد معیشت یا آزاد منڈی (Free Market) کا نظام کہلاتا ہے۔ جہاں معاشی قوتیں زیادہ منافع' معاوضہ یا قیمت کے حصول کے لئے ہی متحرک ہوتی اور اپنا رخ اور میدان عمل منتخب کرتی ہیں۔ یہ صورت حال معیشت میں بے اعتدالی پیدا کرنے کا سبب بن جاتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں کبھی زر کی رسد اس کی طلب سے تجاوز کر جاتی ہے۔ کبھی اشیاء کی قلت اور کبھی کثرت (Over-Production) معیشت کو اپنے چنگل میں لے لیتی ہے۔ سود خور اور سٹہ باز اپنے گل کھلاتے ہیں اور اجارہ دار حصول منافع کی حرص میں قیمتوں میں بے بہا اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔

اسلامی معیشت اگرچہ بنیادی طور پر ایک آزاد معیشت (Free Economy) ہی ہوتی ہے لیکن اس کی آزادی حدود شریعت سے محدود ہوتی ہے۔ اس لئے اس کے اندر معاشی عوامل سرمایہ دارانہ نظام کی طرح بے لگام نہیں ہونے پاتے۔ صارفین' پیدا کنندگان' کاروباری ادارے اور عاملین پیدائش اپنے افعال و اعمال میں کسی ریاستی جبر یا ہدایت (Direction) کے پابند تو نہیں ہوتے لیکن سب کے لئے اپنے اپنے دائرہ میں شریعت کی مقرر کی ہوئی حدود اور شرائط کی پاسداری کرنا لازم ہوتا ہے۔

اسلامی معیشت اسلامی نظام حیات کا ایک جز ہوتی ہے۔ اس لئے معاشی دائرہ میں مصروف جدوجہد افراد اسلامی نظام حیات کے اساسی عقائد اور اقدار مثلاً تقویٰ' عدل' احسان' ایثار اور آخرت کی جوابدہی کے احساس سے متصف ہوتے ہیں۔ ان کی سرگرمیوں کا محرک اول ذاتی منافع کا حصول نہیں بلکہ اخروی فوز و فلاح ہوتی ہے اس لئے انفرادی اور اجتماعی دائرہ میں ان کے اعمال توازن و اعتدال کی راہ پر قائم رہتے ہیں۔ نیز حکومت و ریاست کی اطاعت فی المعروف ان کا جزو ایمان ہوتی ہے اس لئے

---

[1] مروجہ نظام بنکاری میں بنک اپنے پاس موجود امانتوں (Deposits) سے کہیں زیادہ رقوم قرضہ پر دینے کی اہلیت رکھتے ہیں اس عمل کو "تخلیق زر" کہا جاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اصلاح احوال کے لئے اختیار کی جانے والی حکومتی پالیسیوں کا نفاذ موثر طور پر عمل میں آتا ہے۔ اسلامی نظام معیشت کے یہ دو پہلو افراط زر سمیت معاشی شعبہ کی جملہ ناہمواریوں کے مفاسد سے معاشرہ کو محفوظ رکھنے میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔

۶۔ افراط زر پر قابو پانے کے خصوصی اقدامات: متذکرہ بالا دو عمومی عوامل کے علاوہ یہ بات بھی بڑی اہم ہے کہ:

اسلامی معیشت کا ڈھانچہ اس انداز پر استوار کیا گیا ہے کہ اس میں افراط زر کے سر اٹھانے کے مواقع محدود سے محدود تر ہو کر رہ جاتے ہیں۔ معیشت کے اندر ہی ایسے خودکار عوامل موجود ہیں جو افراط زر کے میلانات کو زور پکڑنے سے روکتے رہتے ہیں۔ انہیں خودکار مستحکم کنندگان کہا جا سکتا ہے۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(الف) خودکار مستحکم کنندگان (Built-in Stabilizers)

۱۔ سود اور سٹہ بازی کی ممانعت: مروجہ معیشت میں سود اور سٹہ بازی افراط زر کے در آنے کے سب سے بڑے دروازے ہیں۔ اسلامی معیشت میں ان دونوں کو شدت سے بند کر دیا گیا ہے۔ بلاسود بنکاری، شرکت و مضاربت کے اصول پر کاروبار اور سٹہ بازی سے پاک سٹاک ایکسچینج کے قیام سے کاروبار کے لئے سرمایہ کی فراہمی کا انتظام اس انداز میں ہوتا ہے کہ معیشت افراط زر کے گرداب میں گرنے سے محفوظ ہو جاتی ہے۔

۲۔ تعیشانہ صرف کی ممانعت: اشیاء و خدمات یا زر کی طلب میں ان کی رسد سے زیادہ اضافہ بھی افراط زر کا باعث بنتا ہے۔ اس سلسلہ میں صارفین کا انداز صرف (Consumption Pattern) بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اسلامی معیشت میں صرف کو منضبط کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ مسرفانہ و تعیشانہ صرف (Luxurious Consumption) کی روک تھام کی گئی ہے۔ اور نمود و نمائش کے اخراجات کا سدباب کیا گیا ہے۔ تعلیم و تربیت کے نظام اور انتظامی و قانونی اقدامات کے ذریعہ اس بات کا انتظام کیا جاتا ہے کہ لوگ اپنی جائز اور حقیقی ضروریات پر ہی سرمایہ صرف کریں۔ اس سلسلہ میں پرفریب، گمراہ کن، مبالغہ آمیز اشتہار بازی کے ذریعہ مصنوعی طلب پیدا کرنے والے ذرائع کو کنٹرول کرنے کے اقدامات کئے جا سکتے ہیں۔

۳۔ منصفانہ اجرت: مصارف پیدائش میں اضافہ سے رونما ہونے والی افراط زر (Cost-Push inflation) کا ایک اہم سبب مزدوروں کی اجرتوں میں اضافہ ہے جو مزدور یونینوں کے دباؤ کے زیر اثر ظہور میں آتا ہے۔ آجر اور مزدور کی کشمکش موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کا لازمی جزو ہے۔ مزدور اپنی تنظیموں کے ذریعہ اپنی اجتماعی قوت سودا بازی (Collective Bargaining Power) کو موثر بنا کر اپنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حقوق اور مفادات کے تحفظ بالخصوص اجرتوں میں اضافہ کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ آجر حالات کی نزاکت کے پیش نظر ان مطالبات کو تسلیم کر لیتے ہیں تو ان کے مصارف پیدائش بڑھ جاتے ہیں جس سے افراط زر کا دباؤ اور بڑھ جاتا ہے۔ اسلامی معیشت میں آجر اور مزدور کے حقوق اور فرائض کا تعین از روئے شریعت کر دیا گیا ہے اور مزدوروں کو منصفانہ اجرت (Just Wage) کی ضمانت دے کر آجر اور مزدور کے مابین کشمکش کی آگ کو ٹھنڈا کر دیا گیا ہے۔ مزید برآں آجر کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ رضا کارانہ طور پر محض خدا کی رضا جوئی کے لئے مزدور کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور اس بات کا خیال رکھے کہ نہ صرف مزدور کی عزت نفس محفوظ رہے بلکہ اس کی اور اس کے اہل وعیال کی احتیاجات بھی تشنہ تکمیل نہ رہ جائیں۔ مزدور کو بھی آجر کے ساتھ خوشدلانہ تعاون اور حقیقی خیر خواہی کا مظاہرہ کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ مستحق مزدوروں کے لئے زکوٰۃ فنڈ کی موجودگی بھی ان میں آجروں کے خلاف دلوں میں حسد وکینہ پالنے اور ان سے محض اجرت میں اضافہ کے لئے آمادہ پیکار ہونے سے انہیں روکتی ہے۔

۴۔ **کاروباری بدعنوانیوں کا استیصال (خاتمہ)**: کاروباری بدعنوانیاں بھی قیمتوں میں اضافہ کا باعث بن جاتی ہیں۔ اشیائے استعمال کی ذخیرہ اندوزی' بڑے بڑے کاروباری اداروں کی ملی بھگت سے بلند قیمتوں کا تعین اور سٹہ بازوں کے عمل سے قیمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسلامی شریعت میں اس نوعیت کی تمام سرگرمیوں کی قطعی ممانعت کر دی گئی ہے۔

۵۔ **اشیاء کی رسد میں اضافہ**: اسلامی معیشت میں ایک طرف طلب کے رخ سے پیدا ہونے والے اضافہ قیمت کا سدباب کرنے کے لئے خودکار مستحکم کنندے موجود ہیں تو دوسری طرف اشیاء کی رسد کو بڑھانے کا بھی موثر نظام موجود ہے۔ اس سلسلہ میں پیداواری وسائل سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی حکمت عملی وضع کی گئی ہے۔ وسائل کو ضائع کرنے یا بے کار رکھ چھوڑنے کے خلاف سخت اقدامات کئے گئے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محنت کش کی تحسین فرمائی ہے اور بھیک مانگنے اور بیکار محض بن کر بیٹھ رہنے کی مذمت کی ہے۔ مسرفانہ اور تعیشانہ مصارف کی ممانعت کر کے وسائل پیدائش کو ضروریات زندگی کی افزائش و پیدائش کی راہوں پر ڈال دیا گیا ہے ان اشیاء کی سرمایہ اور پیداوار کی نسبت (Capital Output Ratio) کم ہوتی ہے۔ جس سے اس بات کا غالب امکان پیدا ہوتا ہے کہ عام اشیائے استعمال معمول کے حالات میں با افراط مقدار میں صارفین کے لئے دستیاب رہیں گے۔

اس میں شک نہیں کہ اسلامی نظام معیشت کے بعض عوامل اپنے اندر افراط زر کا میلان رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر زکوٰۃ' مزدوروں کے لئے منصفانہ اجرت کا تعین' اور انفاق کی ترغیب وغیرہ۔ زکوٰۃ سے سرمایہ زیادہ میلان صرف رکھنے والے غریب طبقات کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ جس سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اشیائے استعمال کی طلب میں اضافہ ہوگا اور قیمتیں چڑھیں گی۔ اس طرح منصفانہ اجرت جو مکمل مقابلہ کے تحت متعین ہونے والی اجرت سے یقیناً زیادہ ہوگی بھی قیمتوں کو بڑھانے کا موجب ہوگی۔ بخل اور اکتناز کی مذمت اور عمومی انفاق؛ جس میں انفاق فی سبیل اللہ بھی شامل ہے؛ سے میلان صرف میں اضافہ ہوگا جس سے افراط زر کے رجحانات کو تقویت مل سکتی ہے۔ لیکن ان عوامل کا مجموعی معیشت پر چونکہ بڑا گہرا اور مثبت اثر پڑتا ہے اس لئے ان کا باقی رکھنا بہت ضروری ہے تاہم ان کے افراطی اثرات کو دیگر اقدامات سے زائل کیا جاسکتا ہے۔ مزید برآں اسلامی نظام معیشت کا مجموعی مزاج چونکہ افراط زر کو روکنے والا (Anti-inflationary) ہے اس لئے زکوۃ و انفاق وغیرہ جیسے عوامل کے افراطی اثرات زیادہ سنگین صورت اختیار نہیں کرنے پاتے۔

(ب) افراط زر پر قابو پانے کے دیگر اقدامات

اگرچہ اسلامی نظام معیشت میں خودکار مستحکم کنندہ کے ذریعہ افراط زر پر قابو پانے کی موثر صلاحیت موجود ہے تاہم اس سلسلہ میں اسلامی شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے متعدد زری اور مالیاتی نوعیت کے اقدامات بھی کئے جاسکتے ہیں جن سے افراط زر کے اثرات کو محفوظ حدود کے اندر محدود کیا جاسکتا ہے۔ اس نوعیت کے چند اقدامات کا ذکر درج ذیل سطور میں کیا گیا ہے۔

(ج) زری اقدامات (Monetary Measures)

۱۔ **قرض حسن کی نسبت میں کمی:** اسلامی معیشت میں بنکاری نظام سود سے پاک ہوتا ہے۔ بنک اپنے پاس جمع شدہ رقوم کو عام اکاؤنٹ ہولڈرز کی ضروریات کی تکمیل کے لئے کچھ نقد رقم رکھ کر یا تو مضاربت کے اصول پر کاروبار میں لگا سکتے ہیں یا پھر قرض حسن کی صورت میں دے سکتے ہیں۔ قرض حسن پر بنک چونکہ کوئی زائد معاوضہ وصول نہیں کرتا اس لئے چڑھی ہوئی قیمتوں کے زمانہ میں بڑھے ہوئے منافع سے فائدہ اٹھانے کے لئے اس کی طلب بڑھ سکتی ہے جو افراط زر کے اثرات پیدا کرسکتی ہے۔ اس صورت میں بنک قرض حسن کے لئے مخصوص کی جانے والی رقم کی نسبت کو کم کرسکتا ہے۔ مرکزی بنک اس سلسلہ میں عام بنکوں کو ہدایات جاری کرسکتا ہے۔

۲۔ **شرح منافع میں تبدیلی:** بنک مضاربت پر دئے جانے والے سرمایہ کے منافع میں اپنے حصہ کی شرح میں اضافہ کرکے نئی سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی کرسکتا ہے۔ بنک اور مضارب کے درمیان منافع کی تقسیم چونکہ مرکزی بنک کی زیر ہدایت ہوتی ہے اس لئے مرکزی بنک منافع میں بنکوں کا حصہ زیادہ مقرر کرسکتا ہے۔

۳۔ **بنکوں کی شرح محفوظ میں اضافہ:** عام بنک قانونی طور پر اس بات کے پابند ہوتے ہیں کہ وہ اپنی مجموعی امانتوں کا ایک مقررہ حصہ مرکزی بنک کے پاس بطور زر محفوظ کے جمع رکھیں۔ افراط زر کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زمانہ میں مرکزی بنک اس شرح تحفظ میں اضافہ کرسکتا ہے۔ اس سے بنکوں کے پاس سرمایہ کاروں کو دینے کے لئے رقم کم ہوجائے گی اور افراط زر کے پروان چڑھنے کے امکانات محدود ہوجائیں گے۔

۴۔ **نقد شرح تحفظ میں اضافہ:** ہر بنک امانتداروں کے روزمرہ کے مطالبات زر کو پورا کرنے کے لئے اپنے سرمایہ کا ایک مخصوص حصہ نقدی کی شکل میں اپنے پاس موجود رکھنے کا پابند ہوتا ہے۔ مرکزی بنک افراط زر کے زمانہ میں اس کی شرح میں اضافہ کرسکتا ہے۔ اس طرح بنکوں کی قرضہ دینے یا سرمایہ کاری کے لئے رقوم مہیا کرنے کی اہلیت کم ہوجاتی ہے۔

۵۔ **بنکاری کی شرح میں کمی** (Refinance Ratio): بلاسود بنکاری نظام کے تحت قرض حسن کی حوصلہ افزائی کے لئے مرکزی بنک تجارتی بنکوں کو قرض حسن کی مقدار کے مطابق ایک مقررہ شرح سے مالیات فراہم کرسکتا ہے۔ افراط زر کی روک تھام کے لئے مرکزی بنک اس شرح میں کمی کر کے مقدار زر کو بڑھنے سے روک سکتا ہے۔

۶۔ **کھلے بازار کا عمل** (Open Market Operation): مروجہ بنکاری نظام میں مرکزی بنک حکومتی تمسکات (Securities) کی خرید و فروخت کے ذریعہ زر کی رسد کو کنٹرول کرتا ہے۔ بعض ماہرین کے نزدیک اسلامی معیشت میں بھی مرکزی بنک اس آلہ کو استعمال کرسکتا ہے۔ افراط زر کے زمانہ میں مرکزی بنک منظور شدہ تجارتی رقعہ جات (Commercial Papers) فروخت کر کے تجارتی بنکوں کی قرضہ دینے یا سرمایہ کاری کے لئے فراہم کی جانے والی رقوم کو کم کرسکتا ہے۔

۷۔ **قرضوں کی تحدید کے لئے مخصوص اقدامات** (Selective Credit Control): مرکزی بنک قرضوں کے اجراء کو محدود کرنے کے لئے مخصوص نوعیت کے متعدد اقدامات کرسکتا ہے۔ صارفین کے قرضوں کو محدود کرنے کے لئے جبکہ معاملہ اقساط میں ادائیگی کا ہو تو ابتدائی قسط کی ادائیگی (Down Payment) کی رقم کو بڑھایا اور قسطوں کی تعداد کو کم کیا جاسکتا ہے۔ مرکزی بنک درآمد کنندگان سے درآمدی کاروباری یا غیر ملکی زرمبادلہ طلب کرنے کی درخواستوں پر زیادہ رقوم اپنے پاس جمع کرانے کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ اس طرح مرکزی بنک تجارتی بنکوں کے لئے انفرادی قرضوں کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر کرسکتا ہے۔

اسلامی ریاست ان قرضوں کو منضبط کرنے کے لئے بھی قانون سازی کرسکتی ہے جو بنکاری نظام سے باہر لئے اور دئے جاتے ہیں۔ مثلاً سرکاری و نجی شعبہ کے ملازمین کو دئے جانے والے قرضوں کی مقدار کو افراط زر کے زمانہ میں کم کیا جاسکتا ہے۔

مرکزی بنک کی اخلاقی ترغیب بھی قرضوں کو محدود کرنے کے لئے ایک موثر تدبیر کی حیثیت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رکھتی ہے۔ افراط زر کے زمانہ میں مرکزی بنک عام بنکوں کو ملکی مفاد کے پیش نظر قرضوں کو محدود کرنے کی ہدایات جاری کرتا ہے۔ عام طور پر تجارتی بنک مرکزی بنک کی اس ترغیب یا دباؤ کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کے ساتھ تعاون کی روش اختیار کرتے ہیں۔ اسلامی معیشت میں اس ترغیب کے زیادہ ثمر آور ہونے کے قوی امکانات موجود ہیں۔ عدم تعاون کی صورت میں مرکزی بنک راست اقدام (Direct Action) کے ذریعہ متعلقہ بنک کو مالیات کی فراہمی کی سہولت سے محروم کرسکتا ہے اور اس کا کاروبار کرنے کا اجازت نامہ (Licence) منسوخ کرسکتا ہے۔

(د) مالیاتی اقدامات (Fiscal Measures)

مالیاتی اقدامات بھی افراط زر پر قابو پانے کے لئے اہم ذریعہ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں اسلامی معیشت بھی اپنے دائرہ کار میں مطلوبہ مقاصد کے حصول کے لئے اپنی مالیاتی پالیسی (Fiscal Policy) کو بروئے عمل لاسکتی ہے۔ اس سلسلہ میں درج ذیل اقدامات خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

۱۔ **فاضل میزانیہ** (Surplus Budget): اسلامی ریاست فاضل بجٹ یعنی ایسا بجٹ جس میں حکومت کی آمدنی کا تخمینہ اس کے اخراجات سے زیادہ ہو تیار کرکے افراط زر کے دباؤ کو کم کرسکتی ہے۔ اس سلسلہ میں حکومت کے محاصل میں محصولات (Taxes) کا تناسب مناسب حد تک بڑھایا جاسکتا ہے۔ اس طرح لوگوں کے پاس قوت خرید کم ہوجاتی ہے اور موثر طلب میں کمی آجاتی ہے۔

اس سلسلہ میں بالخصوص زکوٰۃ کا فاضل بجٹ افراط زر کے دباؤ کو کم کرنے میں مددگار ہوسکتا ہے یعنی کسی سال میں زکوٰۃ سے جو آمدنی ہو اس سال اس کے خرچ کو اس سے کم رکھا جائے۔ اس مقصد کے لئے بہتر ہوگا کہ فقراء و مساکین اور دیگر حاجت مند مستحقین کے لئے تو زکوٰۃ کی رقوم کم نہ کی جائیں البتہ مصارف زکوٰۃ کی دیگر عمومی نوعیت کی مدات مثلاً فی سبیل اللہ، ابن سبیل اور مولفۃ القلوب کے لئے کم رقوم مختص کی جائیں۔

۲۔ **زکوٰۃ سرٹیفکیٹ کا اجراء** (Zakat Certificate): زکوٰۃ کی رقوم مستحقین کو نقدی کی شکل میں دینے کے بجائے ایسی صنعتوں میں لگادی جائیں جو غریب لوگوں کے لئے روزگار کی فراہمی کا باعث بنیں ان سے حاصل ہونے والا منافع ان کے درمیان تقسیم کردیا جائے۔ اس بات کا اہتمام کیا جاسکتا ہے کہ افراط زر کے زمانہ میں منافع کلی طور پر تقسیم نہ کیا جائے بلکہ اس کے عوض زکوٰۃ سرٹیفکیٹ جاری کردئے جائیں جو کچھ عرصہ بعد بھنائے جاسکتے ہوں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ تقسیم زکوٰۃ کی مناسب تنظیم وترتیب

(Proper Arrangement of Zakat Distribution):

مصارف زکوٰۃ اگرچہ آٹھ ہیں لیکن اس پر زکوٰۃ کس نسبت سے تقسیم ہونی چاہئے اسے شریعت اسلامی میں مقید نہیں کیا گیا۔ اسلامی ریاست ملکی حالات کے پیش اس میں ردوبدل کرسکتی ہے۔ عام طور پر فقراء و مساکین کو دی جانے والی رقوم کے افراط زر کا باعث بننے کا امکان ہوتا ہے کیونکہ ان کا میلان صرف (Propensity to Consume) زیادہ ہوتی ہے۔ جس سے اشیاء و خدمات کی مجموعی طلب بڑھ جاتی ہے۔ افراط زر کے زمانہ میں ریاست مصارف زکوٰۃ کو اس طرح مرتب کرسکتی ہے کہ ان سے اشیاء کی مجموعی طلب پر زیادہ اثر نہ پڑنے پائے۔

۴۔ قرضوں کی تنظیم (Debt Management): اسلامی ریاست قرض حسن' مضاربہ اور شراکتی حصص کے سرٹیفکیٹ جاری کرکے لوگوں سے ان کے فاضل اموال اکٹھے کرسکتی ہے۔ اس سے زیر گردش زر کی رسد میں کمی آجائے گی جو افراط زر کے دباؤ کو کم کرنے کا باعث بنے گی۔

اسلامی ریاست حالات کے تقاضوں کے پیش نظر لوگوں سے دفاعی ضروریات کی تکمیل کے لئے قرض حسنہ کی اپیل کرسکتی ہے۔ اسلامی ریاست اپنی تعلیمی و تربیتی پالیسیوں کے ذریعہ اہل ایمان کو انفاق فی سبیل اللہ کے لئے مستقلاً تیار کرتی رہتی ہے۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بھی جہاد کے لئے اموال طلب کئے تو لوگوں نے ہمیشہ بڑھ چڑھ کر اس کار خیر میں حصہ لیا۔ افراط زر جیسے عفریت کے اثرات بد سے اسلامی معاشرہ کو پاک کرنے کے لئے لوگوں کے جذبہ جہاد اور ایثار کشی سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ جہاد سرٹیفکیٹ کے اجراء سے اس مقصد کے لئے رقوم اکٹھی کرکے افراط زر کے زور کو توڑا جاسکتا ہے۔

۵۔ قرض کی درخواست پر محصول (Excise duty on loan application): قرضہ ہر معاشرے میں انسان کی ضرورت رہا ہے۔ افراط زر کے زمانہ میں ریاست قرضہ کی ہر درخواست پر محصول چنگی عائد کرسکتی ہے اور اس کی شرح میں اضافہ کرسکتی ہے اس سے قرضہ لینے کے رجحان کی حوصلہ شکنی ہوسکتی ہے۔

(ھ) ریاستی راست اقدام (Direct Action of State)

زری اور مالیاتی اقدامات کے باوجود اگر افراط زر پر پوری طرح قابو پانا ممکن نہ ہو تو اسلامی ریاست کو غیر معمولی حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے غیر معمولی اقدامات کرنے کے اختیارات حاصل ہیں بشرطیکہ اس سے مقصود عامۃ الناس کے مفاد کو محفوظ کرنا ہو۔ اس سلسلہ میں ریاست درج ذیل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اقدامات کرسکتی ہے۔

۱۔ قیمتوں کا مقرر کرنا (Price Control): اگرچہ عام حالات میں قدرتی عوامل کی بناء پر قیمتوں میں اضافہ ہوجانے سے اشیاء کی قیمتیں مقرر کردینے کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت نہیں دی تاہم اگر قیمتیں تاجروں کی ذخیرہ اندوزی یا اس نوعیت کی دوسری بدعنوانیوں کی وجہ سے چڑھ جائیں تو اسلامی ریاست اس ظلم سے لوگوں کو بچانے کے لئے مداخلت کرسکتی ہے اور ضرورت کے مطابق ناگزیر مدت کے لئے اشیاء کی قیمتیں سرکاری طور پر مقرر کی جاسکتی ہیں۔

۲۔ حفاظتی ذخائر (Buffer Stocks): حکومت تاجروں کی طرف سے اشیائے ضرورت کی ذخیرہ اندوزی (احتکار) وغیرہ کی حوصلہ شکنی کے لئے اشیاء کے ذخائر قائم کرسکتی ہے۔ جنہیں قلت و کمیابی کے وقت فروخت کے لئے بازار میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح اشیاء کی رسد میں اضافہ کرکے قیمتوں کو کم کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ نجی ذخائر کی ضبطی (Confiscation of Stock-holdings): ہنگامی صورت حال میں جب کہ تاجروں نے ذخیرہ اندوزی کے ذریعہ سنگین نوعیت کی قلت پیدا کردی ہو یا قدرتی آفات کی وجہ سے کمیابی پیدا ہونے سے ظالمانہ منافع خوری شروع کردی ہو تو ریاست افراد معاشرہ کو ظلم اور معاشی پریشانیوں سے نجات دلانے کے لئے اشیاء کے نجی ذخائر کو (معاوضہ دے کر یا بلا معاوضہ) ضبط کرسکتی ہے اور ایک منصوبہ کے تحت کم قیمت پر صارفین کو اشیاء مہیا کرنے کا اہتمام کرسکتی ہے۔

۴۔ راشن بندی (Rationing): شدید قلت کے زمانہ میں اشیاء ضرورت کی راشن بندی بھی کی جاسکتی ہے تاکہ تمام افراد معاشرہ کو اپنی احتیاجات کی تسکین کے لئے ضروری اشیاء مناسب مقدار میں میسر آتی رہیں۔ جنگ اور قحط وغیرہ سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اسلامی ریاست یہ اقدام بھی کرسکتی ہے۔

۵۔ فراخدلانہ درآمدات کی اجازت (Liberal Imports): اسلامی ریاست اشیاء ضرورت کی رسد میں اضافہ کرنے کے لئے ان کی درآمدات کی اجازت دے سکتی ہے۔ اگرچہ اس نوعیت کے اقدام کا انحصار توازن ادائیگی کی حالت پر ہوگا۔ تاہم ہنگامی صورت حال سے نمٹنے اور عام لوگوں کو معاشی دشواریوں سے نجات دلانے کے لئے ایسا کیا جاسکتا ہے۔

سطور بالا میں اسلامی معیشت میں افراط زر پر قابو پانے کے معدودے چند اقدامات بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن عملی زندگی میں مختلف مواقع اور معروضی حالات کے پیش نظر مختلف النوع مزید اقدامات سوچے اور اختیار کئے جاسکتے ہیں۔ اسلام میں اجتہاد و قیاس کے دروازے ہر وقت کھلے ہوتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ کی حدود میں رہتے ہوئے افراط زر جیسے معاشی مسائل پر قابو پانے کی نئی نئی راہیں نکالی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جاسکتی ہیں اور حالات کی کسوٹی پر پرکھ کر ان میں مناسب ردوبدل بھی کیا جاسکتا ہے۔

کتابیات

1- Issues in Islamic Economies, Muhammad Akram Khan, Islamic Publications Limited, Lahore.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۴

تجارت خارجہ اور مالیات کی بلاسود فراہمی

(Financing of Foreign Trade in the Framework of Interest-Free Banking)

مسلمانوں نے اپنے دور عروج میں تقریباً ایک ہزار سال تک بری اور بحری راستوں کے ذریعہ بہت بڑے پیمانے پر اشیائے ضرورت کی درآمد و برآمد اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی وصولیوں اور ادائیگیوں کا ہمہ گیر نظام قائم رکھا اور اس سارے وسیع و عریض عمل کو کسی وقت بھی سود سے آلودہ نہ ہونے دیا۔ مسلمانوں کے اقتدار کے زوال کے بعد جس مغربی سرمایہ دارانہ نظام معیشت (Capitalistic System) کو فکر و عمل کے میدان میں غلبہ حاصل ہوا اس نے تمام معاشی اداروں بالخصوص فراہمی مالیات کے ذرائع کی تنظیم سودی قرض کی بنیاد پر کی ہے۔ اس نظام معیشت کے استحکام اور وسعت پذیری کا نتیجہ یہ ہے کہ صرف پیدائش اور تقسیم و تبادلہ کے کسی شعبہ میں بھی سود کے بغیر معاشی سرگرمیوں کو جاری رکھنا نہایت مشکل بلکہ بادی النظر میں ناممکن محسوس ہوتا ہے۔ یہ صورت حال ان مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج ہے جو اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اپنے ایمانی تقاضوں کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ اس کٹھن کام کی سرانجام دہی میں اللہ رب العزت کا یہ ارشاد امید کی کرن بن کر سامنے آتا ہے کہ:

''جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کریں گے ہم ضرور بالضرور اپنی (رضا کی) راہوں کی طرف ان کی رہنمائی کرتے جائیں گے۔'' (العنکبوت.....۶۹)

تجارت خارجہ کو موجودہ زمانہ میں بالخصوص کسی ملک کی معیشت میں بڑی اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔ اشیاء کی درآمد و برآمد کا پورا کام سودی بنیاد پر چلنے والے بنکوں کے ذریعے انجام پاتا ہے۔ اس صورت حال میں غیر سودی خطوط پر اسے استوار کرنا مجتہدانہ بصیرت اور پختہ ایمان و عزم سے ہی ممکن ہو سکتا ہے اور اس کے لئے فکر اسلامی سے آراستہ اور اسلامی اقتدار سے غیر متزلزل وابستگی رکھنے والی حکومت کی مکمل تائید اور معاونت درکار ہے جو اس عمل کی پیچیدگیوں پر غور کرنے اور نئے مسائل پیش آنے پر ان کے مناسب حل کے لئے قابل اعتماد موثر ہیئت منتظمہ (Executive Body) یا نگران مشاورتی ادارہ (Supervisory Advisory Body) قائم کرے۔

۱۔ تجارت خارجہ کے لئے مالیات کی فراہمی

تجارت خارجہ کے دو رخ ہوتے ہیں:

۱۔ درآمد (Import) ۲۔ برآمد (Export)

اور اس میں چار فریق شامل ہوتے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(i) درآمد کنندہ (Importer) (ii) درآمد کنندہ کا بنک (Importer's Bank)

(iii) برآمد کنندہ (Exporter) (iv) برآمد کنندہ کا بنک (Exporter's Bank)

مروجہ بنکاری نظام سودی قرض پر مبنی ہے اس لئے نظام بنکاری اور درآمد و برآمد کا قریب قریب پورا عمل سودی آلائش کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے اس کے برعکس اسلامی نظام مالیات اور نظام بنکاری سودی قرض کے بجائے نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر قائم ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ درآمد و برآمد کے لئے ایسے طریقے وضع اور اختیار کئے جائیں جو سود کی آمیزش سے پاک ہوں اور نفع و نقصان میں شراکت کے اصول پر استوار ہوں۔

ذیل میں درآمد و برآمد کے شعبوں کو بلاسود بنیادوں پر مالیات کی فراہمی کے طریقوں کو الگ الگ بیان کیا گیا ہے۔

(الف) درآمدات کا شعبہ

۱۔ بنک درآمدی لائسنس اور درآمد سے متعلقہ ضروری دستاویزات کی تیاری کے لئے معاونت مہیا کرتا ہے اور اس کے لئے حق الخدمت (Service charge) وصول کرلیتا ہے۔ یہ پورا عمل سود کی آلائش سے پاک ہے۔

۲۔ اجرائے اعتبار نامہ (Opening of Letter of Credit) اعتبار نامہ (LC) ایک ایسی تحریری دستاویز ہے جو درآمد کنندہ کا بنک برآمد کنندہ کے نام جاری کرتا ہے جس کے ذریعہ برآمد کنندہ اس بنک سے برآمدی اشیاء کی رقم بذریعہ ڈرافٹ وصول کرنے کا مجاز بن جاتا ہے۔ درآمد کنندہ کا بنک اعتبار نامہ کے اجراء کا حق الخدمت وصول کرتا ہے۔ اگر درآمد کنندہ درآمدی مال کی پوری قیمت اپنے بنک کو ادا کردے تو بنک کو سود کی ادائیگی کا کوئی مسئلہ ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس صورت میں بنک کی حیثیت محض ایک وکیل یا ایجنٹ کی ہو جاتی ہے جو مناسب فیس کے عوض اپنی خدمات مہیا کرتا ہے۔ تاہم اگر درآمد کنندہ مطلوبہ پوری رقم اپنے بنک کو ادا نہ کرے[1] اور بنک مطلوبہ رقم میں کمی اپنے وسائل سے برآمد کنندہ کو فراہم کرے تو اس صورت میں سود سے بچنے کے لئے درج ذیل طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں:

(i) اعتبار نامہ مشارکہ (Letter of Credit Al-Musharikah) درآمد کنندہ کا بنک درآمد کنندہ کو غیر ادا شدہ رقم نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر مہیا کرتا ہے۔ درآمدی مال کی وصولی کے بعد اسے فروخت کیا جاسکتا ہے اور طے شدہ شرعی شرائط کے مطابق بنک اور درآمد کنندہ کے درمیان نفع یا نقصان تقسیم کردیا جاتا ہے۔

---

[1] ہر درآمد کنندہ کے لیے مرکزی بنک کی طرف سے اعتبار نامہ (LC) کھولنے کے لیے کم از کم رقم (Margin) بنک میں ہی جمع کروانی ضروری ہوتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(ii) اعتبار نامہ مرابحہ (Letter of Credit Al-Murabaha) اس صورت میں بنک درآمد کنندہ کی درخواست پر مال خود درآمد کرتا ہے۔ مال کی ملکیت اسی (بنک) کی ہوتی ہے۔ البتہ وہ اصل قیمت (نقل وحمل وغیرہ کے اخراجات سمیت) پر مناسب منافع لگا کر مال درآمد کنندہ کے ہاتھ ادھار پر فروخت کر دیتا ہے۔ درآمد کنندہ مستقبل میں یکمشت یا بالاقساط مطلوبہ رقم کی ادائیگی کر دیتا ہے۔

(iii) اعتبار نامہ مضاربہ (Letter of Credit Al-Mudarbah) اس صورت میں بنک بحیثیت رب المال صرف مالیات فراہم کرے گا۔ جبکہ کاروباری یا آڑانہ نوعیت کے سارے کام درآمد کنندہ انجام دے گا۔ منافع کی تقسیم دونوں فریقوں میں طے شدہ شرائط کے مطابق ہوگی۔ جب کہ کھانے کی صورت میں پورا نقصان رب المال یعنی بنک کو برداشت کرنا پڑے گا۔

(ب) برآمدات کا شعبہ

برآمدات کے شعبہ میں مالیات کی فراہمی کی ضرورت دو مرحلوں میں پیدا ہو سکتی ہے:

(الف) برآمدی مال کی ترسیل سے قبل (Pre-shipment period)

(ب) برآمدی مال کی ترسیل کے بعد (Post-shipment period)

ا۔ مال کی ترسیل سے قبل

برآمدی مال کی ترسیل سے قبل برآمد کنندہ کو اس مال کی تیاری یا فراہمی کے انتظامات کرنے کے لئے مالیات کی ضرورت ہوتی ہے۔ برآمد کنندہ:

(i) تجارتی بنک سے نفع ونقصان میں شراکت کی بنیاد پر یہ رقوم حاصل کر سکتا ہے۔

(ii) تجارتی بنک بیع موجل[1] کے طور پر برآمد کنندہ کے لئے مطلوبہ برآمدی مال خرید کر اضافی قیمت (Mark-up) کے ساتھ ادھار کی شکل میں اسے فروخت کر دیتا ہے۔ برآمد کنندہ مال کی ملکیت حاصل کرنے کے بعد اسے بیرون ملک اپنے گاہک کو بھیج دیتا ہے اور قیمت وصول ہونے کے بعد تجارتی بنک کو واجب الادا رقم ادا کر سکتا ہے۔

(iii) تجارتی بنک برآمد کنندہ کو حکومت یا مرکزی بنک وغیرہ سے مخصوص مالی مراعات حاصل کرنے کی غرض سے محض حق الخدمت (Service charge) وصول کر کے مالیات فراہم کر سکتا ہے۔ پاکستان میں سٹیٹ بنک آف پاکستان برآمدی مالیاتی سکیم (Export Finance Scheme) کے تحت بعض اشیاء کے برآمد کنندگان کو قرضہ دینے والے تجارتی بنکوں کو بلاسود قرضے دیتا ہے۔ تجارتی بنک اس قرضہ پر برآمد کنندگان سے سود کے بجائے صرف حق الخدمت یعنی اپنے انتظامی نوعیت کے اخراجات ہی وصول کرتے ہیں۔

---

[1] لین دین کی اس شکل میں خریدی گئی شے پہلے مہیا کر دی جاتی ہے اور اس کی قیمت بعد میں یکمشت یا بالاقساط وصولی جاتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ مال کی ترسیل کے بعد

غیر ملکی گاہک کو برآمدی اشیاء کی ترسیل اور اشیاء کی قیمت کی وصولی کے درمیان وقت لگ جاتا ہے۔ قیمت کی وصولی کے لئے دو طرح کی ہنڈیاں (Bill of Exchange) استعمال ہوتی ہیں۔

i) درشنی ہنڈی (Sight Bill) جس کی ادائیگی مال کی وصولی کے ساتھ ہی برموقع کرنی پڑتی ہے۔

ii) میعادی ہنڈی (Usance Bill) یہ بل مختلف میعادوں مثلاً ۳۰ دن، ۶۰ دن، ۹۰ دن، ۱۲۰ دن اور ۱۸۰ دن کے ہوسکتے ہیں۔

یہ مقررہ مدت کے بعد واجب الادا ہوجاتے ہیں۔ اگر غیر ملکی درآمد کنندہ کسی وجہ سے ان بلوں کی ادائیگی نہ کرے تو اس کا اعتبار نامہ (Letter of Credit) جاری کرنے والا بنک اس کی ادائیگی کا پابند ہوتا ہے۔ وہ اس رقم کو درآمد کنندہ کے نام قرضہ شمار کرلیتا ہے۔ اس صورت میں مالیات کی فراہمی کی درج ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:

i) برآمد کنندگان اپنے ہی وسائل سے مالیات کا انتظام کرلیں اور بنک یا کسی دوسرے ادارہ کی معاونت سے بے نیاز رہیں۔

ii) تجارتی بنکوں کے اعتبار نامے (Lettes of Credit) قابل خرید و فروخت (Negotiable) ہوتے ہیں۔ برآمد کنندہ کا بنک غیر ملکی درآمد کنندہ کے بنک کے جاری کردہ اعتبار نامے کھلے بازار میں فروخت کرکے برآمد کنندہ کو ادا کردہ وہ رقم وصول کرسکتا ہے جو اس نے برآمدی مال ترسیل کرنے سے قبل اسے دی تھی۔ یہ طریقہ اس صورت میں اختیار کیا جاسکتا ہے جب برآمد کنندہ نے مال اعتبار نامہ کے بالمقابل ارسال کیا ہو۔

iii) تجارتی بنک، مرکزی بنک یا حکومت سے مالی تعاون کی مراعات کے حصول کی غرض سے محض حق الخدمت (Service charge) وصول کرکے بھی برآمد کنندہ کو مالیات فراہم کرسکتا ہے۔ سٹیٹ بنک آف پاکستان کی برآمدی بازمالکاری سکیم (Export Refinance Scheme) اسی طرح کی ایک سکیم ہے۔ جس کے تحت سٹیٹ بنک تجارتی بنکوں کو برآمد کنندگان کو بلاسود قرضہ دینے کی صورت میں غیر سودی مالیات فراہم کرتا ہے۔

iv) تجارتی بنک نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر برآمد کنندہ کا شریک تجارت بن سکتا ہے۔ اس طرح برآمد کنندہ کو اپنی کاروباری سرگرمیاں جاری رکھنے کے لئے مالیات حاصل ہوجاتے ہیں۔

v) تجارتی بنک ملکی برآمد کنندہ سے برآمدی مال "بیع سلم"[1] کی بنیاد پر خرید لیتا ہے اور اسے غیر ملکی درآمد کنندہ کے ہاتھ فروخت کردیتا ہے۔ برآمدی مال کی قیمت خرید اور قیمت فروخت کے مابین

---

[1] اس سے مراد کاروبار کی وہ شکل ہے جس میں قیمت پہلے ادا کردی جاتی ہے اور خریدی جانے والی شے بعد میں مہیا کی جاتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جو فرق ہوگا اس سے بنک اپنے کاروباری منافع کو یقینی بنا سکتا ہے۔

تجارت خارجہ کے لئے بلاسود مالیات کی فراہمی کی متذکرہ بالا صورتوں کے علاوہ بھی کئی راہیں نکالی جاسکتی ہیں۔ اگر بلاسود بنکاری کرنے والے بنکوں کی شاخیں ان مختلف ملکوں میں موجود ہوں یا بین الاقوامی سطح پر ایسے بنکوں کا ایک جال بچھا ہوا ہو تو درآمدی و برآمدی تجارت کے لئے سودی مالیاتی کے بہت سے مسائل سرے سے پیدا ہی نہ ہوں گے۔ لیکن جب تک یہ مثالی صورت حال وجود میں نہیں آتی ملکی سطح پر آئی۔ ایم۔ ایف کی طرز پر درآمد کنندگان اور برآمد کنندگان کے اشتراک سے ایک مالی فنڈ قائم کیا جاسکتا ہے۔ اس فنڈ سے مناسب قواعد وضوابط اور شرائط کے تحت غیر سودی بنیاد پر محض حق الخدمت (Service Charge) وصول کر کے درآمد کنندگان اور برآمد کنندگان کی مالی ضروریات پوری کی جاسکتی ہیں۔

''اسلامی بنک بنگلہ دیش'' اپنے فنڈز کے ایک قابل ذکر حصہ سے بیرونی تجارت میں سرمایہ کاری کرتا ہے۔ اس وقت بنگلہ دیش کی بیرونی تجارت کا تقریباً دس فیصد اس بنک کے ذریعے غیر سودی بنیادوں پر ہو رہا ہے۔

''بلاسود بین الاقوامی تجارتی بنک'' (International Interest-free Commercial Bank) یا غیر سودی درآمدات و برآمدات کے بنک (Interest-free Export-Import Bank) کے قیام سے بھی تجارت خارجہ کے لئے بلاسود مالیات کی فراہمی کی شکلیں وجود میں آسکتی ہیں۔

کتابیات

1- Financing of Foreign Trade in the framework of interest-free Banking, Page 143.

2- "Elimination of RIBA from the Economy" Published by Institute of Policy Studies Islamabad 1992. Paper by Dr. Sayyed Tahir, Prospects for International Transactions without Riba, Page 263.

3- Financing of foreign trade in the frame work of Interest-Free Banking' An unpublished paper by Sh. Muhammad Idrees.

4- Interest-Free Banking in Pakistan, Published by The Institute of Bankers in Pakistan-Karachi, 1980. Paper by A.H. Farooque.

5- Report of Council of Islamic Ideology on the Elimination of Interest from the Economy, June - 1982.

***

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۵

انشورنس: اسلامی معیشت میں

۱۔ تعریف:

انشورنس کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

"A Contract whereby one person, called the "Insurer", undertakes, in return for the agreed consideration, called the "Premium", to pay to another person, called the "assured" a sum of money or its equavalent on the happing of a specified event. The specified event must have some element of uncertainity about it; the uncertainity may be either:

(a) as the case of life insurance the time of happening of this even is uncertain: or

(b) in the fact that the happing of the event depends upon accidental causes, and the event, therefore may never happen at all (such event is called accident).

انشورنس ایک ایسا معاہدہ ہوتا ہے جس میں ایک فرد (انشورنس کنندہ) دوسرے فرد (انشورنس شدہ) کو ایک معینہ رقم (پریمیم) کی ادائیگی کے بدلہ میں کسی خاص واقعہ (Event) کے ہونے کی صورت میں کچھ رقم ادا کرتا ہے۔

خاص واقعہ (Specified event) میں کسی غیر یقینی کیفیت کا پایا جانا ضروری ہے۔ یہ غیر یقینی کیفیت یا تو انسانی زندگی کے بیمہ کی صورت میں ہوسکتی ہے۔ جہاں موت تو یقینی ہے لیکن اس کے وقوع پذیر ہونے کا وقت غیر یقینی ہے۔ یا کسی متوقع حادثاتی واقعہ کی صورت ہوسکتی ہے جو شائد کبھی بھی وقوع پذیر نہ ہو۔

۲۔ بیمہ (انشورنس) کی اہمیت:

انسانی زندگی میں خطر (Risk) اور غیر یقینی کیفیت (uncertainity) روزمرہ کا معمول ہے۔ اور انسانی سرگرمیوں میں اس سے مفر ممکن نہیں ہے۔ انسان چھوٹے چھوٹے خطرات اور غیر یقینی کیفیتوں کو باآسانی برداشت کرلیتا ہے اور ان کا مقابلہ کرسکتا ہے البتہ معاشی سرگرمیوں میں بعض اوقات ان خطرات کے نتائج کا مقابلہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔

معاشی سرگرمیوں میں اس خطر (Risk) کی نوعیت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ کسی معاشی سرگرمی (مثلاً اشیاء کی تیاری اور فروخت) کے نتیجہ میں ایک فرد کو نفع بھی ہوسکتا ہے اور نقصان کا اندیشہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھی رہتا ہے۔ کیونکہ جو چیز آج پیدا کی جارہی ہے اور اس پر اخراجات آج کئے جارہے ہیں۔ ان کی فروخت کل (مستقبل) میں ہونی ہے۔ ممکن ہے اس شے کی قیمت لاگت سے زیادہ ہو اور پیداکار کو نفع حاصل ہو یا کم ہو اور پیداکار (Producer) کو نقصان کا سامنا کرنا پڑے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی کاروبار میں نفع کے علی الرغم نقصانات کا امکان موجود رہے اور ان نقصانات کا وقوع پذیر ہونا قابل پیائش بھی ہو۔ مثلاً کسی چیز کی پیداوار کے دوران اس شے کے ٹوٹنے پھوٹنے کے امکانات ہمیشہ رہتے ہیں۔ البتہ ان ٹوٹنے پھوٹنے والی اشیاء کی مقدار اور لاگت مختلف اوقات میں کم وبیش ہوسکتی ہے اور ظن وتخمینہ (Calculation) سے ایک مقررہ عرصہ وقت کے لئے اس کے وقوع پذیر ہونے کا اوسط معلوم کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً شیشے کا برتن بنانے والے کارخانے میں برتنوں کے ٹوٹنے کی سالانہ اوسط یا بحری جہازوں کے سمندر میں ڈوب جانے یا حادثہ پیش آنے کے امکانات یا صنعتی مزدوروں کے دوران کام زخمی ہونے کے امکانات وغیرہ۔

کاروبار میں خطرات کی یہ دوسری قسم ہی انشورنس کا ہدف بنتی ہے اور اس طرح کے کاروبار میں خطرات کا بیمہ کیا جاتا ہے۔ جس کا مقصد لوگوں کو سہولت فراہم کرنے اور ان کی کارکردگی میں اضافہ کرنے اور کاروباری خطرات کا سامنا کرنے کا حوصلہ پیدا کرتا ہے۔

بیمہ کا یہ طریقہ انسان کے لئے بڑا مفید ہے۔ جس میں متوقع کاروباری نقصانات اور خطرات کے مقابلے میں کاروباری افراد کو ایک گونہ تحفظ کا احساس ہوتا ہے۔ جس کی بناء پر وہ کسی پرخطر کاروبار میں بھی ہاتھ ڈالنے کی جرأت کرتے ہیں اور انسانی مصالح کی خاطر مختلف اشیاء کی پیدائش میں حصہ لیتے ہیں۔

اسلامی نظام معیشت میں جہاں کسی قسم کی ناجائز اور معاشرے کے لئے نقصان دہ سرگرمیوں کی اجازت نہیں ہے۔ اسی طرح جائز اور معاشرے کے لئے فائدہ مند اشیاء کو اپنانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ اس لحاظ سے انسانی مصالح کے تحفظ کے ضمن میں انشورنس کی اہمیت کے پیش نظر اسلامی معیشت میں سے اسے خارج نہیں کیا جاسکتا البتہ اس سلسلہ میں کسی قسم کے قمار (جوا) اور سود کے عناصر کی ملاوٹ سے بچنا ضروری ہے۔

انشورنس کی اہمیت کے بارے میں ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی لکھتے ہیں:

''انشورنس ایک بنیادی انسانی ضرورت ہے۔ یہ بات ان تمام حادثات اور ان کے مالی عواقب کے بارے میں درست ہے۔ جن سے ایک آدمی دوچار ہوسکتا ہے۔ اچانک موت' معذوری' علالت' بے روزگاری' آتش زدگی' سیلاب' ژالہ باری' غرقابی اور نقل وحمل سے متعلق حادثات اور ان کے نتیجے میں واقع ہونے والے مالی نقصانات کسی مخصوص اختیاری عمل' پیشے وغیرہ پر مبنی نہیں ہیں۔ ان کے نتیجے میں اکثر اوقات متاثر ہونے والا فرد اور اس کا خاندان حقیقی محتاجی میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ ان کے نتیجے میں بہر صورت افراد کی وہ معاشی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔ جس کا انحصار مال اور املاک پر ہے۔ یہ حقیقت اس کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تقاضا کرتی ہے کہ زندگی کے ایک بڑے دائرے میں انشورنس کو بنیادی انسانی ضرورت کا درجہ دیا جائے۔" (انشورنس اسلامی معیشت میں۔ص ۸۰۔۸۱)

۳۔ انشورنس کا ارتقاء:

انشورنس یا بیمہ کی ابتداء تاجروں اور کاروباری حلقوں نے کی۔ اور خاص طور پر بحری تجارت سے اس کا آغاز ہوا۔ جہاں تجارتی جہاز اور بادبانی کشتیاں طوفانوں میں گھر کر تباہ ہو جاتی تھیں۔ اور تاجر کنگال ہو جاتے تھے۔ ان ناگہانی خطرات اور نقصانات کا مقابلہ کرنے کے لئے بحری تاجروں نے بیمہ کا آغاز کیا۔ اور سب سے پہلے اندلس کی مسلم حکومت کے دور میں بحری تجارت کرنے والے مسلمان تاجروں نے اس کا آغاز کیا۔

آٹھویں صدی کے آخر میں مسلمانوں نے بحری سائنس کو بہت زیادہ ترقی دی اور بحر اوقیانوس میں ایک مضبوط بحری بیڑا تشکیل دیا اور عبدالرحمٰن نے سب سے پہلے مسلم سپین میں اس کا آغاز کیا اور باقاعدہ ایڈمرل کا تقرر کیا۔ جبکہ عبدالرحمٰن سوم کے زمانہ میں عرب نیوی مغربی اوقیانوس میں سب سے طاقتور بحری طاقت بن گئی۔ ان کے بحری جہاز بحرالکاہل سے مشرق میں چین' ایسٹ انڈیز (East Indies) اور فلپائن تک جاتے اور مغرب میں بحر اوقیانوس کے جزائر تک۔

بحری سفر کے دوران خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے انہوں نے شراکت کی بنیاد پر انشورنس کا نظام قائم کیا۔ اس طرح وہ جہازوں اور سامان (Cargo) کو مکمل طور پر Insure کرتے تھے۔ شراکت کی بنیاد پر قائم اس انشورنس کے نظام میں سود کا شائبہ تک نہ تھا۔ بحری سفر میں نقصان اٹھانے والوں کو کاروباری لوگوں کے مشترکہ فنڈ سے ہرجانہ ادا کیا جاتا تھا۔

انشورنس کی ایک شکل ہمیں رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب میں نظر آتی ہے مکہ کے تاجروں نے شام' عراق اور دوسرے ممالک کو جانے والے تجارتی قافلوں کے لٹ جانے یا نقصان ہونے کی صورت میں ان کی مدد کے لئے ایک فنڈ قائم کیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ خود تجارت کیا کرتے تھے۔ اس دوران ایک بڑا تجارتی قافلہ صحرا میں گم ہو گیا۔ صرف چند افراد بچے مشترکہ فنڈ کے ذمہ داران (Managing board) نے اس قافلہ کے زندہ بچ جانے والے افراد اور مرنے والوں کے اہل خانہ کو ان کے تجارتی مال' اور مر جانے والے اونٹوں اور گھوڑوں کی قیمت ادا کی۔ رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہؓ کے مال سے تجارت فرمایا کرتے تھے۔ آپؐ نے اپنی منافع میں سے فنڈ میں اپنا حصہ ادا کیا۔

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے۔ آٹھویں صدی کے آخر میں مسلمانوں نے انشورنس کے نظام کا آغاز کیا۔ یورپ میں چودھویں صدی تک اس نظام کے آثار نہیں ملتے۔ جب کہ چودھویں صدی میں اٹلی کے بحری تاجروں نے انشورنس کے نظام کو اپنایا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد ہالینڈ کے مالکان جہاز' بحری تاجروں' صناعوں اور زراعت پیشہ لوگوں نے انشورنس کے کاروبار کا آغاز کیا۔ اس کو اصطلاحاً گارنٹڈ ایسوسی ایشن (Guaranted Association) کا نام دیا گیا۔ اس نظام کے شرکاء کسی بھی حصہ دار کو پیش آنے والے نقصان کے مقابلہ میں "حصہ رسدی" کی ادائیگی کر کے فنڈز کو برقرار رکھتے تھے۔ بعد میں اس کی ترقی یافتہ شکل لائیڈز سسٹم (Lioyds) کہلائی۔ اس سے ملتا جلتا ایک اور نظام "مشترک نظام بیمہ" (Mutual Insurance) کا ہے۔ جس میں بیمہ دار ہی کاروبار کے حصہ دار ہوتے ہیں۔ موجودہ دور میں مقررہ پریمیم (Fixed Premium) کا نظام زیادہ مقبول ہے۔ جسے سرمایہ دارانہ نظام بیمہ (Capital form of insurance) کہا جاتا ہے۔ انشورنس کی سب سے ہمہ گیر شکل ریاستی انشورنس (State Insurance) کی ہے۔ جس کے تحت حکومت شہریوں کو خاص خاص حوادث اور مصائب کے مقابلہ میں تحفظ اور تلافی کے ذرائع بہم پہنچاتی ہے اور آجکے دور میں تو جان (Life)' مال (Property)' خاندان (Family) اور کاروبار (Business) سے متعلقہ کوئی مفاد ایسا نہیں ہے جس کا بیمہ نہ ہوتا ہو۔

بیمہ زندی (Life Insurance) کا آغاز انگلستان (Britain) سے ہوا۔ اور اس کی پہلی مثال ۱۵۸۳ء میں ملتی ہے۔ اور بیمہ داروں کے مفادات کے تحفظ کے لئے ۱۸۷۰ء میں لائف انشورنس ایکٹ منظور ہوا۔

۴۔ انشورنس پر علماء کرام کے اعتراضات:

بیمہ سے متعلق ایک سوال کے جواب میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں:[1]

"انشورنس کے بارے میں شرع اسلامی کی رو سے تین اصولی اعتراضات ہیں جن کی بنیاد پر اسے جائز نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔"

(الف) انشورنس کمپنیاں جو روپیہ پریمیم (Premium) کی شکل میں وصول کرتی ہیں اس کے بہت بڑے حصے کو وہ سودی کاموں میں لگا کر فائدہ حاصل کرتی ہیں اور اس ناجائز کاروبار میں وہ لوگ آپ سے آپ حصہ دار بن جاتے ہیں جو کسی شکل میں اپنے آپ کو یا اپنی کسی چیز کو ان کے پاس انشور (Insure) کراتے ہیں۔

(ب) موت یا حوادث یا نقصان کی صورت میں جو رقم دینے کی ذمہ داری یہ کمپنیاں اپنے ذمہ لیتی ہیں اس کے اندر قمار کا اصول پایا جاتا ہے۔

(ج) آدمی کے مرجانے کی صورت میں جو رقم ادا کی جاتی ہے۔ اسلامی شریعت کی روشنی میں اس کی حیثیت مرنے والے کے ترکے کی ہے۔ جسے شرعی وارثوں میں تقسیم ہونا چاہئے۔ مگر یہ رقم ترکے

---

[1] معاشیات اسلام' ابوالاعلیٰ مودودیؒ' صفحہ ۴۰۸۔۴۰۹

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی حیثیت میں تقسیم نہیں کی جاتی بلکہ اس شخص یا ان اشخاص کو مل جاتی ہے۔ جن کے لئے پالیسی ہولڈر (Policy Holder) نے وصیت کی ہو۔ حالانکہ وارث کے حق میں شرعاً وصیت ہی نہیں کی جاسکتی۔

''بے شک موجودہ زمانہ میں انشورنس کی بڑی اہمیت ہے اور ساری دنیا میں اس کا چلن ہے۔ مگر نہ اس دلیل سے کوئی حرام چیز ہوسکتی ہے اور نہ کوئی شخص یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے وہ سب حلال ہے۔ یا اسے اس بناء پر حلال ہونا چاہئے کہ دنیا میں اس کا چلن ہوگیا ہے۔ ایک مسلمان قوم ہونے کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم جائز و ناجائز میں فرق کریں اور اپنی معاملات کو جائز طریقوں سے چلانے پر اصرار کریں۔''

انشورنس کے کاروبار کو صحیح بنیادوں پر چلانے کے سلسلہ میں سید مودودیؒ لکھتے ہیں:

''رہا یہ سوال کہ انشورنس کے کاروبار کو اسلامی اصول پر کس طرح چلایا جاسکتا ہے تو اس کا جواب اتنا آسان نہیں ہے جتنا یہ سوال آسان ہے۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ ماہرین کی ایک مجلس جو اسلامی اصول کو بھی جانتی ہو اور انشورنس کے معاملات کو بھی سمجھتی ہو اس پورے مسئلہ کا جائزہ لے اور انشورنس کے کاروبار میں ایسی اصلاحات تجویز کرے جن سے یہ کاروبار چل بھی سکتا ہو اور شریعت کے اصولوں کی خلاف ورزی بھی نہ ہو۔''

جناب نعیم صدیقی لکھتے ہیں:[1]

''انشورنس کا موجودہ سسٹم جسے سرمایہ دارانہ نظام نے تشکیل دیا ہے ایک نظر فریب قسم کا نظام ظلم ہے۔ اس نظام ظلم کے تحت غریبوں سے اکٹھے کئے ہوئے سرمائے کا بھاری منافع بڑے بڑے کاروباری اداروں، بنکوں اور خود انشورنس کمپنیوں میں بٹ جاتا ہے۔ نیز بیمہ کمپنیوں کے ڈائریکٹر تو بڑی چیز ہوتے ہیں۔ ان کے ایجنٹ تک اتنے بڑے بڑے کمیشن اور سفر خرچ وصول کرتے ہیں۔ اونچے اونچے سرکاری عہدوں پر رہ کر اتنی کمائی نہیں کی جاسکتی۔ چند سال کی محنت سے جو ایجنٹ ایک مقررہ مدت میں وثیقہ دار (Policy Holder) فراہم کردیتا ہے۔ وہ پھر بقیہ ساری عمر بغیر کام کئے اچھے معیار کی زندگی گزار سکتا ہے۔'' (ص ۲۸)

''لائف انشورنس کا موجودہ نظام خالص اقتصادی لحاظ سے ایک نظام ظلم ہے جس کے پس پردہ اصل فائدہ تو وہی طبقہ اٹھاتا ہے۔ جس کے پاس پہلے ہی ضرورت سے زیادہ دولت سمٹ رہی ہے اور حقیر اور برائے نام مفاد عوام کا رکھا گیا ہے۔ جسے نفسیاتی سحر کاری اور حسابی جادوگری سے عوام کے سامنے من موہنے انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔

---

[1] بیمہ زندگی: اسلامی نقطہ نگاہ سے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیکن اگر ہم بحیثیت ایک سچے خدا پرست مسلمان کے اس مسئلے کو لیں تو ہمارے لئے اتنی بات جان لینا کافی ہے۔ کہ سودی کاروبار کی ہر شکل کو خدا اور رسولؐ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ کتاب الٰہی اس بارے میں بالکل ناطق اور حدیث نہایت صریح ہے۔ کیوں نہ ہم بغیر کسی تاویل کے یہ تسلیم کرلیں کہ سود پر چلنی والا نظام بیمہ اسلامی نہیں ہوسکتا۔ (ص:۲۹)

ڈاکٹر اسرار احمد انشورنس کمپنی کے بارے میں کہتے ہیں:

''گویا یہ فی الحقیقت سرمایہ داروں کی ایک کوآپریٹو ہے اس کے سوا کچھ نہیں یہ صرف سرمایہ داروں کے سرمایہ کا تحفظ ہے۔ اور ''کئی لایکون دولۃ بین الاغنیاء منکم'' کی جیتی جاگتی تصویر یہ سرمایہ داری کی لعنت کو تقویت پہنچانے والی شے ہے۔ جس کی حرمت کا اسلام نے فیصلہ فرمادیا ہے۔ [1]

مصری عالم دین استاد ابوزہرہ کی رائے میں انشورنس کی حقیقت:

''اگرچہ اس کی اصلیت تو تعاون محض تھی۔ لیکن اس کا انجام بھی ہر اس ادارہ کا سا ہوا۔ جو یہودیوں کے ہاتھ میں پڑا کہ یہودیوں نے اس نظام کو جس کی بنیاد ''تعاونوا علی البر والتقوی'' پر تھی' اسے ایک ایسے یہودی نظام میں تبدیل کردیا۔ جس مین قمار (جوا) اور ربو (سود) دونوں پائے جاتے ہیں۔ [2]

انشورنس کے موجودہ نظام پر علمائے کرام کے اٹھائے گئے اعتراضات کافی وزنی ہیں۔ ان اعتراضات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسلامی معاشیات کے ماہرین نے انشورنس کا متبادل خاکہ تیار کیا ہے۔ جس کے خدوخال درج ذیل ہیں:

۵۔ انشورنس کا متبادل نظام:

(الف) اسلامی نظام میں کفالت عامہ [3]

۱۔ کفالت عامہ کا مقصد محروم ومحتاج افراد کی ضروریات کی تکمیل ہے۔ مثلاً معاشرے کے ہر فرد کے لئے خوراک' لباس' مکان' علاج اور تعلیم کی سہولتیں۔ ایک اسلامی ریاست اپنی عوام کی ان تمام ضروریات کی فراہمی کی ذمہ دار ہے' اسلامی ریاست کے فرائض میں معاشی ترقی کا اہتمام کرنا اور تقسیم دولت میں پائے جانے والے تفاوت کو ختم کرنا بھی شامل ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی اسلامی ریاست کی ذمہ داری بنتی ہے۔ کہ لوگوں کو اچانک پیش آنے والے خطرات سے تحفظ اور مالی نقصانات کو پورا کرنے کا اہتمام کرے۔

---

[1] اسلام کا معاشی نظام' ص:۲۵۔

[2] اسلام اور جدید اقتصادی نظریات' صفحہ ۴۰۴۔

[3] انشورنس اسلامی معیشت میں: ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی' اسلامی پبلیکیشنز لمیٹڈ' لاہور۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ حکومت کی طرف سے کفالت عامہ کی ذمہ داری قبول کر لینے کے بعد لوگوں کے لئے انشورنس کرانے کی ضرورت ختم ہو جائے گی۔ جب کہ حکومت اس مقصد کے لئے فنڈز مختلف طریقوں سے حاصل کر سکتی ہے' مثلاً زکوٰۃ وعشر سے حاصل ہونے والی آمدنی اور دیگر اضافی ٹیکسوں کے ذریعے۔ جب کہ ملازمین اور مزدوروں کو پراویڈنٹ فنڈ اور پنشن وغیرہ کی اسکیموں کے ذریعے ریٹائرمنٹ یا معذوری کی صورت میں جو مالی تحفظ حاصل ہے۔ اس کو جاری رکھا جائے' اگر یہ ان کی کفالت کے لئے کم ہو تو ان کی ضروریات کی فراہمی بھی بیت المال سے کر دی جائے۔

۳۔ نظام کفالت عامہ کی موجودگی کے باوجود جو لوگ اپنی معیار زندگی کو قائم رکھنے' معاشی کارکردگی کی بحالی اور کاروباری امکانات کو برقرار رکھنے کے لئے مختلف قسم کے نقصانات کا بیمہ کروانا چاہیں اور اس مقصد کے لئے بچت کرنے اور پریمیم ادا کرنے پر تیار ہوں' ان کے لئے اسلامی ریاست کے زیر اہتمام انشورنس کا کام نیم آزاد کارپوریشنوں سے لیا جائے۔

۴۔ پس ایک اسلامی ریاست سوشل انشورنس کا اہتمام کرے اور خاص طور پر لائف انشورنس اور جنرل انشورنس کا کام کرنے کی اجازت حاصل ہو۔ کیونکہ انشورنس کے کاروبار کو مکمل طور پر نجی ہاتھوں میں دینے سے عوام کے استحصال کے امکانات زیادہ ہیں۔ اس کے علاوہ جن خطرات کے پیش نظر بیمہ کروایا جاتا ہے۔ ان خطرات کو روکنے کے لئے اقدامات کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ مثلاً آتش زدگی' سڑکوں کے حادثات' صنعتی حادثات' مہلک امراض سے خطرات کا موثر تدابیر اختیار کر کے مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ پس ان خطرات کو روکنے کے لئے تدابیر اور خطرات واقع ہونے پر ان کی مالی تلافی ایک ہی ہاتھوں یعنی ریاست کی طرف سے انجام پائے' تو منظم انداز سے اس انسانی ضرورت کو پورا کیا جا سکتا ہے۔

۵۔ مخصوص صنعتوں' پیشوں اور سرگرمیوں کے دائرہ میں انشورنس کا کام نجی کاروباری اداروں' انجمن امداد باہمی کی طرز کے اداروں پر چھوڑ دیا جائے۔ اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ انسانی تمدن کی ترقی اور پیداواری عمل کی وسعتوں کے نتیجہ میں انشورنس کی جو ضرورت نئے دائروں میں پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اس ضرورت کو نجی ادارے پورا کر سکیں گے۔ نجی اداروں میں مقابلہ کے نتیجہ میں ان کی کارکردگی بہتر ہوگی۔ اور اگر یہ ادارے عوام کا استحصال کر رہے ہوں تو ان کو قومی تحویل میں بھی لیا جا سکتا ہے۔

۶۔ نجی انشورنس کمپنیوں کو اس بات کا پابند بنایا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی ریزرو (Reserve) کا ایک حصہ ریاستی اسناد قرض کی صورت میں رکھیں۔ اور اپنی قابل استعمال سرمایہ کا ایک حصہ "ریاستی حصص شرکت" خریدنے پر صرف کریں۔

۷۔ نجی انشورنس کمپنیوں کو اس بات کا پابند بنایا جائے کہ وہ اپنے کام میں ایسے طریقوں سے اجتناب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کریں' جن کا لازمی نتیجہ رہا' قمار (جواء) غرر (دھوکا) یا ضرر رسانی کی صورت میں نکلے۔ پس نجی ادارے اپنی پاس جمع شدہ رقوم کو غیر سودی بنیادوں پر کاروبار میں لگا کر نفع کما سکتی ہیں۔

۶۔ انشورنس کی مجوزہ تنظیم [1]

(الف)۱۔ زندگی کا بیمہ ریاست کے زیر اہتمام عمل میں لایا جائے' اور اس کو کفالت عامہ کے نظام سے منسلک کر دیا جائے کہ خطرہ پیش آنے کی صورت میں حاجت مند افراد کو اتنی مالی امداد ملنے کی ضمانت فراہم کی جائے' جس سے اس فرد اور اس کے متعلقین کی ضروریات زندگی پوری ہو سکیں۔ اس مقصد کے لئے افراد سے کوئی پریمیم بھی نہ لیا جائے۔

۲۔ جب انسانی زندگی کو خطرہ اور معذوری کا خطرہ کسی صنعتی حادثہ یا کسی آجر کی سرکردہ ذمہ داری کی انجام دہی کی وجہ سے ہو تو اس صورت میں نقصان کی تلافی آجر کے ذمہ ہو۔

۳۔ کفالت عامہ کے اس نظام کے ساتھ ساتھ اگر کچھ لوگ اپنی یا خاندان کی معاشی کارکردگی کی بحالی کے لئے بیمہ کرانا چاہیں تو ان کو اس مقصد کے لئے ریاست زیر اہتمام اداروں میں یہ سہولت حاصل ہونی چاہئے۔ پس بیمہ زندگی' طبی انشورنس اور اکثر حادثات سے انشورنس ریاست کی تحویل میں ہو۔

(ب)۱۔ مال و املاک سے وابستہ خطرات کے انشورنس کا اہتمام بھی ریاست کرے۔ اور ان خطرات کو روکنے کے لئے ہر قسم کی انسدادی تدابیر بھی ریاست خود کرے' تاکہ ان خطرات سے حتی الامکان محفوظ رہا جا سکے۔ ان انسدادی تدابیر کے نتیجہ میں ہر فرد کو ان خطرات سے محفوظ رکھنے میں مدد ملنی چاہئے تاکہ کچھ مخصوص افراد ہی ان سے استفادہ کر سکیں۔

۲۔ ان انسدادی تدابیر کے ہوتے ہوئے بھی اگر کچھ لوگ انشورنس کروانا چاہیں تو افراد کو اس بات کا موقع دینا چاہئے کہ وہ ان خطرات سے وابستہ مالی نقصانات کے پیش نظر پریمیم کی ادائیگی کر کے انشورنس کروا سکیں۔ ایسی صورت میں نقصان کی تلافی کے طور دی جانے والی رقم کا تعین پہلے سے طے شدہ معاہدہ کی روشنی میں ہونا چاہئے۔ جس کے مطابق انشورنس کروانے والا فرد پریمیم ادا کرنے کی ذمہ داری لیتا ہے۔

۳۔ مال و املاک کے نقصان کی صورت میں اگر حاجت مندی کی صورت پیدا ہو تو کفالت عامہ کے نظام کے تحت افراد کو ضرورت بھر امداد ملنی چاہئے۔ اس مقصد کے لئے کوئی بھی فرد پریمیم ادا نہیں کرے گا۔

۴۔ کفالت عامہ کے نظام کے علاوہ افراد اپنے مال و املاک کی انشورنس پریمیم ادا کرنے کی

---

[1] انشورنس اسلامی معیشت میں: ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی' اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ' لاہور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

استطاعت کے مطابق املاک کی پوری مالیت یا اس کے کسی جزو کا انشورنس کروا سکیں گے۔

۵۔ مصالح عامہ کے پیش نظر بہتر ہوگا کہ صنعتی کارخانوں' بحری جہازوں' دکانوں اور رسل و رسائل کے ذرائع مثلاً ہوائی جہاز' موٹر کار' بحری جہاز وغیرہ کا انشورنس لازمی ہو۔ اس طرح سے رہائشی مکانات کے معاملہ میں بھی انشورنس کا اہتمام کیا جائے۔

۶۔ مال و املاک کی کم اہم قسموں کے انشورنس کے سلسلے میں انشورنس کے نجی اداروں کی طرف رجوع کرنے کی اجازت دی جانی چاہئے۔

(ج) ا۔ ذمہ داریوں (responsiblities) حقوق و مفادات اور عام معاہدات سے متعلق انشورنس تمام مروجہ اور ممکن اقسام میں سے ہر ایک کا الگ الگ تفصیلی جائزہ لے کر فیصلہ کیا جانا چاہئے۔ کہ ان کا انشورنس سرکاری سطح پر کیا جائے' یا نجی سطح پر یا لوگ دونوں طرف رجوع کر سکیں گے۔

مثلاً بنکوں میں کھاتہ داروں کی جمع کردہ رقوم کا انشورنس نظام بنک کاری کا جزو ہونا چاہئے۔ اور مرکزی بنک اس کی ضمانت فراہم کرے۔ جبکہ عام تجارتی ادھار لین دین سے متعلق انشورنس کا کام انشورنس کے نجی اور تعاونی اداروں کے لئے چھوڑ دیا جائے۔

۲۔ اس ضمن میں یہ بات لازماً ملحوظ رکھی جائے کہ اس کاروبار میں قمار اور سود کو در آنے کا موقع نہ ملے۔

۷۔ بیمہ زندگی اور انشورنس کے نجی ادارے

بیمہ زندگی اور بیمہ کی دوسری صورتوں میں سے حرمت کا پہلو ختم کرنے اور انشورنس کے کاروبار کو صحیح خطوط پر چلانے کے درج ذیل امور پر عمل درآمد کرنا ضروری ہے۔[1]

ا۔ ریاست نجی بیمہ کمپنیوں کے زر ضمانت (Reserves) کو اپنی کسی سرکاری یا نیم سرکاری صنعتی یا تجارتی کاروبار میں شراکت کے اصول پر لگا دے اور انشورنس کمپنی کو متعین (Fixed) منافع کے بجائے متناسب منافع (جو معاہدہ شراکت میں طے ہو) دے۔

۲۔ انشورنس کمپنی اپنے دوسرے سرمایہ کو بھی سودی قرضوں اور سودی لین دین کے بجائے منافع بخش کاروبار میں لگائے۔ اور کسی صورت میں بھی کمپنی کے سرمایہ کا کوئی بھی حصہ سودی کاروبار میں نہ لگایا جائے۔

۳۔ زندگی کا بیمہ صرف ان لوگوں کا قبول کیا جائے جو دو باتوں کو تسلیم کر لیں۔ ایک یہ کہ ان کی موت کے بعد صرف ان کی جمع شدہ رقم ہی وارثوں میں تقسیم کی جائے گی۔

۴۔ بیمہ کرانے والوں میں سے جو لوگ اپنی رقوم پر منافع چاہتے ہوں ان کا روپیہ ان کی اجازت سے

---

[1] معاشیات اسلام: سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ' اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ' لاہور' ص ۴۱۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی قسم کے تجارتی کاموں میں حصہ داری (شراکت اور مضاربت) کے اصول پر لگا دیا جائے۔

کتابیات

۱۔ انشورنس: اسلامی معیشت میں' ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی' اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ' لاہور۔

۲۔ معاشیات اسلام' سید ابوالاعلیٰ مودودی' اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ' لاہور۔

۳۔ بیمہ زندگی: اسلامی نقطہ نگاہ سے' نعیم صدیقی' اسلامک پبلیکیشنز' لاہور۔

۴۔ اسلام کا معاشی نظام' ڈاکٹر اسرار احمد' مرکزی انجمن خدام القرآن' لاہور۔

۵۔ اسلام اور جدید اقتصادی نظریات۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حصہ ہشتم

زکوٰۃ اور مالیاتی پالیسی

(Zakat and Fiscal Policy)

باب ۱۶ زکوٰۃ اور مالیاتی پالیسی

حصہ اول: مالیاتی پالیسی

حصہ دوم: بیت المال

حصہ سوم: اسلام میں ٹیکسوں کا تصور

حصہ چہارم: اسلامی معیشت میں سرکاری اخراجات

ضمیمہ: گذشتہ سالوں میں پاکستان میں نظام زکوٰۃ کا جائزہ

باب ۱۷ اسلامی ریاست کا معاشی کردار

* اسلامی ریاست
* اسلامی ریاست کا معاشی کردار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۶

۱۔ زکوٰۃ اور مالیاتی پالیسی
(Zakat and Fiscal Policy)
اور بیت المال کا اسلامی تصور

۱۹۳۰ء کی عالمی کساد بازاری سے پہلے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ معیشت ہمیشہ مکمل روزگار کی حالت میں رہتی ہے۔ اور افراط زر پیدا نہیں ہوسکتا۔ اس لئے معیشت میں حکومتی مداخلت کا کوئی جواز نہیں۔ لیکن عالمی کساد بازاری کے حالات میں کینز ین ریولوشن (Revolution) کی بناء پر حکومتی مداخلت کی اہمیت کو تسلیم کیا جانے لگا۔ کیونکہ ان حالات میں بے روزگاری اور افراط زر میں مسلسل اضافہ' معاشی پسماندگی' دولت کی غیر منصفانہ تقسیم اور ادائیگیوں کے توازن میں خسارہ جیسے مسائل بغیر حکومتی مداخلت کے حل ہوتے نظر نہ آتے تھے۔ اس لئے مختلف ممالک نے مالیاتی پالیسی کے ذریعے ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی۔

اس باب کو درج ذیل چھ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

حصہ اول: مالیاتی پالیسی'

حصہ دوم: بیت المال'

حصہ سوم: اسلام میں ٹیکسوں کا تصور'

حصہ چہارم: اسلامی معیشت میں سرکاری اخراجات'

ضمیمہ: گذشتہ سالوں میں پاکستان میں نظام زکوٰۃ کا جائزہ۔

حصہ اول: مالیاتی پالیسی

۱۔ مالیاتی پالیسی کا مفہوم

''حکومت کے وہ تمام اقدامات اور انتظامات جن کا تعلق حکومت کی آمدنی اور اخراجات سے ہو انہیں مالیاتی پالیسی کہا جاتا ہے۔''

سیمول سن (P.A. Samuelson) کے مطابق آمدنی حاصل کرنے اور اخراجات کرنے کے تمام طریقے' سرگرمیاں اور اقدامات مالیاتی پالیسی کہلاتے ہیں۔ اس پالیسی کا سب سے بڑا مقصد افراط زر اور تفریط زر کے بغیر مکمل روزگار کا معیار قائم رکھنا ہوتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ مالیاتی پالیسی کے آلات (Instruments of Fiscal Policy)

۱۔ سرکاری اخراجات (Government Expenditures)

۲۔ ٹیکس (Tax): بلاواسطہ (Direct) اور بالواسطہ (Indirect)

۳۔ تمویل خاسر (Deficit Financing)

۴۔ اعانے (Subsidies)

۵۔ انتقالی ادائیگیاں (Transfer Payments)

۳۔ مالیاتی پالیسی کے مقاصد (Objectives)

۱۔ قیمتوں میں استحکام۔ افراط زر اور تفریط زر کے حالات کو ختم کرنا۔

۲۔ صرف کا خاص معیار برقرار رکھنا۔

۳۔ تقسیم دولت میں آمدنیوں کے فرق کو کم کرنا۔

۴۔ معاشی ترقی کے لئے اقدامات کرنا۔

۵۔ کامل روزگار کی سطح حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔

۶۔ توازن ادائیگی (Balance of Payments) میں خسارہ کو دور کرنا۔

۴۔ اسلامی ریاست اور اس کی مالیاتی پالیسی

اسلامی ریاست کے مقاصد (Objective): منظر کہف کے مطابق اسلامی ریاست کے مقاصد خلافت کی بنیاد پر قائم ہونے والی ریاست کے کردار سے اخذ ہوں گے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مذہب کا تحفظ' اسلامی ریاست کی زمین اور عوام کا دفاع اور اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کی جدوجہد۔

۲۔ سرکاری انتظامیہ کا قیام' امان وامان کا قیام اور عدالتوں کا قیام۔

۳۔ عوام کے لئے روزگار کے مناسب مواقع فراہم کرنا' ان کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرنا اور ان کی اور بحیثیت مجموعی پورے معاشرے کی خوشحالی میں اضافہ۔ معیشت میں توازن' استحکام اور تقسیم دولت جیسے مسائل کو حل کرنا۔

۴۔ سرکاری املاک کا پورے معاشرے کے مفاد میں انتظام کرنا۔

۵۔ انفرادی اور اجتماعی طور پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی انجام دہی۔

۵۔ اسلامی ریاست کی مالیاتی پالیسی کے مقاصد:

اسلامی ریاست میں مالیاتی پالیسی کے بھی بنیادی طور پر وہی مقاصد ہیں جو ایک سیکولر ریاست کے ہیں۔ یہ درج ذیل ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔ بے روزگاری کا خاتمہ
۲۔ دولت کا عادلانہ تقسیم
۳۔ معاشی استحکام
۴۔ تیز تر معاشی ترقی

ایک اسلامی ریاست میں مالیاتی پالیسی زیادہ اہمیت کی حامل ہے کیونکہ سود حرام ہونے' مال و دولت جمع کرنے کی ممانعت اور سٹہ بازی (Speculative motive for demand of money) پر پابندی کی وجہ سے زری پالیسی اغلباً زیادہ موثر نہ ہوگی۔ جبکہ اسلامی معیشت میں مالیاتی پالیسی کا سب سے بڑا آلہ (instrument) زکوۃ ہے جبکہ اس کے بعد ٹیکس ہوں گے۔

ڈاکٹر منور اقبال اور ڈاکٹر فہیم خان کے مطابق اسلامی معیشت میں مالیاتی پالیسی کے مقاصد' سیکولر معیشت کے مقاصد سے اپنی تفصیلات (interpretation) اور (Emphasis) کے لحاظ سے مختلف ہوں گے۔ معاشی جدوجہد کا مقصد انسانی فلاح کو زیادہ سے زیادہ کرنا ہے سیکولر معیشت میں انسانی فلاح سے مراد صرف دنیاوی فوائد کا حصول ہے' جبکہ اسلامی اصطلاح میں فلاح صرف اس دنیا تک محدود نہیں ہے' بلکہ اخروی زندگی میں فلاح کا حصول بھی اس میں شامل ہے۔ اور اسلامی معاشی نظام میں اسلامی معاشی اقدار کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

پس اسلامی معیشت میں:

(الف) ذرائع کی بہترین تخصیص' (Efficient Allocation of Resources)
(ب) آمدنی کی منصفانہ تقسیم جس کے لئے زکوۃ بہترین آلہ کار ہے' اور
(ج) افراط زر کے بغیر مکمل روزگار کا حصول۔

(Zakat in Islam has built in redistributive mechanism)

اسلامی معیشت میں مالیاتی پالیسی کے اہم مقاصد ہیں۔

عابدین سلامہ اسلامی مالیاتی و زری پالیسی کے درج ذیل چار مقاصد بیان کرتے ہیں:۔

۱۔ ذرائع کی تخصیص (Resource Allocation)
۲۔ معاشی استحکام (Economic Stability)
۳۔ قابل قبول شرح ترقی (Acceptable Growth Rate)
۴۔ آمدنی و دولت کی منصفانہ تقسیم (Just Distribution of Income and Wealth)

عمر چھاپرا زری پالیسی کے حوالہ سے مکمل روزگار (Full Employment) اور "وسیع تر معاشی فلاح" (Broad Based Economic Wellbeing) کو بھی شامل کرتے ہیں۔ جبکہ ایف۔ آر۔ فریدی کے نزدیک مالیاتی پالیسی کے مندرجہ ذیل مقاصد ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۱) انصاف اور مساوات (Justice and Equity)

(۲) معاشرے کی سماجی و معاشی ضروریات کی فراہمی اور سماجی و معاشی فلاح

(۳) معاشی ترقی

(۴) معاشرے کے سماجی ڈھانچہ کا ارتقاء

۶۔ زکوٰۃ بطور آلہ مالیاتی پالیسی (Zakat as an Instrument of Fiscal Policy)

اسلامی زری پالیسی کی بنیاد سود کے خاتمہ پر ہے۔ جبکہ اسلامی مالیاتی پالیسی کا اہم ترین جزو زکوٰۃ (اور عشر) ہے جو ایک عبادت ہے۔ اور بنیادی ارکان اسلام میں سے ہے۔ ان معنوں میں زکوٰۃ کو ٹیکس نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ اس کے معاشی اثرات ٹیکسوں سے مختلف ہیں۔

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں تفصیلاً بیان ہو چکا ہے کہ زکوٰۃ اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہے اور قرآن میں اس کے فرضیت کے بارے میں بے شمار آیات موجود ہیں۔ البتہ اس کی تفصیلات رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی روشنی میں ہمارے سامنے آئیں ہیں۔ مثلاً قرآن پاک نے زکوٰۃ کی شرح اور نصاب بیان نہیں کیا۔ اس کی تفصیل احادیث میں موجود ہے۔ فقہاء کی رائے یہ ہے کہ احادیث میں بیان کی گئی زکوٰۃ کی شرحیں تبدیل نہیں کی جا سکتیں۔

زرعی پیداوار پر زکوٰۃ کو اصطلاح میں عشر کہا جاتا ہے۔ عشر کی شرح بھی شریعت میں متعین کر دی گئی ہے' جو بارانی زمین پر دس فیصد اور مصنوعی آبپاشی سے سیراب شدہ اراضی (Irrigated lands) پر پانچ فیصد ہے۔

بیت المال میں جمع شدہ مال زکوٰۃ کا حساب کتاب دوسری مدات سے مختلف ہوگا۔ کیونکہ زکوٰۃ کی تقسیم صرف آٹھ مختلف مدات میں ہی کی جا سکتی ہے۔ (جیسا کہ گذشتہ ابواب میں اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے) حکومت اپنی مرضی سے ان مدات میں تبدیلی نہیں کر سکتی۔ مال زکوٰۃ کا اہم ترین مصرف غرباء اور مساکین کی اعانت ہے۔ اس بناء پر اسلامی مالیاتی پالیسی کے مقاصد حاصل کرنے کے لئے زکوٰۃ کو پالیسی کنٹرول کے طور پر آزادانہ طریقے سے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

علاوہ ازیں مال زکوٰۃ کو اسی علاقہ میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ جہاں سے زکوٰۃ وصول کی جائے۔ لیکن اگر اس علاقہ کے لوگوں کی ضروریات پوری ہو جائیں تو مال زکوٰۃ دوسرے علاقوں میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔

امام ابو عبید کتاب الاموال میں بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن بھیجا تو وہ جندل میں رہے' تا آنکہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے انتقال کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس آئے' حضرت عمرؓ نے بھی انہیں یمن بھیجا۔ اس کے بعد حضرت معاذؓ نے حضرت عمرؓ کو زکوٰۃ کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آمدنی کا ایک تہائی حصہ بھیجا۔ جس پر حضرت عمرؓ نے اعتراض کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے تمہیں مال جمع کرنے کے لئے نہیں بھیجا ہے بلکہ اس لئے مامور کیا ہے کہ تم امیر لوگوں سے وصول کر کے وہیں کے ضرورت مندوں میں تقسیم کرو۔ اس پر حضرت معاذؓ نے فرمایا۔ میں نے جو کچھ آپؓ کو بھیجا ہے۔ یہاں مجھے اس کا مستحق نہیں ملا اس لئے بھیجا ہے۔ آئندہ سال حضرت معاذؓ نے نصف زکوٰۃ روانہ فرمائی اور حضرت عمرؓ اسی تامل کا اظہار کیا اور معاذؓ نے وہی جواب دیا۔ بعد ازاں تیسرے سال حضرت معاذؓ نے پوری زکوٰۃ روانہ کردی اور حضرت عمرؓ نے اسی طرح اعتراض کیا۔ جس پر حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ اب یہاں ایک بھی مستحق زکوٰۃ باقی نہیں رہا اس سے معلوم ہوا کہ جس علاقے سے زکوٰۃ وصول ہو وہیں کے مستحقین پر صرف ہونی چاہئے لیکن اگر مستحقین باقی نہ رہیں تو زکوٰۃ کا منتقل کرنا جائز ہے۔

دریں اثناء زکوٰۃ کو جمع کر کے نہیں رکھا جاسکتا کہ ایک سال اگر مال زکوٰۃ زائد از ضرورت ہے یا مالیاتی پالیسی کا تقاضا ہے کہ معیشت میں استحکام (Stabilization) کے لئے زکوٰۃ کی آمدنی کو محفوظ رکھا جائے اور آئندہ بوقت ضرورت استعمال میں لایا جائے۔ شریعت اس بات کی اجازت نہیں دیتی بلکہ شریعت کا تقاضا تو یہ ہے کہ اگر قومی (National) ضروریات پوری ہو چکی ہیں تو زکوٰۃ کی زائد آمدنی کو بین الاقوامی طور پر منتقل کردیا جائے (یعنی International transfer of Zakat Surplus) پروفیسر تاج الدین کے مطابق یہ چیز زکوٰۃ کے استحکام معیشت کے کردار کو محدود کرتی ہے جیسا کہ اوپر کی روایت میں بیان ہوا۔ حضرت معاذؓ نے زکوٰۃ کی تقسیم کے بعد زائد از ضرورت زکوٰۃ کو جمع رکھنے کے بجائے حضرت عمرؓ کے پاس بھجوا دیا۔

ان حقائق کی روشنی میں اب ہم زکوٰۃ کے بطور آلہ مالیاتی پالیسی کردار کا جائزہ لیتے ہیں کہ زکوٰۃ کس طرح معیشت میں مالیاتی پالیسی کے مقاصد حاصل کرنے میں مدد دیتی ہے۔

۱۔ دولت کی منصفانہ تقسیم:

زکوٰۃ میں دولت کی تقسیم نو کا خودکار نظام پایا جاتا ہے: (In Zakat, Islam has a built in redistributive mechanism) اسلام ارتکاز دولت کو پسند نہیں کرتا۔ اور گردش دولت میں اضافہ اور ارتکاز دولت کے خاتمہ کے بہت سے اقدامات تجویز کرتا ہے تاکہ معاشرے میں دولت اور آمدنی کی تقسیم منصفانہ ہو سکے۔ ایف آر فریدی نے تجویز دی ہی کہ غربت کی لکیر (Poverty line) سے نیچے والے لوگوں کو منفی ٹیکس (Negative tax) دیا جائے[1]۔ زکوٰۃ دولت کو اسی طریقہ سے غرباء کو منتقل کرنے کا ذریعہ ہے۔

۲۔ افراط زر کے بغیر مکمل روزگار کا حصول:

زر کی قدر میں استحکام اسلامی معاشی نظام کی کامیابی کے لئے از حد ضروری ہے۔ اس کے ساتھ

---

[1] امداد و اعانت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ساتھ مکمل روزگار اور ہر مسلم کو باعزت روزگار کی فراہمی اسلامی ریاست کا مطمع نظر ہے۔ مروجہ سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں قدر زر کو مستحکم کرنے کے لئے شرح سود میں تبدیلی اور کھلے بازار کے عمل (Open market operation) جیسے آلات استعمال کئے جاتے ہیں۔ اسلامی معاشی نظام میں سود پر پابندی کی وجہ سے زری پالیسی اس مقصد کے حصول میں بہت زیادہ معاون نہ ہوگی۔ اسی لئے ایم ایم متولی کے خیال میں افراط زر کے بغیر مکمل روزگار کے حصول کا مقصد مالیاتی پالیسی کے ذریعہ موثر انداز میں حاصل ہو سکے گا۔ نہ صرف نظام زکوٰۃ کے نتیجہ میں اسلامی معیشت میں مختتم میلان صرف (MPC) اور اوسط میلان صرف (APC) زیادہ ہوں گے بلکہ سرمایہ کاری رخنہ (Investment gap) بھی آمدنی کی ہر سطح پر کم تر ہوگا۔

اوپر بیان کردہ دونوں حقائق کی روشنی میں اسلامی معیشت میں مجموعی طلب (Aggregate demand) میں اضافہ ہوگا۔ جس کے نتیجہ میں روزگار میں اضافہ ہوگا۔

یہاں پر کہا جاسکتا ہے کہ زیادہ منصفانہ تقسیم دولت کے نتیجہ میں مختتم میلان صرف اور اوسط میلان صرف میں شاید اضافہ نہ ہو۔ اس کی ایک وجہ اسلامی معاشرہ میں اسراف پر پابندی ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ موجود ہے۔ کہ جب اسراف نہیں ہوگا تو اس کے نتیجہ میں جو وسائل فراہم ہوں گے۔ وہ بجائے خود بے روزگاری کو کم کرنے میں مدد دیں گے۔ علاوہ ازیں یہ حقیقت بھی اپنی جگہ موجود ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے شامل حال ہونے کی وجہ سے مطلوبہ نتائج خود بخود حاصل ہونا شروع ہو جائیں گے۔ جیسا کہ شروع میں حضرت معاذ بن جبلؓ کے واقعہ میں بیان ہو چکا ہے کہ جب نظام زکوٰۃ اپنی روح کے ساتھ نافذ کیا گیا تو تین سالوں میں یہ صورت پیدا ہوگئی کہ یمن میں کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ رہا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں تو وسیع و عریض اسلامی ریاست میں کوئی ایک شخص بھی مستحق زکوٰۃ نہ ملتا تھا۔ اس بناء پر "فضل اللہ کا عنصر" بھی اسلامی ریاست اور اسلامی معیشت میں اپنا کردار ادا کرے گا۔

جبکہ سرمایہ کاری رخنہ کے بارے میں اوپر عرض کیا گیا ہے کہ ہر سطح آمدنی پر کم ہوگا۔ اور سرمایہ کاری کی طلب ایک متوقع شرح سرمایہ پر زیادہ ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ نظام زکوٰۃ دولت کی ذخیرہ اندوزی (Hoarding) کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اور سرمایہ کاری کو مہمیز لگاتا ہے۔ اس وجہ سے بھی سرمایہ کاری اور اس کے نتیجہ میں روزگار میں اضافہ ہوگا۔ اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی وہ احادیث ہیں جن میں ترغیب دی گئی ہے۔ کہ یتیموں کا مال ایسے مت رکھ چھوڑو کہ اس کو زکوٰۃ کھا جائے بلکہ اس کو کاروبار میں لگاؤ۔

۳۔ ذرائع کی تخصیص پر زکوٰۃ کے اثرات:

مالیاتی پالیسی کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ذرائع کی ایسی بہترین تخصیص (Efficient

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(Allocation of Resources) ہے جس کے نتیجے میں معاشرہ زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کر سکے۔ اسلامی ریاست میں جب ہم ذرائع کی بہترین تخصیص (Efficient Allocation of Resources) کی بات کرتے ہیں تو بہترین یا بااثر (Efficient) سے ہماری مراد مادی اور روحانی ضروریات وخواہشات میں ہم آہنگی ہوتی ہے' اس بناء پر ہم ذرائع کی بہترین تخصیص کی تعریف ان الفاظ میں کر سکتے ہیں:

> Thus an optimum allocation of resources may be defined as the one that establishes an equilibrium between moral and economic imperatives.

اخلاقی ضروریات کی فراہمی تو زیادہ تر رضا کارانہ شعبہ کی طرف سے ہوگی۔ جبکہ معاشی ضروریات کی فراہمی زیادہ تر مارکیٹ کے ذریعہ ہوگی' لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ نجی شعبہ کا عمل دخل اخلاقی ضروریات کی فراہمی کے سلسلہ میں صفر ہوگا۔ یا رضا کارانہ شعبہ (Voluntary Sector) کے کوئی معاشی اثرات نہ ہوں گے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نجی شعبہ منافع کے حصول کی خاطر معاشی ضروریات یا معاشی مقاصد کے حصول کے لئے جدوجہد کرے گا تو رضا کارانہ شعبہ نجی شعبہ کے پیدا کردہ شگاف (Lapses) کو پر کرنے کی کوشش کرے گا۔ جبکہ سرکاری شعبہ (Public Sector) نہ صرف ان دونوں شعبوں کی بہترین کارکردگی کے لئے مدد دے گا بلکہ دونوں مقاصد کے حصول کو یقینی بنائے گا۔

سرکاری شعبہ یا حکومت رضا کارانہ شعبہ کے اخراجات کو ضروریات کے مطابق ڈھالنے کا بندوبست عوامی بیداری (Educate) کے ذریعے کرے گی۔ اور رضا کارانہ شعبہ کو غرباء کی ضروریات سے آگاہ کرے گی۔ مزید برآں زکوٰۃ وصدقات کی تقسیم کب' کہاں اور کیسے ہو اس سلسلہ میں معلومات فراہم کرے گی۔ اس کے علاوہ ٹیکسوں' اعانوں (Subsidies) وغیرہ میں تبدیلی کے ذریعے اثر انداز ہوگی۔

۴۔ استحکام معیشت اور زکوٰۃ (Stabilization and Zakat)

تیسری دنیا کے ترقی پذیر اسلامی ممالک کی معیشتوں کو اندرونی طور پر تجارتی چکروں (Trade cycles) کا سامنا نہیں ہوتا۔ بلکہ ان ممالک میں (Recession) اور افراطی رخنے (Inflationary Gap) دوسرے ممالک کے ساتھ تجارت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان مسلم ممالک کو رکودی افراط زر (Stagflation) کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جو کہ افراط زر کے دباؤ کا نتیجہ ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی اور اس کے ساتھ ساتھ مہنگی ہوتی ہوئی پیداوار' اشیاء و خدمات کی طلب و رسد میں بڑا رخنہ (Gap) چھوڑ جاتی ہے۔ علاوہ ازیں افراط زر کے برے اثرات بچت اور سرمایہ کاری پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔

معیشت میں استحکام کے لئے رکودی افراط زر (Stagflation) کو ختم کرنا ضروری ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ افراطی رخنہ کو پر کئے بغیر معیشت میں استحکام کی منزل کا حصول ممکن نہیں ہوسکتا۔ اس مقصد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے لئے اختیار کی گئی استحکام کی پالیسی (Stabilization Policy) کا مقصد اور طریق کار مکمل روزگار کے حصول کے لئے مسلسل (Steadily) کوشش میں مضمر ہے۔ اس کے لئے استحکام کی پالیسی کو اس طرح ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔ جس کے ذریعے صرف' بچت اور سرمایہ کاری میں ایسی تبدیلیاں لائی جاسکیں جو مندرجہ بالا مقاصد کے حصول میں معاون ثابت ہوں۔

اس پالیسی کے لئے دیگر آلات کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ ایک اہم عامل کی حیثیت سے آلہ استحکام (Stabilizing agent) کا کام انجام دے گا۔ زکوٰۃ کا کردار معیشت میں اندرونی مستحکم کنندہ (Inbuilt fiscal stabilizer) کا ہوگا اور Discretionary fiscal stabilizer کا کام انجام دے گا۔ صرف' بچت اور سرمایہ کاری وغیرہ پر زکوٰۃ کے اثرات کا جائزہ درج ذیل سطور میں پیش کیا جاتا ہے۔

(الف) زکوٰۃ اور صرف (Impact of Zakat on Consumption)

کینزین تھیوری (Keynsian Theory) میں صرف حقیقی آمدنی کا تفاعل ہے۔ یعنی C=f(Y)' دیگر عوامل کے ساتھ ساتھ ایک اور عامل جو کہ صرف پر اثر انداز ہوتا ہے۔ وہ معاشرے میں تقسیم دولت کی صورت حال ہے' تقسیم دولت جتنی خراب (Skewed) ہوگی اتنا ہی مختتم میلان صرف (MPC) کم ہوگا اور تقسیم دولت جتنی منصفانہ ہوگی مختتم میلان صرف بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ اسی طرح اجرتوں کا معیار بلند ہونے کی صورت میں مختتم میلان صرف بلند ہوتا ہے۔

منصفانہ تقسیم دولت اور مصفانہ اجرتوں اور منافعوں کے نتیجہ میں تفاعل صرف بلند ہوگا۔ اسلامی معیشت میں زکوٰۃ' صدقات' خیرات' قانون وراثت' حرمت سود' اوقاف کا نظام اور انفاق العفو کے ادارے دولت کی منصفانہ تقسیم میں اہم کردار ادا کریں گے۔ ذیل میں زکوٰۃ کے تقسیم دولت پر اثرات کے ذریعہ صرف کے معیار میں تبدیلی کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

قرآن پاک میں زکوٰۃ کے مصارف کی آٹھ اقسام بیان کی گئی ہیں ان میں سے چھ مصارف ایسے ہیں۔ جن کا تعلق براہ راست غربا اور کم آمدنی والے لوگوں سے ہیں۔ اس طرح زکوٰۃ کی رقم امراء سے نکل نکل کر غربا کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ اس طرح تقسیم دولت کو منصفانہ بنانے کے سلسلہ میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ معاشیات میں یہ بات مسلمہ ہے کہ کم آمدنی والے لوگوں اور غرباء کا مختتم میلان صرف زیادہ ہوتا ہے۔ اور تقریباً اکائی کے برابر ہوتا ہے۔ اس بنا پر زکوٰۃ وصول کرنے والے افراد حاصل شدہ زکوٰۃ کی رقوم کو اپنی ضروریات زندگی کی فراہمی پر خرچ کریں گے یا ایسی سرگرمیوں پر اخراجات کریں گے۔ جن کے نتیجے میں ضروریات زندگی کی طلب پیدا ہوتی ہے۔ اس بناء پر مختتم میلان صرف اور اس کے ساتھ ساتھ اوسط میلان صرف میں اضافہ ہوگا۔ اور مجموعی طور پر تفاعل صرف اوپر کی طرف منتقل (Shift) ہوگا۔

تفاعل صرف کی اس منتقلی کو درج ذیل ڈائیگرام کی صورت میں واضح کیا جاسکتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

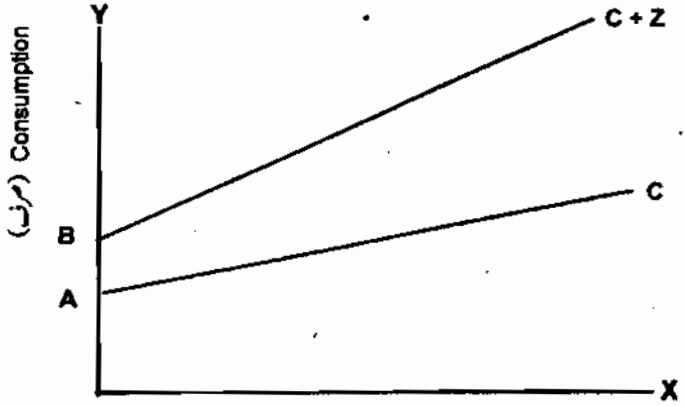

ڈائیگرام: تفاعل صرف پر زکوٰۃ کا اثر

اس ڈائیگرام میں AC خط زکوٰۃ کی غیر موجودگی میں تفاعل صرف کو ظاہر کرتا ہے۔ جبکہ B(C+Z) خط زکوٰۃ کی موجودگی میں تفاعل صرف کو ظاہر کر رہا ہے۔ جو کہ زکوٰۃ کے بغیر تفاعل صرف سے بلند ہے۔ پس زکوٰۃ کو مختتم میلان صرف (MPC) رکھنے والے افراد (یعنی امراء) سے زیادہ مختتم میلان صرف رکھنے والے افراد (غرباء) کی طرف منتقل ہوگی۔ جس کے نتیجہ میں معیشت میں مجموعی صرف (Aggregate Demand) میں اضافہ ہوگا۔ اور روزگار میں بھی اضافہ ہوگا۔ جس کے نتیجہ غرباء کی آمدنیاں مزید بڑھیں گی۔ اس کے نتیجہ میں نہ صرف تقسیم دولت میں توازن پیدا ہوگا۔ بلکہ معاشی ترقی کو مہمیز ملے گی اور معیشت استحکام کی طرف گامزن ہوگی۔

زکوٰۃ کے حوالہ سے ایک اندیشہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ امراء کو چونکہ اپنے مالوں میں سے زکوٰۃ لازماً ادا کرنا ہوگی۔ اس لئے زکوٰۃ سے بچنے یا زکوٰۃ کی کم از کم ادائیگی کرنے کے خیال سے وہ زیادہ سے زیادہ رقوم خرچ کریں گے۔ یہ اندیشہ اس لئے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا کہ اسلام فضول خرچی اور دولت کے ضیاع (اسراف اور تبذیر) کو ناپسند کرتا ہے۔ (حوالہ کے لیے قرآن پاک کی آیات: (۶:۱۴۳)، (۱۴:۳۲)، (۳۵:۳۰)، (۱۷:۲۸) وغیرہ ملاحظہ ہوں)۔ قرآن پاک حلال اور پسندیدہ اشیاء و خدمات پر حد اعتدال میں رہتے ہوئے خرچ کرنے سے نہیں روکتا۔ البتہ فضول خرچی اور بے جا نمائش کی ممانعت کرتا ہے۔ اسی لئے مردوں کے لئے سونا چاندی اور ریشم کو حرام قرار دیتا ہے، شراب، موسیقی، جوا، لاٹری اور دکھاوے و نمائش کے کاموں سے روکتا ہے اور ایک مومن چونکہ قرآن سے رہنمائی حاصل کرتا ہے، اس لئے زکوٰۃ سے بچنے کا اندیشہ درست نہیں ہے۔

(ب) زکوٰۃ اور سرمایہ کاری (Impact of Zakat on Investment)

ترقی پذیر ممالک کی ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ سرمایہ کی کمی ہے۔ چونکہ ان ممالک میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تشکیل سرمایہ (Capital formation) کم ہوتی ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے مادی اور انسانی سرمایہ میں بہت زیادہ سرمایہ کاری کی ضرورت ہوتی ہے' تاکہ معاشی ترقی کے لئے سماجی اور معاشی ڈھانچہ (Infrastructure) تشکیل پا سکے۔ ریلوے' بجلی کا نظام' آبپاشی کا نظام' تعلیمی ادارے اور صحت کی سہولیات کے لئے ہسپتال تعمیر ہوں' انسانی ذرائع کی ترقی کے ذریعہ زراعت کو ترقی دی جا سکے۔

اسلام اپنے پیروکاروں کو زیادہ سے زیادہ انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دیتا ہے۔ جبکہ سورۃ الفرقان میں خرچ کے سلسلہ میں میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (۲۹:۱۷)

کسی کاروبار میں لگائے گئے سرمایہ اور سامان تجارت' زرعی پیداوار کے ساتھ ساتھ بے کار پڑی ہوئی دولت اور سونے چاندی وغیرہ پر بھی زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے۔ اسلام دولت کو جمع کرنے اور اس کو کنز (خزانہ) بنا کر رکھنے (Hoarding) کی شدید مذمت کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بے کار پڑی ہوئی دولت پر سالانہ ڈھائی فیصد (۲.۵%) کی شرح سے زکوٰۃ عائد کرتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں بے کار پڑی ہوئی دولت سال بہ سال کم ہوتی چلی جائے گی۔

مزید برآں جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ اسلام دولت کو جمع کر کے رکھنے کی ذہنیت کو ناپسند کرتا ہے۔ اور دولت کی گردش پر زور دیتا ہے۔ حتیٰ کہ یتیموں کے مال کے سلسلہ میں بھی یہی حکم دیتا ہے کہ ان کے مالوں کو کاروبار میں لگایا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ زکوٰۃ کی وجہ سے یتیموں کے مال ختم ہوتے چلے جائیں۔

المختصر یہ کہ دولت کو بیکار رکھنے کا ایک نتیجہ تو زکوٰۃ کی ادائیگی کی وجہ سے دولت میں سال بہ سال مسلسل کمی کی صورت میں نکلتا ہے' جبکہ دوسری طرف اس دولت کو کاروبار میں لگا کر حاصل ہونے والے متوقع منافع سے انسان محروم ہو جاتا ہے' اس کے مقابلہ میں دولت کو کاروبار میں لگانے سے دولت کے جمع کرنے (Hoarding) کے گناہ سے بھی بچا جا سکتا ہے' متوقع منافع کی وجہ سے دولت میں اضافہ کا امکان بھی رہتا ہے اور صلہ آخرت کے پیش نظر انفاق فی سبیل اللہ کی غرض سے زیادہ سے زیادہ رقوم حاصل ہو جاتی ہیں۔

مندرجہ بالا دلائل کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی معیشت میں لوگ دولت جمع کر کے نہیں رکھیں گے۔ بلکہ اسے سرمایہ کاری کے لئے استعمال کریں گے۔ اس طرح معیشت میں سرمایہ کاری کا معیار بلند ہوگا۔ علاوہ ازیں چونکہ اسلام کم پیداواری اور غیر پیداواری سرگرمیوں کی حوصلہ شکنی کرتا ہے' اس بناء پر لوگ اپنے سرمایہ کو زیادہ سے زیادہ پیداواری کاموں میں لگائیں گے۔ جس کے نتیجہ میں معیشت میں پھیلاؤ اور افزائش میں اضافہ ہوگا۔

ایک اندیشہ یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ سرمایہ کاری کے لئے فراہم کردہ سرمایہ (Capital Investment) پر زکوٰۃ کی لازمی ادائیگی سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی کرے گا۔ کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے مختتم استعداد سرمایہ (Marginal Efficiency of Capital) میں کمی آئے گی۔ اوپر کے دلائل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے واضح ہے کہ یہ اندیشہ درست نہیں ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں سودی معیشت میں سود سرمایہ کاری کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے اور کینز ین تھیوری کے مطابق بھی شرح سود صفر ہونے کی صورت میں سرمایہ کاری میں بہت زیادہ اضافہ ممکن ہو جاتا ہے۔

پس شرح سود صفر ہونے اور سرمایہ کو جمع کر کے رکھنے کی ممانعت کے نتیجہ میں اسلامی معیشت میں سرمایہ کاری کا معیار سودی معیشت کے مقابلہ میں بلند ہوگا۔ پس اسلامی معیشت میں ایک متوقع شرح منافع (Given expected rate of profit) پر سرمایہ کاری کی طلب غیر اسلامی معیشت کے مقابلہ میں ہمیشہ زیادہ ہوگی۔

زکوٰۃ اور طلب سرمایہ کاری (Demand for Investment) کے درمیان پائے جانے والے تعلق کو درج ذیل ڈائیگرام سے واضح کیا جا سکتا ہے:

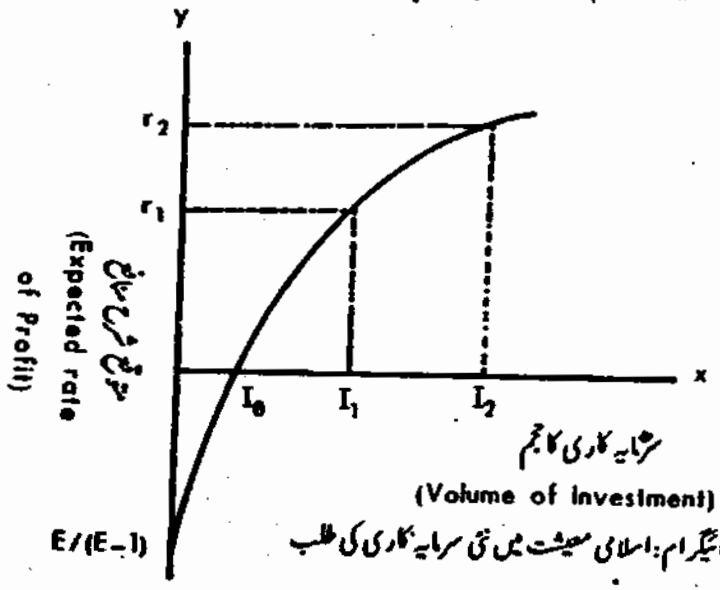

ڈائیگرام: اسلامی معیشت میں نئی سرمایہ کاری کی طلب

ڈائیگرام سے واضح ہے کہ متوقع شرح منافع صفر ہونے کے باوجود اسلامی معیشت میں سرمایہ کاری مثبت ہوگی۔ البتہ جب متوقع شرح منافع درج ذیل شرح سے منفی ہوگا تو سرمایہ کاری صفر ہو جائے گی۔ یعنی r=E1/(E-1) بیکار پڑے ہوئے اثاثوں پر زکوٰۃ کی شرح ہے۔ جبکہ E سرمایہ کاری سے حاصل ہونے والے منافع پر عائد ہونے والی شرح زکوٰۃ ہے۔

(ج) زکوٰۃ اور بچت (Impact of Zakat on Saving)

اوپر کی بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلامی معیشت میں مجموعی صرف (Aggregate demand) اور مجموعی سرمایہ کاری سیکولر معیشت کی نسبت زیادہ ہوگی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کیا زکوٰۃ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بچت کی ترغیب (Incentive to save) دیتی ہے یا بچت کی حوصلہ شکنی کرتی ہے۔ یہ سوال اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس کے نتیجہ میں مستقبل میں عرصہ طویل کے لئے سرمایہ کاری' معاشی افزائش (Growth)' روزگار' پیداوار اور اسی طرح کلی معاشیات کے دوسرے متغیرات متاثر ہوں گے۔

پس اس سوال کا جواب یہ ہے کہ چونکہ زکوٰۃ معروف معنوں میں ایک ٹیکس یا بچت کرنے والوں پر جرمانہ نہیں ہے' بلکہ زکوٰۃ کی ادائیگی مومن کو اللہ تعالیٰ کے احکام دو طرح سے پورے کرنے میں مدد دیتی ہے۔

۱۔ مومن اس کے ذریعہ اپنی دولت کو پاکیزہ بناتا ہے' اور

۲۔ اپنی دولت میں سے غرباء کا حق ادا کرتا ہے۔

مومن کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول اور صلہ آخرت ہوتا ہے۔ مزید برآں اسراف وتبذیر کی ممانعت' اشیاء تعیش اور حرام اشیاء پر اخراجات کی ممانعت سے بے جا اخراجات میں کمی آئے گی۔ جس سے بچتوں میں کمی کی بجائے اضافہ ہوگا۔ دوسرے چونکہ بچت بھی آمدنی کا تفاعل ہے یعنی S = f(y) اس لئے اسلامی معیشت میں بچتوں کا معیار بلند ہوگا۔ لیکن یہ بچتیں سرمایہ کاری کے مقاصد کے لئے ہوں گی نہ کہ دولت کو سمیٹ سمیٹ کر جمع کرنے کے لئے۔

(د) زکوٰۃ اور معاشی ترقی (Impact of Zakat on Economic Development)

انسانی ترقی بذریعہ معاشی و معاشرتی ترقی ایک اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے تاکہ تمام لوگوں کو بنیادی ضروریات زندگی اور سہولیات کی فراہمی کو یقینی بنایا جاسکے۔

اس مقصد کے لئے انسانی اور مادی ذرائع کو اس انداز میں کام میں لانے کی ضرورت ہے' کہ ملک میں پیداوار اور روزگار میں اضافہ ہو۔ معاشی ترقی کے ثمرات منصفانہ اور مساوی بنیادوں پر ہر فرد تک پہنچ سکیں۔ اس مقصد کے لئے معیشت میں موجود وسائل کو بہترین طریقہ سے استعمال میں لانے کی ضرورت ہے۔

اسلامی معیشت میں معاشی ترقی اور درج بالا مقاصد کے حصول میں زکوٰۃ اہم کردار ادا کرے گی۔ جیسا کہ اس سے پہلے واضح کیا جاچکا ہے کہ اسلامی معیشت میں صرف' بچت اور سرمایہ کاری کا معیار بلند ہوگا۔ چونکہ زکوٰۃ وصول کرنے والے لوگ زیادہ تر جاذب محنت اشیاء (Wage goods) کی طلب کرتے ہیں۔ جس کی تیاری کے لئے سرمایہ سے زیادہ محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس اشیاء کی تیاری کے لئے (Capital Coefficient) یعنی فی اکائی پیداوار کے لئے سرمایہ کی مقدار کم ضروری ہوتی ہے۔ ہیرڈ۔ ڈومر (Harrod-Domar) ماڈل کے مطابق بلند معیار بچت اور کم سرمایہ۔ پیداوار نسبت (Capital-output ratio) کا نتیجہ زیادہ معاشی ترقی کی صورت میں نکلتا ہے۔ اسلامی معیشت میں معاشی ترقی کے بلند معیار کی وضاحت درج ذیل ڈائیگرام سے کی جاسکتی ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

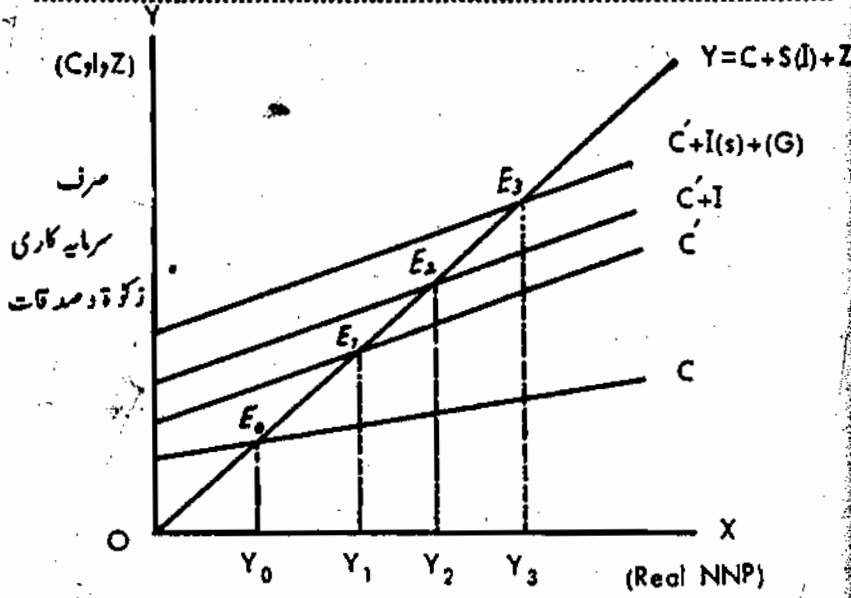

(حقیقی صافی قومی پیداوار)

اس ڈائیگرام میں:

C = صرف

C' = زکوٰۃ کی وجہ سے اضافہ شدہ صرف

G = سرکاری اخراجات

Z = زکوٰۃ 'عشر' صدقات

Y_0 = زکوٰۃ سے پہلے قومی آمدنی

Y_1 = زکوٰۃ کے ساتھ قومی آمدنی

Y_2 = زکوٰۃ اور سرمایہ کاری کے ساتھ قومی آمدنی

Y_3 = سرکاری شعبہ کے اخراجات اور ضارب کے اثرات کے بعد قومی آمدنی۔

ڈائیگرام سے واضح ہے کہ زکوٰۃ کے اثرات کی بناء پر اسلامی معیشت میں قومی آمدنی (اور روزگار) میں اضافہ ہوگا اور معیشت میں مجموعی ترقی کا معیار بلند ہوتا چلا جائے گا۔

ڈائیگرام: زکوٰۃ اور معاشی ترقی

حصہ دوم: بیت المال

(The Institution of Bait-ul-mal)

بیت المال اپنی نوعیت کا اہم ادارہ ہے۔ یہ ادارہ عوام کی معاشی خوشحالی کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ اسلامی نظام زندگی میں اصل حکمرانی کا تصور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ وابستہ ہے اور انسان کو اس دنیا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ بنایا گیا ہے۔ یہی تصور اسلامی نظام زندگی میں بیت المال پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ یہاں بیت المال کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ جبکہ خلیفہ وقت کو اس کا امین (Trustee) بنایا گیا ہے۔ ان معنوں میں بیت المال کا تصور دوسرے نظاموں سے مختلف ہے کہ بیت المال کو ایک امانت سمجھ کر اس کی حفاظت کی جاتی ہے اور اس میں سے اخراجات کئے جاتے ہیں۔ اسلام نے بیت المال کی آمدنی کے ذرائع بھی متعین کر دیئے ہیں۔

(الف) تعریف:

لفظی معنی کے لحاظ سے بیت المال کا مطلب ہے "دولت کا گھر" (The House of Wealth) لیکن اصطلاحی معنوں میں اس سے مراد ہے "اسلامی ریاست کا خزانہ"۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ بیت المال کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"اسلام کے معاشی نظام کو بروئے کار لانے کے لئے حکومت ربانی (خلافت اسلامی) کے لئے خزانہ سرکاری کا وجود ضروری ہے اور اس خزانہ کے محفوظ مقام کو "بیت المال" کہتے ہیں اور اگرچہ کبھی کبھی بیت المال کا اطلاق وسعت کے ساتھ پورے مالی نظام پر بھی کر دیا جاتا ہے تاہم اصطلاح کے مطابق مرکزی خزانہ کے محفوظ مقام ہی پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔"

اسلامی ریاست کی تمام آمدنی بیت المال میں جمع کی جاتی ہے اور اسی طرح اسلامی ریاست کے مختلف قسم کے اخراجات بھی بیت المال ہی سے کئے جاتے ہیں۔ اس لئے بیت المال کی آمدنی اور اس کے مصارف کے اصولوں کو اسلامی نظام حکومت میں متعین کر دیا گیا ہے۔ البتہ اس کی تفصیلات و جزئیات کے بارے میں فیصلہ خلیفہ وقت اپنی شوریٰ کے مشورے سے کر سکتا ہے۔

مقامی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بیت المال کی شاخیں صوبوں اور اضلاع میں بھی بنائی جا سکتی ہیں جو مرکزی بیت المال کے تابع اپنی ذمہ داری انجام دیں گی۔

(ب) بیت المال کا ارتقاء:

بیت المال کسی نہ کسی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے دوران بھی موجود رہا۔ لیکن اس کے لئے کوئی عمارت وغیرہ تعمیر نہیں کی گئی۔ بلکہ اسلامی ریاست میں جو بھی مال (بصورت زکوٰۃ، صدقات، خراج، جزیہ وغیرہ) آتا مسجد نبویؐ میں جمع ہوتا اور فوری طور پر مستحقین میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوتا تھا کہ جو مال آتا اسے فوری طور پر تقسیم کرنے کا بندوبست کیا جاتا تھا۔ البتہ ابوبکرؓ نے بیت المال کی باقاعدہ بنیاد رکھی۔ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ[1] کو اس کا سب سے پہلا مہتمم مقرر فرمایا۔ البتہ اسی دور میں بھی بیت المال کے لئے کوئی عمارت نہ بنائی گئی۔

(بحوالہ الطبقات الکبریٰ۔ ابن سعدؒ)

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بیت المال کا مکمل ادارہ بنایا گیا اور اس کے لئے صحابہ کرامؓ سے مشورہ

[1] حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو رسول ﷺ اپنی حیات طیبہ کے دوران امین الامت کا خطاب عنایت فرما گئے تھے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے بعد باقاعدہ عمارت بھی تعمیر کی گئی اور حضرت عبداللہ بن ارقمؓ کو اس کا مہتمم مقرر کیا گیا۔ چونکہ حضرت عمرؓ کا دور فتوحات کا دور تھا اور ہر سمت سے مال و دولت کے انبار اسلامی ریاست میں آ رہے تھے اس لئے حضرت عمرؓ نے بیت المال کے ساتھ ساتھ ۲۰ ہجری میں ''دیوان'' کا ادارہ بھی تشکیل فرمایا۔

(ج) بیت المال کے ذرائع آمدنی (Sources of Income of Bait-ul-Mal or Public Revenue

اسلامی ریاست کے بیت المال کے ذرائع آمدن درج ذیل ہیں:

۱۔ زکوٰۃ ۲۔ عشر ۳۔ جزیہ ۴۔ خراج ۵۔ صدقات ۶۔ فئے ۷۔ خمس ۸۔ ضرائب

۹۔ لگان ۱۰۔ عشور ۱۱۔ وقف ۱۲۔ اموال فاضلہ

ان ذرائع آمدن کی تشریح درج ذیل ہے:

۱۔ زکوٰۃ: یہ بیت المال کی آمدنی کا اہم ترین ذریعہ ہے۔ قرآن و حدیث میں مالی صدقات کی بہت زیادہ ترغیب دی گئی تاکہ مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ عملی ہمدردی کا مظاہرہ کریں لیکن صدقات کی ترغیب ہی پر اکتفاء نہیں کیا گیا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت کی گئی کہ آپؐ کم سے کم انفاق کی ایک حد مقرر کر کے ایک فریضہ کے طور پر اسلامی ریاست کی طرف سے اس کی تحصیل اور تقسیم کا انتظام فرمائیں:

خذ من اموالهم صدقة (۹:۱۰۳)

ترجمہ: ''اے نبیؐ ان کے اموال میں سے ایک صدقہ وصول کرو۔''

اس سلسلہ میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں: یہ ''ایک صدقہ'' کا لفظ اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ عام صدقات' جو فرداً فرداً بطور خود لوگ دیتے ہیں' اس کے علاوہ ایک خاص مقدار صدقہ ان پر فرض کر دی جائے' اور اس کا تعین رسول اللہ ﷺ خود فرمائیں۔ چنانچہ اس حکم کے مطابق آنحضرت ﷺ نے مختلف اقسام کی ملکیتوں کے بارے میں ایک کم سے کم حد (نصاب) مقرر فرما دی۔ جس سے کم پر فرض زکوٰۃ عائد نہ ہوگی۔ پھر بقدر نصاب یا اس سے زائد ملکیتوں پر مختلف اموال کے معاملہ میں زکوٰۃ کی مختلف شرحیں مقرر فرمائیں'' (اس کا تذکرہ گذشتہ باب میں ہو چکا ہے۔ زکوٰۃ کے مصارف بھی قرآن کریم نے خود متعین کر دیئے ہیں)۔

۲۔ عشر: زمین کی زکوٰۃ کو فقہ اسلامی میں عشر' کھیتی اور پھلوں کی زکوٰۃ اور زکوٰۃ ثمرات کے نام دیئے گئے ہیں۔ قرآن پاک کی سورۃ الانعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واتوا حقه يوم حصاده... ٥ (۶:۱۴۲)

ترجمہ: فصل کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو.....

زمین کی زکوٰۃ اس لحاظ سے مویشی' زر نقد اور تجارتی سامان کی زکوٰۃ سے مختلف ہے کہ اس (عشر) میں سال گزرنے کی شرط نہیں ہے بلکہ پیداوار کے حصول پر ہی عشر عائد ہو جاتا ہے کہ یہی افزائش اور نمو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ جوں ہی یہ نمو (افزائش) جو زکوٰۃ کی علت ہے' پایا جائے۔ زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ جبکہ دیگر اموال پر زکوٰۃ اصل مال پر عائد ہونے والی وصولی ہے۔ خواہ اس میں افزائش ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو۔ (فقہ الزکاۃ۔ یوسف القرضاوی)

۳۔ جزیہ: اہل کتاب اور مشرکین عجم اگر مغلوب ہو کر اسلامی اقتدار کو تسلیم کر لیں اور سالانہ تھوڑا سا ٹیکس ادا کر کے اس شرط پر اسلامی حکومت کے زیر اقتدار آ جائیں کہ حکومت ان کے جان' مال اور آبرو کی محافظ ہے تو ایسے ٹیکس کو جزیہ کہتے ہیں۔ (اسلام کا اقتصادی نظام: ص ۱۱۱)

قرآن کریم میں جزیہ کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

قاتلوا الذین لایومنون باللہ ولا بالیوم ولا یحرمون ماحرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون (۹:۳۰)

ترجمہ: ''اہل کتاب میں سے جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے' نہ روز آخر پر' اور نہ وہ اللہ اور رسولؐ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں اور نہ ہی وہ دین حق کے تابع ہوتے ہیں۔ ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھو تا آنکہ وہ ماتحتی قبول کرتے ہوئے' خود آ کر جزیہ دیں۔''

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے ''جس نے اللہ کو ایک مان لیا اور اس کے سوا تمام معبودوں کا انکار کر دیا۔ اس نے اپنا خون اور مال محفوظ کر لیا اور اس کا حساب اللہ کے ذمے رہے گا۔

(کتاب الاموال۔ ص ۲۶)

۴۔ خراج: جن ممالک پر اسلام کا غلبہ ہو گیا اور خلیفہ وقت نے وہاں کی زمینیں مفتوحین کفار ہی کے قبضہ میں باقی رہنے دیں اور جن ممالک کفار سے صلح ہو گئی' اور وہ حکومت اسلامی کے ذمہ اور عہد میں داخل ہو کر ذمی بن گئے۔ ان کی زمین ''خراجی'' کہلاتی ہے اور خلیفہ ان زمینوں پر جو محصول (مالگزاری) مقرر کر دیتا ہے اس کو خراج کہا جاتا ہے۔ (سیوہارویؒ: بحوالہ الخراج)

جیسے عراق اور شام کی زمینوں کے معاملہ میں حضرت عمرؓ نے کیا۔ اس سے خراج کی صورت میں ایک بہت بڑی رقم بیت المال کا ایک مستقل ذریعہ بن گئی۔

۵۔ صدقات: قرآن و حدیث میں بار بار صدقہ کی ترغیب دی گئی۔ صدقات کی دو اقسام ہیں۔ صدقات واجبہ اور صدقات نافلہ۔ صدقات واجبہ (زکوٰۃ) کی رقم تو لازماً بیت المال میں جمع کروائی جائے گی اور اسلامی حکومت نہ ہونے کی صورت میں ایک فرد یا تو اپنے ہاتھ سے صدقات تقسیم کر دے یا خلیفہ وقت یعنی بیت المال کے سپرد کر دے تا کہ وہ مستحقین میں تقسیم کر دے۔

۶۔ فئے: اگر مسلمانوں کے لشکر سے کفار مغلوب و مرعوب ہو کر بغیر جنگ کئے مال چھوڑ بھاگ گیں یا جنگ کے بعد ان کی زمینوں کو مقررہ ٹیکس پر ان ہی کی ملکیت میں رہنے دیا جائے یا ان پر خراج اور جزیہ مقرر کیا جائے تو ان سب صورتوں میں اس حاصل شدہ مال کو ''فئے'' کہا جاتا ہے۔ اور اس لحاظ سے خراج اور جزیہ بھی ''فئے'' کی اقسام بن جاتے ہیں۔ قرآن پاک نے مال فئے کو بیت المال کا حق بتایا ہے۔ اسے مجاہدین

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں تقسیم نہیں کیا جاتا۔

سورۃ الحشر میں فئے کے متعلق احکام دیئے گئے ہیں:

ما افاء الله على رسوله من اهل القرى فلله وللرسول ولذى القربى واليتامى والمسكين وابن السبيل كى لايكون دولة بين الاغنياء منكم O وما اتاكم الرسول فخذوه ومانهكم عنه فانتهوا واتقوا الله ان الله شديد العقاب O (۵۹:۷)

ترجمہ: ''جو کچھ اللہ تعالیٰ بستیوں کی آبادی میں سے اپنے رسول پر پلٹائے (فئے بنائے) سو وہ اللہ کے لئے ہے اور رسول کے لئے اور قرابت داروں کے لئے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے۔ تاکہ وہ (فئے کا مال) تمہارے مال داروں کے درمیان ہی گردش میں نہ رہے اور جو کچھ رسول تمہیں دے اسے لے لو اور جس سے وہ تمہیں روکے اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔''

۷۔ خمس: مال غنیمت کی تقسیم اور ''رکاز'' (دفینہ اور کانوں سے نکلے ہوئے سونا چاندی) سے نفع حاصل کرنے سے پہلے ان میں سے پانچواں حصہ نکالنا ضروری ہے۔ اور یہ حکومت کے بیت المال کا حق ہے۔ اس کو خمس کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں سورۃ الانفال میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''واعلموا انما غنمتم من شئى فان لله خمسه وللرسول ولذى القربى واليتامى والمسكين وابن السبيل ان كنتم امنتم بالله وما انزلنا على عبدنا يوم الفرقان يوم التقى الجمعان (۸:۴۱)

ترجمہ: ''اور جان لو کہ مال غنیمت میں سے جو کچھ بھی تمہارے ہاتھ لگے اس کا خمس (پانچواں حصہ) اللہ کے لئے اور رسول کے لئے اور قرابت داروں نیز یتامیٰ مساکین اور مسافروں کے لئے ہے۔ بشرطیکہ تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس چیز پر جو ہم نے اپنی بندہ پر روز فرقان (فریقین کے ایک دوسرے کے مدمقابل صف آراء ہونے کے دن) نازل کیا۔''

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا[1]:

''زمین کے مدفون مال میں سے خمس (پانچواں حصہ) لیا جائے گا۔ عمرو بن شعیبؒ سے روایت ہے کہ مزنی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا..... پھر اس شخص نے دریافت کیا' یارسول اللہ ﷺ قدیم ویرانوں میں جو کچھ (گری پڑی چیز) ملے اس کا کیا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

''اس میں نیز زمین کے مدفون مال میں سے خمس دیا جائے گا۔

۸۔ ضرائب: ہنگامی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اسلامی ریاست زکوٰۃ وصدقات کے علاوہ جو ٹیکس اغنیاء اور اہل ثروت پر لگاتی ہے اسے ضرائب کہتے ہیں۔ ہنگامی ضروریات سے مراد زمانہ جنگ' قحط سالی' رفاہ عام کے کام' بے روزگاری وغیرہ ہے۔

---

[1] کتاب الاموال: امام ابوعبید القاسم بن سلام صفحہ ۵۰۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امام ابن حزمؒ فقراء کی اعانت کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر بیت المال کا خزانہ اور مال فئی فقراء اور اہل ضرورت کی معاشی ضروریات کو پورا نہ کرسکیں تو خلیفہ اہل ثروت پر مزید ٹیکس عائد کرکے ان کی ضروریات پوری کرسکتا ہے اور اگر اہل دول اس کے مانع ہوں تو وہ جبر سے ان سے وصول کرسکتا ہے۔ اس موضوع پر تفصیل گذشتہ صفحات میں موجود ہے۔

۹۔ لگان (Rent) یا کراء الارض: ایسی زمین جو اسلامی ریاست کی ملکیت ہوں اور وہ سالانہ اجرت (لگان) مقرر کرکے لوگوں کو دی جائیں تو وہ سالانہ اجرت کراء الارض یا لگان کہلاتی ہے۔ ایسی زمینوں سے نہ تو عشر لیا جاتا ہے اور نہ ہی خراج۔ ایسی زمینیں یا تو جنگ کے بعد وقف المسلمین ہوتی ہیں یا ایسی جو کہ لاوارث ہوں اور بیت المال کے انتظام میں ہوں۔ ایسی زمینوں کو "ارض المملکۃ یا ارض الحوزہ" کہتے ہیں۔

۱۰۔ عشور: (درآمدی ٹیکس) (Import Duty): اسلامی ریاست کی حدود میں مال تجارت لانے والے شخص سے سال میں ایک مرتبہ محصول وصول کیا جاتا تھا۔ اس کو عشور کہتے ہیں۔ عشور کا نفاذ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہوا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ مسلمان تاجر جب اپنا مال روم و ایران لے کر جاتے تھے تو ہر مرتبہ ان سے اس طرح کا محصول وصول کیا جاتا تھا۔ اسی بناء پر اسلامی ریاست نے بھی عشور عائد کردیئے۔ البتہ اسلامی ریاست میں عشور سال میں صرف ایک مرتبہ ہی لیا جاتا تھا اور مسلم ذمی یا غیر مسلم کوئی اس سے بری الذمہ نہ تھا البتہ مسلمانوں سے زکوٰۃ کی شرح سے یعنی ڈھائی فیصد لیا جاتا تھا۔ جبکہ ذمیوں سے پانچ فیصد اور اہل حرب سے دس فیصد اور اس کی لئے کم از کم حد مال دوسو درہم کی مالیت مقرر کی گئی۔

جو مسلمان پہلے ہی زکوٰۃ ادا کرچکا ہوتا یا مال مضاربت ہوتا یا گھریلو جانور (چرانے والے نہیں) ہوتے تو ان سے حلف لے کر چھوڑ دیا جاتا اور ان سے عشور وصول نہیں کیا جاتا تھا۔

۱۱۔ وقف: کسی شے کو اپنی ملک سے نکال کا خالص اللہ کی ملک (فی سبیل اللہ) کردینا۔ اسلامی اصطلاح میں وقف کہلاتا ہے۔ اس سے حاصل ہونے والی آمدنی بیت المال کی ملک ہوتی ہے۔ (تفصیل پہلے گزر چکی ہے)

۱۲۔ دیگر ذرائع (Other Sources): مثلاً اموال فاضلہ۔ مندرجہ بالا ذرائع کے علاوہ دیگر ذرائع سے بیت المال کو حاصل ہونے والی متفرق آمدنیاں اصطلاح میں "اموال فاضلہ" کہلاتی ہیں۔ مثلاً کسی لاوارث (مسلمان یا ذمی) کی وفات کے بعد اس کا ترکہ یا کسی شخص کے مرتد ہوجانے کی وجہ سی اس کی جائیداد بحق سرکار ضبط ہوکر بیت المال کی ملک بن جاتی ہے۔

(ج) بیت المال کے مصارف:

بیت المال سے اخراجات کے اصول تو ہم آئندہ صفحات میں بیان کریں گے۔ یہاں مختصراً ان مدات کا ذکر کریں گے جس میں اسلامی ریاست بیت المال سے اخراجات کرے گی۔

۱۔ وظائف اور تنخواہیں: ایسے افراد جو اسلامی ریاست کے لئے اپنی خدمات فراہم کرتے ہیں۔ ان کے لئے وظائف اور تنخواہیں بیت المال سے ادا کی جائیں گی۔ مثلاً مسلح افواج اور سرکاری ملازمین کی تنخواہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ عوامی فلاح کے کام: بیت المال سے عوامی فلاح و بہبود کے کاموں پر خرچ کیا جائے گا۔ مثلاً تعلیمی اداروں کے قیام اور انتظام و انصرام، ذرائع رسل و رسائل، طبی سہولتوں کی فراہمی، مساجد کی تعمیر، وغیرہ۔

۳۔ قرض حسن کی فراہمی: بیت المال ضرورت مند افراد کو قرض حسن فراہم کرنے کے لئے بھی اقدامات کرے گا۔

۴۔ قرضے: بیت المال سے کاروباری مقاصد کے لئے شرکت و مضاربت کی بنیاد پر قرضے دیئے جاسکتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادوں حضرت عبداللہ اور حضرت عبیداللہ کے معاملہ میں صحابہؓ کی اکثریت نے فیصلہ دیا تھا اور حضرت عمرؓ کو ماننا پڑا اور بیت المال کے مال پر ہونے والے منافع میں سے نصف حضرت عمرؓ کے صاحبزادوں کو مل گیا۔

۵۔ پنشن اور گزارہ الاؤنس: اسلامی ریاست بیت المال سے صاحب ضرورت افراد کو پنشن اور کم از کم گزارہ الاؤنس دے گی تاکہ وہ معاشرے میں باعزت طور پر رہ سکیں۔

۶۔ مفاد عامہ کے کام: اسلامی ریاست مفاد عامہ کے لئے عوامی خدمات کی فراہمی کو بیت المال کے وسائل سے یقینی بنائے گی۔

۷۔ مالیاتی و زری پالیسی میں بیت المال کا کردار: بیت المال اسلامی ریاست میں ذرائع کی تخصیص، مکمل روزگار کے حصول، افراط زر سے پاک مستحکم معیشت کے قیام کے سلسلہ میں بنائے جانے والی مالیاتی و زری پالیسیوں کے لئے ضروری مالی وسائل کی فراہمی میں بھی اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔

حصہ سوم: اسلام میں ٹیکسوں کا تصور

(Taxation in Islam)

بعض علماء کا نقطہ نظر یہ ہے کہ زکوٰۃ کے ماسوا کسی قسم کے ٹیکس کا اطلاق غیر اسلامی ہے۔ ان کے نقطہ نظر کی بنیاد ذاتی ملکیت کے حق کے احترام پر مبنی ہے۔ جس کو شریعت نے تحفظ فراہم کیا ہے۔ اس بناء پر کسی قسم کے ٹیکس کا اطلاق ناانصافی ہوگی۔

اگر ہم رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ اسلامی ریاست میں زکوٰۃ کے نفاذ کے سوا کسی قسم کا کوئی ٹیکس عائد نہیں کیا گیا تھا۔ اور اسلامی ریاست اپنے دیگر اخراجات کے لئے زیادہ تر رضاکارانہ عطیات پر انحصار کرتی تھی۔ حتیٰ کہ اسلامی ریاست میں ایسا بھی ہوا کہ بھوک اور عوامی ضرورت کی انتہا کے وقت بھی ایسا کوئی اقدام نہ کیا گیا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نے اپنے پیٹوں پر بھوک کی وجہ سے پتھر باندھے۔ اہل صفہ جو مسجد نبوی میں دین اسلام کی تعلیم کے لئے ہمہ وقت مصروف رہتے تھے ان کی مدد کے لئے بھی کوئی ٹیکس عائد نہ کیا گیا۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس حال میں فوت ہوئے کہ آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع کے بدلے گروی تھی۔ (صحیح بخاریؒ)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح غزوہ الرقاع کے بارے میں حضرت ابوموسیٰؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ کے لئے نکلے ہم چھ آدمیوں کے درمیان ایک ایک اونٹ تھا۔ ہم باری باری اس پر سوار ہوتے تھے جن کی بناء پر زیادہ پیدل چلنے کی وجہ سے پاؤں زخمی ہو گئے۔ پاؤں کی انگلیوں کے ناخن اتر گئے اور ہم نے اپنی پاؤں پر چیتھڑے لپیٹے ہوئے تھے۔ (صحیح بخاریؒ)

اسی طرح ہمیں رسول اللہ ﷺ کا طریق زندگی نظر آتا ہے کہ شروع شروع میں رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی مقروض شخص کا جنازہ لایا جاتا۔ آپؐ دریافت فرماتے کہ اس نے قرض کی ادائیگی کے لئے کیا کچھ ترکہ چھوڑا ہے اگر ایسا ہوتا تو آپؐ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیتے ورنہ فرماتے کہ اپنے دوست کی نماز جنازہ تم پڑھ لو (خود نہ پڑھاتے)۔ لیکن فتوحات شروع ہونے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: انا اولی بالمومنین من انفسھم من توفی وعلیہ دین فعلی قضاءہ کہ میں مومنین سے ان کی نفسوں سے بھی زیادہ قریب ہوں، کوئی شخص مرجائے اور اس پر قرض ہو تو اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے۔

(بخاریؒ و مسلمؒ۔ بروایت ابوہریرہؓ)

اسی طرح جب کوئی شخص آپ سے امداد کے لئے درخواست کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو کام کی ترغیب دیتے تھے جیسا کہ ایک انصاری کا واقعہ معروف ہے۔ اس نے امداد طلب کی تو آپؐ نے اسے کاروبار کی ترغیب دی، اس کی چادر اور پیالہ نیلام کر کے کلہاڑا خریدنے کا حکم دیا۔ اس میں دستہ اپنے ہاتھوں سے لگایا۔ اور لکڑیاں کاٹ کر بیچنے اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھرنے کی ترغیب دی۔

(ابوداؤدؒ ترمذیؒ نسائیؒ ابن ماجہؒ بروایت حضرت انسؓ)

منظر کہف لکھتے ہیں کہ اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرض کی ادائیگی اور لوگوں کو روزگار کی فراہمی جیسے مسائل کے حل کے لئے بھی ٹیکس کا نفاذ پسند نہیں فرمایا۔

(الف) مکس۔ الماکس۔ المکاس

احادیث میں ٹیکس کے لئے مکس کا لفظ استعمال ہوا ہے، ٹیکس وصول کرنے والے کو الماکس یا المکاس یا صاحب المکس کہا جاتا تھا۔ جو زمانہ جاہلیت میں لوگوں سے زبردستی ٹیکس وصول کیا کرتا تھا۔

(بحوالہ کتاب الاموال)

رسول اللہ ﷺ نے ایسے ٹیکس وصول کرنے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

ان صاحب المکس فی النار (مسند احمدؒ) بے شک صاحب المکس جہنم میں ہوگا۔ اسی طرح مسند احمدؒ کے شارح احمد عبدالرحمٰن البنا ساعاتی لکھتے ہیں:

"بے شک ٹیکس گناہ کبیرہ میں سے ہے یہ اس لئے کہ لوگوں سے کثرت کے ساتھ مطالبے کئے جاتے ہیں اور وصول نہ ہونے کی صورت میں ان پر ظلم کئے جاتے ہیں اور وصول کر کے ان کا غلط استعمال ہوتا ہے۔" (الفتح الربانی)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(ب) خلفاء راشدین کا دور

چاروں خلفاء راشدین کے ادوار میں بھی ہمیں ٹیکسوں کے نفاذ کی کوئی شکل سوائے مال تجارت پر عشور (Import duty) کے نظر نہیں آتی۔ عشور کا نفاذ بھی حضرت عمرؓ کے دور میں ہوا جو کہ مسلمانوں سے سال میں سے ایک مرتبہ ۲.۵ فیصد کے حساب سے وصول کیا جاتا تھا۔ جبکہ ذمیوں سے پانچ فیصد اور اہل حرب سے دس فیصد۔ ایسا بھی اس لئے کیا جاتا تھا کہ دوسرے ممالک میں مسلمان تجار سے ایسا ٹیکس ہر مرتبہ وصول کیا جاتا تھا۔ (بحوالہ ابوعبیدؒ)

دوسری مثال خراج کی وصولی ہے۔ حضرت عمرؓ نے عراق اور شام کی فتح کے بعد وہاں کی زمین مجاہدین میں تقسیم کرنے کے بجائے اصل مالکوں کے پاس رہنے دی اور ان زمینوں پر خراج عائد کردیا۔ یہ اسلامی ریاست کے لئے ایک مستقل ذریعہ آمدنی بھی بن گیا اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے اثاثہ بھی۔ خراج کی شرح بھی مستقل نہ رکھی گئی بلکہ اسلامی ریاست اس میں ردوبدل کرسکتی تھی۔ خراج کی وصولی بھی غیر مسلموں سے کی جاتی تھی جبکہ مسلمانوں سے عشر وصول کیا جاتا تھا۔ شروع کے فقہاء کی تحریروں میں بھی ہمیں ٹیکسوں سے متعلق بحثیں نہیں ملتیں کیونکہ غیر محصولاتی (Non Tax Resources) وسائل کی زیادتی کی وجہ سے محصولات یعنی ٹیکسوں کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی تھی۔

منظر کہف لکھتے ہیں کہ جب روایتی وسائل ختم ہوتے گئے اور مالی ضروریات میں اضافہ ہوتا گیا اور خاص طور پر دفاعی اخراجات نے وسعت اختیار کرلی تو اسلامی ریاست کے اخراجات پورا کرنے کے سلسلہ میں فقہاء نے ٹیکسوں کے بارے میں سوچنا شروع کیا۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر وزارت خزانہ کے پاس فنڈز کی کمی ہوجائے یا پھر فوج کی ضروریات وزارت خزانہ کے مالی وسائل سے پوری نہ ہوں تو ریاست کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ امراء پر ٹیکس لگائے لیکن ٹیکس کی سطح اتنی ہو جس سے ریاست کی ضروریات پوری ہوں۔ اور ٹیکس کی مدت' ضروریات کی مدت کے برابر ہو۔

امام ابن حزمؒ نے بھی ٹیکس کے نظام کی حمایت کی ہے لیکن ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ٹیکس اس صورت میں لگائے جائیں جب زکوٰۃ سے حاصل ہونے والی رقم غرباء کی ضروریات کو پورا نہ کرے۔ ابن حزم کے مطابق غریبوں کی ضروریات میں خوراک' موسم کے اعتبار سے کپڑے اور ایسی پناہ گاہ جو انہیں بارش' دھوپ اور راہ گیروں کی نگاہ سے محفوظ رکھے' شامل ہیں۔

زکوٰۃ کے ماسوا ٹیکسوں کا نفاذ استثنائی صورت (Exception) ہے۔ معمول (Rule) نہیں۔ یہ بات پیش نظر رکھنے کی ہے کہ اسلام میں ایسی فلاح جس سے انسانی بقا قائم رہے (Subsistance Welfare) اور ایسی فلاح جو کہ پسندیدہ ہے (Desired Welfare) میں فرق ہے۔

Subsistance Welfare کا حصول نہ صرف اسلامی معاشی پالیسی کا مقصد ہے' بلکہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ جبکہ اس سے زیادہ کی فراہمی پسندیدہ (Desired) ہے جو لازمی نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پہلی ترجیح میں قدرتی آفات' جنگ' قحط اور ضرورت سے کم پیداوار کی صورت میں مالی مدد اور خدمات کی فراہمی شامل ہے' جبکہ دوسری ترجیح میں سماجی خدمات شامل ہیں جس سے لوگوں کا معیار زندگی بلند کرنے میں مدد ملے۔

اول الذکر کر کے معاملہ میں بعض علماء کا خیال ہے کہ حکومت کو ضروری وسائل فراہم کرنے چاہئیں جبکہ موخر الذکر کے معاملہ میں اگر وسائل موجود ہوں تو اقدامات کرنا چاہئیں ورنہ نہیں۔

اکثر مسلم معیشت دان لکھتے ہیں کہ اسلامی ریاست چونکہ ایک فلاحی ریاست ہے اس لئے وہ اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے زائد ٹیکس بھی لگا سکتی ہے' لیکن ٹیکس عائد کرنے کے سلسلہ میں اسلامی ریاست کو لامحدود اختیارات حاصل نہیں ہیں۔ اور ٹیکس عائد کرتے وقت عوام کی معاشی حالت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اسلامی ریاست اپنے اخراجات کو کم از کم سطح پر لانے کی کوشش بھی جاری رکھے۔ اس کے ساتھ ہی یہ دلیل بھی دی گئی ہے کہ اسلامی ریاست درج ذیل وجوہات کے پیش نظر بھی ٹیکس عائد کر سکتی ہے۔

۱۔ وسائل کے شگاف (Resource gap) کو پر کرنے کے لئے جو زکوٰۃ وصدقات کی کمی سے پیدا ہو۔

۲۔ مقاصد کے شگاف (Objective gap) کو پر کرنے کے لئے۔

اس مقصد کے لئے بھی ضروری ہے کہ پہلے تو اسلامی ریاست رضا کارانہ شعبہ کو ترغیب دے۔ اگر پھر بھی یہ شگاف (Gaps) پر نہ ہوں تو اسلامی ریاست ٹیکسوں کے نفاذ سے اس مقصد کو حاصل کرے۔

خلاصہ: اس ساری بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلامی ریاست زکوٰۃ کے علاوہ تلافی یا تکمیلی پالیسی کے طور پر ٹیکس عائد کر سکتی ہے تاکہ بطور ایک فلاحی ریاست (Welfare State) کے وہ اپنا فریضہ کما حقہ انجام دے سکے۔

ٹیکس عائد کرنے کے سلسلہ میں اسلامی ریاست مندرجہ ذیل رہنما اصولوں کو پیش نظر رکھے گی۔

(ج) اسلام میں ٹیکس پالیسی کے اصول (Principles of Taxation in Islam)

۱۔ ٹیکس صرف ناگزیر صورت میں لگائیں جائیں:

اسلام نے صرف زکوٰۃ کو لازمی طور پر ادا کرنے کا حکم دیا ہے اس کے علاوہ ٹیکس ایک استثنائی صورت ہے۔ جس کو بوقت ضرورت اسی وقت بروئے کار لانا چاہئے جب ریاست کے لئے فراہمی وسائل کے دیگر ذرائع سے آمدنی کفایت نہ کر رہی ہو۔

۲۔ ٹیکس کی ضرورت اور اس کے اطلاق کی مدت یکساں ہو:

ٹیکس عائد کرتے وقت یہ بات پیش نظر رہے کہ ٹیکس اتنا ہی لگایا جائے جتنا ناگزیر ہو۔ اور اتنے عرصہ کے لئے ہی لگایا جائے جب تک اس کی ضرورت ہے جیسا کہ امام مالکؒ کا قول ہے کہ ٹیکس کی مدت' ٹیکس کی ضرورت کے برابر ہونی چاہئے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایسا نہ ہو کہ کسی ضرورت کے لئے ایک دفعہ ٹیکس عائد کر دیا گیا تو وہ دائمی صورت اختیار کر گیا۔ اور اب اس پر نظر ثانی ہو ہی نہیں سکتی۔

۳۔ ٹیکس کا اطلاق اسلامی حکومت کے مقاصد کی تکمیل کے لئے ہو:

فریدیؒ سلامہ اور دوسرے اسلامی معیشت دانوں کا کہنا ہے کہ اسلامی ریاست کے مقاصد میں تقسیم دولت کو منصفانہ بنانا (Equitable Distribution of Wealth)' ذرائع کی تخصیص (Allocation)' استحکام معیشت (Stabilizing) اور فلاح (Welfare) شامل ہیں۔ ریاست رفاہی مقاصد کے حصول کے لئے ٹیکس لگا سکتی ہے۔

۴۔ ٹیکسوں کا اطلاق استطاعت کے مطابق ہو:

ٹیکسوں کا اطلاق لوگوں کی ٹیکس دینے کی استطاعت (Ability to pay) کے مطابق ہو۔ اس طرح غرباء پر ٹیکس عائد نہیں کئے جائیں۔ صرف امراء پر ہی ٹیکسوں کا اطلاق کیا جائے۔ یہ قرین انصاف بھی ہے اور مساوات کے تقاضوں کو بھی پورا کرتا ہے۔

جزیہ وصول کرنے میں خلفاء راشدین کا طریق کار ہمارے لئے مشعل راہ ہے وہ ذمیوں پر جزیہ ان کی استطاعت کے مطابق عائد کرتے ہیں۔

صحیح بخاریؒ کے مطابق ابن ابی نجیحؒ نے مجاہدؒ سے پوچھا: ''کیا بات ہے کہ اہل شام کے لئے ہر ۴ ؍ میں پر چار دینار اور اہل یمن کے ہر فرد پر ایک دینار جزیہ ہے (مجاہدؒ) نے کہا کہ یہ اس لئے کہ اہل شام آسودہ حال ہیں۔''

۵۔ اصول انصاف:

ٹیکس کے بار (Tax burden) میں انصاف نہایت اہم اصول ہے۔ امام غزالیؒ امام ابن تیمیہؒ الماوردیؒ اور دوسرے فقہاء اس اصول پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں۔ متزائد ٹیکس اصول انصاف سے زیادہ قریب ہیں۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی کہتے ہیں ''غیر مساوی لوگوں کو (ٹیکسوں کے بار میں) برابر کرنا ناانصافی ہے۔''[1]

چونکہ بالواسطہ ٹیکسوں کا بار امراء اور غرباء دونوں پر پڑتا ہے۔ اس سے غرباء بھی متاثر ہوتے ہیں اور اسلامی معیشت کے مقاصد (Redistribution) کا حصول بھی نسبتاً مشکل ہو جاتا ہے اس لئے بالواسطہ (Indirect) ٹیکسوں کی نسبت بلاواسطہ ٹیکس زیادہ قرین انصاف نظر آتے ہیں۔ البتہ اشیائے تعیش پر بالواسطہ ٹیکسوں کا نفاذ کیا جا سکتا ہے۔

ٹیکسوں کی نوعیت (بلا واسطہ یا بالواسطہ) کا تعین ایک اسلامی ریاست کو ہی کرنا چاہئے۔ یہی نقطہ نظر امام غزالیؒ کا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ قابل ٹیکس دولت اور آمدنی کے بارے میں فیصلہ اسلامی

---

[1] فقہ الزکوٰۃ جلد چہارم صفحہ ۲۵۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ریاست پر چھوڑ دینا چاہئے۔

جو لوگ زیادہ محنت سے کماتے ہیں' ان پر کم ٹیکس نافذ ہو جیسا کہ عشر کے معاملہ میں ہے۔ یوسف القرضاوی کے مطابق شخصی ٹیکسوں میں مندرجہ ذیل امور پیش نظر رکھے جائیں: [1]

۱۔ حد کفایت تک ٹیکس کا استثناء (Exemption)

۲۔ آمدنی کے مصدر (Source of income) کی رعایت

۳۔ اخراجات اور واجبات کو منہا کر کے خالص آمدن پر ٹیکس

۴۔ خاندانی ذمہ داریوں کی رعایت

۵۔ فرضیت کی رعایت

اس سلسلہ میں حنفی فقہاء کی رائے یہ ہے کہ جس شخص پر اتنا قرض ہو جو اس کے تمام مال پر حاوی ہو اور اس کے ذمہ مطالبات بھی ہوں۔ مثلاً زکوٰۃ اور قرض کی ادائیگی' کسی تلف ہو جانے والی شے کا تاوان' بیوی کا مہر' خواہ یہ فوری طور پر ادا کرنا ضروری ہو' یا تاخیر سے بھی ادا کئے جا سکتے ہوں۔ ہر حال میں اس شخص پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

۶۔ اصول تیقن:

یوسف القرضاوی کے مطابق انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ٹیکس دہندہ کو یقینی طور پر معلوم ہو کہ اسے کس قدر ٹیکس دینا ہے اور طریق ادائیگی کیا ہے۔

۷۔ اصول سہولت:

اس کا مطلب ہے کہ ٹیکس دہندہ کو ٹیکس کی تشخیص میں ہر طرح کی سہولت فراہم کی جائے' اس کو مشکلات میں مبتلا نہ کیا جائے اور اسی طرح ٹیکس کی وصولی میں بھی نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔

۸۔ اصول کفایت یا اصول اقتصاد:

وصول شدہ ٹیکسوں کو ملازمین کی تنخواہوں اور تنظیمی امور میں صرف کرتے ہوئے کفایت سے کام لیا جائے' نیز ٹیکس دہندگان کو وقت اور مال کے اس ضیاع سے بچایا جائے جو انہیں مالی اداروں کے چکر لگانے یا اپنی توضیحات پیش کر کے اپنے حسابات کی پڑتال کروانے' شکایات درج کروانے اور زیادتیوں کو رفع کروانے میں ہو سکتا ہے۔

حصہ چہارم: اسلامی معیشت میں سرکاری اخراجات
(Heads of Public Expenditure)

اسلامی ریاست کے معاشی مقاصد یہ ہیں:۔

۱۔ بنیادی ضروریات کی فراہمی (Need fulfilment)

۲۔ تقسیم دولت میں تفاوت کو دور کرنا (Reduction in inequality)

۳۔ معاشی ترقی (Economic Development)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴۔ مکمل روزگار کی فراہمی (Full Employment)
۵۔ معیشت میں استحکام (Economic Stability)
۶۔ سائنسی ترقی (Scientific Progress)

(الف) اسلامی معیشت میں سرکاری اخراجات کی نوعیت:

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کے مطابق اسلامی معیشت میں سرکاری اخراجات کی تین اقسام ہیں:

۱۔ مستقل اخراجات (Permanent heads of Expenditure): یہ اخراجات شریعت کے مطابق ایک اسلامی ریاست کو کرنا ہوتے ہیں۔ ان میں درج ذیل مدات پر اخراجات شامل ہیں:

۱۔ دفاع
۲۔ امن وامان
۳۔ انصاف
۴۔ بنیادی ضروریات کی فراہمی
۵۔ دعوت اسلامی
۶۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (معروف کو فروغ دینا' منکرات کو روکنا)
۷۔ سول انتظامیہ
۸۔ سماجی طور پر ناگزیر فرائض کی ادائیگی (فرض کفایہ) جہاں نجی شعبہ آگے نہ آ رہا ہو۔

ان اخراجات میں سے کچھ ایسے ہیں جو زکوٰۃ کی مختلف مدات کے تحت پورے کئے جاسکتے ہیں۔ (مثلاً (۱)' (۴) اور (۵)

۲۔ موجودہ حالات میں ناگزیر اخراجات

(Expenditures necessary under present circumstances):

مندرجہ ذیل مدات پر اخراجات اس میں شامل ہیں:۔

۱۔ ماحولیاتی تحفظ
۲۔ پہلی فہرست میں شامل اشیاء ضروریہ (Necessary Public Goods) کی فراہمی
۳۔ سائنسی تحقیق
۴۔ سرمایہ اندوزی (Capital formation) اور معاشی ترقی
۵۔ اہم نجی سرگرمیوں کے لئے اعانے
۶۔ معیشت میں استحکام کے حصول کے لئے اخراجات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔عوام (شوریٰ) کی طرف سے اضافی اقدامات کا مطالبہ پورا کرنے پر اخراجات

(Expenditures required to organise additional activities assigned to state by the people):

اسی مد میں عوام جمہوری طریقے (شوریٰ یا پارلیمنٹ) کے ذریعے ریاست کے ذمہ کچھ معاشی فرائض تفویض کر سکتے ہیں۔ یہ ذمہ داری مختلف ممالک میں ان کے اپنے حالات کے مطابق مختلف ہو سکتی ہیں۔ اس کا فیصلہ کرتے ہوئے مصالح کا حصول اور مفاسد سے پرہیز بنیادی اصول کے طور پر اختیار کئے جائیں گے۔

(ب) سرکاری اخراجات کے اصول

(Principles of Public Expenditures)

۱۔ مالیاتی پالیسی کے مقاصد کے حصول کا اصول

اسلامی ریاست کے لئے سرکاری اخراجات کے ضمن میں پہلا اور اہم ترین اصول یہ ہے کہ سرکاری اخراجات اس طرح ترتیب دیئے جائیں کہ مالیاتی پالیسی میں طے کردہ مقاصد کو بہترین طریقہ سے حاصل کیا جا سکے۔

۲۔عوامی فلاح و بہبود کا اصول

اسلامی ریاست کی آمدنی کی حیثیت ٹرسٹ کی سی ہے نہ کہ حکمرانوں کے ذاتی فائدہ کے لئے بلکہ اس آمدنی کو عوامی فلاح و بہبود کی خاطر ہی صرف کیا جانا چاہئے۔ ضروری ہے کہ اس دولت کو لوگوں کا معیار زندگی بلند کرنے کی خاطر استعمال کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اگر کسی نے ایک سوئی بھی سرکاری رقوم سے لی تو وہ قیامت کے دن اس کا حساب دے گا۔'' (مشکوٰۃ شریف) اسی طرح سرکاری رقوم کا حکمرانوں پر بے تحاشا خرچ کرنا اسلام کی نگاہ میں پسندیدہ نہیں۔ حضرت عمرؓ بیت المال سے جو کچھ لیتے تھے وہ خود بیان فرماتے ہیں: ''لو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مال اللہ میں سے میرے لئے کیا کچھ حلال ہے۔ دو جوڑے ایک سردی کا اور ایک گرمی کا۔ اور ایک ایسی سواری جس پر میں حج و عمرہ کر سکوں اور ایک متوسط حیثیت قریشی ۔۔ جو نہ ان میں سب سے زیادہ تونگر ہوا نہ سب سے زیادہ فقیر۔ کے مطابق اپنے بال بچوں کی گزر بسر کا خرچ۔ بعد ازاں میرا شمار عام مسلمانوں میں ہوگا بیت المال سے جو ان میں سے ایک کے حصہ میں آئے گا۔ وہ مجھے بھی ملے گا۔'' (کتاب الاموال: ۴۰۱)

حضرت عمرؓ بیت المال سے سردی اور گرمی کے لئے لباس اور ایک اوسط آدمی کے خرچ کے برابر تنخواہ لیا کرتے تھے۔ صرف چند اشیاء تھیں جو حضرت عائشہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی وصیت کے مطابق حضرت عمرؓ کے حوالے کر دیں۔ اسی طرح حضرت علیؓ نے بیت المال سے چند جوڑے کپڑے لئے۔ (کتاب الاموال: ابوعبیدؒ)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ اصول انصاف

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان اللہ یامر ان توء دوا الامنٰت الیٰ اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان اللہ نعما یعظکم بہ ان اللہ کان سمیعا بصیرا (۴:۵۸)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ پہنچا دو امانتیں امانت والوں کو اور جب فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ کرو۔ انصاف سے اللہ اچھی نصیحت کرتا ہے۔ تم کو بے شک اللہ ہے سننے والا' دیکھنے والا۔''

اس آیت کی روشنی میں اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ اخراجات کے ضمن میں انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ اور تمام افراد اور طبقات کے ساتھ یکساں انداز سے معاملہ کرے۔ البتہ اس ضمن میں ضرورت اور استحقاق وغیرہ کو پیش نظر رکھے۔

۴۔ اصول سادگی

اخراجات میں سادگی کا اصول بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس اصول کو اختیار کرنے سے اسلامی ریاست بے جا ٹیکسوں کے نفاذ سے بچ سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ کی مثال ہمارے سامنے ہے' آپؓ جب کسی شخص کو حاکم مقرر کرتے تو اس سے عہد لیتے کہ وہ ترکی گھوڑے پر سواری نہیں کرے گا۔ باریک کپڑے نہیں پہنے گا۔ چھنا ہوا آٹا نہیں کھائے گا۔ اپنے دروازے پر دربان نہیں رکھے گا اور اہل حاجت کے لئے اپنا دروازہ کھلا رکھے گا۔

۵۔ آئندہ نسلوں کے حقوق کے تحفظ کا اصول

اسلامی ریاست سرکاری اخراجات کے ضمن میں آئندہ نسلوں کے حقوق کو بھی پیش نظر رکھے گی کہ ان کے لئے مناسب ماحول' مناسب سہولیات وغیرہ میسر ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ آئندہ نسلوں کے لئے ریاست تہی دامن ہو۔

اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ کہ انہوں نے عراق اور شام کی مفتوحہ زمین مجاہدین میں تقسیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ انہوں نے فرمایا ''تم لوگ چاہتے ہو کہ بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے اس میں سے کچھ نہ بچے۔'' (کتاب الاموال: ص ۸۶)

۶۔ بین العلاقائی ترقی کا اصول

بیت المال کے اخراجات کے ضمن میں چند علاقوں کی ترقی پیش نظر ہو وہ بلکہ ریاست کے تمام علاقوں کو یکساں ترقی کے مواقع فراہم کرنے کا بندوبست کرنا بھی اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اس سلسلہ میں بھی حضرت عمرؓ کا عمل ہمارے سامنے ہے۔ جو وہ تمام علاقوں کو سالانہ گرانٹ کی فراہمی کے سلسلہ میں پیش نظر رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں زکوۃ کے معاملہ میں یہ حکم کہ اس کو اسی علاقہ میں خرچ کیا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جائے' جہاں سے وہ جمع کی جاتی ہے۔ (کتاب الاموال: ص ۳۴۹)

امام ابوعبید ''کتاب الاموال'' میں لکھتے ہیں: ''آج ان تمام آثار پر جملہ علماء کا اتفاق ہے کہ ملک کے ہر علاقہ کے باشندے یا گھاٹوں میں سے ایک گھاٹ سے پانی پینے والے اپنی حلقہ کی زکوٰۃ کے زیادہ مستحق ہیں اور یہ استحقاق اس وقت تک باقی رہے گا جب تک ان میں سے ایک یا اس سے زائد حاجت مند باقی رہیں۔ خواہ اس احتیاج کو رفع کرنے کے لئے وہاں کی تمام زکوٰۃ کام آجائے اور محصل زکوٰۃ (زکوٰۃ جمع کرنے والا) کو وہاں سے بغیر کچھ لئے خالی ہاتھ ہی واپس آنا پڑے۔''

ایسا کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا تاکہ ایک علاقہ کے لوگوں میں تقسیم دولت زیادہ سے زیادہ منصفانہ ہو سکے' اور باہمی تفاوت دولت کو دور کیا جا سکے۔ یہ معاملہ زکوٰۃ کا ہے اور یہی اصول باقی سرکاری اخراجات کے سلسلہ میں بھی ملحوظ رکھا جائے گا۔

۷۔ تاخیر سے بچنے کا اصول

بغیر کسی وجہ کے سرکاری اخراجات میں تاخیر پسندیدہ نہیں ہے بلکہ جہاں ضروری ہو وہاں فوراً اقدام کرنا اور خرچ کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

''رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے بڑے خوشی ہوگی کہ تین راتیں ختم ہونے سے پہلے اس کو تقسیم کر دوں گا۔ سوائے اس کہ میرے اوپر کوئی قرض ہو' اس کی ادائیگی کے لئے کچھ بچالوں۔'' (کتاب الاموال: ۳۷۱)

۸۔ لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کا اصول

۱۔ قرضہ حسنہ کی فراہمی: اسلام میں سود کی حرمت کی وجہ سے قرض حسنہ کی فراہمی بنیادی طور پر اسلامی معاشرہ میں رضا کارانہ ہوگی۔ البتہ اگر یہ ضرورت نجی شعبہ میں پوری نہ ہو رہی ہو تو اس صورت میں سرکاری اخراجات سے یہ ضرورت پوری کی جائے گی۔

۲۔ مقروض افراد کی مدد: اگر لوگ اپنے قرضے باوجود کوشش کے ادا نہ کر پا رہے ہوں تو اسلامی ریاست مستحق افراد کے قرضے واپس کرنے کے سلسلہ میں سرکاری اخراجات سے ان کی مدد کرے گی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تو خراج ادا کرنے والوں کو بھی بیت المال سے قرضے دینے کا حکم دیا تھا' حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو قرض چھوڑ کر مر جائے' تو اس کا قرض اللہ اور اس کے رسول کے ذمہ ہے۔ اور جو کچھ چھوڑ کر مرے اس کا ترکہ اس کے وارثوں کا ہے۔'' (کتاب الاموال۔ ۳۳۰)

۳۔ بچوں کی کفالت: حضرت عمرؓ کے دور میں بچوں کے لئے فنڈ کا اجراء کیا گیا اور حضرت عثمانؓ نے نومولود بچوں کے ملئے پچاس درہم اور ایک سال کے بچوں کے لئے سو درہم وظیفہ مقرر کیا تھا' اس کے علاوہ اسلامی ریاستوں میں یتیموں بیواؤں' اپاہجوں کے لئے فنڈ فراہم کئے جاتے تھے۔ (کتاب الاموال: ص ۳۵۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو لوگ ریاست کے لئے کام کرتے ہیں' ان کو شادی الاؤنس' سواری اور ملازم دیا جائے گا۔

۴۔ فرد کی حیثیت کے مطابق مدد: عوف بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب کوئی شے آتی تو آپؐ اسے اس دن تقسیم فرما دیتے تھے۔ آپؐ شادی شدہ کو دو حصے اور کنوارے کو ایک حصہ دیتے تھے۔ (کتاب الاموال: ۳۶۲)

۵۔ غلاموں کا حصہ: حضرت مخلد بخاری کہتے ہیں کہ بنی غفار کے تین غلام بدر میں شریک ہوئے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ان میں سے ہر ایک کو سالانہ تین ہزار وظیفہ دیتے تھے۔

۶۔ بیت المال کی فاضل دولت کے لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے مصارف: عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو جو عراق میں تھے لکھا: ''لوگوں کو ان کے وظائف دے دو۔'' اس کے جواب میں عبدالحمید نے لکھا میں لوگوں کے مقررہ وظائف دے چکا ہوں'' اور اس پر بھی بیت المال میں مال بچا ہوا ہے'' اس پر عمر بن عبدالعزیزؒ نے جواب لکھا: ''اب ایسے لوگوں کو دیکھو جو مقروض ہوں لیکن انہوں نے یہ قرضہ کسی فضول خرچی یا بے راہ روی کے سلسلہ میں نہ لیا ہو اور ان کے قرض (بیت المال میں بچی ہوئی رقم سے) ادا کر دو۔'' اس پر عبدالحمید نے ان کو لکھا: ''میں نے ایسے مقروض افراد کے قرض بھی ادا کر دیئے ہیں بایں ہمہ بیت المال میں رقم باقی رہتی ہے'' اس پر عمر بن عبدالعزیزؒ نے انہیں لکھا' ''اب ایسے کنواروں کو تلاش کرو جو نادار ہوں' اور وہ یہ پسند کریں کہ ان کی شادی کرا دو۔ تو تم ان کی شادی کر کے ان کی طرف سے ان کے ذمہ واجب الادا مہر بھی ادا کر دو''۔ اس کے بعد عبدالحمید نے ان کو لکھا۔ ''مجھے جتنے بھی کنوارے ملے ہیں' ان کی شادی بھی کرا چکا ہوں بایں ہمہ بیت المال میں رقم باقی رہتی ہے۔'' اس کے جواب میں عمر بن عبدالعزیزؒ نے انہیں لکھا۔ ''اب ایسے لوگوں کو تلاش کرو جن پر جزیہ مقرر ہے اور وہ اپنی زمین کا انتظام نہیں کر پاتے۔ ایسے ذمیوں کو اتنی رقم قرض دو کہ وہ اپنی زمین کا بندوبست کر سکیں۔ اس لئے کہ ان سے ہمارا واسطہ ایک دو سال کے لئے نہیں ہے۔ (کتاب الاموال ص ۳۷۴' ۳۷۵)

ضمیمہ: گذشتہ سالوں میں پاکستان میں نظام زکوٰۃ کا جائزہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حصہ ششم: (ضمیمہ) گذشتہ سالوں میں پاکستان میں نظام زکوٰۃ کا جائزہ:

گوشوارہ نمبر 1

پاکستان میں مختلف سالوں میں جمع ہونے والی زکوٰۃ

(ملین روپے)

سال	1980-81	1981-82	1982-83	1983-84	1984-85	1985-86	1986-87	1987-88	1988-89	1989-90	1990-91	1991-92	1992-93	1993-94
	844.25	902.4	1027.0	1490.0	1334.8	1521.0	1658.9	2069.5	2279.4	2573.2	2792.0	2770.3	2658.4	2844.4

گوشوارہ نمبر 2

پاکستان میں مختلف سالوں میں تقسیم کی گئی زکوٰۃ

(ملین روپے)

سال	1980-81	1981-82	1982-83	1983-84	1984-85	1985-86	1986-87	1987-88	1988-89	1980 تا 1994 تک کی کل رقم
	464.355	585.136	409.462	982.949	849.86	557.239	1163.651	1143.04	911.917	11779.348 ملین روپے
	1994-95	1995-96	1996-97	1997-98	1998-99	1999-2000	2000-2001	2001-02	2002-03	
	243.108	591.048	319.033	504.165	745.475	1016.160	1597.183	2050.930	1705.833	

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گوشوارہ نمبر 3

صوبوں کو جاری کردہ فنڈز

(روپے ملین میں)

صوبہ/سال	1400-01 1980-81	1401-02 1981-82	1402-03 1982-83	1403-04 1983-84	1404-05 1984-85	1405-06 1985-86	1406-07 1986-87	1407-08 1987-88	1408-09 1988-89	1409-10 1989-90	1410-11 1990-91	1411-12 1991-92	1412-13 1992-93
پنجاب	442.500	495.000	442.500	442.500	590.000	649.000	708.000	708.000	413.000	413.000	434.240	1390.512	453.280
سندھ	150.000	100.000	150.000	150.000	200.00	220.000	240.000	240.000	140.000	---	274.400	342.070	323.000
سرحد	105.000	07.000	105.000	105.000	140.000	154.000	168.000	168.000	98.000	98.000	264.320	240.156	287.050
بلوچستان	45.000	30.000	45.000	45.000	60.000	66.000	72.000	72.000	42.000	90.000	143.300	170.939	93.130
اسلام آباد	75.000	5.000	7.500	7.500	10.000	11.000	12.000	13.485	7.000	8.245	9.966	13.438	13.600
کل رقم	750.000	500.000	750.000	750.000	1000.000	1100.000	1200.000	1201.485	700.000	609.245	1126.226	2157.110	1251.820

Source: Central Zakat Administration

1988 تک صوبوں کو زکوٰۃ کی تقسیم درج ذیل بنیاد پر کی گئی:

پنجاب = 59 فیصد بلوچستان = 06 فیصد

سندھ = 20 فیصد اسلام آباد = 01 فیصد

سرحد = 14 فیصد

قرآن و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گوشوارہ نمبر 4

پاکستان میں زکوٰۃ کی مختلف مدات میں تقسیم کردہ رقم اور استفادہ کرنے والے افراد کی تعداد کا گوشوارہ

سال / زکوٰۃ کی مد	1994-95		1995-96		1996-97		1997-98		1998-99		1999-2000		2000-2001		2001-2002		2002-2003	
	کل رقم	مستحقین کی تعداد	کل رقم	مستحقین کی تعداد	کل رقم	مستحقین کی تعداد	کل رقم	مستحقین کی تعداد	کل رقم	مستحقین کی تعداد	کل رقم	مستحقین کی تعداد	کل رقم	مستحقین کی تعداد	کل رقم	مستحقین کی تعداد	کل رقم	مستحقین کی تعداد
گزارہ الاؤنس	212.225	249576	484.938	349710	227.840	235788	276.650	404067	568.059	465333	765.116	406562	1429.454	476485	1498.897	516861	1149.666	488661
تعلیمی وظائف	12.745	15488	56.192	65010	45.426	55805	90.190	57360	67.028	104585	104.015	146051	91.007	130010	293.972	165981	230.246	126883
دینی مدارس	4.136	4409	4.868	5238	8.798	6242	52.387	33731	15.287	31235	27.960	32524	4.242	8990	47.894	79882	84.648	31616
صحت	7.463	55262	19.036	61945	19.476	77667	44.415	123166	29.031	171175	24.709	92486	30.100	96205	33.151	47358	88.046	100400
بحالی مستحقین	1.527	6269	3.173	6557	2.626	1075	21.938	9641	24.858	7382	43.402	13994	21.904	7330	88.657	17731	73.703	15075
شادی الاؤنس	5.012	1752	22.841	11219	14.867	4091	18.585	5375	41.212	16132	50.958	17010	20.386	4077	88.359	8836	79.524	7552
کل رقم/کل تعداد	243.108	332756	591.045	499679	319.033	380668	504.165	633610	745.475	795842	1016.160	758627	1597.183	723097	2050.930	764749	1705.833	770187

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

۱۔ کتاب الاموال۔ امام ابوعبیدؒ' ادارہ تحقیقات اسلامی' اسلام آباد۔

۲۔ اسلام کا اقتصادی نظام۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ' ادارہ اسلامیات' لاہور۔

۳۔ معاشیات اسلام۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ' اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ' لاہور۔

۴۔ فقہ الزکوٰۃ۔ یوسف القرضاوی' البدر پبلیکیشنز' لاہور

۵۔ اسلامی معیشت کے چند بنیادی اصول' توصیف ایزد۔ محمد اسلم۔

6- Economic Doctrine of Islam, Dr. Afzal-ur-Rehman, Islamic Publications Ltd; Lahore.

7- The Economic System of Islam, M. Umar Chapra, University of Karachi.

8- Taxation Policy in an Islamic Economy, Dr. Monzer Kahf in "Fiscal Policy and Resource Allocation in Islam", Institute of Policy Studies, Islamabad.

***

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

باب ۱۷

اسلامی ریاست کا معاشی کردار

(Economic Role of Islamic State)

۱۔ ریاست کا مفہوم اور مقاصد:

ریاست ایک ایسا ادارہ ہے جس کے پاس اقتدار اعلیٰ کے اختیارات ہوتے ہیں اور جو اپنی مرضی کو بالجبر نافذ کرسکتی ہے۔ ریاست کا مقصد ایک ایسا معاشرہ وجود میں لانا ہوتا ہے جو افراد کی فطری صلاحیتوں کی نشوونما میں مددگار ہو اور جہاں لوگ عدل و انصاف کے ماحول میں پرامن' خوشگوار اور معاشی لحاظ سے خوشحال زندگی بسر کرسکیں۔

۲۔ اسلامی ریاست:

اسلام محض چند مابعد الطبیعاتی تصورات کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کا مکمل ضابطہ ہے جو اس کی فلاح..... دنیوی اور اخروی..... کا ایک جامع منصوبہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس منصوبہ پر عملدرآمد کے لئے جہاں وہ معاشرتی زندگی کے دوسرے شعبوں مثلاً خاندانی معاشرت' تعلیم و تربیت' تجارت و معیشت اور عقائد و عبادات وغیرہ کا ایک خاص نقشہ بناتا اور اس کے زیر اثر انسانی فکر و کردار کا ایک نمونہ (Model) تیار کرتا ہے وہاں وہ ریاست کے اقتدار و اختیار کو بھی اس مقصد کے حصول کے لئے استعمال کرتا ہے۔ ریاست کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر نہ تو عدم مداخلت (Laissez-faire) کے اصول پر مبنی ہے کہ جس کے تحت ریاست کا دائرہ محض امن و امان کے قیام تک محدود ہو جاتا ہے اور وہ افراد کے امور و معاملات سے قطعاً بے تعلق ہو جاتی ہے اور نہ ہی ریاست کے بارے میں اسلام اشتراکی نقطہ نظر کی تائید کرتا ہے کہ جہاں ریاست کلی اختیارات کی مالک ہو کر زندگی کے ہر معاملہ میں دخیل ہو جاتی ہے اور فرد کی آزادی کا دائرہ بس اس کی ذات تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔

ریاست کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر ان دو انتہاؤں کے درمیان توازن و اعتدال پر مبنی ہے۔ وہ نہ تو ایک بے تعلق غیر جانبدار ادارہ بن کر فرد کو کھل کھیلنے کا موقع دیتا ہے اور نہ ہی اسے اجتماعیت کے شکنجہ میں کس کر بے بس کر دیتا ہے۔ اسلام فرد اور ریاست کے درمیان ایسا رشتہ استوار کرتا ہے جس کی بدولت فرد ریاست کا خلوص دل سے اطاعت گزار بن جاتا ہے اور ریاست فرد کی سراپا خدمت گزار بن جاتا ہے۔ دونوں کے مفاد میں تصادم کے بجائے ہم آہنگی اور مطابقت پیدا ہو جاتا ہے۔ ریاست فرد کے لئے امن و سکون اور معاشی تحفظ کا موثر اہتمام کر کے اس کی فطری صلاحیتوں کے نشوونما کا سازگار ماحول پیدا کرتی ہے تو فرد اپنے تعمیری فکر و عمل اور خوش دلانہ اطاعت و تعاون سے اسے مستحکم بنانے کے لئے اپنی توانائیاں صرف کر دیتا ہے۔ چونکہ یہ سارا عمل اطاعت الٰہی' رضائے خداوندی اور آخرت کی مسئولیت کے جذبہ سے ہوتا ہے اس لئے نہ کارپردازان ریاست (حکمران) افراد کو اپنے کسی مفاد کے لئے جبر کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نشانہ بناتے ہیں اور نہ ہی افراد ذاتی اغراض کے لئے ریاست کے مفاد اور استحکام کو تباہ کرنے کی روش اختیار کرتے ہیں۔

۳۔ اسلامی ریاست کا مفہوم:

اسلامی ریاست سے مراد وہ ریاست ہے جس میں مقتدر اعلیٰ (Sovereign) اللہ رب العزت کی ذات و صفات ہو۔ اس کا قانون ملک کا بالاتر قانون ہو۔ افراد ریاست اللہ کریم کے خلیفہ و نائب کی حیثیت سے اس کے قوانین و احکامات کے نفاذ پر مامور ہوں۔ نظم ریاست کے سلسلہ میں انہیں قانون سازی کرنی پڑے تو وہ قوانین خداوندی سے متصادم نہیں بلکہ اس کی متابعت (پیروی) میں ہو۔ منشائے خداوندی' جس کے جاننے کا مستند ترین ذریعہ قرآن پاک اور سنت رسول اللہ ﷺ ہے ہی ان کی سوچ کا منبع و مصدر (Source) ہونا چاہئے۔ اور ریاست کے جملہ امور اسی کی روشنی میں انجام پانے چاہئیں۔ نیز یہ کہ امور ریاست ارباب حل و عدق کے باہمی مشورہ سے طے کئے جائیں اور سماجی بہبود ہی ان کا محرک اور نصب العین ہو نہ کہ کسی فرد واحد کی ذات یا اس کی خواہشات۔

۴۔ مقاصد و وظائف:

اسلامی ریاست کا بنیادی مقصد قانون خداوندی کی تنفیذ کے ذریعہ اسلامی طرز زندگی کا قیام و بقا ہے نیز ایسا معاشرہ وجود میں لانا جو عدل و انصاف کا گہوارہ ہو' جہاں افراد کو معاشی تحفظ (Economic Security) کی ضمانت حاصل ہو اور جہاں وہ معاشی وسائل کے حصول کے لئے فکر و ضمیر کی آزادی کے ساتھ کام کر سکیں۔ اس معاشرہ کے چار بنیادی ستون ہیں اور ریاست کی ذمہ داری ان ہی ستونوں کو مستحکم اور پائیدار بنانے کے لئے ضروری اقدامات کرنا ہے۔ انہیں اسلامی ریاست کے بنیادی فرائض و وظائف کا نام دیا جاسکتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:۔

ترجمہ: وہ لوگ جنہیں ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں' زکوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام کریں' بھلائیوں کا حکم دیں اور برائیوں سے روکیں۔ (الحج:۴۱)

باالفاظ دیگر اسلامی ریاست کے فرائض کے چار بڑے دائرے یا شعبہ ہیں:

(۱) قیام صلوٰۃ (۲) قیام نظام زکوٰۃ (۳) بھلائیوں کا فروغ (۴) برائیوں کا استیصال

ریاست کے یہ فرائض افراد معاشرہ کی پوری زندگی پر محیط ہیں اور ایک مستحکم ریاست کے قیام کی یقینی ضمانت ہیں۔ موضوع کی مناسبت سے ہم درج ذیل سطور میں معاشی دائرہ میں ان فرائض کی عمل داری کا جائزہ لیں گے۔

۴۔ اسلامی ریاست کا معاشی کردار' اس کے فرائض کی روشنی میں:

۱۔ **قیام صلوٰۃ:** اسلامی ریاست کا اولین فریضہ اپنی حدود میں قیام صلوٰۃ کا اہتمام کرنا ہے۔ نماز کو دین اسلام میں مرکزی و محوری مقام حاصل ہے۔ یہ بندہ کو اپنے خالق و مالک خدا کے قریب کرنے اور اس کے ساتھ اس کا گہرا رابطہ قائم کرنے کا نہایت موثر ذریعہ ہے۔ اس قرب و رابطہ سے ہی انسان کو فکر و عمل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی وہ پاکیزگی حاصل ہوتی ہے جو اسے زندگی کی شاہراہ مستقیم پر قائم رکھتی اور معاملات زندگی میں راستبازی اور امانت و دیانت کا پاسدار بناتی ہے۔ یہی اس میں اخلاقی اقدار کا جوہر زندہ و بیدار رکھتی اور منکرات یعنی حب مال و جاہ کے فتنوں سے اسے محفوظ کر کے اکل حلال پر قانع رکھتی اور حرام سے بچاتی ہے۔

ترجمہ: بے شک نماز فحش (جنسی بے راہ روی) اور منکر (مال کے شر) سے روکتی ہے۔

(العنکبوت ۴۵)

قیام صلوٰۃ کے سلسلہ میں مساجد کی تعمیر اور ان کے مناسب انتظام و انصرام سے سرمایہ کارانہ سرگرمیوں کو فروغ ملتا ہے۔ مساجد بے سہارا حاجتمندوں' اجنبیوں اور مسافروں کی امداد کا بڑا ذریعہ ہیں۔ یہ تدریس علم کا مرکز ہوتی ہیں جہاں سے افراد میں فکر و اخلاق کی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ قرآن و سنت کے احکامات کی روشنی میں حصول معاش کے لئے تگ و دو کرنے کا جذبہ پیدا کیا جاسکتا ہے۔

(ب) قیام نظام زکوٰۃ: نماز بندہ کا تعلق خدا سے جوڑتی ہے تو زکوٰۃ بندہ کا تعلق بندہ کے ساتھ قائم کرتی ہے۔ زکوٰۃ امراء سے اموال کو غرباء کی طرف منتقل کر کے ان کی قوت خرید کو بڑھاتی ہے اور ان کے لئے ضروریات زندگی کے حصول کو آسان بناتی ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی اور وصولی کا انتظام اگر انفرادی سطح پر ہو تو بھی معاشی اعتبار سے اپنے اندر بڑی خیر و برکت رکھتا ہے۔ لیکن اسلام نے بنیادی طور پر اسے اجتماعی شکل دے کر اس کے انتظام و انصرام کو ریاست کی تحویل میں دے دیا ہے۔ ریاست اپنی ہمہ گیر اختیارات کو بروئے کار لا کر احکامات شریعت کے مطابق جب زکوٰۃ کی تحصیل کرتی ہے تو مالی وسائل کا ایک بڑا خزانہ اس کے ہاتھ آجاتا ہے اور اس کے لئے معاشرہ کے مفلسوں' غریبوں' محتاجوں اور بے سہارا افراد کی امداد' بیماروں اور بے روزگاروں کی اعانت اور ان کی بحالی کا بندوبست کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔

زکوٰۃ کا اطلاق جن امور پر ہوتا ہے اور جن مدات پر اسے صرف کیا جاتا ہے ان کے جائزہ سے یہ بات بخوبی عیاں ہو جاتی ہے کہ اس کے ذریعہ دولت اصحاب وسائل سے محروم وسائل افراد کی طرف مستقل طور پر منتقل ہونے لگتی ہے۔ اس کی حیثیت ٹیکس کی طرح کسی وقتی تدبیر کی نہیں بلکہ یہ نماز کی طرح ایک دائمی عبادت ہے جو ہر صاحب نصاب و استطاعت پر ایک متعین شرح کے ساتھ فرض کی گئی ہے اور جسے معاشرہ کے غریب و مسکین اور بے سہارا افراد کی دیکھ بھال اور ان کی معاشی ضروریات پوری کرنے کے لئے ہی صرف کیا جاسکتا ہے۔ اس سے جانی' جسمانی اور مالی حادثات کا شکار ہو جانے والوں کی امداد کی جاسکتی ہے اور انہیں از سر نو کام کرنے کے قابل بنایا جاسکتا ہے۔ بے بس مقروضوں کو قرضہ کے بوجھ سے نجات دلانے اور قرض حسنہ کے ذریعہ انہیں کاروبار کی بحالی کے لئے مدد دی جاسکتی ہے۔ زکوٰۃ کو تبلیغ و اشاعت دین کے کاموں' جہاد اور ملکی دفاع کے استحکام کے لئے بھی کام میں لایا جاسکتا ہے تاکہ ملکی سرحدوں کے محفوظ ہو جانے سے افراد کی نہ صرف جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ ہو جائے بلکہ تحفظ کی اس فضا میں وہ اپنی معاشی سرگرمیوں کو اعتماد کے ساتھ جاری بھی رکھ سکیں۔

نظام زکوٰۃ کی بدولت ان بہت سے افراد کو روزگار بھی میسر آتا ہے جو ریاست کی طرف سے اس کی فراہمی اور تقسیم کے کام پر مامور ہوتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نظام زکوٰۃ کی موثر انداز میں تنظیم اور منصوبہ بندی سے ملکی معیشت کو مستحکم بنانے میں بھی مدد ملتی ہے۔ اس کی حیثیت معیشت میں ایک خودکار مستحکم کنندہ (Built-in-Stabilizer) کی بن جاتی ہے۔ بڑھتی ہوئی آمدنیوں کے خوشحالی کے دور (Boom) میں زکوٰۃ سے آمدنی بڑھ جاتی ہے اس طرح زائد دولت گردش سے نکل کر افراط زر کے دباؤ کو کم کر دیتی ہے جبکہ کساد بازاری (Depression) کے ایام میں زکوٰۃ کی تقسیم سے زیادہ میلان صرف رکھنے والے غرباء کی قوت خرید میں اضافہ ہو جانے سے موثر طلب (Effective Demand) بڑھتی ہے اور کاروباری سرگرمیوں کے لئے ایک محرک پیدا ہوتا ہے جو معیشت کی بتدریج بحالی (Recovery) کا باعث بنتا ہے۔ الغرض غربت و افلاس اور تقسیم دولت کی ناہمواری کا مسئلہ جو متعدد بالخصوص ترقی پذیر ممالک کے لئے ایک روگ بنا ہوا ہے نظام زکوٰۃ کے قیام سے اس کا کافی و شافی انداز میں تدارک کیا جاسکتا ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ کی تحصیل و تقسیم کا کام خدا ترس' اہل اور دیانتدار افراد کے ذریعہ انجام پائے اور عمال ریاست اس بارے میں آخرت کی جوابدہی کا احساس رکھنے والے ہوں۔

(ج) بھلائیوں کا فروغ: اسلامی ریاست کی ذمہ داریوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ بھلائیوں اور خیر کے فروغ کے لئے کوشاں ہو اور اس سلسلہ میں اپنی تمام اقتدار و اختیار اور وسائل کو بروئے عمل لائے تاکہ صحیح معنوں میں ایک پرسکون آسودہ حال اور عادلانہ معاشرہ وجود میں آئے۔ خیر اور بھلائی کے فروغ کا یہ کام جس طرح اجتماعی زندگی کے دوسرے شعبوں میں مطلوب ہے اسی طرح معاشی دائرہ میں اس کی بڑی ضرورت اور اہمیت ہے۔ معاشی شعبہ میں بھلائیوں کے فروغ کی متعدد شکلیں ہو سکتی ہیں۔ ان میں مندرجہ ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

(ا) افراد معاشرہ کو معاشی آسودگی سے ہمکنار کرنا: اللہ رب العزت کو آسودہ اور خوشحال لوگ پسند ہیں۔ اللہ کے رسولؐ نے تنگ دستی اور غربت و افلاس سے اللہ کی پناہ مانگنے اور خوشحالی و بھلائی طلب کرنے کی تعلیم دی ہے۔ اس لئے ایک اسلامی ریاست کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو فقر و فاقہ سے نجات دلانے اور خوشحالی سے ہمکنار کرنے کا اہتمام کرے۔ اس مقصد کے لئے مندرجہ ذیل امور کو اس کی ذمہ داریوں میں شامل کیا گیا ہے۔

i) کفالت عامہ (Public Maintenance): اسلامی ریاست کے لئے لازم ہے کہ اس کی حدود میں رہنے والے تمام افراد' مسلم اور غیر مسلم کو بنیادی ضروریات زندگی حاصل ہوں۔ لباس' مکان' خوراک' علاج اور تعلیم وغیرہ سے کوئی شخص بھی محروم نہ ہو۔ ریاست کے وسائل میں وسعت آنے کے ساتھ افراد کو مہیا کی جانے والی سہولتوں میں بھی اضافہ ہونا چاہئے۔ وسائل اجازت دیں تو ریاست کے لئے ضروری ہے کہ وہ بے مایہ (غریب) مقروضوں کے قرضوں کی ادائیگی' نادار کنواروں کے نکاح اور معذوروں کے لئے خادموں اور سواری کا بندوبست کرے۔ مسافروں کے لئے مسافر خانے اور سرائیں تعمیر کرائے۔ محنت کشوں کی فلاح و بہبود کے لئے موثر اقدامات کرے اور افراط زر کے دباؤ سے کمزور طبقات کو محفوظ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنے کا خصوصی اہتمام کرے۔

ii) معاشی ترقی کا اہتمام (Economic Development): اسلامی ریاست کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ وہ اپنے دائرہ کار میں معاشی تعمیر و ترقی کو پروان چڑھانے کے لئے جملہ ضروری اقدامات کرے کیونکہ اس کے بغیر افراد معاشرہ کی معاشی آسودگی و خوشحالی کا مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔ معاشی ترقی کے عمل کو تیز کرنے اور اسے اپنے مجموعی نظریہ حیات سے ہم آہنگ بنانے کے لئے بنیادی طور پر افراد کی نجی کاوشوں کی ہی حوصلہ افزائی کی جائے گی اور انہیں اس سلسلہ میں ہر ممکن امداد اور سہولت مہیا کی جائے گی تاہم ترقی کے بنیادی لوازمات کی فراہمی اور تحتی ڈھانچہ (Infrastructure) کی تعمیر کے کام میں ریاست بقدر ضرورت براہ راست حصہ بھی لے سکتی ہے۔ مثال کے طور پر ذرائع آبپاشی کی ترقی، ذرائع نقل و حمل کی توسیع و تجدید، بحری و بری راستوں کی تعمیر اور دیکھ بھال، تعلیم و صحت کے منصوبے، توانائی کی تخلیق و تلاش یا کثیر مالی اور فنی نوعیت کے وسائل چاہنے والے منصوبے یا مفاد عامہ (Public Utilities) سے تعلق رکھنے والے ایسے کام جن میں شرح منافع کی کمی کی وجہ سے نجی سرمایہ کار آگے آنے سے ہچکچاتے ہیں ریاست کی تحویل و نگرانی میں پایہ تکمیل کو پہنچائے جاسکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں بالخصوص دفاعی صنعت کی ترقی و فروغ پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ ملک کو نہ صرف دفاعی ضروریات کے معاملہ میں خود کفیل بنایا جاسکے بلکہ اسے کسی بھی نوعیت کی بیرونی جارحیت کے مقابلہ میں ناقابل تسخیر بنادیا جائے۔

معاشی ترقی کے عمل کو آگے بڑھانے اور اس کی رفتار کو تیز کرنے کے لئے ریاست اپنی زری (Monetary)، مالیاتی (Fiscal) اور تجارتی (Commercial) پالیسیوں کو بھی استعمال کرسکتی ہے۔ معاشی منصوبہ بندی اور جدید ٹیکنالوجی کا استعمال بھی اس سلسلہ میں معاون ثابت ہوسکتا ہے۔

iii) دولت کی منصفانہ تقسیم کا اہتمام: دولت کی منصفانہ تقسیم نہ صرف ریاستی استحکام کے لئے ضروری ہے کہ اس سے معاشرہ امیر و غریب کی طبقاتی کشمکش کی آگ میں جلنے سے بچ جاتا ہے بلکہ معاشی آسودگی کے حصول اور ترقیاتی عمل کو آگے بڑھانے میں بھی اس کی اشد ضرورت ہے۔ جہاں عاملین پیدائش کو ان کی خدمات کا منصفانہ معاوضہ مل جائے وہاں ترقیاتی کوششوں میں ان کا خوشدلانہ تعاون موجود رہتا ہے۔ اس لئے اسلامی ریاست کے لئے ازحد ضروری ہے کہ وہ دولت کی عادلانہ تقسیم کا بندوبست کرے اور ان عوامل کا سدباب کرے جو افراد کی آمدنیوں میں بے جا تفاوت پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے مبارک دور میں تین طریقوں سے اس مقصد کو حاصل کیا گیا:

۱۔ زکوٰۃ و عشر کی وصولی و تقسیم کے ذریعہ۔

۲۔ فئے یعنی وہ مال غنیمت جو بغیر جنگ کے اہل اسلام کے ہاتھ لگے، کی غریبوں میں تقسیم کے ذریعہ۔

۳۔ اخلاقی ترغیب و تلقین سے کہ اصحاب ثروت اہل حاجت کی رضاکارانہ طور پر مالی امداد کریں۔

خلفائے راشدین کے دور حکومت میں بالخصوص جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوگیا متذکرہ پالیسیوں پر عملدرآمد ہوتا رہا اور اس بات کی کوشش کی جاتی رہی کہ تقسیم دولت کا متوازن نظام قائم رہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہر دور کی اسلامی ریاست کے لئے تقسیم دولت کے باب میں یہی رہنما اصول ہے کہ وہ ایسے اقدامات کرے کہ دولت محض چند امراء کے درمیان ہی محدود و محصور ہو کر نہ رہ جائے بلکہ اس کی گردش اور تقسیم کا دائرہ وسیع تر ہوتا رہے اور ہر شہری کو اپنی ضروریات پوری کرنے کا سامان بسہولت میسر آتا رہے۔

زکوٰۃ و عشر اور قانون وراثت کی تنفیذ اور انفاق کی ترغیب و تلقین کے علاوہ بھی اسلامی ریاست محصولات وغیرہ کے ذریعہ امراء سے ان کی زائد دولت اپنی تحویل میں لے سکتی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: اور ان کے مالوں میں سائل اور محروم افراد کا بھی حق ہے۔ (الذاریات: ۱۹)

ایک اور حدیث رسولؐ میں ارشاد ہے:

ترجمہ: ان کے اموال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی (محرومین کا) حق ہے۔

ریاست اپنے اخراجات کا ایسا انداز اختیار کر سکتی ہے جس سے زیادہ فائدہ غریب اور معاشی لحاظ سے کمزور طبقات کو پہنچے۔ تعلیم، صحت، رہائش اور آمدورفت کی سہولتوں کے ایسے منصوبے تیار کئے جا سکتے ہیں جن سے امراء کی نسبت غریب زیادہ مستفید ہوں۔

iv) مزدوروں کے حقوق کا تحفظ: اسلامی ریاست کی معاشی ذمہ داریوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ عاملین پیدائش یعنی زمین، سرمایہ اور محنت کے حقوق کا منصفانہ بنیادوں پر تحفظ کرے۔ عمل پیدائش میں محنت کشوں کے کردار اور کمزور حیثیت کے پیش نظر اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ریاست ان کے مفادات کے تحفظ و فروغ پر خصوصی توجہ دے۔ ریاست اس بات پر نظر رکھے کہ ان کے معاوضے عادلانہ اصولوں پر طے ہوں اور وہ کسی ظلم اور استحصال کا نشانہ نہ بنیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے شرائط کار اور حالات کار بھی مناسب اور موزوں ہوں تاکہ وہ خوشدلی کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں پوری کر سکیں نیز ان کے اوقات کار مناسب ہوں، کام کا ماحول پاک صاف اور حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق ہو اور ضروری حفاظتی اقدامات موجود ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے خادموں کو ایسا کام نہ دو جو ان کی طاقت سے باہر ہو۔ اگر ایسا ہو تو پھر کام میں ان کی مدد کرو۔ کام کے دوران مناسب وقفہ اور ضروری تعطیلات کا بھی بندوبست ہونا چاہئے۔ مزدوروں کی سماجی بہبود (Social Welfare) کے سلسلہ میں ضروری اقدامات پر بھی ریاست کو نظر رکھنی چاہئے۔ دوران کار بنیادی ضروریات زندگی بالخصوص جو اشیاء ان کی کوشش اور تعاون سے تیار ہوں انہیں نسبتاً ارزاں رعائتی نرخوں پر مہیا کی جائیں۔ بیماری کی صورت میں ان کے لئے علاج معالجہ کی سہولتیں موجود ہوں اور انہیں تعلیم و تربیت اور تفریح کے مواقع بھی میسر ہوں۔ دوران کار حادثات کی تلافی کے لئے مناسب معاوضہ کا بندوبست ہو۔ کاروباری منافع میں سے ان کے لئے حصہ مختص کرنا بھی شریعت اسلامی کی روح کے عین مطابق ہے۔ اس سلسلہ میں آجروں کو اعتماد میں لے کر مناسب انتظام کیا جا سکتا ہے۔ بے روزگاری جو عہد حاضر کا ایک قبیح روگ ہے سے محنت کشوں کو نجات دلانا اور ان کے لئے معاشی و سماجی تحفظ (Economic and Social Security) کا موثر انتظام کرنا بھی اسلامی ریاست کے فرائض میں داخل ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

v) **قیمتوں کا مناسب معیار:** اشیاء و خدمات کی قیمتیں افراد کی معاشی حالت پر گہرے طور پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اگر معاشی ترقی کے جلو میں گرانی کا عفریت بھی معاشرہ کو اپنی گرفت میں لے لے تو عام لوگوں کے نقطہ نظر سے ترقی بے معنی ہو کر رہ جاتی اور خوشحالی محض ایک سراب بن جاتی ہے۔ اسلامی ریاست جہاں معاشی ترقی کے معیار کو بلند کرنے کے لئے کوشاں ہوتی ہے وہاں اسے قیمتوں میں پیدا ہونے والے بے تحاشا اضافہ کو روکنے کے لئے بھی موثر اقدامات کرنے ہوں گے۔ اس مقصد کے لئے اگر اشیائے ضرورت کی قیمتوں پر کنٹرول کرنا ناگزیر ہو جائے تو مفاد عامہ کے پیش نظر اس سے بھی گریز نہ کرنا چاہئے۔ افراط زر کی طرح تفریط زر کے زمانہ میں بھی جب کہ اشیاء کی قیمتیں گر جاتی ہیں اور آجروں کے لئے منافع کے امکانات معدوم ہو جاتے ہیں اسلامی ریاست کو اپنی زری' مالیاتی اور تجارتی پالیسیوں کے ذریعہ صورت حال پر قابو پانا ہوگا اور معیشت کو افراط و تفریط کے گرداب سے نکال کر توازن و استحکام کے مقام پر لانا ہوگا۔ اشیاء کی قیمتیں نہ تو اتنی زیادہ ہونی چاہئیں کہ صارفین پس کر رہ جائیں اور نہ ہی اتنی کم کہ آجروں کے لئے کام کا محرک ہی ختم ہو جائے۔

vi) **کامل روزگار کا حصول:** اسلامی ریاست کی ذمہ داریوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ قدرتی وسائل کی طرح انسانی وسائل سے بھرپور استفادہ کرنے کا موثر اہتمام کرے۔ انسانی وسائل (Human Resources) سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی بہترین شکل یہ ہے کہ ملک کا کوئی قابل کار شخص ایسا نہ ہو جو اپنی اہلیت و صلاحیت کے مطابق کسی پیدا آوری کام میں مصروف نہ ہو۔ گداگری اور طفیلی پن اسلامی شریعت میں بڑے قبیح افعال قرار دئے گئے ہیں۔ بغیر کسی حقیقی شرعی عذر کے بے کار ہو کر بیٹھ جانا سخت معیوب سمجھا گیا ہے۔ جبکہ کام کرنے والا اللہ کا دوست قرار پاتا ہے۔ اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ وہ ایک طرف اپنے تعلیمی و تربیتی منصوبوں کے ذریعہ افراد کو کام کی عظمت و اہمیت کا احساس دلائے اور دوسری طرف اپنی اقتصادی پالیسیوں کے ذریعہ روزگار کے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا کرے تاکہ ملک میں بجز استثنائی حالات کے کام کرنے کے اہل تمام افراد برسر روزگار ہو جائیں۔

(۲) قیام امن اور فراہمی انصاف: ہر مہذب ریاست کی طرح اسلامی ریاست کی بھی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے حدود کار میں امن و امان کے قیام اور انصاف کی فراہمی کو یقینی بنائے۔ اس کے بغیر ریاست کے وجود کا جواز ہی ختم ہو جاتا ہے۔ افراد معاشرہ کی بہترین صلاحیتوں کا اظہار پرامن اور عادلانہ معاشرہ میں ہی ممکن ہوتا ہے۔ جہاں لوگوں کو جان' مال اور عزت و آبرو کا تحفظ حاصل ہو وہیں ان میں آزادانہ طور پر کاروباری سرگرمیاں جاری رکھنے کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ جنگ و جدل' فسادات اور عدم تحفظ معاشی ترقی کے لئے زہر قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ میں تمام انسانوں کی جان' مال اور عزت و آبرو کو محترم اور بلا امتیاز ناقابل دست اندازی قرار دیا گیا ہے۔ اسلامی ریاست کا فرض اولین ہے کہ وہ انسانوں کے اس بنیادی حق کے تحفظ کے لئے ضروری اور موثر اقدامات کرے۔ اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سلسلہ میں بیرونی جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لئے افواج کی تنظیم کرے اور داخلی امن و امان کے قیام کے لئے پولیس اور فراہمی انصاف اور تنازعات کے تصفیہ کے لئے عدالتی نظام اور ازالہ شکایات کے لئے مستعد انتظامی ڈھانچہ قائم کرے۔

(۳) اخلاقی ترفع (بلندی) (Moral Elevation): اخلاق اور منصفانہ معاشی سرگرمیوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اعلیٰ اخلاقی اوصاف سے متصف لوگ معاشرہ کی بہبود اور استحکام کے لئے زمین کا نمک اور پہاڑی کا چراغ ثابت ہوتے ہیں۔ معاشی معاملات میں ناپ تول کی درستی' عہد و پیمان کا پاس' امانت و دیانت' عدل و انصاف' پابندی وقت' محنت و جفاکشی' عزم و حوصلہ' امداد و تعاون' ہمدردی و ایثار' خوش خلقی و تواضع کامیابی کی کلید ہیں۔

آجر اور مزدور' زمیندار اور مزارع' خریدار اور فروشکار' صارف اور پیدا کنندہ' مقروض اور قرض خواہ کے معاملات اگر اخلاقی بنیادوں پر قائم ہوں تو معاشرہ کے بہت سے روگ اور طبقاتی کشمکش کے عوارض خود بخود ختم ہو کر رہ جائیں۔ اسلام کا معاشی نظام تو قائم ہی اخلاقی اقدار کی بنیاد پر ہے۔ اسی لئے اسلامی ریاست جو اس نظام کی محافظ (Custodian) ہے اخلاقی اقدار کو پروان چڑھانے میں مثبت طور پر دلچسپی لیتی اور افراد میں ان کے فروغ و رسوخ کے لئے موثر اقدامات کرتی ہے۔ اس شعبہ میں ریاست قانونی جبر سے زیادہ تعلیم' تلقین اور تربیت اخلاق کے ذرائع اور صالح معاشرہ کی نیکی پسند رائے عامہ پر انحصار کرتی ہے۔ اسلامی عقائد' توحید' رسالت اور آخرت۔ اور عبادات کا نظام بھی اخلاقی اقدار کی ترویج میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس لئے ریاست ان عقائد کی اصلاح و پختگی اور عبادات کی بجا آوری کا مناسب ماحول پیدا کرنے میں بھرپور حصہ لیتی ہے۔

(۴) برائیوں کا استیصال: اسلامی ریاست کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ وہ ان منکرات یا برائیوں کا استیصال کرے جو معاشی ناہمواریوں اور کاروباری بے ضابطگیوں کو جنم دیتی ہیں۔ اس سلسلہ میں صرف' پیدائش اور تقسیم و تبادلہ دولت کے تمام شعبوں میں تطہیر و تزکیہ کے اقدامات کرنے ہوں گے۔ حرام اشیاء کے صرف کو روکنا ہوگا' اسراف و تبذیر پر قدغن لگانا ہوگی' سود' سٹہ' جوئے' منشیات' احتکار' دھوکہ' فریب اور ضرر اور غرر کے تمام کاروبار بند کرنے ہوں گے' اجارہ دارانہ ظلم کا خاتمہ کرنا ہوگا اور اس سلسلہ میں بالخصوص محنت کشوں کو آجروں کے استحصال سے نجات دلانے کی ہر ممکن کوشش کرنی ہوگی۔ آجروں اور محنت کشوں کے مابین پائی جانے والی کشمکش کو ختم کر کے تعاون باہمی کی بنیاد پر صنعتی امن کے قیام کو ممکن بنانا ہوگا اور غلامی اور بیگار کی ہر شکل کا سدباب کرنا ہوگا۔ یہ کام تعلیم و تربیت' اصلاح معاشرہ اور قانون سازی تینوں طریقوں سے انجام دیئے جائیں گے۔ متذکرہ بالا معاشی ذمہ داریوں کی انجام دہی کے لئے اسلامی ریاست محصولات سمیت فراہمی وسائل کے تمام طریقے بروئے کار لا سکتی ہے بشرطیکہ وہ افراد کی آزادی ضمیر اور آزادی عمل کو مسدود کرنے والے نہ ہوں اور نہ ہی ان کے لئے تکلیف کا باعث بنیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

ا۔ اسلامی نظریہ ملکیت' حصہ دوم' ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی' اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ' لاہور۔

2- The Economic System of Islam, M. Umar Chapra, University of Karachi.

3- Fiscal Policy and Resource allocation in Islam, Edited by Dr. Ziaudding Ahmad, Dr. M. Fahim Khan, dr. Munawar Iqbal, Institute of Policy Studies, Islamabad.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حصہ نہم

معاشی ترقی و منصوبہ بندی

باب ۱۸ اسلام اور معاشی ترقی

* اسلام میں معاشی ترقی کا تصور
* معاشی ترقی کے اہداف
* اسلامی معیشت اور مروجہ معیشت میں ترقی کے تصور کا فرق
* معاشی ترقی کی پیمائش
* خلفائے راشدین کے دور میں معاشی ترقی کے لیے اقدامات

باب ۱۹ اسلام اور معاشی منصوبہ بندی

* اسلام اور منصوبہ بندی
* منصوبہ بندی کی اقسام
* اہمیت
* مقاصد
* اہداف
* حکمت عملی
* مالیات کی فراہمی

***

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۸

۱۔ اسلام اور معاشی ترقی

(Islam and Economic Development)

۱۔ معاشی ترقی کا مفہوم:

معاشی ترقی سے بالعموم وہ عمل مراد لیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں مجموعی قومی پیداوار یا فی کس آمدنی میں ایک طویل عرصہ کے دوران مسلسل اضافہ ہو۔

معاشی ترقی کی مختلف تعریفیں درج ذیل ہیں:

۱۔ پروفیسر آرتھر لیوس (Prof. W.A. Lewis) کے مطابق ''معاشی ترقی کسی ملک کی فی کس پیداوار میں اضافہ کو ظاہر کرتی ہے۔''

۲۔ پروفیسر ہگنز (Prof. Huggins) نے معاشی ترقی کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔ ''معاشی ترقی کل قومی آمدنی اور فی کس آمدنی میں اضافہ کو ظاہر کرتی ہے۔''

۳۔ پروفیسر مائر اینڈ بالڈون (Prof. Meier and Baldwin) نے معاشی ترقی کی تعریف یوں کی ہے۔ ''معاشی ترقی ایک ایسے عمل کا نام ہے جس کے دوران کسی ملک کی حقیقی آمدنی میں طویل عرصہ کے دوران اضافہ ہوتا ہے۔ اگر حقیقی قومی آمدنی میں اضافہ ملک کی آبادی میں اضافہ سے زیادہ ہو تو فی کس آمدنی میں بھی اضافہ ہو جائے گا بشرطیکہ خط غربت سے نیچے بسر کرنے والے لوگوں کی تعداد میں اضافہ نہ ہو اور تقسیم دولت مزید خراب نہ ہو۔''

۴۔ پروفیسر کنڈل برگر (Prof. Kindle Bargar) کے مطابق ''معاشی ترقی سے مراد زیادہ پیداوار کے ساتھ ساتھ فنی اور اوراقی نوعیت کی تبدیلیاں ہیں جن کے ذریعے یہ پیداوار حاصل کی جاتی ہے اور تقسیم کی جاتی ہے۔''

اسلامی نظام معیشت میں معاشی ترقی کی تعریف کرنے سے پہلے ہم معاشی ترقی کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر واضح کرتے ہیں:

۲۔ اسلام میں معاشی ترقی کا تصور:

اسلام ایک دین اور مکمل نظام زندگی ہے جو انسان کو ایک ایسا ضابطہ حیات فراہم کرتا ہے۔ جس کی روشنی میں ایک فرد یا ایک قوم روحانی اور مادی ترقی کی منازل آسانی سے طے کر سکتی ہے۔ دیگر مذاہب کے علی الرغم اسلام جمود کا قائل نہیں ہے۔ بلکہ ہر قسم کے پیش آمدہ حالات اور ہر قسم کے معاملات پر غور و فکر کر کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں نیا لائحہ عمل مرتب کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہی اجتہاد کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

راستہ ہے جس کے ذریعہ ہر زمانہ میں مسلمان اپنے لئے راہ عمل مرتب کر سکتے ہیں۔

اسلام کے پیش نظر انسان کی "فلاح" ہے۔ "فلاح" کا یہ تصور نہ صرف اس دنیا کی زندگی بلکہ انسان کی اخروی زندگی پر بھی محیط ہے۔ قرآن کریم میں مومنین کو یہی دعا سکھائی گئی ہے کہ "ربنا اتنا فی الدنیا حسنة فی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار"۔ (البقرہ) یعنی اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما' اور ہمیں عذاب جہنم سے بچالے۔ بس آخرت کے ساتھ ساتھ اس دنیا کی بھلائیوں اور ترقیوں کا حصول بھی ایک فرد اور بحیثیت مجموعی پورے معاشرے کی ذمہ داری ہے۔

دنیا کی زندگی میں فلاح کا حصول معاشی ترقی کے ساتھ منسلک ہے۔ اس لئے اسلام اپنے پیروکاروں کو معاشی جدوجہد میں حصہ لینے' غربت و جہالت کا خاتمہ کرنے اور معاشی ترقی کے دیگر عوامل کی تحقیق و افزائش کے لئے بھرپور ترغیب دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "کاد الفقر ان یکون کفرا" (فقر (غربت) انسان کو کفر کے قریب پہنچا دیتا ہے) آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایا کرتے تھے۔ "اے اللہ! میں کفر اور فقر و فاقہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔" یہ نقطہ نظر انسان کو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے بچاتا ہے۔ کیونکہ فقر و فاقہ سے بچنے کے لئے ایک طرف تو انسان معاشی جدوجہد کرے گا اور دوسری طرف اپنے اللہ سے کفر کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا کرے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی متعدد احادیث میں مانگنے اور دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور اپنی محنت سے روزی کمانے کا حکم دیا گیا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام معیشت کے مقابلہ میں اسلام کے پیش نظر صرف اور صرف مادی ترقی ہی معاشی ترقی کا مقصود نہیں بلکہ معاشی ترقی کو چند حدود کا پابند کیا گیا ہے۔ اسلام معاشی ترقی کا خواہاں ہے لیکن اس مقصد کے حصول کے لئے معاشرتی' اخلاقی اور دینی اقدار کی قربانی دینے کے لئے تیار نہیں بلکہ چاہتا ہے کہ جو بھی ترقی ہو وہ ان اقدار کو پیش نظر رکھ کر ہو اور معاشی ترقی کے ساتھ معاشرتی اقدار میں بھی ترقی ہو۔ معاشرے کے تمام ادارے مثلاً خاندان' حکومت' کاروبار مسجد و ممبر اور سکول' کالج وغیرہ اپنا بھرپور کردار ادا کریں' تاکہ معاشی ترقی کے ساتھ معاشرے کا ہر فرد روحانی ترقی کی منازل بھی طے کرتا جائے اور تقویٰ کے لحاظ سے بھی افراد میں تنزل کے بجائے ترقی نظر آئے۔ یہی معیار اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی درج ذیل آیت میں اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے:

ان اکرمکم عنداللہ اتقکمO کہ (الحجرات: ۱۳)

ترجمہ: تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ اسلامی معیشت میں معاشی ترقی:

(الف) معاشی ترقی کی تعریف: ''اسلام میں معاشی ترقی ایک ایسے عمل کا نام ہے جس کے دوران کسی ملک کی حقیقی قومی آمدنی اور فی کس آمدنی کے ساتھ ساتھ اس ملک کے باشندوں کی عزت نفس' آزادی عمل' اور دینی فعالیت میں اضافہ ہو۔ اور اس ملک کے لوگ مادی اور روحانی لحاظ سے اپنے آپ کو ماضی کے مقابلہ میں بہتر حالت میں پائیں۔''

اس تعریف میں عمل سے مراد مختلف فنی اور انتظامی قوتوں کا ایسا اشتراک ہے جس کے نتیجہ میں ایک طرف تو ملکی پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے اور دوسری طرف معاشرے میں حلال اور ضروری اشیاء کی رسد میں اضافہ اور ان اشیاء کی طلب میں مناسب تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔

اس عمل کے دوران نئے وسائل کی دریافت اور میسر وسائل کا بہترین انداز میں استعمال' سرمایہ اندوزی' نئے فنون پیدائش کا استعمال اور ان میں جدت پیدا کرنے کی کوشش' افراد کی تعلیمی اور فنی لحاظ سے بہتر تربیت' اور معاشرے کے سماجی اور اداراتی ڈھانچہ کی مضبوطی شامل ہے۔ ان اقدامات سے رسد کا پہلو بہتر ہوگا جبکہ طلب کے ضمن میں اسلام سب سے زیادہ زور آمدنی کی منصفانہ تقسیم پر دیتا ہے۔ اسلام کا نظام زکوۃ وصدقات' نظام نفقات' نظام وراثت اور وصیت وغیرہ کا بڑا مقصد آمدنیوں کی منصفانہ اور بہتر تقسیم ہے۔ جس کے نتیجہ میں طلب کے ڈھانچہ میں تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں اور معیشت میں پھیلاؤ اور ترقی کے امکانات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ طلب میں تبدیلیوں کے ضمن میں ایک اہم بات لوگوں کی پسند اور ان کے سماجی انداز فکر میں تبدیلی لانا ہے۔ یہ کام تعلیم و تربیت کے ذریعہ بطریق احسن انجام دیا جاسکتا ہے۔ اس سے انہیں پسندیدہ اور بہتر اشیاء کی طلب کے لئے آمادہ کیا جاسکتا ہے۔ اور ناپسندیدہ اور نقصان دہ اشیاء کی طلب سے روکا جاسکتا ہے۔ اسلام کا پورا نظام تربیت معاشرتی ڈھانچہ اور سماجی انداز فکر میں ایسی تبدیلیاں لاتا ہے کہ معاشرے کے تمام افراد ایک دوسرے کے ساتھ یوں منسلک ہو جاتے ہیں جیسے ایک خاندان کے افراد کیونکہ دوسروں کے دکھ درد میں شرکت ان کے ایمان کا حصہ ہے۔ اور اسلام نے تمام افراد معاشرہ کو بھائی بھائی قرار دیا ہے۔ جس کے نتیجے میں اہل ثروت کرنا ضروری ہے تاکہ فلاح کا حصول ہر سطح پر ممکن بنایا جاسکے۔

(ب) معاشی ترقی کے اہداف

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل اہداف کو پیش نظر رکھا جائے گا۔

ا۔ روزگار کی فراہمی:

اس مقصد کے لئے اسلامی ریاست میں روزگار کے مواقع میں اضافہ کرنا ضروری ہے تاکہ بے روزگاری کا عفریت عوام میں بے چینی اور عدم فلاح کا سبب نہ بن سکے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ سماجی تحفظ: (Social secutity): سماجی تحفظ کا بہترین نظام عمل میں لایا جائے تا کہ لوگوں کو تعلیم اور صحت کی بہترین سہولتیں میسر آ سکیں۔ اسلامی نظام زندگی میں تعلیم سے مراد زیادہ سے زیادہ افراد کی تعلیم کا حصول نہیں بلکہ سو فیصد تعلیم یافتہ افراد کی تیاری ہے۔ اسلامی ریاست میں جہالت کا کوئی تصور نہیں۔ اس لئے زیادہ سے زیادہ وسائل کے ساتھ عوام کی تعلیم و تربیت نجی اور سرکاری شعبہ کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔

۳۔ صحت عامہ کی سہولتیں: عوام کو صحت عامہ کی سہولتوں کی فراہمی بھی ان کا حق ہے تا کہ کوئی بیمار شخص علاج کی سہولتوں کی کمی کی وجہ سے پریشانی کا شکار نہ ہو اور موت کے منہ میں نہ چلا جائے اس کے ساتھ ساتھ نومولود بچوں کی شرح اموات میں کمی بھی ایک ہدف ہے۔

۴۔ اچھے ماحول کی فراہمی: معیار زندگی کی بلندی اور سماجی تحفظ کے سلسلہ میں عوام کو ہر لحاظ سے اچھے ماحول کی فراہمی بھی اسلامی ترقیاتی پالیسی کے مقاصد میں شامل ہے۔ جس میں آلودگی سے پاک ماحول کی فراہمی' صفائی کا بہترین نظام' پینے کے صاف پانی کی فراہمی وغیرہ شامل ہیں۔

۵۔ ٹرانسپورٹ اور رہائش کی سہولتیں: ذرائع نقل و حمل کو وسعت دینا اور جدید ترین وسائل نقل و حمل کو فراہم کرنے کے اقدامات بھی اسلامی معاشی ترقیاتی پالیسی کے اہداف ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کم از کم ایسی رہائش کی فراہمی کہ ہر فرد اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو سردی و گرمی کے شدائد سے محفوظ رکھ سکے اور باوقار و باحیا عائلی زندگی بسر کر سکے۔

۶۔ ذرائع قوت (Energy): ہر دور کے جدید ترین ذرائع قوت: بجلی' تیل' (پٹرول وغیرہ) کی وسیع پیمانہ پر تیاری اور فراہمی بھی معاشی ترقی کے اہداف ہیں۔

۷۔ متوازن ترقی: اسلام کی معاشی ترقی کی پالیسی کا ایک مقصد ملک کے تمام علاقوں کی متوازن ترقی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تمام شعبوں میں متوازن ترقی کو بھی پیش نظر رکھا جانا ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کچھ شعبے تو بہت زیادہ توجہ کا مرکز بن جائیں اور دوسرے شعبوں کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے۔ اس کا نتیجہ ان شعبوں کی پیداوار میں کمی اور ان میں کام کرنے والے افراد کی بے روزگاری کی صورت میں سامنے آئے گا جو کسی لحاظ سے پسندیدہ نہیں ہے۔ اس طرح مختلف علاقوں میں غیر متوازن ترقی لوگوں کی بڑے پیمانے پر مختلف علاقوں میں منتقلی کا مسئلہ پیدا کرے گی۔ جس کا نتیجہ معاشرتی اداروں (Institutions) کی تباہی کی صورت میں سامنے آئے گا' اس سے شاید کچھ مادی ترقی تو کسی طور حاصل ہو جائے' لیکن روحانی ترقی کے اہداف کو نا قابل تلافی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

۸۔ نئی ٹیکنالوجی کا فروغ: معاشی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ نئی ٹیکنالوجی کے حصول کے لئے پرانے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طریقوں میں جدت اور اختراع کے لئے مختلف افراد اور اداروں کو تیار کیا جائے تا کہ فرسودہ اور پرانے طریقہ ہائے پیدائش کے بجائے جدید طریقوں کو اختیار کر کے پیداوار میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کو ممکن بنایا جا سکے۔

۹۔ مسلمان ممالک کے درمیان تعاون کا فروغ: اللہ تعالیٰ نے اسلامی ممالک کو ہر طرح کے وسائل سے نوازا ہے۔ دنیا کے بہترین معدنی وسائل (بشمول پٹرول' سونا' چاندی وغیرہ) مسلمان ممالک میں پائے جاتے ہیں۔ دنیا کے بہترین بری بحری اور فضائی راستوں پر مسلمان ممالک موجود ہیں دنیا میں بہترین موسم (جو کام کرنے کے لئے ضروری ہے) مسلمان ممالک میں پائے جاتے ہیں۔ انسانی وسائل اور جغرافیائی حیثیت سے مسلمان ممالک کو دوسرے ممالک پر تفوق (برتری' فوقیت) حاصل ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں مسلمان ممالک کے درمیان تعلقات اور تعاون کو فروغ دینا انتہائی ضروری ہے۔ اسلامی معاشی پالیسی اور ترقیاتی پالیسی میں یہ بھی ایک ہدف ہے۔ جس کے ذریعے مسلمان ممالک غیر مسلم ممالک پر انحصار کرنے کی بجائے ایک دوسرے پر انحصار کریں۔ اور ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھا کر اپنے عوام کا معیار زندگی بلند کریں۔

الغرض اسلام معاشی ترقی کا جو نقشہ اور انداز تجویز کرتا ہے وہ یک رخا نہیں بلکہ جامع ہے۔ وہ انسان کی مادی اور اخلاقی ترقی پر محیط ہے۔ اور اس کے پیش نظر دنیاوی خوشحالی ہی نہیں بلکہ اخروی فوز و فلاح بھی ہے۔ وہ ایک متوازن ترقیاتی ماڈل ہے جو معاشی پیش روی کے ساتھ معاشرتی ہم آہنگی کو بھی ملحوظ رکھتا ہے۔ ترقیاتی ماڈل کے مروجہ انداز کی برعکس اس میں اخلاقی اقدار کو محوری حیثیت حاصل ہے جو خودکار طریقہ پر معاشی سرگرمیوں کو مضبوط بنیادوں پر منضبط کئے رکھتی ہیں۔

۴۔ اسلامی معیشت اور مروجہ معیشت میں ترقی کے تصور کا فرق:

عصر حاضر کے نظام ہائے معیشت کے پیش نظر معاشی ترقی سے مراد صرف اور صرف مادی ترقی کا حصول ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ ملک میں قومی آمدنی یا فی کس قومی آمدنی میں اضافہ ہوتا جائے۔ خواہ اس کے لئے ایسے طریقے اختیار کرنے پڑیں جن سے معاشرے کے کچھ طبقوں یا ملک کے کچھ حصوں کا استحصال ہی کیوں نہ کرنا پڑے' اس مقصد کے حصول کے لئے اگر اخلاقی اور انسانی اقدار کو قربان بھی کرنا پڑے تو اس کو عار نہیں سمجھا جاتا۔

مروجہ سیکولر معاشی ترقیاتی پالیسی کے مقابلہ میں اسلامی معاشی ترقیاتی ماڈل میں بنیادی اہمیت قومی آمدنی یا فی کس قومی آمدنی میں اضافہ کو حاصل نہیں ہے۔ اسلامی معیشت میں معاشی ترقی کو ''کل'' کی بجائے انسانی زندگی اور معاشی زندگی کے ایک ''جز'' کے طور پر اختیار کیا جاتا ہے۔ یہاں معاشی ترقیاتی پالیسی کو نظریاتی بنیادوں پر اس طرح استوار کیا جائے گا کہ بنیادی انسانی اور اخلاقی اقدار مجروح نہ ہوں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معاشی ترقی کے نتیجہ میں ایک استحصالی معاشرہ وجود میں نہ آئے' معاشی ترقی کا ہدف حاصل کرنے کے لئے اپنے کلچر اور اپنی تہذیب کی قربانی نہ دینی پڑے۔ معاشی ترقی کا نتیجہ چند لوگوں کی خوشحالی اور ملک کی اکثریت کی غربت اور تقسیم دولت میں عدم مساوات کی صورت میں نہ نکلے۔ اس کی برعکس اسلام ایسی صورت حال کا سدباب کرنے کے لئے متعدد اقدامات تجویز کرتا ہے۔

اسلامی نظام معیشت میں ترقی کا تصور تزکیہ سے وابستہ ہے۔ جس کا مطلب پاکیزگی اور بڑھوتری ہے۔ اسی لئے اسلام میں معاشی ترقی کے ساتھ ساتھ معاشرتی' سماجی' اخلاقی اور ثقافتی ترقی ضروری ہے۔ یہ سب کچھ دین اسلام کے دائرہ میں قرآن وسنت کی روشنی میں ہوگا۔ اس دائرہ سے باہر کسی قسم کی ترقی اسلام کو نہ مقصود ہے اور نہ مطلوب۔ مروجہ طرز عمل کے تحت معاشی ترقی کا ایک اور نقصان معاشرتی اداروں (Social Institutions) کی تباہی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اسلام ان بنیادی اداروں کے استحکام کا خواہاں ہے۔ اس لئے ایسی ترقی جس کے نتیجہ میں یہ ادارے تباہ ہوں' اسلام کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہے۔ ان اداروں کا زوال و اضمحلال معاشرہ میں مایوسی (Frustration) پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ موجودہ ترقی یافتہ ممالک میں معاشی خوشحالی کے باوجود خودکشی اور معاشرے سے بغاوت کا رجحان عام ہے۔ اس کے مقابلہ میں اسلام ایسے معاشرے کی تشکیل کا داعی ہے۔ جس میں سکون قلب انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ یہ قلبی سکون (جو اللہ کے ذکر اور اس کی نعمتوں پر شکر کرنے سے حاصل ہوتا ہے) انسان میں جینے کا جذبہ اور عمل کی قوت کو زندہ رکھتا ہے اور جہد مسلسل سے معاشی ترقی کی منزل قریب اور ممکن بنا دیتا ہے۔

۵۔ دین کی اشاعت کا اہتمام:

بطور مسلمان ہر فرد کی ذمہ داری نیکی کو پھیلانا اور بدی سے روکنا اور دین کی دعوت کو دنیا کے ہر فرد تک پہنچانا ہے۔ جب مسلمان معاشی لحاظ سے ترقی یافتہ ہوں گے تو غیر مسلم اقوام ان کی بات کو توجہ سے سننے پر مجبور ہوں۔ اس طرح ایک بین الاقوامی برادری کی تشکیل کی راہ آسان ہوگی اور مظلوم اقوام کی مدد کر کے مسلمان اسلام کی اشاعت کے لئے راہ ہموار کر سکیں گے۔

۶۔ معاشی ترقی کی پیمائش:

اسلامی معیشت میں معاشی ترقی کی پیمائش کے لئے قومی آمدنی اور فی کس قومی آمدنی کے دونوں طریقے اختیار کئے جا سکتے ہیں۔ جن سے زندگی کے مادی پہلو میں ترقی کی نشاندہی ہو سکتی ہے۔

(الف) فی کس قومی آمدنی کا طریقہ: اسلام نے دولت کی منصفانہ اور عادلانہ تقسیم پر بہت زور دیا ہے۔ نظام زکوٰۃ ایسا بہترین آلہ تقسیم دولت ہے جس کے نتیجہ میں تقریباً ۴۰ سال کے عرصہ میں دولت امراء سے غرباء کی طرف منتقل ہو سکتی ہے اور گردش دولت میں بہت زیادہ اضافہ کی وجہ سے آمدنیوں میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تفاوت کو کم کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ تقسیم میراث اور وصیت کے قوانین کی وجہ سے دولت کا چند ہاتھوں میں ارتکاز بہت حد تک کم کیا جاسکتا ہے۔ اس بناء پر فی کس قومی آمدنی کا طریقہ بہتر طور پر اسلامی معیشت کی ترقی کو واضح کرسکتا ہے۔

(ب) روحانی ترقی کی پیائش:

اسلامی نقطہ نظر سے معاشی ترقی کی عمل میں مادی ترقی اور روحانی ترقی دونوں شامل ہیں۔ روحانی ترقی کی پیائش کا معیار یہ ہوگا۔

۱۔ مساجد کی تعمیر اور نماز ادا کرنے والے افراد کی فیصد تعداد میں اضافہ۔

۲۔ زکوۃ ادا کرنے والے افراد کی فیصد تعداد میں اضافہ۔

۳۔ شرح خواندگی میں فیصد اضافہ۔

۴۔ جرائم میں کمی۔

۵۔ سماجی خدمت کے اداروں کے قیام کی رفتار میں اضافہ وغیرہ۔

۷۔ قرآن و حدیث میں معاشی جدوجہد اور معاشی ترقی کی ترغیبات:

قرآن پاک کی متعدد آیات اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور دعاؤں میں معاشی خوشحالی اور معاشی جدوجہد کے لئے ترغیبات دی گئی ہیں۔ ان میں سے چند آیات اور احادیث کا حوالہ ذیل میں دیا جارہا ہے۔ اسلامی معاشی ترقیاتی پالیسی کے اہداف قرآن و حدیث کی ان تعلیمات کی روشنی میں ہی بیان کئے گئے ہیں۔

سورۃ الجمعہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ (۶۲:۱۰)

(ترجمہ) ''پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔''

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: **طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ** (مشکوۃ المصابیح)

ترجمہ: ''حلال کمائی کی جستجو فرض (نماز) کے بعد فرض ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: **ان اللہ یحب المومن المحترف** (طبرانی)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ اس مسلمان سے محبت کرتا ہے جو محنت کر کے روزی کماتا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''بہترین کمائی مزدوری کی کمائی ہے۔ بشرطیکہ اپنے مالک کا کام خیر خواہی اور خلوص سے انجام دے۔'' (مسند احمدؒ)

ایک حدیث کے مطابق کعب بن حجرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک آدمی گزرا صحابہ رضوان اللہ علیہم نے دیکھا کہ وہ رزق کے حصول میں بہت متحرک ہے اور پوری دلچسپی لے رہا ہے تو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضور ﷺ سے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ اگر اس کی یہ دوڑ دھوپ اور دلچسپی اللہ کی راہ میں ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا۔'' اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ''اگر وہ اپنے چھوٹے بچوں کی پرورش کے لئے دوڑ دھوپ کر رہا ہے تو یہ اللہ کی راہ ہی میں شمار ہوگی اور اگر بوڑھے والدین کی پرورش کے لئے کوشش کر رہا ہے تو یہ بھی فی سبیل اللہ شمار ہوگی اور مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے بچا رہے تو یہ کوشش بھی فی سبیل اللہ شمار ہوگی البتہ اگر اس کی یہ محنت زیادہ مال حاصل کر کے لوگوں پر برتری جتانے اور لوگوں کو دکھانے کے لئے ہے تو یہ ساری محنت شیطان کی راہ میں شمار ہوگی۔'' (طبرانی)

قرآن و حدیث سے یہ مثالیں اسلام میں معاشی جدوجہد کی اہمیت واضح کرتی ہیں اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں رزق حلال کے لئے محنت اور جدوجہد کرنے کو نماز کے بعد فرض کا درجہ دیتی ہیں۔ اور محنت و مشقت سے رزق حلال کمانے والوں کا انجام انبیاء اور صدیقین کے ساتھ بتایا گیا ہے۔

فقر و فاقہ سے پناہ: رسول اللہ ﷺ کی متعدد دعاؤں میں اللہ تعالیٰ سے فقر و فاقہ سے بچنے کی دعا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ کیونکہ فقر انسان کو کفر تک لے جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے: **اللھم انی اعوذبک من الکفر والفقر** (ابوداؤدؒ) ترجمہ: ''اے اللہ میں کفر اور فقر و فاقہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' ایک اور دعا یوں منقول ہے۔ **اللھم انی اعوذبک من الفقر والقلة والذلة** (ابوداؤدؒ ابن ماجہؒ) ترجمہ: ''اے اللہ میں فقر و فاقہ، قلت اور ذلت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ دست سوال دراز کرنے اور دوسروں کا دست نگر بن کر زندگی گزارنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ اور محنت و مزدوری کی ترغیب فرماتے تھے۔ ایک حدیث کے مطابق: ''ایک مرتبہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صدقہ کا مطالبہ کیا۔ آپ ﷺ نے اسے صدقہ دینے کی بجائے اس کی چادر نیلام کی، اور اسے کلہاڑا خریدنے کا حکم دیا۔ اور اپنے دست مبارک سے اس کلہاڑے میں دستہ لگایا اور اس شخص کو حکم دیا کہ وہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرے۔ اس طرح اس شخص کو صدقہ پر گزارا کرنے کی بجائے محنت کی کمائی حاصل کرنے کی ترغیب دی۔ اس واقعہ میں ہمارے لئے دو سبق ہیں:

(پہلا سبق): رسول اللہ ﷺ اس شخص کی مدد فرما سکتے تھے لیکن آپؐ نے ایک صحت مند شخص کے بارے میں یہ پسند نہیں فرمایا کہ وہ بے کار رہے اور صدقہ پر گزارا کرے۔ اور

(دوسرا سبق): اس شخص کو کسی کی نوکری کرنے کے بجائے اپنا کاروبار کرنے کی ترغیب دی تا کہ وہ شخص اپنی کاروبار کے ذریعے معاشی ترقی کی دوڑ میں حصہ لے سکے۔

پس انفرادی زندگی کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ انسان معاشی جدوجہد میں حصہ لے تا کہ:

۱۔ وہ ایک بے کار (Idle) کے طور پر معاشرے میں زندگی نہ گزارے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ وہ اپنی ضروریات کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اپنے خاندان کی کفالت کا بوجھ اٹھا سکے۔
۳۔ وہ معاشرے کے تنگ دست افراد کی اپنی کمائی ہوئی دولت سے مدد کر سکے۔
۴۔ وہ اللہ کے دین کی دعوت عام کرنے کے سلسلہ میں اپنے وسائل کو استعمال کر سکے۔

۸۔ اجتماعی معاشی ترقی کے لئے جدوجہد کی ترغیب:

اسلام اپنے پیروکاروں کو صرف انفرادی شعبہ میں معاشی ترقی کے حصول کی جدوجہد کرنے کی ترغیب نہیں دیتا بلکہ اجتماعی طور پر پورے معاشرے کے افراد کی خوشحالی کے لئے جدوجہد کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اسی لئے ملک کی معاشی ترقی کو اسلامی تعلیمات میں اجتماعی فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اسی میں پورے معاشرے کی بقاء ہے۔ معاشی ترقی کے نتیجہ میں افراد کو ضروریات اور آسائشات زندگی حاصل ہوتی ہیں' ملک سیاسی اور دفاعی طور پر مستحکم ہوتا ہے اور اپنی عزت اور آزادی کی حفاظت کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مومنوں کو حکم دیتے ہیں **واعدوا لهم ماستطعتم من قوة**..... (۸:۶۱)

ترجمہ: ''اور ان (دشمنوں) کے (مقابلہ) کے لئے جتنی قوت تم سے ممکن ہو سکے فراہم کر رکھو۔''

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دشمن کے مقابلہ کے لئے "تیاری" کیا کرتے تھے اور اس زمانہ کی فوجی ضروریات (تیراندازی اور گھوڑ سواری) کی تربیت دیتے اور مجاہدین اسلام کو فوجی تربیت حاصل کرتے ملاحظہ فرماتے۔

اسلام کا منشا یہ ہے کہ اسلامی ریاست دفاعی لحاظ سے مضبوط ہو۔ اور خود انحصاری کی منزل کو حاصل کر سکے۔ کیونکہ دفاعی لحاظ سے کمزور اور پسماندہ اقوام جو دوسروں پر انحصار کرتی ہیں اقوام عالم میں سربلند ہو نہیں سکتیں۔ بلکہ بہت جلد اپنے وجود کو ختم کرنے کا باعث بن جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں دفاعی لحاظ سے مستحکم ملک ہی معاشی طور پر مستحکم ہو سکتا ہے۔ جب کہ دوسروں پر انحصار کرنے والے جلد ہی دوسری اقوام کی تہذیب و ثقافت کو اپنانا شروع کر دیتے ہیں اور اپنی تہذیب و تمدن کو طاق نسیاں میں رکھ دیتے ہیں۔

اسلامی ریاست اپنے عوام کی حالت سنوارنے اور غریب اور امیر کا فرق مٹانے کے لئے متعدد اقدامات کرتی ہے۔ اسلامی ریاست کی ایک ذمہ داری کفالت عامہ کی منزل کا حصول ہے جو معاشی ترقی کے بغیر ممکن نہیں۔ پس معاشی ترقی کے لئے اقدامات کرنا اسلامی ریاست کا فریضہ ہے۔

۹۔ معاشی ترقی کے بارے میں فقہاء کی آراء:

سورۃ ہود میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هو الذى انشاء كم من الارض واستعمر كم فيها..... (۱۱:۶۱)

ترجمہ: ''اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اس میں تم کو بسا دیا۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(الف) امام جصاص رحمتہ اللہ علیہ احکام القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ یعنی تم کو حسب ضرورت اس (زمین) کے آباد کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ زمین کو زراعت' باغبانی اور تعمیر مکانات کے لئے درست کرنا واجب ہے۔"

(ب) ایک حدیث قدسی کے مطابق ملک کی خوشحالی کا اہتمام کرنا اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے۔

(ج) امام ماوردی رحمتہ اللہ علیہ نے اسلامی ریاست کے حکمران کے سات فرائض بیان کئے ہیں۔ وہ ان کے بارے میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ان میں سے تیسری ذمہ داری یہ ہے کہ (اپنے زیر حکومت) ممالک کے جملہ مصالح (Betterment) کے تحفظ اور اس کی شاہراہوں اور دوسرے ذرائع نقل وحمل کو بہتر بنا کر ان ممالک کو آباد و خوشحال رکھے۔

(د) رسول اللہ ﷺ اسلامی ریاست کی خوشحالی کی خواہش بھی فرماتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی فرماتے۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نی کہا "لوگ جب درختوں پر پہلے پہلے پھل آتے دیکھتے تھے تو ان پھلوں کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آتے تھے۔ جب اسے رسول اللہ ﷺ لیتے تھے تو آپؐ یہ فرماتے تھے:

"اے اللہ ہمارے پھلوں میں برکت دے' اور ہمارے صاع (پیائش کا پیمانہ) میں برکت دے۔ اور ہمارے مد (پیمانہ پیائش) میں برکت دے۔ اے اللہ ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے اور دوست اور نبی تھے۔ اور انہوں نے تجھ سے مکہ کے بارے میں دعا کی تھی اور میں تجھ سے مدینہ کے بارے میں وہی دعا کرتا ہوں جو انہوں نے مکہ کے لئے کی تھی' اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور (مانگتا ہوں) پھر آپ ﷺ سب سے چھوٹے بچے کو بلاتے۔ جس پر آپ کی نگاہ پڑتی اور اسے وہ پھل دے دیتے۔" (موطا امام مالک)

واضح رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کی معاشی خوشحالی کے لئے دعا کی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کے اثرات اور حضور نبی کریم ﷺ کی دعاؤں کی اثرات آج بھی مکہ اور مدینہ کی معاشی خوشحالی میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

۱۰۔ خلفائے راشدین کے دور میں معاشی ترقی کے لئے اقدامات:

خلفائے راشدین نے اسلامی ریاست کے خوشحالی اور معاشی ترقی کے بہت سے اقدامات کئے' جن کے نتیجہ میں اسلامی ریاست خود کفیل ہوگئی' اور کفالت عامہ کا ایسا ہمہ گیر نظام قائم کیا گیا کہ جس کے نتیجہ میں ریاست میں کوئی زکوٰۃ لینے والا ڈھونڈے سے نہ ملتا تھا۔ معاشی ترقی کے حصول کے لئے خلفائے راشدین نے دولت کی تقسیم نو' محروم طبقات کو وسائل کی فراہمی کے ساتھ ایسا ڈھانچہ (Infrastructure) فراہم کیا کہ اسلامی ریاست بہت جلد تیز رفتار معاشی ترقی کے دور میں داخل ہوگئی' اس ضمن میں حضرت عمر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فاروقؓ کا دور خاص طور پر مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی لکھتے ہیں "حضرت عمرؓ بھی ملک کو خوشحال رکھنے اور ترقی دینے کا اہتمام کرتے تھے۔ آپ نے والئ مصر عمرو بن العاصؓ کو لکھا تھا کہ مقوقس سے دریافت کریں کہ مصر کی خوشحالی اور بربادی کا انحصار کن عوامل پر ہے۔ آپ نے ان کو ایسی تدابیر اختیار کرنے کی تاکید کی تھی۔ جن سے مصر کی خوشحالی میں اضافہ ہو' ایک زرعی معیشت میں سب سے زیادہ اہمیت آبپاشی کے لئے نہروں کی تعمیر کو حاصل ہے۔ تجارت کے فروغ کے لئے سڑکوں اور پلوں اور بہترین ذرائع نقل وحمل کی فراہمی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ ابن الحکیم نے لکھا ہے کہ مصر میں نہروں کی کھدائی' سڑکوں اور پلوں کی تعمیر اور دوسرے تعمیراتی کاموں میں ایک لاکھ چونیس ہزار مزدور لگائے گئے تھے۔ جو کدال اور پھاوڑے وغیرہ آلات کی مدد سے کام کرتے تھے۔ جاڑے اور گرمی ہر موسم میں یہ کام جاری رہتا تھا۔ مزدوروں کی اس تعداد سے تعمیری سرگرمیوں کی وسعت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مصر اس وقت کی وسیع اسلامی مملکت کا صرف ایک صوبہ تھا" (اسلامی نظریہ مملکت حصہ دوم: ص ۱۳۰)

(الف) حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں نہری نظام کی ترقی:

بہتر ذرائع آبپاشی اور زراعت کے فروغ کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ نے کئی نہریں کھدوائیں ان کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے:

۱۔ نہر ابی موسیٰ: یہ ۹ میل لمبی نہر تھی۔ جسے دریائے دجلہ سے بصرہ تک لایا گیا تھا۔

۲۔ نہر معقل: یہ بہر بھی دریائے دجلہ سے نکالی گئی تھی۔ اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے اسے تیار کروایا۔ اور انہی کے نام پر اس نہر کا نام رکھا گیا۔

۳۔ نہر سعد: اسے سعد بن ابی وقاصؓ (گورنر کوفہ) نے تیار کروایا اور اس کی تعمیر کا کام سعد بن عمرؓ کے ذمہ لگایا گیا۔ حجاج بن یوسف نے اس نہر کو مکمل کروایا۔

۴۔ نہر امیر المومنین: اس نہر کے ذریعے دریائے نیل کو بحر قلزم سے ملایا گیا۔ یہ نہر انہتر (۶۹) میل لمبی تھی۔ اور چھ ماہ میں تیار ہوئی۔ اس نہر کے ذریعے تجارت کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا۔

(ب) حضرت عمرؓ کے دور میں نئے شہروں کا قیام:

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد میں کئی نئے شہر بسائے' جن کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

۱۔ بصرہ: یہ شہر دریائے دجلہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس کے لئے دریائے دجلہ سے بصرہ تک ایک نہر (نہر ابی موسیٰ) بنائی گئی۔ یہ شہر علم وفضل کا گہوارہ بنا۔

۲۔ کوفہ: ۱۷ھ میں یہ شہر دریائے فرات کے کنارے بنایا گیا۔ جس میں ۴۰ (چالیس) ہزار کی آبادی کے لئے مکانات بنائے گئے۔ اس میں مختلف سائز کی سڑکیں بنائی گئیں۔ مثلاً ۴۰ ہاتھ چوڑی' ۳۰ ہاتھ چوڑی اور ۲۰ ہاتھ چوڑی اور گلیاں ۷ ہاتھ چوڑی بنائی گئیں۔ یہ شہر بھی علم وعرفان کا مرکز بنا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور جنگی لحاظ سے بھی یہ شہر نہایت اہم تھا۔ اس شہر نے بہت ترقی کی۔

۳۔ فسطاط: یہ شہر مصر میں بنایا گیا۔ اسکندریہ کی بجائے اس شہر کو مصر کا صدر مقام بنایا گیا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں یہاں چالیس ہزار اہل عرب کے نام قلمبند (رجسٹر) تھے۔ مورخ ''قضائی'' کے مطابق ایک زمانہ میں یہاں ۳۶۰ مساجد، ۸ ہزار سڑکیں اور ۱۷۰ حمام تھے۔

۴۔ موصل: یہ مقام پہلے سے موجود تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اس کو ایک شہر کی حیثیت سے بسایا گیا۔ اس کو مشرق مغرب کی گزرگاہ کہا جاتا تھا۔

۵۔ جیزہ: یہ شہر دریائے نیل کے ایک جانب فسطاط کے مقابل ۲۱ھ میں تعمیر ہوا۔ [1]

(ج) خلفائے راشدین کے دور میں معاشی ترقی کے لئے دیگر اقدامات:

معاشی ترقی کے حصول کے لئے خلفائے راشدین نے متعدد اقدامات کئے ان کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت عمرؓ کا دور: اسلامی ریاست کا ایک مقصد پیداآوری جدوجہد کی ہمت افزائی کرنا بھی ہے۔ تاکہ اشیاء کی رسد میں رکاوٹ نہ پڑے اور معیاری اشیاء کی پیداوار کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ کے دور میں پیداواری کاموں کی حوصلہ افزائی کے لئے لوگوں کی مدد اور ان سے تعاون کیا جاتا تھا۔ ان کے دور میں نافع بن حارث نے بصرہ کے قریب شط العرب کے میدان میں گھوڑے پالنے اور ان کی نسل کشی کا کام شروع کیا۔ انہوں نے چارے کی کاشت کے لئے ریاستی ملکیتی زمین پر کاشتکاری شروع کی۔ اور حضرت عمرؓ سے وہ زمین اس مقصد کے لئے ان کو عطا کرنے کی درخواست کی۔ حضرت عمرؓ نے اس علاقہ کے گورنر کو وہ زمین حضرت نافعؓ کو دینے کا حکم دیا۔

حضرت عمرؓ نے اسلامی ریاست کے لوگوں کے لئے وظائف مقرر کئے اور زیادہ سے زیادہ مال ان کو دینے کا حکم دیا۔ قادسیہ کی لڑائی میں حصہ لینے والوں کے لئے دو ہزار یا پندرہ سو وظیفہ اور ہر بچے کے لئے ایک سو درہم اور دو (۲) جریب غلہ ماہانہ مقرر کیا۔ آپ لوگوں کو ترغیب دیتے تھے کہ ان لوگوں کو جو وظیفہ مل رہا ہے وہ اس سے بھیڑ بکریوں کو پالنے کا کام کریں۔ اگلے سال غلام خرید کر اس کاروبار میں کام پر لگا دیں۔ اس طرح یہ مال ان کے مستقبل کے لئے معاشی خوشحالی کا ذریعہ بن جائے گا۔

۲۔ حضرت عثمانؓ کا دور: حضرت عثمانؓ کو بھی عوام کی خوشحالی اور معاشی ترقی بہت عزیز تھی اور وہ اس کے لئے بہت فکر مند رہتے تھے۔ موسیٰ بن طلحہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا ''میں نے عثمان ابن عفانؓ کو منبر پر بیٹھ کر جبکہ موذن نماز کے اقامت کہہ رہا تھا' لوگوں سے ان کے حالات اور اشیاء کے نرخ دریافت کرتے سنا ہے۔''

۳۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اپنے والیوں کو تاکید کرتے تھے کہ وہ منبر

---

[1] (بحوالہ: الفاروق۔ علامہ شبلی نعمانیؒ صفحات: ۳۲۰ تا ۳۳۲ اور ۳۳۴ تا ۳۴۰)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زمینوں کو قابل کاشت بنانے کے لئے تدابیر اختیار کریں۔ آپ نے عراق کے گورنر کو یہ بھی لکھا۔ کہ بیت المال کے فاضل مال میں سے کاشتکاروں کو زرعی اغراض کے لئے قرض دیئے جائیں (کتاب الاموال: ابوعبید)۔

امام ابو یوسفؒ نے خلیفہ ہارون الرشید کو بیت المال سے نہروں کی کھدائی کروانے کا مشورہ دیا۔ اسی طرح دریاؤں پر گھاٹ بنانے اور ان کے مصارف بیت المال سے ادا کرنے کو کہا۔ اس طرح احمد بن ابی الربیع لکھتے ہیں کہ "عدل کے کاموں میں سے ایک یہ ہے کہ ممالک کی خوشحالی کا اہتمام کیا جائے۔"

خلاصہ بحث

قرآن و حدیث کی تعلیمات' خلفائے راشدین کے عمل اور فقہاء کی آراء کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام معاشی ترقی کا خواہش مند ہے۔ اور معاشی ترقی محض قومی پیداوار میں اضافہ یا فی کس قومی آمدنی میں بڑھوتری کا نام نہیں اور نہ ہی یہ اسلامی معیشت کا ہدف ہے بلکہ اسلامی معاشی ترقیاتی پالیسی کا ہدف عرصہ طویل میں زیادہ سے زیادہ افراد کی معاشی فلاح میں اضافہ ہے تاکہ اسلامی معاشرہ اپنے نظریہ حیات کی روشنی میں تمدنی اور اخلاقی لحاظ سے ترقی کرنے کے ساتھ ساتھ ضروریات زندگی کے معاملہ میں بھی خود کفیل ہو اور خود انحصاری کی منزل کو حاصل کر کے افراد کی دنیاوی زندگی پرسکون اور اخروی زندگی کامیابی سے ہمکنار ہو سکے۔

کتابیات

۱۔ الفاروق' علامہ شبلی نعمانی۔

۲۔ اسلام اور معاشی ترقی' پروفیسر خواجہ نسیم احمد' ادارہ تعلیمی تحقیق' لاہور۔

3- Economic Development in Islamic Framework, Khurshid Ahmad.

4. Islamic Economic : Theory and Practice, M. A. Mannan, Sh. Muhammad Ashraf Publishers, Lahore.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۹

اسلام اور معاشی منصوبہ بندی

۱۔ معاشی منصوبہ بندی کی تعریف: معاشی منصوبہ بندی عہد حاضر کا انسانی اور مادی وسائل سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کا ایک موثر طریق کار ہے۔ اشتراکی معیشتیں کلیتہ اس طریق کار کو اپنائے ہوئے ہیں جبکہ آزاد معیشتوں بالخصوص نوآزاد ترقی پذیر ممالک میں بھی اس کی مقبولیت کا دائرہ وسیع ہوتا جارہا ہے۔ مختلف ماہرین معاشیات نے منصوبہ بندی کی تعریف مختلف انداز میں کی ہے۔

ڈیکنسن (Dickinson) کے الفاظ میں:

''معاشی منصوبہ بندی سے مراد ''اس نوعیت کے اہم فیصلے کرنا ہے کہ کون سی اشیاء پیدا کی جائیں؟ کس مقدار میں پیدا کی جائیں؟ اور کس کے لئے پیدا کی جائیں؟ یہ فیصلے معاشی نظام کے مجموعی جائزہ پر مبنی ہوں اور ایک معین ادارہ کی طرف سے کئے گئے ہوں۔''

لیوس لارون (Lewis Lorvin) نے منصوبہ بندی کی یہ تعریف کی ہے ''منصوبہ بندی معاشی تنظیم کی ایک ایسی تدبیر ہے جس میں انفرادی کاروبار اور صنعتوں کو واحد نظام کی باہم مربوط اکائیاں تصور کیا جاتا ہے۔ اس کا مقصد تمام ذرائع و وسائل سے استفادہ کرکے ایک معینہ عرصہ میں لوگوں کی ضروریات کی زیادہ سے زیادہ تسکین کا سامان فراہم کرنا ہے۔

۲۔ منصوبہ بندی کے لوازمات (Pre-requisites)

متذکرہ بالا تعریفوں کی روشنی میں منصوبہ بندی کے درج ذیل لوازمات قرار پاتے ہیں:

(الف) معلوم و امکانی وسائل کی بارے میں مکمل معلومات کا موجود ہونا۔

(ب) منصوبہ سازوں اور عوام میں معاشی ترقی کے لئے ان وسائل سے استفادہ کرنے کی پرجوش خواہش

(ج) پسندیدہ معاشی و معاشرتی مقاصد کا تعین

(د) ایک مرکزی تنظیم یا ادارہ کی موجودگی جو سوچے سمجھے پروگرام کے تحت منصوبہ بندی کے نظام کو کنٹرول کرے۔

۳۔ اسلام اور منصوبہ بندی:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس کے تمام اجزاء میں ایک گہرا ربط و تعلق پایا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسے صانع حکیم کا مرتب کردہ دین ہے جس کی صنعت تخلیق کے ہر گوشہ میں عدل و اعتدال کی جلوہ گری نظر آتی ہے۔ زمین و آسمان کی خلقت میں کہیں رخنہ و فطور دکھائی نہیں دیتا۔ (الملک ۔۳)

سورج، چاند، ستارے ہر چیز نظم و ضبط کی پیکر معلوم ہوتی ہے۔ یہی رنگ اس نے حیات انسانی کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لئے مجوزہ دین اسلام میں پیدا فرمایا ہی۔ اسلام دین اعتدال ہے جو ہر قسم کی افراط وتفریط سے پاک ہے۔ انسان کی پوری زندگی کی طرح معاشی شعبہ میں بھی اس نے اعتدال کو ہی پسند کیا ہے۔ اس نے وسائل زیست کے صرف و استعمال میں حزم و احتیاط کی تلقین کی ہے اور ان کے ضیاع کی روک تھام کو انسان کے لئے لازم قرار دیا ہی تا کہ تمام انسانوں کی زیادہ سے زیادہ احتیاجات کی تسکین کا مناسب انتظام ممکن ہو سکے۔ منصوبہ بندی کی روح بھی یہی ہے کہ وسائل کا ضیاع رکے اور انسان تسکین احتیاجات کے لئے ان سے بھرپور استفادہ کر سکے۔ معاشی منصوبہ بندی کی نگرانی خارج سے ایک مرکزی ادارہ کرتا ہے جبکہ اسلام نے ایک داخلی نگران نفس وضمیر کی شکل میں ہر انسان کے اندر بھی بٹھادیا ہے جو اسے افراط وتفریط سے روکتا اور ہر وقت نعمتوں کے بے جا استعمال پر محاسبہ خداوندی کا احساس دلاتا رہتا ہے۔ (التکاثر۔ ۸)

(الف) صرف دولت اور منصوبہ بندی:

اسلام صرف دولت کو ایک ضابطہ میں لانا چاہتا ہے تا کہ وسائل سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنا ممکن ہو سکے۔ وہ وسائل کو بے کار رکھ چھوڑنے یا انہیں غلط راہوں میں بہا دینے سے روکتا اور حقیقی ضروریات کے لئے ان کے استعمال کی ترغیب دیتا ہے۔ اسراف وتبذیر اور بخل کی مذمت کی بنیادی وجہ یہی ہے۔ اسلامی ریاست کا منصوبہ ساز ادارہ صرف کے تجاوزات یعنی افراط وتفریط کو روکنے کے لئے ضروری اقدامات کر سکتا ہے۔

(ب) پیدائش دولت اور منصوبہ بندی:

پیدائش دولت کے باب میں منصوبہ بندی کے ذریعہ معیشت کو زائد پیداآوری (Over-Production) اور کم پیدا آوری (Under-Production) سے محفوظ کیا جاسکتا ہے اور یوں تجارتی چکروں سے نجات دلاکر معیشت کو مستحکم بنایا جاسکتا ہے۔ اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ افراد اپنی پیداآوری سرگرمیوں کو اعتدال پر قائم رکھیں۔ نہ تو زیادہ منافع کے لالچ میں اندھا دھند پیداوار کرتے جائیں اور نہ ہی بے ضرورت انجانے خوف کا شکار ہو کر عمل پیدائش سے ہاتھ روک لیں۔ اسلام پیدا کنندگان میں اس روح اور اعتماد کو پروان چڑھانا چاہتا ہے۔

(ج) تبادلہ دولت اور منصوبہ بندی:

تبادلہ دولت کی سرگرمیوں کو مناسب ضوابط کا پابند بنانا کسی معیشت کے استحکام اور عوام کے مجموعی مفاد کے لئے بے حد ضروری ہے۔ لین دین میں ضرر وغرر اور ظلم و جبر کی ہر صورت کا استیصال لازماً ہونا چاہئے تا کہ لوگوں کو عادلانہ بنیادوں پر اشیاء و خدمات میسر آتی رہیں۔ اجارہ داریوں کا خاتمہ بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ اسلام نے کاروباری لین دین کا ایک مفصل ضابطہ دیا ہے جس پر عمل درآمد کرنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے کاروباری بدعنوانیوں اور تجاوزات تبادلہ پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

(د) تقسیم دولت اور منصوبہ بندی:

تقسیم دولت کے نظام کو منصفانہ بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے اسلام نے گردش دولت کو بڑھانے اور ارتکاز دولت کو روکنے کے موثر اقدامات کئے ہیں۔ دولت کو امراء سے غرباء کی طرف منتقل کرنے کے لئے ترغیبی ہدایات کے علاوہ زکوٰۃ وصدقات اور تقسیم وراثت کے قانونی اقدامات بھی تجویز کئے ہیں۔ مزید برآں اسلامی ریاست اپنے انتظامی اختیارات کے ذریعہ بھی آمدنیوں میں پائے جانے والی تفاوت کو دور کرسکتی ہے۔ اس سلسلہ میں بالخصوص زکوٰۃ کی تحصیل وتقسیم کی منصوبہ بندی کے ذریعہ ملک سے بیک وقت غربت اور بے روزگاری کو ختم کرنے کے ساتھ ساتھ عوام کی قوت خرید کو مضبوط کرکے معیشت کو تجارتی بحرانوں کے گرداب سے محفوظ بنایا جاسکتا ہے۔

۴۔ منصوبہ بندی کی اقسام

منصوبہ بندی کی درج ذیل اقسام ہیں:

(الف) عمومی منصوبہ بندی اور جزوی منصوبہ بندی

(General Planning and Partial Planning)

عمومی منصوبہ بندی کے تحت ایک مرکزی ادارہ پوری معیشت کے لئے ایک جامع منصوبہ بناتا ہے اور اس پر عمل درآمد کی نگرانی کرتا ہے جبکہ جزوی منصوبہ بندی معیشت کے کسی مخصوص شعبہ یا شعبوں کے لئے ہوتی ہے۔

(ب) تفاعلی منصوبہ بندی اور ہیئتی منصوبہ بندی (Functional & Structural Planning)

تفاعلی منصوبہ بندی سے مراد یہ ہے کہ سیاسی اور اقتصادی ڈھانچہ اور معاشرتی اقدار کو تبدیل کئے بغیر منصوبہ بنایا جائے جبکہ ہیئتی منصوبہ بندی وہ ہوتی ہے جس میں پوری سماجی نظام میں بنیادی نوعیت کی تبدیلیاں لانی پیش نظر ہوں۔

(ج) مرتکز اور غیر مرتکز منصوبہ بندی (Centralized and Decentralised Planning)

مرتکز منصوبہ بندی وہ ہے جس میں منصوبہ کی تیاری اور اس پر عملدرآمد ایک بااختیار مرکزی ادارے کی ہدایات کے مطابق ہوتا ہے۔ تمام متعلقہ افراد اور اداروں کو ان ہدایات کے مطابق کام کرنا پڑتا ہے۔ غیر مرتکز منصوبہ بندی میں منصوبوں کی تیاری کا کام نچلی سطح سے ہوتا ہے۔ تمام شعبے اور ادارے الگ الگ اپنے منصوبے تیار کرتے ہیں اور پھر انہیں مربوط کرکے ایک جامع منصوبہ کی شکل دی جاتی ہے۔

(د) حاکمانہ اور جمہوری منصوبہ بندی (Authoritarian and Democratic Planning)

حاکمانہ منصوبہ بندی اشتراکی ممالک کا خاصہ ہے۔ حکومت اپنے اقتدار واختیار کے بل پر معیشت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے تمام شعبوں کے لئے ایک جامع منصوبہ تیار کرتی اور اس پر عملدرآمد کراتی ہے۔ اس میں عوام کی رائے وغیرہ کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ جمہوری منصوبہ بندی کا انداز جمہوری ممالک میں اختیار کیا جاتا ہے۔ اس میں منصوبہ کی تیاری اور اس پر عملدرآمد کے مختلف مراحل کے بارے میں رائے عامہ بالخصوص عوام کے منتخب نمائندوں کو اعتماد میں لیا جاتا ہے۔ نجی اور سرکاری شعبوں کے لئے الگ الگ منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔

(ھ) ترغیبی اور جبری منصوبہ بندی (Induced and Forced Planning)

ترغیبی منصوبہ بندی میں حکومت نجی شعبہ کو مختلف ترغیبات اور مراعات کے ذریعہ مختلف معاشی منصوبوں میں سرمایہ کاری کے لئے راغب کرتی ہے۔ ان ترغیبات میں محصولات کی معافی یا تخفیف' بنیادی ڈھانچہ (Infrastructure) کی تعمیر' درآمدی و برآمدی مراعات وغیرہ شامل ہوتی ہیں۔ جبری منصوبہ بندی کی صورت میں منصوبہ کی تیاری اور اس پر عملدرآمد کا کام کلیتہً براہ راست حکومت کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ تمام امور ایک بااختیار مرکزی ادارہ کی ہدایات اور احکامات کے مطابق طے کئے جاتے ہیں۔ اشتراکی ممالک میں منصوبہ بندی کا انداز جبری ہی ہوتا ہے جبکہ مخلوط نظام معیشت میں بالعموم ترغیبی منصوبہ بندی پر انحصار کیا جاتا ہے۔

۵۔ اسلام میں منصوبہ بندی کی نوعیت:

اسلامی نظام معیشت کے بنیادی اصولوں سے ترغیبی منصوبہ بندی (Planning by inducement) زیادہ مطابقت رکھتی ہے۔ کیونکہ اس میں افراد کو نجی ملکیت کے حقوق حاصل ہوتے ہیں اور انہیں شرعی حدود کے اندر اپنی ملکیت میں تصرف کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔

مزید برآں اسلام نے افراد کو فکر و عمل کی جو آزادی دی ہے اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ لوگ اپنی آزاد مرضی سے معاشی نوعیت کے فیصلے کریں ان پر حکومتی جبر سے کوئی بات ٹھونسی نہ جائے۔ تاہم اگر نجی شعبہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں تساہل یا تجاوز کا مرتکب ہو رہا ہو اور ریاست اور معیشت کے عمومی مقاصد پورے نہ ہو رہے ہوں تو اسلامی ریاست کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بقدر ضرورت کسی بھی پیداآوری شعبہ کو اپنی ملکیت اور انتظام و انصرام میں لے لے اور مناسب بندی کے ذریعہ مطلوبہ اہداف کو حاصل کرنے کے اقدامات کرے۔ بالفاظ دیگر اسلامی نظام معیشت میں منصوبہ بندی کا معیاری انداز وہی ہوگا جس میں نجی شعبہ اور سرکاری شعبہ میں کامل تعاون اور موافقت کی فضا قائم ہو اور دونوں شعبے مل کر ریاست اور معیشت کے عمومی مقاصد کے حصول میں سرگرم عمل ہوں۔

اس میں شک نہیں کہ نجی شعبہ میں منصوبہ بندی کی نوعیت عمومی طور پر ترغیبی ہوگی لیکن سرکاری شعبہ میں منصوبہ بندی کا انداز ہدایاتی (By direction) ہوگا۔ سرکاری شعبہ کے اہداف و ترجیحات اور حکمت عملی کے سلسلہ میں ضروری فیصلے حکومت کی سطح پر کئے جائیں گے اور ان پر عملدرآمد بھی حکومتی مشینری کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ذریعہ ہوگا البتہ ان فیصلوں میں جمہوری اور شورائی رنگ ضرور ہوگا کیونکہ اسلامی ریاست میں معاملات حکومت کی باگ دوڑ عوام کے معتمد علیہ نمائندوں کے ہاتھ میں ہی ہوتی ہے۔

۶۔ منصوبہ بندی کی اہمیت

۱۔ تضیع وسائل کی روک تھام:

اسلام تضیع وسائل (وسائل کے ضیاع) کا شدید مخالف ہے۔ وہ اسی محض ایک قومی اور انسانی جرم ہی نہیں سمجھتا بلکہ اسے اللہ رب العزت کے انعامات کی ناقدری و ناشکری اور اس کے ہاں قابل مواخذہ قرار دیتا ہے۔ ضیاع مختلف شکلوں میں ظاہر ہوسکتا ہے۔ مثال کے طور پر پیدا آوری وسائل کا بے کار پڑے رہنا' غیر مفید اور تعیشانہ راہوں پر بہہ جانا یا کسی پیشہ میں ضرورت سے زیادہ مرتکز ہوجانا وغیرہ۔ منصوبہ بندی وسائل کے ضیاع کی روک تھام کا نہایت موثر طریق کار ہے۔ اسلام آزاد معیشت کے نظام کا موید ہے۔ اس نظام میں پیدا کنندگان کے باہمی مقابلہ سے وسائل کے ضیاع کا امکان پیدا ہوجاتا ہے۔ اس پر قابو پانے کے لئے منصوبہ بندی بڑی کارگر ثابت ہوسکتی ہے۔

۲۔ ارتکاز دولت کا سد باب:

اسلام کی نگاہ میں ارتکاز دولت بھی بے حد ناپسندیدہ عمل ہے۔ منصوبہ بندی کے ذریعہ دولت کی بہتر تقسیم کا نظام قائم کیا جاسکتا ہے۔ ایسے مالیاتی اور زری اقدامات کئے جاسکتے ہیں جن کی بدولت دولت معاشرہ کے تمام افراد اور طبقات تک پہنچتی رہے۔ منصوبہ بندی کے ذریعہ اجارہ داریوں کے معرض وجود میں آنے کی موثر انداز میں روک تھام کرکے بھی ارتکاز دولت کے فساد سے معیشت کو پاک رکھا جاسکتا ہے۔

۳۔ متوازن ترقی کا حصول:

علاقائی اور شعبہ جاتی اعتبار سے متوازن ترقی معیشت کے استحکام کے لئے بے حد ضروری ہوتی ہے۔ منصوبہ بندی کے ذریعہ مختلف نوعیت کی ترغیبات دے کر اس کا حصول ممکن بنایا جاسکتا ہے۔ آزاد معیشت کے نظام کے تحت غیر متوازن ترقی کا امکان پیدا ہوجاتا ہے جس سے علاقائی کشیدگی کی تلخیاں بھی پیدا ہوجاتی ہیں جبکہ اسلام مختلف افراد اور علاقوں کے درمیان اخوت و مساوات اور تعاون پیدا کرنا چاہتا ہے۔ یہ مقصد منصوبہ بندی کے ذریعہ حاصل کرنا آسان ہوجاتا ہے۔

۴۔ تیز رفتار ترقی:

منصوبہ بندی کے عمل میں ترقیاتی اہداف پہلے سے طے کر لئے جاتے ہیں اور ان کے حصول کے لئے ممکنہ حد تک مادی اور انسانی وسائل کھپا دیئے جاتے ہیں۔ جس سے رفتار ترقی تیز ہوجاتی ہے۔ تضیع وسائل کے رک جانے سے بھی شرح افزائش (Growth rate) بڑھ جاتی ہے۔ اسلام کے ترقیاتی ماڈل میں تیز رفتار ترقی کو معاشی سرگرمیوں کا نصب العین قرار دیا گیا ہے۔ منصوبہ بندی سے اس کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حصول ممکن ہو جاتا ہے۔

۵۔ تشکیل سرمایہ:

تشکیل سرمایہ معاشی ترقی کی بنیاد ہے۔ اس کا ظہور اسی صورت میں عمل میں آسکتا ہے جب افراد معاشرہ اپنی آمدنیوں کو اشیائے صرف پر بے دریغ نہ اڑا دیں۔ اسلام اگرچہ افراد کو بخل سے روک کر خرچ پر ابھارتا ہے لیکن اس نے اسراف و تبذیر اور تعیشانہ طرز زندگی کی ممانعت کر کے بالواسطہ طور پر بچتوں کی افزائش کی راہ کھولی ہے۔ مناسب منصوبہ بندی کے ذریعہ صرفی اخراجات کو منضبط کر کے بچتوں کو بڑھایا جاسکتا ہے اور یوں ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل کے لئے سرمایہ کی فراہمی کا انتظام کیا جاسکتا ہے۔ رضا کارانہ بچتوں کے ساتھ ساتھ بوقت ضرورت ریاست جبری بچتوں (Forced Savings) سے بھی تشکیل سرمایہ کر سکتی ہے۔

۶۔ مسائل آبادی کا حل:

اسلامی فکر تحدید آبادی کے بجائے تکثیر آبادی کا میلان رکھتا ہے۔ قرآن پاک میں کثرت آبادی کو اللہ کا فضل و انعام قرار دیا گیا ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے بھی زیادہ اولاد جننے والی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی تلقین کی ہے اور دوسری امتوں کے مقابلہ میں اپنی امت کی کثرت تعداد پر فخر کرنے کی تمنا کی ہے۔ اس پس منظر میں یہ بات ضروری ہو جاتی ہے کہ اقتصادی منصوبہ بندی کا ایسا انداز اختیار کیا جائے جس سے افزائش آبادی سے پیدا ہونے والے مسائل کو بطریق احسن حل کیا جاسکے۔

اس سلسلے میں تحدید آبادی کے بجائے افرادی قوت (Man Power) کی منصوبہ بندی ضروری ہوگی تاکہ انسانی وسائل ضائع نہ ہوں اور قومی ترقی کے کام میں ان سے بھرپور استفادہ کیا جاسکے۔

۷۔ مزدوروں کے حقوق کا تحفظ:

اسلام تمام معاشی کارکنوں کے حقوق کے تحفظ کا خواہاں ہے۔ لیکن محنت کشوں کے معاملہ میں خصوصی طور پر وہ عدل و احسان کے برتاؤ کا متمنی ہے۔ وہ ان کے لئے ایسے حالات کار اور شرائط کار چاہتا ہے جو ان کے انسانی شرف کو بڑھانے والے ہوں اور ان کے لئے ضروریات زندگی کی فراہمی کے ضامن بھی ہوں۔ اس مقصد کے لئے ان کے معاملات کو آجروں کی آزاد مرضی پر نہیں چھوڑا جاسکتا۔ مناسب منصوبہ بندی کے ذریعہ اجرتوں اور اوقات کار کے تعین، مزدوروں کے سماجی تحفظ کے انتظام اور تعلیم و صحت وغیرہ کی سہولتوں کی فراہمی کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔

۸۔ روزگار کی فراہمی:

اسلام نظام معیشت میں تمام افراد کو روزگار کی فراہمی کا مسئلہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ عام معیشتوں میں بے روزگاری کو محض ایک اقتصادی روگ تصور کیا جاتا ہے لیکن اسلامی نظام معیشت اسے انسانی شرف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے منافی بلکہ بعض حالتوں میں اس سے پیدا ہونے والے افلاس کو کفر کی طرف لے جانے والی حالت قرار دیتا ہے۔ منصوبہ بندی کے ذریعہ ملکی وسائل کو استعمال میں لاکر بے روزگاری کے مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے۔ ایک ہوش مند قیادت خوش حالی (Boom) اور بدحالی (Depression) کے حالات کو پیش نظر رکھ کر ایسی متوازن پالیسیاں بناسکتی ہے جو معیشت کو بے روزگاری کے عفریت سے نجات دلاکر کامل روزگار کے معیار (Full Employment Level) تک پہنچا سکتی ہے۔

۹۔ تعلیمی ترقی:

اسلام نظام حیات میں حصول علم کو مرکزی ومحوری حیثیت حاصل ہے۔ اسے ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے فرض قرار دیا گیا ہے اور مہد سے لے کر لحد تک علم حاصل کرنے کی تلقین کی گئی ہے خواہ اس کے لئے دور دراز کے سفر کی مشقتیں ہی کیوں نہ جھیلنی پڑیں۔ اللہ کے کلام کا فہم وادراک اور اس کے نبیؐ کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرنا تو ہر مسلمان کے لئے لازم ہے ہی' زمین وآسمان کی خلقت پر غوروخوض کرکے اسرار کائنات کو جاننے کی مسلسل سعی وجہد کرتے رہنے کی بھی تمام اہل ایمان کو ترغیب دلائی گئی ہے۔ اس سے تحقیق کے عمل کو فروغ حاصل ہوگا اور تکنیکی ترقی کی راہیں وا ہوں گی۔ منصوبہ بندی کے ذریعہ تعلیم وتعلم کے شعبہ کو وسعت دی جاسکتی ہے۔ یہ شعبہ مادری اعتبار سے بالعموم زیادہ نفع بخش نہیں ہوتا اس لئے نجی وسائل کے ازخود اس طرف منتقل ہونے کے امکانات محدود ہوتے ہیں۔ تعلیمی منصوبہ بندی کے ذریعہ وسائل کا رخ اس شعبہ کی طرف موڑ کر اعلیٰ اجتماعی مقاصد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

اسلامی نقطہ نظر سے تربیت کردار بھی تعلیمی عمل کا لازمی جزو ہوتا ہے۔ اس لئے تعلیمی ترقی سے افراد میں تسخیر کائنات کی اہلیت پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ اخلاقی اوصاف بھی پیدا ہوں گے جن کی بدولت معاشرہ کے تمام افراد ترقیاتی کوششوں کے ثمرات سے بہترین انداز میں مستفید ہوسکیں گے۔

۱۰۔ صحت اور سماجی بہبود کی ترقی:

اسلامی طرز زندگی میں صحت جسمانی کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مومن قوی کو مومن ضعیف سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔ نیابت الٰہی کی ذمہ داریاں صحت مند افراد ہی بہتر طور پر انجام دے سکتے ہیں۔ عبادات اور معاملات سمیت اسلامی زندگی کے جملہ طریقے ایسے تجویز کئے گئے ہیں جو صحت جسمانی کے معیار کو بلند کرنے والے ہیں۔ طہارت ونظافت کو نصف ایمان بتایا گیا ہے۔ صحت جسمانی کو نقصان پہنچانے والے اقدامات سے سختی سے روکا گیا ہے۔ سیر وتفریح اور ورزش کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ جسمانی صحت کو بہتر بنانے والے کھیلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود دلچسپی لیا کرتے تھے۔ تعلیمی شعبہ کی طرح اس شعبہ میں بھی نجی سرمایہ کاری کے لئے منافع کی زیادہ ترغیب نہیں ہوتی۔ اس کے لئے بھی منصوبہ بندی کے ذریعہ ہی وسائل کی فراہمی کا انتظام کرنا ہوگا۔ اسی طرح رہائش سہولتوں کی فراہمی'

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آلودگی سے تحفظ' فراہمی آب اور نکاسی آب کے منصوبوں کی تکمیل وغیرہ کے کام منصوبہ بندی کے ذریعہ ہی بہتر طور پر انجام دیئے جاسکتے ہیں۔

۱۱۔ تبلیغ و اشاعت: تبلیغ و اشاعت دین کا کام بھی اسلامی معاشرہ اور بالخصوص اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اس کے لئے اہداف کا تعین اور ان کے حصول کے لئے وسائل کی فراہمی کا کام منصوبہ بندی کے ذریعہ بہتر انداز میں سرانجام دیا جاسکتا ہے۔ اس کام کی اہمیت کے پیش نظر اسے افراد کی صوابدید پر نہیں چھوڑا جاسکتا ہے۔ اسے اجتماعی کوششوں سے ہی موثر بنایا جاسکتا ہے۔

۱۲۔ دفاع و جہاد: جہاد اسلامی نظام حیات کا ایک مستقل شعبہ ہے۔ اہل اسلام کی جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ' ملکی سرحدوں کے دفاع' شعائر دینی کے تقدس کی حفاظت کے لئے موثر انتظامات کرنا اور غلبہ دین کے لئے ہر ممکن کوشش بروئے کار لانا اسلامی ریاست کے فرائض میں شامل ہے۔ اس مقصد کے لئے مناسب مادی و انسانی وسائل کی ضرورت ہے۔ موثر منصوبہ بندی سے داخلی اور خارجی ذرائع سے مطلوبہ وسائل فراہم کئے جاسکتے ہیں۔

۱۳۔ تہذیبی اقدار کا تحفظ: معاشی ترقی کا ہدف بالعموم مادی خوشحالی اور مادی ضروریات کی تسکین ہوتا ہے۔ معاشرہ کی اخلاقی اقدار بالعموم اسی کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں۔ تہذیبی رشتے بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ آبادی کی وسیع پیمانے پر نقل و حرکت ظہور میں آتی ہے۔ دیہاتوں سے شہروں کی طرف آبادی کا بے پناہ سیلاب اپنے جلو میں بے شمار معاشرتی مسائل کو لے آتا ہے۔ جس کے دباؤ سے قدیم روایتی تعلقات منتشر اور اعلیٰ اخلاقی قدریں متزلزل ہونے لگتی ہیں۔ منصوبہ بندی کے ذریعہ ترقیاتی عمل کو معاشرتی اعتبار سے محفوظ حدود کے اندر رکھا جاسکتا ہے۔ ترقیاتی کوششوں کو اخلاقی اقدار کا پابند بنایا جاسکتا ہے اور آبادی کی نقل مکانی کے مضر اثرات پر منصوبہ بندی کے ذریعہ قابو پایا جاسکتا ہے۔

۷۔ منصوبہ بندی کے مقاصد (Goals of Planning)

منصوبہ بندی کے مقاصد کے تعین کا انحصار مخصوص حالات پر ہوتا ہے اور حالات کے تبدیل ہونے سے مقاصد میں بھی تبدیلی آجاتی ہے۔ تاہم اسلامی نظام معیشت کے تحت منصوبہ بندی کے عمومی مقاصد یہ ہوں گے۔

۱۔ عامتہ الناس کی معاشی آسودگی اور محروم وسائل افراد کی معاشی خوشحالی کا حصول۔

۲۔ لوگوں کے معیار حیات کو بہتر بنانا جس میں مادی فلاح کے ساتھ اخلاقی ترفع (بلندی) (Moral Elevation) بھی شامل ہے۔

۳۔ مفید اشیاء کی پیداوار۔

۴۔ شعبہ جاتی اور علاقائی اعتبار سے متوازن ترقی کا حصول۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۵۔ بیرونی امداد پر انحصار میں کمی۔

۶۔ علوم وفنون کی ترقی وترویج۔

ان عمومی مقاصد کے ساتھ ساتھ خصوصی مقاصد بھی مقرر کئے جاسکتے ہیں جن کا تعین حالات کے تحت ہوگا۔ ان میں بے روزگاری کا خاتمہ' افراط زر پر کنٹرول' صنعت' زراعت اور نقل وحمل کے ذرائع کی ترقی' تعلیم' صحت' سماجی بہبود اور معاشرتی تحفظ کی سہولتوں کی فراہمی وغیرہ۔ لازم ہے کہ ان تمام مقاصد کا حصول قرآن وسنت کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق ہو۔

۸۔ انتخاب مقاصد

مقاصد کے انتخاب میں اس اصول کو ملحوظ رکھنا بے حد ضروری ہے کہ ان ہی مقاصد کو ترجیح دی جائے جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لئے زیادہ سے زیادہ معاشی آسودگی کا باعث بننے والے ہوں۔ اسلامی نظام معیشت کے تحت تیز رفتار معاشی ترقی ہی مقصود نہیں ہوتی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ معاشی و معاشرتی عدل اور شعبہ جاتی وعلاقائی متوازن ترقی بھی مطلوب ہوتی ہے۔

بعض اوقات معاشی منصوبہ بندی کے طے کردہ مقاصد کے درمیان تعارض (Conflict) پیدا ہوجاتا ہے۔ اس تعارض کو رفع کرنے کے لئے یہ اصول طے کیا گیا ہے کہ ان ہی مقاصد کو ترجیح دی جائے جو لوگوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ دے سکیں۔ یعنی زیادہ مفید مقاصد کو کم مفید مقاصد پر ترجیح دی جائے اور اگر صورت یہ ہو کہ دو برائیوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا ناگزیر ہو تو کم تر برائی کو ہی اختیار کیا جائے۔ مثال کے طور پر کسی علاقہ میں کھیل کا میدان بنانے اور کوئی سکول یا فنی تربیت کا ادارہ قائم کرنے کی ضرورت ہو لیکن وسائل کی قلت دونوں مقاصد کو بیک وقت حاصل کرنے میں مانع ہو تو تعلیم کی اہمیت کے پیش نظر کھیل کے میدان کی تعمیر کا منصوبہ ترک کیا جائے گا اور وسائل سکول بنانے پر صرف کئے جائیں گے۔ اسی طرح کسی علاقہ کے مفادات کے پیش نظر دو ایسے کارخانے لگانے کا مسئلہ ہو جن میں سے ایک دوسرے سے نسبتاً زیادہ فضائی آلودگی کا باعث بنے تو اس کارخانے کی تنصیب کا فیصلہ کرلیا جائے گا جس کی آلودگی کا دائرہ کم تر ہو۔

۹۔ اہداف (Targets)

منصوبہ بندی کے تحت مختلف شعبہ جات کے لئے ٹھوس مادی اہداف (Physical Targets) کا تعین بھی کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر قومی آمدنی میں اضافہ کی شرح' روزگار کے مواقع' مختلف صنعتوں کی پیداوار' زرعی اجناس کی پیداوار' تعلیم وصحت کی سہولتیں وغیرہ۔ ان اہداف کا تعین دستیاب وسائل اور ان سے استفادہ کرنے کی اہلیت اور ملکی ضروریات کو پیش نظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ حکمت عملی (Strategy)

منصوبہ کے مقاصد کے حصول کے لئے بالعموم ایک سے زیادہ طریقے بروئے کار لائے جاسکتے ہیں۔ اس مرحلہ پر یہ مسئلہ سامنے آجاتا ہے کہ وہ طریقہ اختیار کیا جائے جو دستیاب وسائل کے ذریعہ حصول مقاصد کے لئے بہترین ہو۔ اس عمل کو منصوبہ کی حکمت عملی کہا جاتا ہے۔

معاشی منصوبہ بندی کا دائرہ چونکہ مختلف دوائر پر محیط ہوتا ہے اس لئے ہر دائرہ کے لئے الگ الگ حکمت عملی طے کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر معیشت کی شرح افزائش کی حکمت عملی' سرمایہ کاری کی حکمت عملی' بچت کی حکمت عملی' علاقائی اور آمدنیوں کے تفاوت کو دور کرنے کی حکمت عملی' افرادی قوت کی حکمت عملی' روزگاری کی حکمت عملی وغیرہ۔

۱۱۔ ترجیحات (Priorities)

منصوبہ بندی کی حکمت عملی کے تحت ہی منصوبہ کی ترجیحات کا تعین کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں ملکی ضروریات ہی حقیقی رہنما ہوتی ہیں جن کی روشنی میں ذمہ داران حکومت فیصلے کرتے ہیں۔ منصوبہ سازوں کا کام بالعموم ان ہی فیصلوں کو عملی جامہ پہنانا ہوتا ہے۔

اسلامی فکر کے تحت منصوبہ کی مجموعی یا شعبہ جاتی حکمت عملی یا ترجیحات کو طے کرتے ہوئے ان اجتماعی مصالح کو بہرحال ملحوظ رکھنا ہوگا جو اسلامی نظام حیات کی اساس ہیں جن میں عامۃ الناس کی اکثریت کی معاشی خوشحالی اور اخلاق و کردار کی بلندی سرفہرست ہے۔

حکمت عملی اور ترجیحات کے تعین کے کوئی لگے بندھے ضوابط نہیں ہیں۔ ان کا تعین حالات کے تقاضوں اور دستیاب وسائل کے پیش نظر ہی کیا جاتا ہے۔

۱۲۔ مالیات کی فراہمی

ایک اسلامی ریاست میں کسی معاشی منصوبہ کی تکمیل کے لئے مطلوبہ مالی وسائل دو ذرائع سے حاصل ہوتے ہیں:

(الف) اندرونی ذرائع (ب) بیرونی ذرائع

(الف) اندرونی ذرائع

(i) نجی بچتیں (Private Savings): ایک اسلامی معیشت میں چونکہ تعیشانہ طرز زندگی کے ٹھاٹھ باٹھ' لہو ولعب کے سامان اور نمود ونمائش کے اخراجات کی گنجائش نہیں ہوتی اس لئے اس میں امکانی بچت (Potential Saving) کا وسیع ذخیرہ موجود ہوتا ہے جسے حکمت و تدبیر سے ترقیاتی مقاصد کے لئے بروئے کار لایا جاسکتا ہے۔ لوگ بالعموم جذبات خیر سے معمور ہوتے ہیں اور ان میں دوسروں کی بھلائی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور ان کے لئے ایثار کی مضبوط خواہش موجود ہوتی ہے اس لئے حکومتی اپیل پر وہ اپنے اخراجات کو امکانی حد تک محدود کر کے بچوں میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

(ii) سرکاری بچتیں (Public Savings): اسلامی ریاست کے عمال حکومت دنیوی محاسبہ کے ساتھ ساتھ شدید قسم کے اخروی احساس جوابدہی کے تحت کام کرتے ہیں اس لئے سرکاری وسائل کے ضیاع کا امکان محدود ہو جاتا ہے۔ حکام قومی املاک و اموال کے امین ہوتے ہیں اس لئے کفایت ان کا معمول اور فرض بن جاتا ہے۔ جس سے وسائل کی بڑی مقداران کی دسترس میں رہتی ہے۔ مزید برآں اسلامی ریاست بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت محصولات کے ذریعہ بھی اپنے وسائل میں اضافہ کر سکتی ہے بشرطیکہ یہ محصولات عادلانہ ہوں اور ان کا زیادہ بوجھ متمول افراد و طبقات پر پڑے۔

(iii) زکوٰۃ و عشر: زکوٰۃ و عشر بھی اسلامی ریاست کے پاس وسائل کے جمع ہونے کا اہم ذریعہ ہے۔ اس کا نصاب اتنا کم رکھا گیا ہے کہ افراد معاشرہ کی ایک بڑی تعداد اس کی ادائیگی کے قابل بن جاتی ہے جس کے نتیجہ میں وسائل کا ایک بڑا ذخیرہ حکومت کی دسترس میں آ جاتا ہے۔ تاہم یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ و عشر کی آمدنی کو ان ہی مدات پر صرف کیا جائے جو از روئے قرآن مقرر کر دی گئی ہیں۔ ان مدات کا زیادہ تر تعلق معاشرہ کے کمزور افراد سے ہی ہے۔ اس سے ان افراد کی بحالی اور معاشرتی مرفع الحالی کے منصوبے بنائے جا سکتے ہیں۔

(iv) قرضے (Loans): اسلامی حکومت اپنے عوام سے قرضہ حسنہ کے ذریعہ بھی وسائل اکٹھے کر سکتی ہے۔ لوگوں میں تعلیم و تربیت کے ذریعہ دینی احساس اتنا قوی ضرور ہوتا ہے کہ وہ برضا و رغبت حکومت کے ساتھ مالی تعاون پر آمادہ ہو جائیں۔

متذکرہ بالا ذرائع کے علاوہ دیگر طریقوں مثلاً تمویل خاسر (Deficit Financing) وغیرہ سے بھی بوقت ضرورت فراہمی وسائل کے لئے کام لیا جا سکتا ہے بشرطیکہ ان سے افراط زر یا اور قسم کے منفی اثرات پیدا نہ ہوں۔

(ب) بیرونی ذرائع

(i) برآمدات کو بڑھا کر غیر ملکی زرمبادلہ کمانا۔

(ii) غیر ملکی سرمایہ کاری (Foreign investment) کو مدعو کرنا تاہم اس سلسلہ میں ایسی شرائط طے کی جائیں جن سے ملکی مفاد ہر اعتبار سے محفوظ ہو اور یہ سرمایہ کاری استحصال اور سیاسی عدم استحکام کا ذریعہ نہ بن جائے۔

(iii) ناگزیر حالات میں بیرونی ممالک یا بین الاقوامی اداروں سے قرضے حاصل کرنا تاہم یہ ضرور ہے کہ ان کی شرائط مناسب ہوں اور وہ اسلامی اصولوں اور اقدار کے منافی نہ ہوں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(iv) اسلامی ممالک سے امداد دنیا میں اس وقت متعدد اسلامی ممالک موجود ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے کثیر وسائل سے مالا مال کر رکھا ہے۔ یہ ممالک باہمی تعاون کے ذریعہ بھی ایک دوسرے کی مالی ضروریات پوری کر سکتے ہیں۔ ان ممالک کے باہمی اشتراک سے مالی وسائل کی فراہمی کے مسئلہ کو بخوبی حل کیا جا سکتا ہے۔

کتابیات

1. Islamic Economics: Theory and Practice, M.A. Mannan, Sh. Muhammad Ashraf Publications, Lahore.
2. Outlines of Economic Planning, Dr. Muhammad Aslam, Bilal Book House, Lahore.

***

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حصہ دہم

اسلام اور نیا عالمی اقتصادی نظام
(Islam and New International Economic Order)

باب ۲۰ اسلام اور نیا عالمی اقتصادی نظام

* بین الاقوامی تجارت اور اسلام
* تجارتی پالیسی
* اسلام اور نیا عالمی اقتصادی نظام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۰

اسلام اور نیا عالمی اقتصادی نظام

(Islam and New International Economic Order)

۱۔ بین الاقوامی تجارت اور اسلام (International Trade): اللہ رب العزت نے اپنی حکمت مبالغہ کہ تحت انسانوں کے درمیان ذہنی و جسمانی صلاحیتوں اور قوت کار کے اعتبار سے فرق رکھا ہے تا کہ یہ ایک دوسرے سے باہم پیوستہ رہ کر اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل کر سکیں۔ اس صورت حال نے تقسیم کر کے اصول کو جنم دیا ہے جس کے ذریعہ اشیاء و خدمات کے تبادلہ یا تجارت کی شکل پیدا ہوئی ہے۔ انسانوں کے باہمی انحصار (interdependence) نے جس طرح کسی ملک کے اندر تبادلہ اشیاء کی بنیاد رکھی ہے اسی طرح بین الاقوامی سطح پر بھی مختلف ممالک کو تجارتی رشتوں میں منسلک کر دیا ہے کیونکہ کوئی ملک بھی اپنی جملہ ضروریات اپنے وسائل سے پوری کرنے پر قادر نہیں ہے گویا تقسیم کار کے اصول نے جس طرح اندرون ملک تجارت کو وجود بخشا ہے اسی طرح اقوام عالم کے درمیان بھی اسے ناگزیر بنا دیا ہے۔

بین الاقوامی تجارت کا سراغ قدیم ترین انسانی معاشروں میں بھی ملتا ہے۔ ذرائع آمدورفت کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کی وسعت میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا ہے۔ تجارت انسان کی فطری ضرورت ہے۔ اسلام دین فطرت ہے اس لئے اس نے اس فطری داعیہ کو نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ اس کی تحسین کی ہے اور اسے فروغ دینے کی ترغیب دی ہے۔ اسے اللہ کا فضل اور اس کے لئے تگ و دو کرنے کو عبادت قرار دیا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''سچا' ایماندار تاجر نبیوں' صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا' آپ ﷺ نے تجارت کی خیر و برکت کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا ''تجارت کیا کرو۔ اس میں رزق کا ۹/۱۰ حصہ ہے۔''

(کنز الاعمال۔ بحوالہ اسلام کا قانون تجارت' از ڈاکٹر نور محمد غفاری ص ۲۱)

قرآن پاک میں متعدد مقامات پر نہ صرف تجارتی سرگرمیوں کا ذکر ہے بلکہ انہیں جھگڑے تنازعہ سے پاک کرنے اور صحیح معنوں میں صلاح و فلاح کا ذریعہ بنانے کے لئے مناسب قواعد و ضوابط بھی تجویز کئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں قرآن پاک نے اندرونی تجارت کے ساتھ ساتھ بیرونی تجارت کو بھی موضوع بحث بنایا ہے۔ قدیم اقوام میں تجارتی سفروں کی موجودگی کا پتہ دیا ہے۔ قوم سبا کی بے مثال خوشحالی اور ان کی اس تمنا کا ذکر کیا ہے۔

فقالوا ربنا باعد بین اسفارنا ..... (سبا: ۱۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''اے ہمارے رب ہمارے سفر کی مسافتیں لمبی کردے!

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بحری بیڑہ کا ذکر بھی کیا ہے جو تجارتی اغراض کی خاطر دور دراز کے سفروں پر رواں رہتا تھا۔

ولسلیمٰن الریح غدوھا شھر و رواحھا شھر..... (سبا: ۱۲)

ترجمہ: ''اور سلیمانؑ کے لئے ہم نے ہوا کو مسخر کردیا' صبح کے وقت اس کا چلنا ایک مہینے کی راہ تک اور شام کے وقت اس کا چلنا ایک مہینے کی راہ تک۔''

تلاش رزق کی لئے سمندروں کے سینے پر کشتیوں کے دوڑنے کو اپنی قدرت کی نشانی اور انسانوں کے لئے ایک عظیم انعام واحسان کے طور پر پیش کیا ہے۔

و من ایتہ ان یرسل الریاح مبشرٰت و لیذیقکم من رحمۃ و لتجری الفلک بامرہ و لتبتغوا من فضلہ و لعلکم تشکرون (روم: ۴۶)

ترجمہ: ''اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ ہوائیں بھیجتا ہے بشارت دینے کے لئے اور تمہیں اپنی رحمت سے بہرہ مند کرنے کے لئے اور اس غرض کے لئے کہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں اور تم اس کا فضل (رزق بذریعہ سفر تجارت) تلاش کرو اور اس کے شکر گزار بنو''

و تری الفلک فیہ مواخر لتبتغوا من فضلہ و لعلکم تشکرون (فاطر: ۱۲)

ترجمہ: ''اور (سمندر کے) اس پانی میں تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں اس کا سینہ چیرتی چلی جاتی ہیں تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو اور اس کے شکر گزار بنو''

قریش مکہ کے جاڑے اور گرمی کے تجارتی سفروں کا ذکر کیا ہے۔

لایلف قریش O الفھم رحلۃ الشتاء والصیف O (قریش ۱'۲)

جنہیں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و احسان سے اس وقت محفوظ و مامون بنادیا تھا جب جزیرۃ العرب اور اس کے باہر ہر کہیں لڑائی اور لوٹ مار کا دور دورہ تھا۔ ان تجارتی سفروں کی ترغیب کے لئے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف انہیں اپنے فضل و انعام کے حصول کا ذریعہ قرار دیا بلکہ انہیں آسان بنانے کے لئے قصر نماز کی سہولت بھی دے دی اور نماز تہجد کی معافی یا اس میں تخفیف کا بھی سبب بنادیا۔ قرآن پاک اپنے مخصوص انداز میں ان تجارتی سفروں کو بھی تذکیر اور اپنی دعوت کی طرف انسانوں کو متوجہ کرنے کا ذریعہ بناتا ہے۔ وہ ایک طرف دوران سفر کائنات کی کھلی فضاؤں میں پھیلی ہوئی اللہ رب العزت کی ان گنت نشانیوں کا ذکر کرتا ہے تاکہ لوگوں پر اللہ کی قدرت کاملہ اور جلالت عظمیٰ کی حقیقت اور اس کے مقابلہ میں

ا قوم سبا کے طویل تجارتی سفر اگرچہ ایک تاریخی حقیقت ہے تاہم اس موقع پر ان کی دعا کا محرک کوئی جذبہ خیر نہ تھا بلکہ کمال رفاہیت کی بدمستی میں ناشکری و ناسپاس کی ایک ترنگ تھی جس کی بنا پر بالآخر یہ قوم عذاب الٰہی کی چکی میں پس کر معدوم ہوگئی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنا عجز اور درماندگی عیاں ہو اور دوسری طرف سرکش و نافرمان امم سابقہ کی تباہ حالیوں کے مناظر دیکھ کر ان میں اپنے خالق و مالک خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری کا جذبہ پیدا ہو۔

قل سیروا فی الارض ثم انظروا کیف کان عاقبة المکذبین (الانعام:۱۱)

ترجمہ: ''ان سے کہو ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا ہے۔''

مزید برآں تلاش رزق کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بحر و بر کے اندر اسباب و وسائل کی جو سازگاری پیدا کر دی گئی ہے اس پر اللہ کی شکرگزاری کی تلقین کی ہے اور اپنے اس اٹل قانون (سنت اللہ) کا پتہ دیا ہے کہ اللہ کی نعمتیں پا کر اس کا شکر کرنے والوں کو وہ اپنے مزید انعامات سے نوازتا ہے اور ناقدرو ناسپاس افراد اور اقوام کو وہ ذلت اور زوال سے دوچار کر دیتا ہے۔

نبی ﷺ کے اسوہ مبارک سے بھی تجارتی سفروں کا پتہ چلتا ہے۔ نبی ﷺ کے قبیلہ قریش کی روزی کا سب سے بڑا ذریعہ تجارت ہی تھا۔ آپؐ کے پردادا ہاشم نے اپنی بھائیوں عبد شمس' مطلب اور نوفل کے ساتھ ملک کر تجارتی سرگرمیوں کو پروان چڑھایا اور بیت اللہ کی تولیت اور زائرین کعبہ کی پرجوش خدمت کی وجہ سے مختلف قبائل اور مختلف ممالک کے سربراہان سے تجارتی مراعات حاصل کیں اور یوں فروغ تجارت کی بدولت قریش عرب کے تمام قبائل سے اپنی معاشی حیثیت کے اعتبار سے برتر ہو گئے۔ نبی ﷺ بذات خود زمانہ قبل نبوت میں تجارتی سفروں پر دوسرے ممالک میں تشریف لے جاتے رہے ہیں۔ ان ہی سفروں میں اپنی اعلیٰ درجہ کی امانت و دیانت کی بدولت آپ اپنے رفقائے کار میں ''الامین'' کے لقب سے ملقب ہوئے۔ درآمدی و برآمدی تجارت پر لوگوں کو ابھارنے کے لئے آپؐ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''جو شخص مسلمانوں کے کسی شہر میں غلہ لے کر آیا اور اس روز کے بھاؤ پر اسے بیچ دیا اس کو اللہ کا قرب نصیب ہوگا۔'' (تفہیم القرآن جلد ۶' المزمل' حاشیہ ۲۳)

اسی طرح حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ فرمایا:

''جہاد فی سبیل اللہ کے بعد اگر کسی حالت میں جان دینا مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ یہ حالت ہے کہ میں اللہ کا فضل تلاش کرتے ہوئے کسی پہاڑی درے سے گزر رہا ہوں اور وہاں مجھ کو موت آ جائے۔ (تفہیم القرآن جلد ۶' المزمل' حاشیہ ۲۳)

قرآن پاک کی ان تعلیمات اور نبی ﷺ کے ان ارشادات اور اسوہ مبارکہ سے تحریک پا کر مسلمان نہ صرف اندرون ملک تجارت میں سرگرم عمل رہے بلکہ تلاش رزق کی خاطر دور دراز کے ممالک میں آمدورفت ان کا معمول بن گیا اور ایک نہایت ہی قلیل عرصہ میں اقوام عالم میں وہ ایک موثر تجارتی قوت بن گئے اور ان کے بڑے بڑے شہر بین الاقوامی تجارت کے مرکز بن گئے۔

ان کے کارواں بری راستوں سے اور ان کے بحری جہاز سمندری راستوں سے درآمدی و برآمدی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تجارت کے فروغ میں منہمک ہو گئے۔ بین الاقوامی تجارت کی اسی بے مثال وسعت کو منضبط کرنے کے لئے قرآن وسنت کی روشنی میں مناسب قواعد وضوابط بنائے گئے۔ اس سلسلہ میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ اتنے بڑے پیمانے پر بین الاقوامی تجارت کے لئے مالی وسائل کی فراہمی کا سارا انتظام سود کے بغیر عمل میں آتا رہا۔ مسلمان تجار نے کاروباری معاملات کی نئی نئی راہیں نکالیں اور شراکت ومضاربت کے اصولوں کو روبہ عمل لاتے ہوئے مالی وسائل کو اس انداز میں متحرک کیا کہ سرمایہ کی قلت شاید ہی ان کی تجارتی سرگرمیوں میں حائل ہو سکی۔

تجارتی سرگرمیوں کے فروغ کے سلسلہ میں جہاں تاجروں نے اپنی طور پر تلاش رزق کے لئے جدوجہد کی وہاں اسلامی حکومت نے بھی اس کی ترقی وتوسیع کے کاموں میں بالواسطہ طور پر حصہ لیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں سڑکوں اور پلوں کی تعمیر وغیرہ کے لئے ہدایات جاری فرمائیں۔ مصر اور حجاز کے درمیان غلہ اور دیگر اجناس کی نقل وحمل کو آسان بنانے کے لئے نہر بنوائی۔ خلافت راشدہ کے بعد بھی تجارتی سرگرمیوں کے فروغ میں حکومت کی دلچسپی قائم رہی۔ جس کے نتیجہ میں بارہویں صدی عیسوی تک بالخصوص سمندروں میں مسلمانوں کو تجارتی برتری حاصل رہی۔ بنوامیہ کے دور حکومت میں بحیرہ روم' بحیرہ احمر اور بحر ہند میں مسلمانوں کا اثر ورسوخ نمایاں طور پر بڑھ گیا اور ان کے تجارتی روابط سپین' چین' سندھ اور مشرق بعید کے ممالک کے ساتھ استوار ہو گئے۔

''عباسیوں کے عہد ثانی تک مسلمانوں کی تجارتی سرگرمیاں دنیا کی ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل چکی تھیں۔ انہوں نے بحر و بر دونوں کو اپنی تجارتی گزرگاہ بنا رکھا تھا۔ ان کے تجارتی راستے مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس وقت کی معلوم دنیا کا شاید ہی کوئی خطہ ایسا ہو جہاں تک مسلمانوں کے تجارتی قافلے نہ پہنچ سکے ہوں۔'' (اسلام کا قانون تجارت صفحہ ۵۱ از ڈاکٹر نور محمد غفاری)

''جب عباسیوں کے پاس دولت کی فراوانی ہوئی اور ہارون الرشید نے تجارتی قافلوں کے بحری اور بری راستوں کو پرامن بنا دیا تو تمام دنیا کے تجارتی سامان سے لدے پھندے قافلے عراق کا رخ کرنے لگے۔ اس طرح ہند سے برتن' کپڑے' ناریل' ہاتھی دانت کی مصنوعات' خراسان سے لوہا' کرمان سے شیشہ' کشمیر سے رنگ دار کپڑے' چین سے لکڑی' کستوری' دارچینی اور آرائش کا سامان' یمن سے عطر اور مختلف قسم کی خوشبوئیں' فارس سے اسلحہ اور دیگر مصنوعات' سراندیپ (سری لنکا) سے یاقوت اور الماس' روم سے کھالیں اور غلام' شام سے پھل' اسلحہ اور لوہا اور روس سے لومڑی کی کھالیں آنے لگیں۔''

(حضارۃ الاسلام فی دارالسلام ص ۱۱۶' ۱۱۷ بحوالہ اسلام کا قانون تجارت ص ۵۱)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تجارتی پالیسی: اسلام دین فطرت ہے۔ اس کا مقصود تمام انسانوں کی فلاح اور بھلائی ہے۔ یہی مقصد زندگی کے تمام شعبوں کی طرح بین الاقوامی تجارت میں کارفرما ہے۔ اس اعتبار سے اسلام کی تجارتی پالیسی اس اصول پر استوار کی گئی ہے کہ ممالک عالم کی تجارت سب کے لئے زیادہ سے زیادہ منفعت بخش ثابت ہو۔ ہر ملک کے وسائل' بہترین طور پر زیر استعمال آئیں۔ عالمی پیداوار (World Production) زیادہ سے زیادہ ہو اور اس کا منافع ان کے درمیان اس انداز میں تقسیم ہو کہ سب خوشحالی کی نعمت سے بہرہ ور ہوں اور ان کے افراد کم سے کم قیمت پر اشیائے ضرورت حاصل کرنے کے قابل ہو جائیں۔ ظاہر ہے کہ یہ مقصد اسی صورت میں بہتر سے بہتر طور پر پورا ہو سکتا ہے۔ جب تجارتی سرگرمیوں یعنی درآمد و برآمد پر پابندیاں نہ ہوں اور ممالک کے درمیان آزادانہ تجارت (Free Trade) کا رواج ہو۔ تامین (Protection) کی پالیسی اپنی بعض خوبیوں کے باوجود آفاقی پیمانے پر زیادہ مناسب اور موزوں خیال نہیں کی جاتی۔ اس سے ممالک کے مابین تجارت کا دائرہ سکڑتا ہے اور خوشدلانہ تعلقات کے بجائے مخاصمانہ رجحانات کو تقویت ملتی ہے جو بسا اوقات سرد و گرم جنگ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

اسلام دین اخوت ہے۔ وہ اقوام عالم کے مابین باہمی ہمدردی اور خیر خواہی پیدا کرنے کا خواہاں ہے اس لئے تامین جیسی باہمی عناد پیدا کرنے والی پالیسی اس کے عمومی مزاج سے مطابقت نہیں رکھتی۔ مسلمان ممالک کی باہمی تجارت میں آزاد تجارت کا اصول تو لازماً ملحوظ رکھا جائے گا اور کسی بھی حالت میں اس سے انحراف نہ ہوگا کیونکہ ''تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں (القرآن)۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ نہ تو اس پر خود ظلم کرتا ہے اور نہ کسی ظالم کے مقابلہ میں اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اور جو کوئی اپنی بھائی کی حاجت براری میں کوشاں ہوگا اللہ کریم اس کی حاجت پوری فرمائے گا۔''

غیر مسلم اقوام کے ساتھ بھی تجارتی معاملات کے ضمن میں انسانی حاجات کی تسکین کے حوالہ سے تعاون اور فراخدلی کا معاملہ کیا جائے گا اور اختلاف عقائد کے باوجود باہمی مفاد کی بنیاد پر لین دین کو فروغ دیا جائے گا بلکہ مخصوص حالات میں ان کے ساتھ احسان کا معاملہ بھی کیا جائے گا۔ ایک موقع پر جب اہل مکہ قحط سے دوچار ہوئے تو نبی ﷺ نے ان کے محتاجوں کی امداد کے لئے پانچ سو درہم ارسال فرمائے۔ اہل قریش سے شدید مخاصمت کے دور میں بھی آپؐ نے ایک بار مدینہ کی کھجوریں مکہ ارسال کیں اور ان کے بدلے کھالیں درآمد کیں۔ تاہم اگر غیر مسلم اقوام مسلمانوں کے برآمدی مال پر کسٹم ڈیوٹی (Custom Duty) وغیرہ عائد کریں تو اسلامی حکومت کو بھی اس بات کا حق پہنچتا ہے کہ وہ ان کے اموال پر اس نوعیت کی اور اس مقدار کے برابر محصول عائد کردے۔ اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ کا ایک اقدام بطور نظیر کے پیش کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے اپنے گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا ''ان (کفار تاجروں) سے اتنا ہی (محصول) وصول کیجئے جتنا وہ (ان کے حکام) مسلمانوں سے وصول کرتے ہیں۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تاہم اگر کوئی غیر مسلم حکومت مسلمانوں کے مال پر محصول عائد نہ کرے تو اس کے تاجروں کے برآمدی مال پر محصول عائد نہ کیا جائے گا۔ صاحب ہدایہ کے الفاظ میں:

ترجمہ: اگر وہ کچھ نہ لیں گے تو وہ (ہمارا عاشر' یعنی درآمدی برآمدی ٹیکس وصول کرنے والا) بھی کچھ نہیں لے گا۔ (بحوالہ اسلام کا قانون تجارت ص ۲۰۰)

متذکرہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اپنی اصل اور روح کے اعتبار سے تو اسلامی نظام معیشت اندرونی تجارت کی طرح بین الاقوامی سطح پر بھی آزاد تجارت کا موئید اور حامی ہے اور یہی بات اس کے عمومی مزاج سے زیادہ مطابقت رکھتی ہے تاہم اس میدان میں بھی بنیادی رہنما اصول (Fundamental Guiding Principle) مفاد مسلمین ہی ہے۔ اگر مسلمانوں کی مجموعی مصلحت اور مفاد کا تقاضا یہ ہو کہ بیرونی ممالک کے مال کی درآمد محدود ہو تو اسلامی حکومت اس سلسلہ میں مناسب تحفظاتی انتظامات کرسکتی ہے۔ بالخصوص موجودہ زمانہ میں جبکہ ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کا معاشی فرق بہت بڑھ چکا ہے' آزاد تجارت بہت سے مفاسد کا باعث بن سکتی ہے۔ ان حالات میں حضرت عمرؓ کے متذکرہ بالا اقدام سے روشنی حاصل کرتے ہوئے مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کی خاطر تجارت خارجہ پر مناسب حد تک پابندیاں عائد کی جاسکتی ہیں۔

۲۔ اسلام اور نیا عالمی اقتصادی نظام[1]

نئے عالمی اقتصادی نظام کا مسئلہ آجکل تمام عالمی سیاسی اور علمی مجالس میں موضوع بحث بنا ہوا ہے کیونکہ موجودہ عالمی نظام کی وجہ سے معاشی خوشحالی کے وسائل چند ممالک میں مرکوز ہوکر رہ گئے ہیں اور دنیا کی غالب آبادی غربت و افلاس اور معاشی پریشانیوں کا شکار ہوکر رہ گئی ہے۔ اس پس منظر میں ہر کہیں تیسری دنیا کے مسائل اور محرومیاں زیر بحث لائی جارہی ہیں۔ اب یہ تسلیم کیا جانے لگا ہے کہ تیسری دنیا کے لوگ غربت' تنگدستی' امراض' ناخواندگی' زیادہ شرح اموات' بھوک' پسماندگی' قرضوں کا بڑھتا ہوا بوجھ' ناموافق نسبت درآمد و برآمد اور قدرتی وسائل کے غلط استعمال جیسے مسائل کا شکار ہیں۔ تیسری دنیا میں جو کہ دنیا کی آبادی کا دو تہائی ہے گذشتہ تیس سالوں کے دوران معاشی ترقی کے لئے کی گئی کوششوں کی ناکامی اور ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کے درمیان بگڑتے ہوئے حالات کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔ تیسری دنیا کے رہنما اب زیادہ جرأت سے اپنی مسائل پیش کرنے لگے ہیں اور صنعتی طور پر ترقی یافتہ ممالک بھی ان حقیقتوں کا اعتراف کرنے لگے ہیں۔

بین الاقوامی تجارت کا نظام کچھ اس طرح کا ہے جو صنعتی دنیا کے تو حق میں ہے لیکن تیسری دنیا کے

---

[1] اس موضوع کی بحث پروفیسر خورشید احمد کے افکار پر مبنی ہے جو انہوں نے اپنے مقالہ "اسلام اور نیا عالمی نظام" میں پیش کئے۔ یہ مقالہ ۱۹۷۷ء میں "The Muslim World and Future Economic Order" کے موضوع پر لندن میں منعقدہ ایک کانفرنس میں پڑھا گیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خلاف۔ اس کے نتیجے میں تیسری دنیا کے وسائل ترقی یافتہ ممالک کی جانب منتقل ہو رہے ہیں۔ مثلاً تیسری دنیا کے ممالک زیادہ تر خام مال برآمد کرتے ہیں جن کی قیمتوں میں استحکام نہیں ہے جبکہ صنعتی دنیا سے جو اشیاء تیسری دنیا کے ممالک درآمد کرتے ہیں ان کی قیمتیں نسبتاً مستحکم ہوتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تیسری دنیا کی برآمدات کی مالیت کم ہو رہی ہے اور درآمدات کی مالیت بڑھ رہی ہے۔ نسبت درآمد و برآمد چونکہ تیسری دنیا کے ممالک کے خلاف ہے لہذا ان کا توازن ادائیگیاں اکثر خسارے میں رہتا ہے۔ تیسری دنیا کے ممالک نے اگر کچھ کوشش کی بھی ہے کہ اپنی قیمتوں کو مستحکم رکھ سکیں تو وہ بری طرح ناکام رہے ہیں۔ اس سلسلے میں پہلی نمایاں کوشش جو ان کی طرف سے کی گئی اور کچھ کامیاب بھی رہی وہ تیل کی قیمتوں پر کنٹرول حاصل کرنے سے متعلق تھی۔ اس کوشش کو مغربی ممالک نے تیسری دنیا کی طرف سے اپنی خلاف اعلان جنگ کے مترادف سمجھا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان صنعتی ممالک نے دانستہ کوششوں سے ان قیمتوں کو معیار سے کم رکھنے پر مجبور کیے رکھا تھا۔ اس طرح انہوں نے اس بنیادی اور اہم ذریعہ قوت کو اپنے لئے ستا رکھ کر اپنی خوشحالی کی تعمیر کی۔

صنعتی دنیا کے ممالک پر تیسری دنیا کے ممالک کا ٹیکنالوجی کے معاملے میں انحصار بھی اس بحث کا اہم موضوع ہے نہ صرف یہ کہ انہیں صنعتی دنیا پر ٹیکنالوجی کے معاملے میں انحصار کرنا پڑتا ہے بلکہ حاصل شدہ ٹیکنالوجی ان کے اپنے حالات کے لئے بالعموم غیر موزوں ہوتی ہے۔ اس کے باوجود کہ صنعتی دنیا کی طرف سے کچھ ٹیکنالوجی تیسری دنیا کی طرف منتقل ہوتی ہے یہ شکایت کی جارہی ہے کہ نہ صرف یہ کہ ٹیکنالوجی تیسری دنیا کے ممالک میں معاشی ترقی کا موثر ذریعہ نہیں بن سکتی بلکہ اس کے برعکس اس کے نتیجہ میں فنی عدم استحکام پیدا ہوا ہے مزید برآں چونکہ اشیائے سرمایہ کی قیمتوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اس لئے ٹیکنالوجی کے سلسلہ میں مغربی دنیا پر انحصار تیسری دنیا کے لئے مالی مشکلات کا بھی سبب بن رہا ہے۔

یہ جو امید تھی کہ بیرونی امداد تیسری دنیا کے لئے معاشی انقلاب کا ذریعہ بنے گی خاک میں مل کر رہ گئی ہے۔ تیسری دنیا کے ممالک اب ایک نئے بین الاقوامی تجارتی نظام کا مطالبہ کر رہے ہیں جس میں وہ مندرجہ ذیل تبدیلیوں کے خواہاں ہیں۔

۱۔ عالمی اداروں کی تشکیل نو:

عالمی اداروں بالخصوص IMF (بین الاقوامی مالیاتی فنڈ) عالمی بنک (World Bank) اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی اس طرح تشکیل نو کی جائے کہ عالمی سطح پر معاشی اور سیاسی فیصلہ سازی میں تیسری دنیا کے ممالک کی آواز زیادہ موثر ہو سکے۔

۲۔ قومی وسائل پر ان کے اقتدار اور حق ملکیت کو تسلیم کیا جائے:

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان ممالک میں جو قدرتی وسائل موجود ہیں انہیں نہ صرف ان وسائل پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ملکیت کے حقوق حاصل ہوں بلکہ انہیں یہ بھی اختیار ہو کہ وہ ان کی قیمت اور رسد کا تعین کر سکیں اور ان کو اپنے فائدے کے لئے استعمال کر سکیں۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ان وسائل پر یا تو بڑی بڑی بین الاقوامی کارپوریشنوں کا کنٹرول ہے جو ان ممالک کی قومی حکومتوں کے مکمل کنٹرول میں نہیں ہیں یا پھر ان وسائل کی تجارت اور رسد پر ترقی یافتہ ممالک کا اتنا زیادہ اثر ہے کہ یہ ممالک آزادی کے ساتھ نہ تو ان کی قیمت میں ردوبدل کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی پیداوار اپنی مرضی سے متعین کر سکتے ہیں۔ نتیجتاً عملی طور پر یہ وسائل بیرونی قوتوں کے رحم وکرم پر ہیں۔

۳۔ صنعت کی بہتر تقسیم کار:

موجودہ نظام میں صنعت کی عالمی تقسیم کچھ اس طرح ہے کہ تیسری دنیا کے ممالک خام مال پیدا کر رہے ہیں اور صنعتی ممالک تیار شدہ اشیاء میں تخصیص حاصل کر رہے ہیں۔ اس طرح ان غریب ممالک کا کردار ثانوی ہو کر رہ گیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ان ممالک کے بارے میں یہی طے کر لیا گیا ہے کہ وہ معاشی ترقی اگر کریں بھی تو اس طرح کہ صنعتی دنیا کو خام مال مہیا کرتے رہیں۔

۴۔ ترقی یافتہ ممالک کی منڈیوں تک رسائی

تیسری دنیا کا ایک مطالبہ یہ بھی ہے کہ نہ صرف ان کی تیار شدہ اشیاء بلکہ زرعی اشیاء بھی مغربی یورپ اور امریکہ میں آزادی کے ساتھ برآمد کی جا سکیں۔ ان کا اصرار ہے کہ انہیں ان منڈیوں تک رسائی حاصل ہوتا کہ وہ ترقی کو اگلے مرحلہ میں لے جا سکیں اور کوئی ایسا مستقل حل تلاش کریں جس کے ذریعہ انہیں اپنی اشیاء کی قیمتوں میں استحکام حاصل ہو۔

۵۔ معاشی ترقی کے لئے مالیات کی فراہمی کا بہتر انتظام

نسبت درآمد و برآمد میں خرابی کے باعث اکثر ترقی پذیر ممالک بین الاقوامی ادائیگیوں کے توازن میں خسارے سے دوچار ہیں۔ بیرونی امداد حقیقی مداوا کرنے میں ناکام رہی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بیرونی امداد کی اصطلاح ہی درست نہیں ہے کیونکہ نہ تو یہ عطیہ ہوتی ہے اور نہ ہی کسی رعایت کا نام ہے۔ درحقیقت یہ تجارتی قرضے ہیں جن میں سے نوے فیصد مشروط ہوتے ہیں۔ ان کا حقیقی فائدہ بعض اوقات وصول کنندہ کی نسبت قرض دینے والے ملک کو زیادہ ہوتا ہے۔ مزید برآں ان قرضوں کی مقدار بھی تیسری دنیا کے ممالک کی حقیقی ضروریات سے کم ہوتی ہے۔ قرضوں کا بوجھ تیسری دنیا پر بہت بڑھ چکا ہے اور ان کی برآمدات سے حاصل ہونے والی آمدنی کا بڑا حصہ سود اور قرضوں کی ادائیگی میں چلا جاتا ہے۔ لہٰذا تیسری دنیا کے ممالک زور دے رہے ہیں کہ بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے ذریعہ امیر ملکوں کی طرف سے وسائل لازمی طور پر غریب ممالک کو منتقل ہونے چاہئیں۔ تیسری دنیا کے لوگوں میں اب یہ احساس بڑھتا جا رہا ہے کہ مغرب کے ساتھ معاشی تعلقات کی تعمیر نو کے لئے کسی نئے نظام کی ضرورت ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اگرچہ موجودہ بین الاقوامی معاشی نظام کی خرابیاں غیر متنازعہ ہیں لیکن ان خرابیوں کے اسباب و عوامل میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔

(الف) مغربی ماہرین معاشیات اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ دنیا کے مختلف حصوں کے درمیان باہمی انحصار زیادہ ہونا چاہئے۔ وہ ان فائدوں کا ذکر بھی کرتے ہیں جو تیسری دنیا نے مغرب سے اٹھائے ہیں۔ جہاں تک تیسری دنیا کی پسماندگی کا تعلق ہے تو ان ماہرین کے مطابق ان کے اسباب اندرونی معاشرتی اور معاشی نظاموں کی خرابی میں تلاش کرنے چاہئیں۔ اس ''نظریہ باہمی انحصار'' (Interdependence Thesis) کے مطابق تیسری دنیا اور صنعتی دنیا دونوں کی خوشحالی کا انحصار ''باہمی انحصار'' پر ہے۔ تیسری دنیا صرف اسی صورت میں ترقی کر سکتی ہے جب صنعتی دنیا خوشحال اور ترقی یافتہ ہو۔ مغربی دنیا کی خوشحالی و ترقی اگر کسی وجہ سے متاثر ہوتی ہے تو لازمی طور پر اس کا اثر تیسری دنیا کے ممالک پر بھی پڑے گا۔

(ب) تیسری دنیا کے ماہرین اس کے برعکس اپنا نقطہ نظر (Dependentia Theorem) پیش کرتے ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق یہ بات درست نہیں کہ مغربی دنیا اپنی خوشحالی کے ثمرات تیسری دنیا کو بانٹ رہی ہے بلکہ مغربی دنیا عالمی معیشت میں ایک طاقتور مرکز کی حیثیت رکھتی ہے جبکہ تیسری دنیا اس مضبوط مرکز کی کمزور بیرونی سطح ہے۔ اور یہ مضبوط اور طاقتور مرکز اس کمزور بیرونی سطح کے وسائل چوس رہا ہے جس کا انحصار مرکز پر ہے۔ اس کے نتیجے میں آج ایک عالمی استحصالی نظام وجود میں آچکا ہے۔ ترقی اور پسماندگی دو الگ الگ حقیقتیں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی عمل کے دو پہلو ہیں۔ اس کی جڑیں استحصالی (امپیریل) انداز پیداوار میں ہیں جو نوآبادیاتی دور میں قائم ہوا اور ابھی تک قائم ہے بین الاقوامی کارپوریشنیں آج اس نئے امپیریلزم کے آلہ کار کے طور پر کام کر رہی ہیں۔

ان ماہرین کا خیال ہے کہ تیسری دنیا اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک وہ اپنے آپ کو اس انحصار باہمی کے نظام سے الگ نہیں کر لیتی۔ مارکسی تجزیہ نگار اپنا نقطہ نظر بین الاقوامی سرمایہ داری نظام کی نوعیت' امپیریلزم اور نئے امپیریلزم کے حوالے سے پیش کرتے ہیں جبکہ دوسرا گروہ نظام کی نوعیت کے بجائے انحصار کے عناصر کے حوالے سے بات کرتا ہے۔

یہ گروپ اپنے اپنے تجزیہ کے مطابق اس مسئلے کا حل پیش کرتے ہیں۔ مغربی ماہرین سمجھتے ہیں کہ مروجہ نظام کے اندر رہتے ہوئے ان مسائل کا حل ممکن ہے۔ وہ اس طرح کہ وسائل کی تحصیل اور استعمال کو بہتر بنایا جائے۔ جبکہ دوسرے گروپ کا اصرار ہے کہ جب تک بنیادی ساخت کی تبدیلیاں نہ کی جائیں اس وقت تک کوئی حقیقی تبدیلی ممکن نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آج کے دور کا حقیقی چیلنج

نئے عالمی اقتصادی نظام پر بحث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صورت حال کے حقائق پر تو کوئی خاص اختلاف نہیں ہے۔ "Independence Thesis" اور "Dependentia Theorem" دونوں نظریات کچھ نہ کچھ حقیقت ضرور بیان کرتے ہیں لیکن دونوں میں سے کوئی بھی مکمل حقائق بیان نہیں کرتا۔ موجودہ بحران کی وضاحت میں ان کا نقطہ نظر جانبدارانہ ہے۔ ہر نقطہ نظر کی جڑیں اس نظام سے ملتی ہیں جس سے اس نقطہ نظر کے حامیوں کی نفسیاتی' تہذیبی یا معاشی وابستگی ہے۔

ہمارے خیال میں اس بحران کا اصل سبب محض معاشی تعلقات اور اداروں میں خرابی نہیں بلکہ یہ بحران ایک ہمہ گیر بحران ہے۔ ان مسائل کا تعلق صرف سرمایہ داری نظام سے نہیں بلکہ خرابیاں سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں میں مشترک ہیں۔ دونوں استحصالی نظام ہیں۔ دونوں کے نزدیک محض مادی ترقی کا حصول ہی حقیقی مقصد ہے۔ ان کے نزدیک مقصد حیات مادی ترقی' معاشی دولت' سیاسی قوت' فوجی طاقت اور بین الاقوامی اثر و رسوخ سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔

زندگی کا یہ تصور اخلاقی بحران کو جنم دیتا ہے جس سے تہذیبی بحران پیدا ہوتا ہے۔ موجودہ صورتحال درحقیقت اسی بحران کی پیدا کردہ ہے۔

نیا عالمی اقتصادی نظام نہیں بلکہ نیا عالمی نظام

اب جبکہ یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ ہمارا اصل مسئلہ محض نیا عالمی اقتصادی نظام نہیں بلکہ ایک نیا عالمی نظام ہے۔ ایک ایسا عالمی نظام جس کی بنیاد زمین پر انسان کے مقام اور مقصد کے بارے میں ایک نئے تصور پر رکھی گئی ہو۔ گویا اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ ان بنیادوں پر نئے سرے سے غور کیا جائے جن پر آج کا معاشرہ اور معیشت استوار ہیں اور ان مقاصد کا بھی جائزہ لیا جائے جن کے حصول کے لئے آج کا معاشرہ کوشاں ہے۔ اسلام انسانیت کو دعوت دیتا ہے کہ اگر اسے اپنے معاشرہ کی اصلاح کرنا ہے تو اسے انسان اور معاشرے کے بارے میں نئے تصور پر غور کرنا ہوگا۔ گویا نقطہ نظر میں بنیادی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ یعنی

۱۔ موجودہ معاشی بہران کا جائزہ مجموعی انسانی بحران یعنی تہذیبی بحران کے حوالے سے لیا جائے۔ ہمارا مقصد صرف نیا اقتصادی نظام نہیں بلکہ نئے عالمی عادلانہ انسانی نظام کا قیام ہونا چاہئے۔

۲۔ معاشی تجزیہ اگرچہ قابل قدر رہنمائی فراہم کرتا ہے لیکن یہ سمجھ لینا درست نہ ہوگا کہ معاشی مسائل کو محض معاشی پالیسی یا معاشی تجزیہ کے آلات کے ذریعہ حل کیا جاسکتا ہے۔ اگر ایسا درست ہوتا تو آج غربت' قومی اور بین الاقوامی تفاوت' وسائل کا غلط استعمال' استحصال' بے روزگاری' افراط زر اور افراطی جمود جیسے مسائل حل ہو چکے ہوتے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم مسائل کو محض معاشی نقطہ نظر سے نہ دیکھیں بلکہ اخلاقی پہلو سے بھی دیکھیں۔ ہمارا نقطہ نظر نظریاتی ہونا چاہئے اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مستقل اقدار پر مبنی ہونا چاہئے۔

۳۔ ایسے معاشرے جو ایمان سے مزین ہوں ان کے لئے صرف چند معاشی یا سیاسی تبدیلیاں اطمینان بخش نہیں ہوسکتیں۔ اس کے لئے ایک نئے نظام کی تخلیق ضروری ہوتی ہے۔ اور یہ کام ان ہی معاشروں میں ممکن ہوسکتا ہے جن کی اپنی اقدار، مقاصد اور بنیادیں ہوں اس لئے ہمارے راستے کے لئے منفرد ہونا ضروری ہے۔ مغربی سوچ یہ ہے کہ بیرونی حالات میں تبدیلی پیدا کی جائے جب کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمہ گیر اور مکمل تبدیلی ہو جو نہ صرف انسان کے بیرونی ماحول میں ہو بلکہ انسان کے باطن کو بھی بدل دے۔

جب اندرونی طور پر انسان بدل جائے تو وہ بیرونی دنیا میں بھی انقلاب لاسکتا ہے اور یہی اسلامی نقطہ نظر ہے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل باتیں قابل غور ہیں:

i- یہ تبدیلی بامقصد ہونی چاہئے یعنی اصل مقصد حیات کی جانب ہو۔

ii- انسان اس تبدیلی کا اہم ذریعہ ہے۔ زمین پر خدا کا نائب ہونے کی بنا پر تمام قوتیں اور وسائل اس کے لئے مسخر کر دیئے گئے ہیں۔

iii- یہ تبدیلی ماحول اور خود انسان کی روح اور دل و دماغ میں واقع ہو، اس کے رجحانات تبدیل ہوں، اس کے محرکات اور اس کی لگن بدل جائے۔

iv- یہ تبدیلی متوازن، مرحلہ وار اور ارتقائی ہونی چاہئے۔ یہ منفرد راستہ اسلامی راستہ ہے جس میں ارتقائی طریقہ سے انقلابی تبدیلیاں عمل میں آتی ہیں۔

اب دیکھتے ہیں کہ اسلام کیا ہے اور یہ کس طرح ایک نیا عالمی نظام قائم کرتا ہے۔

زندگی کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر

اسلام کا تصور حیات توحید پر مبنی ہے یعنی اس کائنات کا ایک خالق ہے۔ انسان اس کے سامنے جوابدہ ہے۔ توحید کا منطقی نتیجہ وحدت نسل انسانی ہے۔ انسانوں میں نسل، رنگ، زبان، دولت اور طاقت کی بنیاد پر تفریق اسلامی معاشرے میں ختم ہوجاتی ہے۔

گویا انسانی مساوات اسلامی تصور حیات کی بنیاد ہے۔ انسان کا مقصد حیات اللہ کی رضا کو حاصل کرنا ہے۔ انسان چونکہ زمین پر خدا کا نائب ہے لہٰذا اس کی کامیابی اسی میں ہے کہ وہ ان فرائض کو سرانجام دے جو اللہ خالق نے اس کے ذمہ لگائے ہیں اور ان کاموں سے اجتناب برتے جن سے منع فرمایا ہے۔ انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلائے۔ اسی سے فلاح انسانی کا اسلامی تصور بھی ابھرتا ہے جو محض حیوانی ضروریات کی تکمیل کے بجائے اس حسنہ یعنی بھلائی کا حصول ہے جو اس دنیا میں بہترین ہو اور آخرت میں بھی بہترین ہو۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلام مغربی تصور کے مطابق صرف ایک مذہب نہیں ہے بلکہ ایک ضابطہ حیات ہے۔ یہ ایک اخلاقی نظام بھی ہے۔ ایک معاشرت ہے۔ ایک معیشت ہے۔ ایک سیاسی نظام ہے اور ایک روحانی نظام ہے۔ اسلام میں رہبانیت کی کوئی گنجائش نہیں۔ تمام مرد و خواتین جو اس پر ایمان رکھتے ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔ جو حق پر یقین رکھتی ہیں اس حق کو غالب کرنا بھی ان کا فرض منصبی ہے۔

اسلام انسانی شخصیت اور انسانی تہذیب کا ایک نیا ماڈل پیش کرتا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی تو ہونی چاہئے لیکن انسانی بھلائی کے لیے نہ کہ انسان کی بربادی کے لئے۔ اسلام کی انفرادیت اس کی اقدار اور اصولوں میں ہے۔ اسلام کی قوت بھی انہی مقاصد' اقدار اور اصولوں میں ہے۔ اسلام کا پیغام ابدی اور آفاقی ہے۔

نئے نظام کے قیام میں اسلام کا کردار

اسلام چاہتا ہے کہ ہم اپنے مسائل کے حل کے لئے نئے نظام کی تلاش کریں جو انسان اور معاشرے کی حقیقی فلاح کے تصور پر مبنی ہو۔ ایسا عالمی نظام جس کا مقصد قیام عدل ہو۔ محض ذاتی اور قومی مفاد سے بلند ہو' بین الاقوامی سطح پر پوری انسانیت کے لئے ہو۔ موجودہ اقتصادی نظام استحصال اور ظلم پر مبنی ہے کیونکہ اس میں محض ذاتی یا قومی مفاد ہی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔

اسلام ایک انقلابی تحریک کا نام ہے۔ ایسی تحریک جس کا مقصد پوری دنیا میں انقلاب لانا ہے۔ یعنی سوچ میں انقلاب' معاشرے میں انقلاب' معیشت میں انقلاب گویا پوری زندگی میں انقلاب۔ اسلام کی حکمت عملی بھی یہی ہے کہ فرد کی سوچ میں انقلاب برپا کیا جائے۔ یعنی اس کی سوچ صرف ذات کے لیے ہی نہ ہو بلکہ قومی سطح پر بھی ہو اور عالمی سطح پر بھی ہو۔ انفرادی مسئلہ کو عالمی سطح پر دیکھنے کی ایک خوبصورت مثال قرآن نے پیش کی ہے۔

> ''اسی وجہ سے بنی اسرائیل پر ہم نے فرمان لکھ دیا تھا کہ جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا۔ اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ اور جس نے کسی کی جان بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔''
>
> (سورۃ المائدہ ۵:۳۲)

آج کے مسلم معاشرے اسلام کے معیار پر پورے نہیں اترتے۔ انہیں بدلنا ہوگا تاکہ ان معاشرتی' معاشی اور سیاسی اداروں کو قائم کیا جاسکے جن کے ذریعے انسانوں میں عدل قائم کیا جاسکے۔ یہ تبدیلی ایک تحریک کے ذریعے ہی عمل میں آسکتی ہے جس کے نتیجے میں ایک اسلامی معاشرہ اور ریاست قائم ہوگی۔ اسلامی معاشروں میں اسلامی ریاستوں کے قیام کے بعد اسلامی دنیا عالمی سطح پر نظریاتی کردار ادا کرے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گی۔ وہ ایک نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرے گی کیونکہ ایک عادلانہ عالمی نظام اسی طرح قائم کیا جاسکتا ہے۔ یہ عادلانہ نظام نہ صرف مسلمان کی ضرورت ہے بلکہ انسان کی ضرورت ہے۔ ایسا عادلانہ نظام جس میں غریب امیروں کی دولت میں حصہ دار ہوتے ہیں۔ زکوٰۃ احسان نہیں تقاضائے عدل ہے۔ اسی تصور کا اگر عالمی سطح پر اطلاق کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مختلف قوموں کے وسائل میں پوری انسانیت حصہ دار ہے۔ دنیا کے جس حصے کو ضرورت ہو وسائل ادھر منتقل ہونے چاہئیں۔ تمام وسائل درحقیقت خالق کائنات کی ملکیت ہیں اور اس نے ان وسائل کو پوری انسانی کے لئے پیدا کیا ہے۔ افراد اور قوموں کے پاس ان وسائل کی حیثیت امانت کی ہے۔

اسلام محض ایک عقیدہ نہیں بلکہ مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہ اخلاقی اور معاشی ترقی میں توازن چاہتا ہے اسلامی تصور یہ ہے کہ زندگی کے تمام پہلوؤں میں ترقی ہو تاکہ انسانی ترقی کا اہتمام ہو سکے۔

اسلام اس مقصد کے لئے عقائد کو بدلتا ہے۔ کردار میں تبدیلی لاتا ہے۔ طرز عمل کو تبدیل کرتا ہے۔ سماجی اداروں میں تبدیلی چاہتا ہے اسی لئے تو کہا جاتا ہے کہ یہ محض ایک مذہب نہیں بلکہ ایک انقلابی تحریک ہے جس کا مقصد دنیا میں عادلانہ عالمی نظام کا قیام ہے۔

وہ بنیادی اقدار جن پر اسلام عالمی نظام قائم کرنا چاہتا ہے درج ذیل ہیں:

۱۔ توحید

یہ وہ بنیادی تصور ہے جس پر اسلام پورے نظام کی تعمیر کرتا ہے۔ یہ تصور نہ صرف انسان اور خدا کے درمیان تعلق یعنی حقوق اللہ بلکہ انسان اور انسان کے درمیان تعلق یعنی حقوق العباد کی بنیاد بھی ہے۔ اس تصور کا مطلب یہ ہے کہ تمام انسان برابر ہیں اور ان کے حقوق اس کا تقاضا ہیں جیسا کہ سورہ الماعون میں ارشاد ہے:

> "کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔ ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں اور جو ریاکاری کرتے ہیں اور استعمال کی چیز نہیں دیتے۔"
>
> (الماعون ۱۰۷: ۱۔۷)

۲۔ خلافت

یعنی انسان زمین پر مطلق العنان اور مقتدر اعلیٰ نہیں بلکہ اللہ کا نائب ہے۔ تمام وسائل امانت کے طور پر اس کو دیئے گئے ہیں۔ وہ خدا کے سامنے ان کے لئے جوابدہ ہے۔ خلیفہ ہونے کے ناطے اس کا فرض منصبی ہے کہ وہ زمین پر ایسا نظام قائم کرے جس میں اللہ کی مخلوق مساوات اور اخوت کے اصولوں پر زندگی گزار سکے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ قیام عدل

تمام انسانوں کے درمیان عدل قائم ہو جیسا کہ سورہ حدید میں ارشاد خداوندی ہے:

''ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے احکام دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو نازل کیا اور انصاف کرنے کے حکم کو نازل کیا تا کہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔''

(سورہ حدید آیت ۲۵)

پوری انسانیت اللہ کی نعمتوں پر حق رکھتی ہے اور خدا کی نعمتیں ان کے درمیان عادلانہ طور پر تقسیم ہونی چاہئیں۔ جیسا کہ سورہ اعراف میں فرمایا گیا:

''اور ہم نے تمہیں زمین میں اختیارات کے ساتھ بسایا اور تمہارے لئے یہاں سامان زیست فراہم کیا۔'' (اعراف ۱۰)

غریبوں کا امیروں کی دولت میں واضح حق موجود ہے

قرآن پاک میں سورہ ذاریات میں ارشاد ہے:

''اور ان کے مال میں سوال کرنے والے اور محروم کا حق ہے۔'' (ذاریات ۱۹)

سیاسی اور معاشی قوت کا حصول کوئی برائی نہیں بلکہ یہ ظلم کے خاتمہ کا ذریعہ ہیں بجائے اس کے کہ انسان ظلم کا آلہ کار بن کر رہیں ان کا مقام یہ ہے کہ وہ خود اتنے طاقتور ہوں کہ ظلم کو مٹا سکیں اور عدل کو قائم کریں۔

سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:

''اور ہم نے تمہیں ایسی جماعت بنا دیا ہے جو ہر پہلو سے نہایت اعتدال پر قائم ہے تا کہ تم دنیا کے لوگوں پر حق کے گواہ ہو اور رسول اللہ ﷺ تم پر گواہ ہوں۔'' (سورہ بقرہ: ۱۴۹)

۴۔ ہدایت خداوندی

خدا کی ہدایت کا ذریعہ اس کی کتاب یعنی قرآن پاک اور اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی سنت ہیں۔ ابدی قانون صرف خدا کا قانون ہے۔ انسان کے بنائے ہوئے ضابطے اور قانون محض وقتی اور جزوی ہوتے ہیں۔ وہ نہ تو جامع ہو سکتے ہیں نہ وہ پوری انسانیت کے لئے رہنمائی فراہم کر سکتے ہیں اور نہ وہ ابدی ہوتے ہیں۔ خدا کی ہدایت اس کے مقابلے میں جامع اور ابدی ہے اور پوری انسانیت کے لئے ہے۔

اسلام میں دین اور دنیا کی کوئی تفریق نہیں وہ مکمل تبدیلی لانا چاہتا ہے وہ دنیا کے انسانوں کو دعوت دیتا ہے کہ قیام عدل کے لیے مل کر کام کریں۔ اسلام کی دعوت کسی خاص نسل رنگ یا زبان کے لئے نہیں بلکہ پوری نسل انسانی کے لئے ہے۔ اس کا مقصد مشرق یا مغرب' ترقی پذیر یا ترقی یافتہ' ممالک کے مفاد کا تحفظ نہیں بلکہ اس کی دعوت پوری دنیا میں عادلانہ نظام کے قیام کے لئے ہے۔ یہ ایک عالمی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انقلابی تحریک ہے جس کا مقصد ہے کہ دنیا کے کسی بھی حصے میں اس کے ماننے والے اکٹھے ہو کر اس نظام کو قائم کریں۔ وہ دنیا کے سامنے ایک عملی نمونہ پیش کریں اس نئے عالمی نظام کے قیام کا دارومدار اسلامی تحریک کی کامیابی پر ہے۔

کتابیات

1- The Muslim World and Future Economic Order, Prof. Khurshid Ahmad.

2- Islamic Economics: Theory and Practice, M.A. Mannan.

3- Planning of International Trade in Islamic Economic System, Agha M. Chause in "Economic System of Islam", NBP.

۴۔ تفہیم القرآن' سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ' ادارہ ترجمان القرآن' لاہور۔

۵۔ تدبر قرآن' امین احسن اصلاحی' فاران فاؤنڈیشن' لاہور۔

۶۔ اسلام کا قانون تجارت' ڈاکٹر نور محمد غفاری' مرکز تحقیق' دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری' لاہور۔

***

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حصہ یازدہم

پاکستان میں معیشت کو اسلامی خطوط پر ڈھالنے کی کوششوں کا جائزہ

(Islamization of Economy in Pakistan : A Case Study)

باب ۲۱ پاکستان میں معیشت کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کی کوششوں کا جائزہ

* قرارداد مقاصد
* ۱۹۷۹ء میں کی جانے والی کوششیں
* بلاسود بنکاری کے سلسلہ میں کی جانے والی کوششوں کا جائزہ
* زکوٰۃ وعشر آرڈی نینس مجریہ ۱۹۸۰ء
* آرڈی نینس کے اطلاق کا جائزہ

***

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۱

پاکستان میں معیشت کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کی کوششوں کا جائزہ

(Evaluation of Islamization of Economy in Pakistan)

پاکستان کا قیام اس مقصد کے لئے عمل میں آیا تھا کہ برصغیر ہند کے رہنے والے مسلمانوں کو ایک ایسی آزاد اور خودمختار مملکت حاصل ہو جہاں وہ اپنے نظریہ حیات یعنی اسلام کے اصولوں کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی بسر کرسکیں۔ چنانچہ اس مملکت خداداد کے معرض ظہور میں آنے کے ساتھ ہی تقسیم ہند کی پیدا کردہ تمام مشکلات و مسائل کے باوجود اس سمت میں ریاستی سطح پر کام کا آغاز کردیا گیا۔ اس سلسلہ کا اہم ترین ابتدائی قدم پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کی طرف سے مارچ ۱۹۴۹ء میں "قرارداد مقاصد" کا منظور کیا جانا تھا جس میں ملک کے آئندہ دستور کے بنیادی خطوط طے کردیئے گئے تھے اور اس بات کا واضح طور پر اعلان کیا گیا تھا کہ تمام کائنات پر اللہ رب العزت کو ہی حاکمیت مطلقہ کے اختیارات حاصل ہیں اور جنہیں باشندگان پاکستان ایک مقدس امانت کے طور پر اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کریں گے۔ نیز یہ کہ اس مملکت خداداد میں جمہوریت' آزادی' مساوات' رواداری اور معاشرتی انصاف کے اصولوں کو جیسا کہ اسلام ان کا تصور پیش کرتا ہے پوری طرح روبہ عمل لایا جائے گا اور مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو قرآن وسنت کی تعلیمات اور تقاضوں کے مطابق ڈھال سکیں۔

"قرارداد مقاصد" میں بیان کردہ ان امور کا تقاضا تھا کہ ملک میں ایسا معاشی نظام رائج کیا جائے جو تمام باشندگان ملک کے لئے بالعموم اور مسلمانوں کے لئے بالخصوص رزق حلال کے حصول کو ممکن بنائے اور حرام ذرائع کا سدباب کرے اور اس طرح معاشرتی انسان اور معاشی عدل کے تقاضوں کو پورا کرے۔ چنانچہ "قرارداد مقاصد" کی روشنی میں ۱۹۵۶ء میں پاکستان کا پہلا دستور تیار اور نافذ کیا گیا تو اس میں مملکت کے رہنما اصولوں کے ضمن میں من جملہ اور باتوں کے یہ بھی تحریر کیا گیا کہ ریاست جلد از جلد ربا یعنی سود کو ختم کرنے کے لئے اقدامات کرے گی۔ ۱۹۶۲ء کے آئین پاکستان میں "حکمت عملی کے اصول" کے عنوان کے تحت سود کے خاتمہ کے عزم کا اعادہ کیا گیا اور پھر ۱۹۷۳ء کے آئین میں بھی "حکمت عملی کے اصولوں" کے تحت قرار دیا گیا کہ ریاست جتنی جلدی ممکن ہو سود کو ختم کرے گی۔

اگرچہ پاکستان کے ہر آئین میں سود کے خاتمہ کو ریاست کی ذمہ داریوں میں شامل کیا گیا لیکن بدقسمتی سے اس سلسلہ میں عملی اعتبار سے کوئی قدم نہ اٹھایا گیا۔ تا آنکہ ۱۹۷۹ء میں ضیاء الحق مرحوم کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حکومت نے ملکی قوانین کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنے کے لئے اقدامات شروع کیے تو پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار سود کے انسداد کے لئے بھی ضروری لائحہ عمل تیار کرنے کے کام کی ابتداء کی گئی۔ اس سلسلہ میں ماہرین معاشیات اور بنکاری کے تجربہ کار افراد کا ایک گروپ تشکیل دیا گیا جس کے ذمہ یہ کام لگایا گیا کہ وہ اس مسئلہ کا پوری طرح جائزہ لے کر ملکی معیشت سے سود کے خاتمہ کے لئے مناسب تجاویز تیار کریں۔ اس گروپ نے ۱۹۷۹ء میں اپنی عبوری (Interim) رپورٹ پیش کی جس کے مطابق پاکستان سرمایہ کاری کارپوریشن (Investment Corporation of Pakistan i.e. ICP)، قومی سرمایہ کاری ٹرسٹ (National Investment Trust i.e. NIT)، اور تعمیر مکانات کی مالی کارپوریشن (House Building Finance Corporation i.e. HBFC) کی کارگزاری کو مکمل طور پر سود سے پاک کر دیا گیا۔ ۱۹۸۰ء میں ماہرین کے اس گروپ نے اپنی حتمی رپورٹ پیش کی جس کا اسلامی نظریاتی کونسل میں تفصیلی جائزہ لیا گیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے اس میں ضروری تبدیلیاں تجویز کر کے اپنی حتمی رپورٹ جون ۱۹۸۰ء میں حکومت کو پیش کی۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی تجاویز کے مطابق ملک میں بلاسود بنکاری کا ایک تدریجی لائحہ عمل تیار کیا گیا۔ جس کے تحت یکم جنوری ۱۹۸۱ء کو قومیائے گئے پانچ تجارتی بنکوں میں نفع و نقصان میں شراکت (Profit and Loss Sharing i.e. PLS) کی بنیاد پر لوگوں سے امانتیں (Deposits) وصول کرنے کا انتظام کیا گیا اور ان بنکوں کو واضح طور پر ہدایات دی گئیں کہ وہ PLS کھاتوں میں جمع کرائے جانے والے سرمایہ کو غیر سودی کاروبار میں ہی لگائیں۔ تاہم ان غیر سودی کھاتوں کے ساتھ ساتھ سابقہ سودی نظام بھی بدستور قائم رہا تا آنکہ یکم جولائی ۱۹۸۵ء کو حکومت نے سودی نظام کو کلیتہً ختم کرنے کا اعلان کیا اور تمام بنکوں کے لئے لازم کر دیا کہ سٹیٹ بنک کے تجویز کردہ بارہ طریقوں کے مطابق ہی اپنے کاروبار کو انجام دیں۔ (ان طریقوں کی تفصیل گزشتہ صفحات میں آ چکی ہے)۔

جائزہ: ملکی معیشت کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کے سلسلہ میں اگرچہ معیشت کے تمام شعبوں کو اسلامی اصولوں اور قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق ڈھالنا ضروری ہے تاہم بالعموم اس سے بنکاری نظام کو سود سے پاک کرنا ہی مراد لیا جاتا ہے۔ پاکستان میں بلاسود بنکاری کا آغاز تقریباً بیس سال قبل ہوا تھا۔ ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۵ء تک کے عرصہ میں حکومت کی طرف سے اس سلسلہ میں بڑے موثر اقدامات کئے گئے۔ غیر سودی میعادی و غیر میعادی کھاتے کھولے گئے اور نفع و نقصان میں شرکت کی بنیاد پر لوگوں سے امانتیں وصول کی گئیں اور انہیں غیر سودی کاروبار میں لگایا گیا اور یکم جنوری ۱۹۸۶ء سے تمام بنکوں کو سودی امانتیں وصول کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔ لیکن اس کے بعد صورت حال میں تبدیلی آنی شروع ہو گئی۔

(i) اگست ۱۹۸۵ء میں بنکوں کو حکومت کے سودی تمسکات میں PLS کھاتوں پر حاصل ہونے والے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نام نہاد منافع میں سود کا بھاری عنصر موجود ہوتا ہے۔

(ii) مروجہ نظام کی سب سے بنیادی خرابی یہ ہے کہ اس پر عمل درآمد کی نگرانی کے لئے کوئی ایسا آئینی و قانونی ادارہ قائم نہیں کیا گیا جو مختلف مالیاتی اداروں کے کام کا شرعی نقطہ نظر سے مسلسل جائزہ لیتا رہے اور انہیں ضروری رہنمائی بہم پہنچاتا رہے۔ اس صورت حال کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ جائز کاروباری طریقوں کے اندر بھی شریعت سے انحراف کی راہیں نکالی جانے لگی ہیں۔

(iii) اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی حتمی رپورٹ میں سودی بنکاری کے مقابلہ میں غیر سودی بنکاری کا جو نمونہ (Model) پیش کیا تھا اس میں اصل اہمیت شراکت (Partnership) اور قرض حسنہ کے طریقوں کو حاصل تھی۔ تاہم ضمنی اور عبوری طور پر اس نے چند دیگر طریقوں کی گنجائش کی بھی نشاندہی کی تھی لیکن ان طریقوں کے سلسلہ میں متنبہ کر دیا تھا کہ انہیں بڑی احتیاط کے ساتھ ہی استعمال کیا جانا چاہئے کیونکہ ان کے راستے سے سود کے دوبارہ معیشت میں عود کر آنے کا امکان ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں شراکت اور قرض حسنہ کے طریقوں کو کماحقہ اہمیت ہی نہیں دی گئی اور ساری توجہ دیگر طریقوں بالخصوص مرابحہ یعنی (Mark up) پر مرکوز کر دی گئی ہے اور اس کی بھی جائز شکل سے کی بجائے صریحاً ناجائز شکل کو اپنا کر سارا کاروبار کیا جا رہا ہے۔ مرابحہ کی جائز شکل تو یہ تھی کہ کاروباری فریق بنک سے کسی پیداآوری اثاثہ کی خرید کے لئے درخواست کرتا بنک اس اثاثہ کی قیمت خرید میں اپنا منافع شامل کر کے اسے دیتا اور مستقبل میں اس رقم کو یکمشت یا بالاقساط وصول کر لیتا۔ لیکن ہمارے ہاں عملاً یہ ہو رہا ہے کہ ایک ضرورت مند شخص اپنی املاک بنک کے پاس (کاغذی طور پر) فروخت کرتا ہے۔ بنک اپنی قیمت خرید میں اضافہ کر کے اس شخص کو یہ اثاثہ دوبارہ بیچ دیتا ہے اور مستقبل میں اس کی قیمت وصول کرتا ہے۔ اسے بازخریداری کا معاہدہ (Buy-Back Agreement) کا نام دیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کے لین دین اور سودی لین دین میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہمارے تجارتی بنکوں کا بیشتر کاروبار اسی طریقہ کے مطابق ہو رہا ہے۔ وفاقی شرعی عدالت نے بھی اسے اسلامی تعلیمات کے خلاف قرار دیا ہے۔ اجارہ یا کرایہ داری (Leasing) کے معاملہ میں بھی اسی طرح کا گھپلا کر کے اس کی جائز شکل کو ناجائز شکل میں بدل دیا گیا ہے۔ اسی طرح شراکتی میعادی سرٹیفکیٹ (Participation Term Certificate i.e. PTC) کو مالیاتی میعادی سرٹیفکیٹ (Term Finance Certificate i.e. TFC) جو معینہ مارک اپ (Mark-up) پر مبنی ہیں سے بدلنے کا رجحان فروغ پا رہا ہے۔ اور یہ سود سے مشابہ ہونے کی بنا پر شرعی اعتبار سے ناجائز ہے۔

(iv) بہت سے ترقیاتی مالی ادارے (Development Finance Institutions i.e. DFIs) بچتوں کو فروغ دینے کے لئے ایسی سکیمیں متعارف کروا رہے ہیں جو بچتوں پر متعین منافع کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ضمانت دیتی ہیں۔ اس طریق کار کو سود سے پاک کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ حتیٰ کہ ICP، NIT اور HBFC جیسے ادارے جن کے متعلق بلاسود کاروبار کرنے کا اعلان کیا گیا تھا وہ بھی ایسے اقدامات کر رہے ہیں جو صریح طور پر سودی اجزاء اپنے اندر لئے ہوئے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ملک میں کوئی ایسا ادارہ موجود نہیں ہے جو ان مالیاتی اداروں کے اقدامات اور سکیموں کا شرعی نقطہ نظر سے جائزہ لے۔

(v) سٹیٹ بنک نے حال ہی میں مشارکہ یا شراکتی مدتی سرٹیفکیٹ (PTC) یا مضاربہ سرٹیفکیٹ کی خریداری کے سلسلہ میں بنکوں کے لئے منافع کی زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم حد مقرر کردی ہے۔ ماہرین کی نگاہ میں شرعی نقطہ نظر سے یہ اقدام بھی بلا جواز ہے۔

(vi) بنکوں اور ترقیاتی مالی اداروں کے علاوہ بازار زر اور بازار سرمایہ (Capital Market) کے دیگر اعضاء کو سود سے پاک کرنے اور انہیں اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کے بارے میں کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی۔ مثال کے طور پر بیمہ کے کاروبار اور سٹاک ایکسچینج کے معاملات کی اصلاح کے لئے آج تک کوئی موثر قدم نہیں اٹھایا گیا۔

(vii) نفع ونقصان میں شراکت جو غیر سودی نظام کی اصل بنیاد ہے اس کے اندر بھی ایسی تبدیلیاں کردی گئی ہیں جن کا کوئی شرعی جواز پیش نہیں کیا جاسکتا اور جو صریحاً سود سے مشابہت رکھتی ہیں۔ مثلاً بنک کاروبار کے متوقع معینہ منافع میں سے اپنے حصہ کی وصولی کو مقدم رکھتے ہیں۔ اس منافع کی وصولی کے بعد اگر کچھ بچ جائے تو وہ کھاتہ داروں کو ملتا ہے۔ اگر یہ منافع متوقع شرح سے کم ہو تو سارا منافع بنک لے لیتا ہے اور کھاتہ دار اس منافع سے محروم رہتے ہیں۔ بعض بنک اس سے بھی آگے چلے جاتے ہیں اور نقصان کی صورت میں سارا نقصان کھاتہ داروں کی طرف منتقل کردیتے ہیں اور جب تک کھاتہ داروں کا سارا سرمایہ نقصان کی نذر نہ ہوجائے نقصان برداشت کرنے میں حصہ دار نہیں بنتے۔ اس صورت حال نے PLS کو بالکل مذاق اور سودی نظام بنکاری کا چہرہ بنا کر رکھ دیا ہے۔

(viii) بنک اپنے جملہ انتظامی اخراجات بھی اس منافع سے وصول کرتا ہے جو کھاتہ داروں کے حصہ میں آتا ہے یعنی بنک انتظامی اخراجات کے سلسلہ میں خود کوئی حصہ ادا نہیں کرتا۔ یہ سراسر ناانصافی ہے بلکہ مزید برآں کل منافع کا دس فیصد انتظامی فیس (Management Fee) کے نام پر بھی وضع کرلیتا ہے۔

(ix) اندرونی اور بیرونی قرضوں کی وصولی اور واپسی کا نظام بھی کلیتہً سودی ہے حالانکہ غیر سودی نظام کو ملک میں رائج کرتے وقت اس بات کا واضح طور پر اعلان کیا گیا تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہوگا اس صورت حال کو شرعی تقاضوں کے مطابق بدلنے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے۔

متذکرہ بالا تمام حقائق سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ گذشتہ عشرہ کے اوائل میں پاکستان میں بلاسود بنکاری کو رائج کرنے کا آغاز کیا گیا تھا اور جسے بتدریج تکمیل تک پہنچانا تھا وہ پیش قدمی کے بجائے پس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

روی کا شکار ہوگیا ہے۔ اتنا بڑا اور انقلابی نوعیت کا کام حکومت کی مکمل سرپرستی اور عزم صمیم (Commitment) کے بغیر ہرگز ممکن نہیں لیکن صاف محسوس ہوتا ہے کہ حکومت کی معاشی ترجیحات میں اب اس مسئلہ کو عملاً کوئی اہمیت حاصل نہیں رہی۔

مروجہ نظام بنکاری میں سودی اثرات کی موجودگی کو تسلیم کرتے ہوئے وفاقی شرعی عدالت (Federal Shariah Court) نے نومبر ۱۹۹۱ء میں بہت سے مالی قوانین اور لین دین کے طریقوں کو اسلامی تعلیمات کے منافی قرار دیا اور حکومت اور دیگر متعلقہ اداروں کو حکم دیا کہ ۳۰ جون ۱۹۹۲ء تک ان قوانین اور طریقوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق بنائیں۔ حکومت پاکستان نے وفاقی شرعی عدالت کے حکم اور ہدایات کے مطابق عمل پیرا ہونے کے بجائے سپریم کورٹ کے شرعی بنچ میں اپیل دائر کردی اور حکم امتناعی (Stay Order) لے کر وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو عملاً غیر موثر کر کے رکھ دیا اور ۱۹۹۷ء میں نئے سرے سے ایک کمیٹی تشکیل دی جس کی ذمہ داری معیشت سے سود کو ختم کرنے کے مسائل اور احکامات کا جائزہ لے کر سفارشات مرتب کرنا قرار پایا۔ ازاں بعد اس کمیٹی نے بھی اپنی رپورٹ پیش کردی ہے لیکن وہ بھی حکومتی سرد خانہ کی زینت بن گئی ہے۔ اس کے بعد ایک مرتبہ پھر حکومت نے وفاقی شرعی عدالت میں ربا کے مسئلہ پر نظرثانی کرنے کے لئے رٹ دائر کردی ہے جس پر سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت بنچ نے ۲۳ دسمبر ۱۹۹۹ء کو طویل بحث و مباحثہ اور معاملہ کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد موجودہ نظام بنکاری کو مبنی پر سود قرار دیا اور حکومت کو اس نظام کی تبدیلی کے لئے مارچ ۲۰۰۱ء کی حتمی مہلت (Deadline) دے دی۔ مزید براں سٹیٹ بنک آف پاکستان کو ایک اعلیٰ اختیاراتی کمیشن بنانے کی ہدایت کی تاکہ وہ اس فیصلہ کی روشنی میں لائحہ عمل تیار کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کے مالیاتی اداروں کو اس بات کی بھی ہدایت دی گئی کہ وہ چھ ماہ کے عرصہ کے دوران ماڈل پراجیکٹ کے لئے خاکہ تیار کریں۔ لیکن افسوس کہ ایک مرتبہ پھر حکومت نے عدالت عالیہ کے اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کردی۔ عدالت نے مختصر عرصہ کے دوران سماعت مکمل کر کے اس نظام کی تبدیلی کے عدالت عالیہ کے فیصلہ کو معطل کر دیا اور حکم دیا کہ اس معاملہ کے مختلف پہلوؤں پر مزید غور وفکر کی ضرورت ہے یوں یہ معاملہ ایک مرتبہ پھر سرد خانہ کی نذر ہوگیا۔

البتہ پاکستان کے شمال مغربی سرحدی صوبہ (صوبہ سرحد) میں ۲۰۰۲ء کے انتخابات کے نتیجے میں قائم ہونے والی حکومت نے اس معاملہ پر شروع دن سے ہی توجہ دی اور ''بنک آف خیبر'' کو ایک مکمل اسلامی بنک میں ڈھالنے کے لئے پیش رفت شروع کر دی۔ اس کے حوالہ کے نظریاتی کام (paper work) مکمل ہو چکا ہے جب کہ صوبہ سرحد کی حکومت عملی پیش رفت کے لئے پرعزم ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ انشاء اللہ العزیز جلد ہی اس سلسلہ میں عملی اقدامات کا آغاز ہو جائے گا۔

پاکستان میں معیشت کو سود سے پاک کرنے کا ایک اہم میدان یقیناً بنکاری (Banking) ہے لیکن

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معیشت کو کلی طور پر اسلامی خطوط پر استوار کرنے کے لئے دیگر شعبوں میں اسلامی معیشت کے اصولوں کو رواج دینا بھی ازبس ضروری ہے۔ اسلام کے معاشی نظام کا اصل ہدف معاشی عدل و انصاف کا قیام ہے۔ اس ہدف کے حصول کے لئے جہاں سود، سٹہ اور قمار کی تمام شکلوں کا استیصال ضروری ہے۔ وہاں مثبت طور پر ایسے اقدامات کرنے کی بھی ضرورت ہے جو دولت کی افزائش اور اس کی منصفانہ تقسیم اور رفتار گردش کو بڑھانے والے ہوں۔ افسوس ہے کہ ملک میں اس سمت میں اقدام کرنے کی کوئی موثر کوشش نہیں کی گئی۔ حتیٰ کہ زکوٰۃ وعشر کا جو نظام قانونی طور پر رائج کیا گیا ہے اسے بھی اس کی حقیقی روح کے مطابق آگے نہیں بڑھایا جاسکا۔ زکوٰۃ ملکی معیشت میں ایک زبردست تحرک (Dynamism) پیدا کرنے والا ادارہ ہے لیکن اس پر جس روایتی انداز میں عمل کیا جارہا ہے اس نے اسے بالکل تقسیم خیرات کا ایک جامد ادارہ بنا کر رکھ دیا ہے۔

زکوٰۃ وعشر آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۰ء

۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ (۱۰ فروری ۱۹۷۹ء) کو صدر پاکستان نے اسلامی معاشی نظام رائج کرنے کے ایک سہ سالہ منصوبے کا اعلان کیا۔ اور ۲۴ جون ۱۹۷۹ء کو زکوٰۃ وعشر کا تنظیمی آرڈیننس مجریہ ۱۹۷۹ء نافذ ہوا۔ اور اس کے تحت مرکزی زکوٰۃ کونسل قائم ہوئی۔ اور اس کے تحت ایک پندرہ (۱۵) رکنی کونسل قائم ہوئی جبکہ (۱۶) سولہویں ممبر کا اعلان ۳۰ جون ۱۹۷۹ء کو ہوا۔ اس کے ساتھ ہی صوبائی زکوٰۃ کونسلوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس نے ملک میں عشر وزکوٰۃ کے نفاذ کے لئے انتظامی ڈھانچہ قائم کردیا۔

بعد ازاں زکوٰۃ وعشر کے مسودہ پر غور وخوض کے بعد "زکوٰۃ وعشر آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۰ء" ۲۰ جون ۱۹۸۰ء بمطابق ۶ شعبان ۱۴۰۰ھ کو نافذ کیا گیا۔ اس آرڈیننس نے گزشتہ آرڈیننس کو منسوخ کردیا لیکن پہلے آرڈیننس کے تحت قائم کئے گئے ادارے بحال رکھے گئے اور اس کی تمام شقیں من وعن نئے آرڈیننس میں برقرار رکھی گئیں۔

ا۔ مرکزی زکوٰۃ فنڈ میں وصولیاں اور ان سے واپسی:

(الف) قواعد کے مطابق ہر بنک، ڈاک خانے اور مالی ادارے کا صدر دفتر زکوٰۃ کاٹنے کی کنٹرولنگ ایجنسی (Zakat Deduction Controling Agency) ہے۔ مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ ہر ZDCA کو ایک کوڈ نمبر الاٹ کرتی ہے تاکہ یہ نمبر سٹیٹ بنک میں رقم جمع کروانے، رقوم کا حساب کتاب رکھنے اور زکوٰۃ سے متعلق خط وکتابت کرنے میں استعمال کیا جائے۔

(ب) ہر ZDCA کے تحت زکوٰۃ کاٹنے والے دفتر ZDO ہوتے ہیں۔ مثلاً نیشنل بنک آف پاکستان (NBP) کا صدر دفتر ZDCA ہے۔ اور ملک بھر میں اس کی ہر شاخ ZDO ہے۔

(ج) زکوٰۃ کی تمام کٹوتیاں اسٹیٹ بنک آف پاکستان کے دفاتر جو ملک میں ۱۳ جگہ (لاہور، اسلام آباد، راولپنڈی، فیصل آباد، ملتان، کراچی، حیدرآباد، پشاور، کوئٹہ، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، ڈیرہ اسماعیل خان اور سکھر) میں مرکزی زکوٰۃ کونسل کے اکاؤنٹ بنام "مرکزی اکاؤنٹ نمبر ۸۔ مرکزی زکوٰۃ فنڈ" میں جمع کی جاتی ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جن اثاثوں اور اکاؤنٹس پر زکوٰۃ کی کٹوتی کی جاتی ہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ سیونگ بنک اکاؤنٹ
۲۔ نوٹس ڈیپازٹ رسیدیں اور اکاؤنٹ
۳۔ فکسڈ ڈیپازٹ رسیدیں
۴۔ سیونگ سرٹیفکیٹ
۵۔ NIT یونٹس
۶۔ ICP میوچل فنڈ
۷۔ گورنمنٹ کے تمسکات
۸۔ سالیانے (Annuities)
۹۔ کمپنیوں کے حصص
۱۰۔ زندگی کی بیمہ پالیسیاں
۱۱۔ پراویڈنٹ فنڈ

ان مدات کے علاوہ رضا کارانہ طور پر بھی لوگ اپنی زکوٰۃ کی رقوم زکوٰۃ فنڈ میں جمع کروا سکتے ہیں۔

اس آرڈیننس کے تحت ایک مرکزی زکوٰۃ کونسل چار صوبائی زکوٰۃ کونسلیں، ضلع کی سطح پر ۶۵ ضلع زکوٰۃ کمیٹیاں، تحصیل کی سطح پر ۲۸۲ تحصیل زکوٰۃ کمیٹیاں اور مقامی سطح پر ۳۲ ہزار سے زائد مقامی زکوٰۃ کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔ ان کمیٹیوں میں تقریباً اڑھائی لاکھ ارکان نے رضا کارانہ طور پر کام کا آغاز کیا۔

مرکزی زکوٰۃ کونسل مندرجہ ذیل عہدیداروں پر مشتمل ہے:

۱۔ چیئرمین (جج سپریم کورٹ)
۲۔ صدر کی طرف سے نامزد کردہ چار علماء کرام
۳۔ صدر کی طرف سے نامزد کردہ ہر صوبے کا نمائندہ
۴۔ چیف ایڈمنسٹریٹر زکوٰۃ
۵۔ سیکرٹری وزارت خزانہ
۶۔ سیکرٹری وزارت مذہبی امور
۷۔ ایڈمنسٹریٹر جنرل یا سیکرٹری جنرل

صوبائی زکوٰۃ کونسل میں مندرجہ ذیل عہدیدار شامل کیے گئے:

۱۔ چیئرمین (ہائی کورٹ کا موجودہ یا ریٹائرڈ جج)
۲۔ سیکرٹری لوکل گورنمنٹ
۳۔ گورنر کے نامزد کردہ ۱۵ ارکان
۴۔ سیکرٹری خزانہ (فنانس)
۵۔ سیکرٹری محکمہ سماجی بہبود (Social Welfare)
۶۔ چیف ایڈمنسٹریٹر یا سیکرٹری برائے کونسل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ضلعی زکوٰۃ کونسل مندرجہ ذیل عہدیداران پر مشتمل ہوتی ہے:

۱۔ چیئرمین (صوبائی حکومت کی طرف سے مقرر کردہ)
۲۔ ضلع کا ڈپٹی کمشنر
۳۔ ہر تحصیل سے ایک نمائندہ (جن کی کم از کم تعداد پانچ ہے)
۴۔ ڈسٹرکٹ ویلفیئر آفیسر

۲۔ زکوٰۃ کی تقسیم کی ترجیحی فہرست:

صوبائی زکوٰۃ کونسلوں کو ہدایت کی گئی کہ زکوٰۃ کی تقسیم احتیاج (ضرورت) کی بنیاد پر کی جائے تاکہ آبادی کی بنیاد پر اور مستحقین کی فہرستیں درج ذیل ترجیح کے مطابق تیار کی جائیں۔

۱۔ بیوائیں ۲۔ یتامیٰ ۳۔ معذور اور اپاہج افراد ۴۔ دینی مدارس کے وہ طلبہ جو زکوٰۃ لینے کے مستحق ہیں ۵۔ تکنیکی اور فنی اداروں میں تعلیم و تربیت حاصل کرنے والے طلبہ۔

۳۔ نظام عشر کا نفاذ [1]:

یکم جولائی ۱۹۸۲ء کو مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس کے تحت ایک پانچ رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جس کے ذمہ عشر آرڈیننس ۱۹۸۰ء کے نفاذ کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لینا اور ایسے عملی مسائل کی نشاندہی کرنا تھا' جو اس کی ترویج میں حائل ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان مسائل کا حل تجویز کرنا بھی ان کے ذمہ لگایا گیا۔ اس کے بعد ۷ جولائی ۱۹۸۲ء کو ایک خصوصی کمیٹی برائے عشر تشکیل دی گئی۔

سال ۸۳۔۱۹۸۲ء کے میزانیہ (بجٹ) میں حکومت کی طرف سے آئندہ فصل ربیع پر عشر کی کٹوتی شروع کرنے کا اعلان کیا گیا اور اعلان کیا گیا کہ شروع میں عشر کی تشخیص خود تشخیصی بنیادوں (Self-assessment) پر ہوگی۔

۴۔ نصاب

شرعی لحاظ سے زرعی پیداوار کا نصاب پانچ وسق ہے' عشر آرڈیننس کے تحت پانچ وسق (۹۴۸ کلوگرام) گندم کی مالیت کو عشر کا نصاب مقرر کیا گیا۔ کاشتکاروں کو رعایت دینے کے لئے بارانی علاقوں سے فصل کا عشر دس فیصد وصول کرنے کے بجائے پانچ فیصد لازماً اور پانچ فیصد رضاکارانہ طور پر ادا کرنے کی رعایت دی گئی۔ اسی طرح مزارعین سے عشر کی وصولی لازمی نہیں بلکہ رضاکارانہ بنیادوں پر کی گئی۔ جبکہ زمین کے مالکان' الاٹیوں اور پٹے داروں سے زکوٰۃ کی وصولی ہوگی۔ جبکہ کل پیداوار میں سے ۲۵ فیصد بطور پیداواری لاگت منہا ہوگا۔ غیر مسلموں' غیر پاکستانیوں اور زکوٰۃ لینے کے مستحق افراد سے عشر وصول نہیں کیا جائے۔ پانچ وسق (۹۴۸ کلوگرام) سے کم پیداوار پر عشر نہیں ہے۔ جبکہ عشر سے وہ لوگ بھی مستثنیٰ ہیں جن کی فقہ انہیں پورا عشر یا اس کا کچھ حصہ قانون کے تحت مقررہ طریقہ سے ادا کرنے کا پابند نہیں کرتی۔

---

[1] زکوٰۃ و عشر کے نظام کے نفاذ سے لے کر آج تک ہونے والی پیش رفت کا جائزہ باب نمبر ۱۶ کے ضمیمہ مندرجہ صفحہ نمبر ۴۰۶ سے ۴۰۸ صفحہ نمبر تک ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۵۔ زکوٰۃ وعشر آرڈیننس اور اس کے اطلاق کا تنقیدی جائزہ

(الف) زکوٰۃ وعشر آرڈیننس کا اجراء اور اس کے نفاذ کے لئے عملی اقدامات تاریخ اسلامی میں ایک بہت بڑا اقدام تھا۔ جس کی نظیر ہمیں ماضی قریب میں کہیں نظر نہیں آتی۔ یہ ایک انقلابی اقدام تھا۔ جس کے گہرے معاشی اور معاشرتی اثرات مرتب ہونے کی توقع تھی۔

(ب) اس اقدام کا مطمع نظر یہ تھا کہ زکوٰۃ کی رقوم نہ صرف مستحق افراد کی ضروریات کی تکمیل بلکہ ان کی بحالی کے لئے خرچ کی جائیں۔ اس مقصد کے لئے مستحق افراد جو کوئی نہ کوئی ہنر یا کام سیکھ کر عملی طور پر اپنے پاؤں پر کھڑے ہوسکیں' ان کی مدد کی جائے تاکہ وہ معاشرے میں اپنا مثبت کردار ادا کرنے کے قابل ہوسکیں۔ اور ان کو مسلسل اور مستقل زکوٰۃ دینے کی ضرورت نہ رہے۔ اس کے علاوہ زکوٰۃ کی مدد سے معذوروں یتامی اور بیواؤں کی ضروریات کو پورا کیا جاسکے تاکہ وہ دوسروں کے دست نگر نہ رہیں۔

(ج) معاشرے میں بھیک مانگنے والوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ اس بارے میں بھی پروگرام میں شامل تھا۔ کہ ایسے افراد کی امداد کرکے اس لعنت سے معاشرے کو پاک کیا جائے' اور پیشہ ور بھکاریوں کو قانوناً بھیک مانگنے سے روک دیا جائے' واقعی غربت کی بناء پر بھیک مانگنے والوں کی کچھ ابتدائی مالی امداد کردی جائے تاکہ وہ بقیہ زندگی باعزت روزگار کے ذریعے گزار سکیں۔ جبکہ معذور و اپاہج بھکاریوں کی مناسب کفالت کا انتظام کردیا جائے۔

(د) یہ مقاصد بہت اعلیٰ وارفع تھے۔ جن کے معاشی و معاشرتی اثرات ہمارے معاشرے میں انقلاب برپا کرسکتے تھے۔ اس سلسلہ میں کچھ پیش رفت بھی ہوئی۔ غرباء' بیواؤں' یتیموں اور دوسرے مستحق افراد کی امداد بھی کی گئی اور ان کو وقتاً فوقتاً مالی امداد ملتی رہی۔ جس کے نتیجے میں وقتی طور پر لوگوں کی کچھ ضروریات بھی پوری ہوئیں۔ لیکن اس پورے نظام میں بہت سی عملی خامیاں اور کوتاہیاں رہیں۔ جن کا بروقت ادراک نہ کرنے کی وجہ سے اس نظام سے بھرپور فائدہ نہ اٹھایا جاسکا۔ یہ نظام اب بھی قائم ہے لیکن اس میں بہت سے پہلو اصلاح طلب ہیں۔ جن کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے:

۷۔ کوتاہیاں اور خامیاں:

۱۔ زکوٰۃ کی کٹوتی کے لئے مال زکوٰۃ پر ایک سال کا گزرنا بنیادی شرط ہے' لیکن بینکوں سے زکوٰۃ کی کٹوتی کرتے وقت اس بات کو مدنظر نہیں رکھا جاتا۔

۲۔ زکوٰۃ کی کٹوتی کے لئے نصاب ۳۲۰۰ روپے رکھا گیا۔ جو کہ نظر ثانی کا طالب ہے۔ اور اس میں وقتاً فوقتاً سونے اور چاندی کی قیمت میں اتار چڑھاؤ کے پیش نظر تبدیلی کی ضرورت ہے۔

۳۔ اس نظام کی کامیابی کے لئے ضروری تھا کہ لوگوں کی ذہنی تربیت کی جاتی اور انہیں اس نظام کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مقاصد و برکات سے پوری طرح آگاہ کیا جاتا تاکہ لوگ خوش دلی سے اس نظام کو قبول کرتے اور اس نیکی کے کام میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے' لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ذرائع ابلاغ نے اس کام میں موثر طور پر کوئی کردار ادا نہیں کیا۔

۴۔ بنکوں میں سودی نظام پوری طرح جاری و ساری ہے اور بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ اکاؤنٹ ہولڈرز کے اکاؤنٹس پر ملنے والے سود میں سے زکوٰۃ کی رقوم منہا کر لی جاتی ہیں جس کی وجہ سے اس نظام پر لوگوں کا اعتماد اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس نظام کی برکات کے حصول میں ہم ناکام رہے ہیں۔

۵۔ زکوٰۃ کمیٹیوں کے انتخابات کے موقع پر اہل الرائے کے بجائے نااہل لوگ اپنے اثر و رسوخ کی بناء پر زکوٰۃ کمیٹیوں میں منتخب ہو جاتے ہیں۔ جو اس نظام کو چلانے کی نہ تو اہلیت رکھتے ہیں اور نہ ہی تقسیم زکوٰۃ درست طریقے سے ہو پاتی ہے۔

۶۔ اوپر بیان کی گئی وجوہات کی بناء پر لوگ یکم رمضان المبارک (تاریخ کٹوتی زکوٰۃ) سے پہلے ہی اپنی رقوم بنکوں سے نکلوا لیتے ہیں۔

۷۔ زکوٰۃ کی تقسیم میں اخفاء کو پیش نظر نہیں رکھا گیا۔ مستحقین کو زکوٰۃ ان کے گھروں میں پہنچانے کے بجائے ان کو ڈیروں پر بلایا جاتا اور لائنوں میں کھڑا کیا جاتا ہے۔ اور ان کی عزت نفس مجروح کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ مستحقین کو بار بار چکر لگانے پڑتے ہیں۔ تشہیر کے لئے اخبارات میں تصاویر شائع کی جاتی رہی ہیں جو کہ مقاصد زکوٰۃ کے سراسر خلاف ہے۔

۸۔ عشر کی وصولی کے لئے پٹواریوں کو ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں ان کی امانت و دیانت کا عمومی معیار کچھ زیادہ قابل اعتماد نہیں ہے۔

اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اتنے بڑے نظام کو اس طرح سے ناکامی سے دوچار نہ ہونے دیا جائے کہ لوگوں کا اعتماد ختم ہو جائے اور آئندہ کوئی حکومت ایسے کسی نظام کو قائم کرنے کی جرأت نہ کر سکے اس میں پائی جانے والی خامیوں کو دور کیا جائے تاکہ معاشرے میں وہ برکات جو اس نظام کے نتیجہ میں حضرت عمرؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں چشم فلک نے دیکھی ہیں وہ آج بھی نظر آ سکیں۔

کتابیات

۱۔ مرکزی زکوٰۃ کونسل کی کارکردگی رپورٹ برائے ۱۴۰۲۔۱۴۰۱ھ بمطابق ۸۱۔۱۹۸۰ء مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ' وزارت خزانہ' حکومت پاکستان' اکتوبر ۱۹۸۱ء

۲۔ خصوصی کمیٹی برائے عشر کی رپورٹ' وفاقی کونسل (مجلس شوریٰ) سیکرٹریٹ' اسلام آباد' ۱۷ اکتوبر ۱۹۸۲ء۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حصہ بازدہم

(برائے ایم اے اسلامیات طلبہ)

باب ۲۲ اسلام کا نظریہ ملکیت

* تعریف
* ملکیت کی حقیقت
* ملکیت کے حقوق
* نجی ملکیت کی حدود

☆ زمین کی ملکیت

* انفرادی ملکیت
* اجتماعی ملکیت
* قرآن پاک اور انفرادی ملکیت
* زمین کی ملکیت اور احادیث نبویؐ
* اسلامی حکومت کے تحت زمینوں کی اقسام اور ان کے احکام
* ''موات'' زمینوں کے بارے میں حکم
* اسلامی ریاست اور عیہ زمین
* عطیہ زمین کے بارے میں شرعی احکام
* اجتماعی ملکیت کی اشیاء اور ان سے استفادہ
* مالک زمین کے حقوق

☆ مزارعت

* تعریف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

* مزارعت کا عدم جواز اور اس کی وجوہات
* مزارعت کی مخالفت والی احادیث کی تحقیق
* مزارعت کی ممنوعہ شکلیں
* مزارعت کی ممنوعہ شکلوں کے بارے میں فقہاء کی آراء
* زمین کے استعمال کے بارے میں فقہاء کی آراء

باب ۲۳ اسلام اور عدل اجتماعی

* مفہوم
* اسلام اور عدل اجتماعی
* فرد اور معاشرہ کے بارے میں عدل
* عدل سیاسی شعبہ میں
* عدل معاشرت میں
* عدل روحانیت میں
* عدل معاشی شعبہ میں
* عدل اجتماعی شعبہ میں
* عدل اجتماعی کے مقاصد
* عدل اجتماعی کے ذرائع
* عدل اجتماعی کی حکمت عملی

باب ۲۴ پیدائش دولت

* مفہوم
* معاشی سرگرمیوں کی اہمیت و ترغیب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۲

اسلام کا نظریہ ملکیت

(Islamic Concept of Ownership)

ملکیت کی تعریف: ملکیت سے مراد ہے کہ کسی مال (یا شے) پر کسی فرد یا افراد کا قبضہ اور اس شے کو اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرنے کا حق ہے۔ علامہ مقدسی کے مطابق ملکیت انسان اور شے کے درمیان وہ خصوصی تعلق ہے جو شرعاً دوسروں کے لئے اس شے سے استفادہ میں کاوٹ اور اس انسان کے تصرف (Use) کے لئے وجہ جواز بنتا ہے۔ الا یہ کہ کوئی مانع موجود ہو (مانع: مثلاً جنون یا پاگل پن) علامہ ابن نجیمؒ کے مطابق "ملکیت کسی شے میں تصرف پر وہ قدرت ہے جو کسی انسان کے لئے شارع کے ثابت کرنے سے ابتدائی طور پر ثابت ہوتی ہے مگر یہ کہ کوئی مانع موجود نہ ہو۔"

(الف) ملکیت کی حقیقت

(الف) امانت: کائنات کی ہر چیز کا مالک اللہ ہے۔ حتیٰ کہ انسان کی اپنی ذات بھی اللہ کی تخلیق اور ملک ہے۔ انسان کو جو مالکانہ حقوق مختلف اشیاء پر حاصل ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہی عطا کردہ ہیں۔ سورہ المومنون میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قل لمن الارض ومن فیھا ان کنتم تعلمون . سیقولون للہ ..... قل من بیدہ ملکوت کل شئی ..... سیقولون للہ (۸۹، ۸۸، ۸۵، ۸۴ ص ۲۳)

ترجمہ: "پوچھئے کہ زمین اور اس کی ساری موجودات کس کی ملک ہیں۔ تاؤ اگر تمہیں علم ہو؟ وہ جواب دیں گے کہ سب کچھ اللہ کا ہے..... پوچھئے کہ ساری چیزوں کی حکمرانی کس کے ہاتھ میں ہے..... وہ جواب دیں گے کہ اللہ کے ہاتھ میں"

سورہ البقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**للہ مافی السموت ومافی الارض**" (۲:۲۸۴)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے۔

سورہ النور میں بتایا گیا ہے کہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کی ہیں۔

ترجمہ: اور ان مکاتب (غلاموں) کو اللہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے۔ (۲۴:۳۳)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قرآن پاک کی ان آیات سے یہ بات واضح ہے کہ انسان کو اشیاء کے حقوق ملکیت اللہ تعالیٰ نے عطا کئے ہیں اور ان کی حیثیت ایک مقدس امانت کی ہے۔ انسان نائب خدا ہونے کی حیثیت سے ان اشیاء پر تصرف کا حق رکھتا ہے لیکن اس سلسلہ میں اسے مالک حقیقی کی منشاء لازماً پیش نظر رکھنی ہوگی۔

۲۔ **خلافت ارضی کا تقاضا:** انسان کو زمین میں منصب خلافت پر فائز کیا گیا ہے اور اس کے ذمہ دنیا و آخرت کی فلاح کا حصول ہے۔ اور کائنات کی ہر چیز کا مقصد وجود انسان کو اپنے مقصد جلیلہ میں کامیاب ہونے کے مواقع فراہم کرنا ہے۔ اس لئے حق ملکیت کا حصول انسان کا مقصد زندگی نہیں بلکہ مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔ سورہ النساء میں اس بات کو یوں کہا گیا ہے:

اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاما (۴:۵)۔

ترجمہ: ''تمہارے مال جن کو اللہ نے تمہاری زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عز و جل نے فرمایا ہم نے مال اس لئے دیا ہے کہ نماز قائم کی جائے اور زکوٰۃ ادا کی جائے'' ..... اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے میں مال بڑا اچھا مددگار ہے۔'' (کنز الاعمال)

۳۔ **استفادہ عام:** چونکہ تمام بنی نوع آدم آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ایک ہی وحدت کی اکائیاں ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بھی چند افراد یا کسی ایک طبقہ کی ملک نہیں بننی چاہئیں' بلکہ ان سے تمام انسانوں کو استفادہ کا موقع ملنا چاہئے اور محروم طبقات کے ساتھ ہمدردی اور اخوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ضروری ہے کہ انہیں بھی اس مال سے استفادہ کا موقع عطا کیا جائے' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور اللہ کو اپنی مخلوق میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ وہ ہے جو اس کے عیال کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔'' (مشکوٰۃ)

۴۔ **آزمائشی نوعیت:** انسان کو ملکیت کے اختیارات بطور آزمائش دیئے گئے ہیں اور ظاہر ہے کہ آزمائش اسی صورت میں ہوتی ہے' جب انسان کو اختیار اور اپنی پسند و ناپسند کے مطابق عمل کی آزادی حاصل ہو' البتہ اس اختیار کو اس طرح محدود کیا گیا ہے کہ اس کی آزادی' ملکیت سے دوسرے افراد کی آزادی مجروح نہ ہو' اور اس کے غلط استعمال سے معاشرہ میں فساد برپا نہ ہو۔

۵۔ **احکام شرعیہ کی تعمیل:** قرآن پاک کے متعدد قوانین پر عمل درآمد اسی صورت میں ممکن ہے جب اموال و املاک پر افراد کو نجی ملکیت کا حق حاصل ہو مثال کے طور پر قانون وراثت' نظام زکوٰۃ و عشر و صدقات' نظام نفقات' قانون وصیت وغیرہ۔ ان احکام پر عمل اسی وقت ممکن ہے جب مختلف اشیاء اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اموال لوگوں کی ذاتی ملکیت میں ہوں۔ مندرجہ ذیل آیات بھی انفرادی ملکیت کے حق کے اثبات کی وضاحت کرتی ہیں:

یاایھا الذین امنوا لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا (۲۴:۲۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنے (خاص) گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ اجازت حاصل نہ کرلو اور ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو'

وان تبتم فلکم رؤس اموالکم (۲:۲۷۹) اور اگر تم توبہ کرلو گے تو تمہارے اصل اموال تمہارے ہی ہیں۔ اسی طرح کے مالکانہ حقوق اسلام ہر قسم کی ملکیت کے سلسلہ میں عطا کرتا ہے۔ تاہم یہ مالکانہ حقوق مطلق نہیں بلکہ مشروط ہیں۔

(ب) ملکیت کے حقوق

اسلام اشیائے استعمال اور ذرائع پیداوار پر افراد کی نجی ملکیت کے حق کو تسلیم کرتا ہے۔ ان حقوق کا مختصر تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:۔

(الف) استعمال کا حق: ہر فرد اپنی زیر ملکیت شے کو اپنے یا دوسروں کے فائدہ کے لئے استعمال کرسکتا ہے' ان اشیاء کو زیادہ مفید اور کارآمد بنانے کے سلسلہ میں ان اشیاء میں ترمیم اور اضافہ عمل پیدائش (Production) کے ذریعہ کرسکتا ہے۔ البتہ اس سلسلہ میں چند حدود کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے جن کا تذکرہ بعد میں آئے گا۔ کسی چیز کو اپنی قدرتی شکل سے کسی اور شکل میں ترمیم و اضافہ کے ذریعہ ڈھالنا اور مفید بنانا مالک کا حق ہے۔ اس کا یہ حق منقولہ و غیر منقولہ جائیداد' ذی روح اور غیر ذی روح ہر طرح کی اشیاء پر ہوتا ہے۔ انسان نئی ٹیکنالوجی اور علم کی بنیاد پر ان اشیاء میں جدت پیدا کرسکتا ہے۔

(ب) نفع کمانے کا حق: اپنی زیر ملکیت اشیاء سے نفع کمانا انسان کا حق ہے' ایک فرد اپنے مال کو کسی جائز کاروبار میں لگا کر اس مال میں اضافہ کرسکتا ہے۔ اپنی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کو کرایہ پر دے سکتا ہے۔ مال میں اضافہ کے لئے درج ذیل طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ ذاتی کاروبار: نفع کمانے کی غرض سے ایک فرد کوئی پیداواری کام کرسکتا ہے۔ ذاتی کاروبار کے حق پر بہت سے اعتراضات کئے گئے۔ بعض مفکرین ذاتی ملکیت کا حق تو تسلیم کرتے ہیں لیکن نفع کمانے کی غرض سے کاروبار میں مال کو لگانے کی مخالفت کرتے ہیں اور دوسرے کچھ لوگ سرے سے ذاتی ملکیت کا حق تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ ذاتی کاروبار کا تو ان کے نزدیک سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مثلاً اشتراکیت کے علمبردار۔ لیکن اسلام نے مالک کے اس حق کو تسلیم کیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جب ایک فرد کاروبار شروع کرتا ہے' تو مندرجہ ذیل عوامل کے پیش نظر نفع اس کا حق ٹھہرتا ہے:

(i) چونکہ کاروبار میں نفع اور نقصان دونوں کا خطرہ (Risk) موجود ہے۔ نقصان کی صورت میں وہ شخص اپنے مال اور محنت سے محروم ہوسکتا ہے۔ لہذا منافع ہونے کی صورت میں یہ اس کا حق بنتا ہے۔

(ii) کاروباری شخص نفع کا حق دار اس بنا پر بھی بنتا ہے کہ اگر وہ ماضی میں نقصان اٹھا چکا ہو' یا مستقبل میں وہ کسی نقصان سے دوچار ہوسکتا ہو' تو تلافی نقصان کے لئے وہ موجودہ نفع کا حقدار ہے۔

(iii) پیداوار کا عمل ایک مفید عمل ہے۔ جس کے ذریعہ ہماری ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے۔ وسائل کو زیادہ بہتر انداز میں صرف کرنے کے قابل بنایا جاتا ہے۔ یہ عمل اسی صورت میں برقرار رکھا جاسکتا ہے' اگر فرد اس عمل کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے منافع کا مالک بن سکے۔

۲۔ شراکت: شراکت سے مراد ایسا پیداواری یا کاروباری عمل ہے' جس میں دو یا دو سے زائد افراد' متعین سرمایہ کے ساتھ' نفع کے حصول اور نقصان کی ذمہ داری برداشت کرنے کے لئے اکٹھے ہوں۔ اور نفع و نقصان کی شرح کا تعین حصہ داران کے لئے پہلے سے طے ہو۔ شراکت کی تفصیلات اگلے صفحات میں بیان کی گئی ہیں:

۳۔ مضاربت: مال سے نفع کمانے کا تیسرا طریقہ مضاربت ہے۔ اس سے مراد ہے کاروبار کا وہ طریقہ جس میں مالک اپنا سرمایہ بغرض کاروبار کسی دوسرے کاروباری فرد کے حوالہ کردے۔ مضاربت میں صاحب سرمایہ صرف سرمایہ فراہم کرتا ہے جبکہ دوسرا فریق صرف کاروباری جدوجہد کرتا ہے۔ سرمایہ نہیں لگاتا۔ نفع کی صورت میں نفع طے شدہ نسبتوں سے دونوں میں تقسیم ہوگا۔ جبکہ نقصان صرف صاحب سرمایہ کا ہوگا۔ دوسرے فریق کی محنت ضائع ہوگی۔ مضاربت کی تفصیلات بھی آئندہ صفحات میں آئیں گی۔

۴۔ کرایہ: مالک اپنی چیز کسی دوسرے شخص کو کرایہ پر دے کر اس سے فائدہ اٹھاسکتا ہے۔ کرایہ پر وہی چیزیں دی جاسکتی ہیں جو استعمال (Use) کی جاتی ہیں۔ مثلاً زمین' مشین' مکان وغیرہ۔ ایسی چیزیں استعمال کرنے کے بعد بھی برقرار رہتی ہیں۔ اور بعد میں بھی ان سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اس لئے ان کو کرایہ پر دیا جاسکتا ہے۔ جبکہ وہ چیزیں جو صرف ہونے کے بعد اپنا وجود کھو بیٹھتی ہیں ان کو کرایہ پر نہیں دیا جاسکتا۔

اسلامی قانون میں کرایہ "کسی چیز کے استعمال کے فائدوں کی قیمت" کو کہتے ہیں۔ چیز اصل مالک کی ملکیت رہتی ہے اور اس کے فوائد کرایہ پر لینے والے فرد کی ملکیت بن جاتے ہیں۔ نقد سرمایہ کرایہ پر نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ نقد سرمایہ کو خرچ کئے بغیر اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ وہ خود باقی رہتے ہوئے اپنے فوائد استعمال منتقل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(ج) انتقال ملکیت کا حق: ایک شخص کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ اپنی زیر ملکیت چیز کسی دوسرے شخص کو منتقل کر دے۔ یہ انتقال اس مال کے عوض قیمت کی وصولی کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے اور بلا معاوضہ بھی۔ ایک شخص درج ذیل طریقوں سے اپنی شے یا مال دوسروں کو منتقل کر سکتا ہے:

(الف) شے کی فروخت یا بیع

(ب) ہبہ

(ج) وصیت

جیسا پہلے عرض کیا گیا تھا کہ کرایہ کی صورت میں شے کی ملکیت منتقل نہیں ہوتی' صرف اس کا فائدہ دوسرے شخص کو حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عاریت (ادھار) یا وقف کی شکل میں بھی ملکیت منتقل نہیں ہوتی بلکہ اس شے کا انتفاع (فائدہ) منتقل ہوتا ہے۔ لیکن انتقال کے مذکورہ بالا بیان کردہ تینوں طریقوں میں شے کی ملکیت بھی دوسرے فرد کو منتقل ہو جاتی ہے۔

شے کی فروخت کا معاملہ واضح ہے کسی عوض کے بدلے میں شے کی ملکیت کے حقوق دوسرے فرد کو حاصل ہو جاتے ہیں۔ ہبہ سے مراد اپنی زیر ملک شے دوسرے فرد کو بلا معاوضہ دے دینا ہے۔ ہبہ سے عموماً اہم انسانی ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے۔ اسلام نے کمزوروں کی مدد اور سماجی اغراض کی تکمیل کے لئے ایسا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ لیکن مالک کو یہ حق بستر مرگ پر جانے سے پہلے پہلے حاصل ہے۔ اس کے بعد اس کا یہ حق ساقط ہو جاتا ہے۔ ہبہ کا نفاذ اسی صورت میں ہوگا کہ جس شخص کے حق میں ہبہ کیا گیا ہے وہ اسے قبول بھی کرے۔

وصیت: وصیت ایک شخص کا وہ حق ہے جس کے ذریعے وہ اپنے مال اور اشیاء (ترکہ) میں سے ایک متعین حصہ کسی ایک فرد یا چند افراد کو منتقل کرتا ہے۔ اسلام افراد کو ترکہ کے صرف ایک تہائی (۱/۳) حصہ کے برابر وصیت کا حق دیتا ہے۔ یہ حق ورثاء کے علاوہ دوسروں کو مال منتقل کرنے کے لئے دیا گیا ہے۔ ایسے افراد جن کو وراثت میں سے حصہ ملتا ہے ان کے حق میں وصیت نہیں کی جا سکتی۔ وصیت کے تفصیلی احکام آئندہ صفحات میں آئیں گے۔

۶۔ تحفظ کا حق: کسی بھی مالک کو اپنے زیر ملکیت املاک کی حفاظت کرنے اور اسے دوسروں کی دست برد سے بچانے کا حق حاصل ہے۔ مالک دوسرے لوگوں کو اپنی املاک میں مداخلت سے روک سکتا ہے اور بعض حالات میں اس حق کو آگے بڑھ کر استعمال کرنے کو ضروری قرار دیا گیا ہے تاکہ وہ اہم مقاصد اور مصالح ضائع نہ ہوں' جو ملکیت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ بلکہ ایک شخص اپنی املاک کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی جان تک قربان کر سکتا ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ فرماتے سنا ہے کہ:

''جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے۔''

۷۔ **مال جمع کرنے کا حق:** ایک فرد بعض حدود کے اندر رہتے ہوئے مال جمع کر سکتا ہے۔ مال جمع کرنا ناپسندیدہ اسی صورت میں ہے جب اس کا باعث بخل اور مال کو گن گن کر رکھنا اور ایسی ذہنیت کا پیدا ہو جانا ہو جس سے انسان مالک کی محبت میں گرفتار ہو کر دوسروں کے حقوق پامال کرنے لگے اور ہر جائز و ناجائز طریقے سے مال جمع کرنے لگے۔

اپنی اور اپنے عزیز و اقارب کی آئندہ ضروریات کے لئے' اچھے مقاصد کے لئے' اپنے ورثا کے لئے ترکہ چھوڑ جانے کی غرض سے مال جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ خواہ وہ غیر منقولہ جائیدادوں کی صورت میں ہو یا نقد سرمایہ کی شکل میں۔ بخاری کی ایک روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کہ اپنے اہل و عیال کے لئے مال چھوڑ کر مرنا اس سے بہتر ہے کہ آدمی ان کو مفلس اور بے سہارا چھوڑ کر مرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء کا طرز عمل بھی یہی تھا۔ ان میں سے جو مالدار تھے وہ نیک کاموں میں خوب خرچ کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ ضرورت مندوں' جہاد فی سبیل اللہ اور دیگر مواقع پر بہت زیادہ مال صدقہ کرتے تھے' اسی لئے آپ کو عثمان غنی کہا جاتا ہے۔ لیکن اپنی وفات پر آپؓ نے بہت زیادہ مال چھوڑا' جو بغیر جمع کئے ممکن نہ ہوتا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بھی اپنی وفات کے موقع پر بہت زیادہ مال چھوڑا تھا۔

(د) نجی ملکیت کی حدود

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ دولت کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے اور انسان کو ملکیت کا حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا ہے۔ لیکن یہ حق مطلق (Absolute) نہیں ہے۔ بلکہ چند حدود و قیود کا پابند ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وابتغ فیما اتک اللہ الدار الاخرۃ ولا تنس نصیبک من الدنیا واحسن کما احسن اللہ الیک ولا تبغ الفساد فی الارض (۲۸:۷۷)

ترجمہ: ''اور یہ جو مال اللہ نے تجھے دے رکھا ہے' اس سے آخرت کا گھر (بنانے) کی فکر کر' اور دنیا سے (بھی) اپنا حصہ فراموش نہ کر' اور جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے۔ تو بھی اوروں کے ساتھ احسان کر اور ملک میں فساد (برپا کرنے) کا خواہاں نہ ہو۔''

---

۱ ماخوذ از اسلامی نظریہ ملکیت از ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی' صفحہ ۱۵۳ تا ۲۰۱۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس آیات کے بارے میں مفتی محمد شفیعؒ صاحب لکھتے ہیں:

۱۔ جو کچھ انسان کی ملکیت ہے اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہے (آ تک اللہ)

۲۔ انسان اس مال کو اس طرح خرچ کرے کہ اس کا آخری مقصد آخرت کا حصول ہو۔

۳۔ چونکہ دولت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے اس لئے خرچ بھی اس کے احکام کے مطابق کرنی چاہئے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے اس دولت کے استعمال کے سلسلہ میں دو طرح کے احکام دیئے ہیں:

(الف) انسان اپنی دولت کا ایک حصہ دوسروں کو دے۔ ایسا اس لئے کہا گیا کہ جو کچھ انسان کے پاس ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہے اور اللہ کا احسان ہے اس لئے اسے دوسروں کے ساتھ احسان کا رویہ اختیار کرنا چاہئے (واحسن کما احسن اللہ الیك)

(ب) وہ تمہیں اس دولت کے کسی خاص استعمال سے روک سکتا ہے۔ یہ اس کا حق ہے کہ وہ تمہیں دولت کے کسی بھی ایسے حق سے روک دے جس سے زمین میں فساد یا برائیاں پھیل سکتی ہوں (ولا تبغ الفساد فی الارض)

ذیل میں ہم ان حدود کا مطالعہ کرتے ہیں جن کے اندر رہتے ہوئے دولت یا املاک میں تصرف کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

(الف) حق استعمال کے حدود:

اشیاء کے استعمال اور تصرف کے سلسلہ میں اسلام نے درج ذیل حدود مقرر کی ہیں:۔

۱۔ مال کو ضائع کرنے کی ممانعت۔

۲۔ غیر شرعی مصارف پر مال صرف کرنے کی ممانعت۔

۳۔ اسراف اور بے اعتدالی کی ممانعت۔

۴۔ عیش کوشی کی ممانعت۔

۵۔ ملکیت کا ایسا استعمال جس میں دوسروں کا نقصان ہو۔

۱۔ مال کو ضائع کرنے کی ممانعت: چونکہ مال اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امانت ہے۔ اس لئے اسے ضائع کر کے امانت میں خیانت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ مال ضائع کرنے کو فساد سے تعبیر کیا گیا ہے اور فساد پیدا کرنا حرام ہے۔ سورہ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: ''اور جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں اس لئے دوڑ دھوپ کرتا پھرتا ہے کہ فساد پھیلائے کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے۔ حالانکہ اللہ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا'' (۲:۲۰۵)

سورہ الاعراف میں فرمایا گیا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''اور زمین میں فساد برپا نہ کرو جبکہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے'' (۷:۸۵)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے ''اللہ نے تمہارے لئے تین چیزوں کو ناپسند فرمایا ہے' قیل قال کرنا' مال ضائع کرنا اور کثرت سے سوال کرنا۔ (بخاری)

امام نوویؒ لکھتے ہیں: ''اضاعت مال (مال کا ضیاع) سے مراد مال کو غیر شرعی طور پر صرف کرنا اور تلف بے جا کے حوالہ کرنا ہے۔ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ (معاشرہ میں) بگاڑ پیدا کرنے کے ہم معنی ہے۔ اور اللہ فساد کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ مزید برآں یہ کہ جب کوئی شخص اپنا مال ضائع کر دے گا تو کسی دوسرے کے مال پر قبضہ کرنے کی فکر میں لگ جائے گا۔ (شرح مسلم)

چونکہ مفید اشیاء کا ضیاع اور تباہی انسانیت کا مشترکہ نقصان' انسانیت کی حق تلفی اور ظلم کے مترادف ہے۔ اس لئے جنگ کے موقع پر بھی ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے سپہ سالار کو شام کی طرف فوج کے ساتھ روانہ کرتے ہوئے فرمایا:

''میں تمہیں دس باتوں کی تلقین کرتا ہوں۔ کسی عورت' بچے یا بہت بوڑھے کو قتل نہ کرنا۔ کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹنا' کسی آباد زمین کو ویران نہ کرنا' کسی بکری یا اونٹ کو بجز غذائی ضروریات کے ذبح نہ کرنا' شہد کی مکھیوں کو نہ جلانا' اور نہ انہیں منتشر کرنا' مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا اور بزدلی نہ دکھانا۔'' (موطا امام مالکؒ)

سرمایہ دارانہ ممالک جس طرح سے اموال تجارت یا صنعتی و زرعی پیداوار کو ضائع کرتے ہیں تاکہ مجموعی منافع میں اضافہ ہو جائے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اس امر کی کسی طرح بھی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

۲۔ غیر شرعی مصارف پر مال صرف کرنے کی ممانعت: کچھ چیزوں کا استعمال شریعت میں ممنوع ہے مثلاً شراب' زنا کاری اور اسی طرح دوسری حرام کردہ اشیاء پر اپنی مال کو خرچ کرنا منع ہے۔ اسی طرح جواء اور سٹہ بازی وغیرہ بھی ممنوع ہیں۔ نمود و نمائش مثلاً شادی بیاہ کے موقع پر فضول رسوم اور آتش بازی وغیرہ پر مال صرف کرنا بھی ممنوع ہے۔ یہ معاملہ تلف مال یا مال کو ضائع کرنے سے مختلف ہے۔ اس شکل میں زیر ملکیت چیز استعمال تو کی جاتی ہے لیکن ایسے مقصد کے لئے جو شریعت میں ممنوع ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں اس کو ''تبذیر'' کہا گیا ہے۔ تبذیر کا معاملہ اسراف سے ملتا جلتا ہے لیکن فرق یہ ہے کہ اسراف جائز اشیاء پر خرچ میں حد اعتدال سے بڑھ جانے کو کہتے ہیں جبکہ تبذیر ایسا خرچ ہے جو شریعت میں ممنوعہ چیزوں پر کیا جائے۔ تبذیر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیطن (۱۷:۲۶۔۲۵)

ترجمہ: ''اور مال کو ادھر ادھر نہ پھینکتے پھرو درحقیقت فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس معاملہ کا اطلاق باطل افکار و خیالات کی اشاعت یا فحش باتوں کی اشاعت پر بھی ہوتا ہے۔ ان پر مال صرف کرنا بھی تبذیر ہے۔

۳۔ اسراف کی ممانعت: اسراف سے مراد ہے ایسا طرز عمل جو صحیح انسانی اور اسلامی طرز عمل سے ہٹا ہوا ہو۔ صرف مال اور استعمال ملکیت کے حوالہ سے اس کے معنی یہ ہیں کہ جو غرض کم مال و املاک سے پوری ہو سکتی ہو اس پر جان بوجھ کر زائد مقدار میں مال و املاک خرچ کرنا۔

صرف مال عموماً ضروریات' آسائشات اور تعیشات کے لئے کیا جاتا ہے۔ ان کے حصول کے لئے مال کو بجا طور پر خرچ کیا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ اعتدال اور اخلاقی حدود کو پیش نظر رکھا جائے اور ان پر اتنا ہی مال خرچ کیا جائے جو کافی ہو۔ ایسا دو وجوہات کی بناء پر ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ فرد کے پاس بہت زیادہ مال و دولت ہو اور دوسری وجہ یہ کہ مال و دولت تو زیادہ نہیں ہے لیکن غیر ذمہ داری اور عاقبت نااندیشی کی بناء پر وہ ایسا کرے۔ دونوں صورتوں میں یہ انسان کے لئے نقصان دہ ہے اس لئے ممنوع ہے۔

قرآن پاک کی سورہ الاعراف میں حکم ہے:

وکلوا واشربوا ولا تسرفوا انه لایحب المسرفین (۳۱:۷)

ترجمہ: ''کھاؤ' پیو اور اسراف نہ کرو۔ بلاشبہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

سورہ الفرقان میں مومنوں کی صفت بتائی گئی ہے:

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواما (۲۵:۶۷)

ترجمہ: ''(اللہ کے بندے وہ ہیں) جو خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں' نہ بخل' بلکہ ان دونوں کے درمیان اعتدال کی روش اختیار کرتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''کھاؤ' پیو' پہنو' اور صدقہ کرو مگر اس میں اسراف یا گھمنڈ نہ ہو' اور ابن عباسؓ نے کہا ہے ''اسراف اور گھمنڈ سے بچتے ہوئے' جو جی چاہے کھاؤ' اور جو چاہو پہنو۔'' (بخاری)

قرآن و حدیث کی ان تعلیمات کا مقصد انسان کو صرف مال میں اعتدال اختیار کرنے اور متوازن طریقہ اختیار کر کے زندگی گزارنے کی ترغیب دینا ہے۔ ضرورت کے مطابق اشیاء کا استعمال کیا جائے' اور بلا ضرورت و بلا افادیت زیادہ مقدار میں صرف سے پرہیز کیا جائے۔ اور اپنی حیثیت اور موقع کی ضرورت سے زیادہ خرچ نہ کیا جائے۔

پس اسراف جس کی ممانعت کی گئی ہے' اس کے درج ذیل پہلو ہیں۔

(الف) مقدار و معیار (Quality and Quantity) کے اعتبار سے حد اعتدال سے تجاوز کرنا۔

(ب) اہم تر ضروریات کو نظر انداز کر کے غیر اہم امور پر مال صرف کرنا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(ج) معاشرہ کے عام معاشی حالات کے لحاظ سے بے جا اخراجات۔

پس مال کے صرف میں اسراف سے بچنا ضروری ہے۔

۴۔ عیش کوشی کی ممانعت: اسلام نے چند چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اور اکثر چیزوں کو مباح (حلال) قرار دیا ہے۔ لیکن ایک مال دار شخص کے لئے پابندی لگائی گئی ہے کہ وہ ان مباح چیزوں کا استعمال اعتدال کے دائرہ میں رہ کر کرے' مال و دولت کا مقصد قیام حیات ہے۔ اور قیام حیات کے بعد انسان کو عیش و عشرت میں پڑنے کی بجائے زندگی کے بلند تر مقاصد کی تکمیل پر توجہ دینی چاہئے۔ اور فاضل مال کو ان مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنانا چاہئے اور لذات دنیا اور عیش و عشرت میں نہیں اڑانا چاہئے۔

معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب انہیں یمن بھیجا' تو فرمایا: خبردار! عیش کوشی سے اجتناب کرنا' کیونکہ اللہ کے (اچھے) بندے عیش کوش نہیں ہوتے (مشکوۃ المصابیح) سورہ الحدید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(ترجمہ) آگاہ رہو کہ دنیا (پرستی) کی زندگی لہو و لعب' (بے جا) زینت و آرائش' باہمی مفاخرت اور مال اولاد کے اعتبار سے ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی کوشش کا نام ہے۔ (۵۷:۳۰)

قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلام ہم سے ترک لذات کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ اعتدال اور توازن کا مطالبہ کرتا ہے۔ تاکہ زندگی کے بلند تر مقاصد کے حصول کی جدوجہد اور انسان کے آرام و آسائش کے درمیان توازن برقرار رہے۔

اس لئے اسلام نے مردوں کے لئے ریشم کے کپڑے اور سونے کے زیورات' مردوں اور عورتوں کے لئے سونے کے برتنوں میں کھانا پینا' شراب' شہوانی موسیقی اور رقص و سرود کی محفل آرائی کو حرام قرار دیا ہے۔

۵۔ اشیاء کے نقصان دہ استعمال کی ممانعت: اسلام نے ملکیت کے ایسے استعمال سے روکا ہے جس سے دوسرے افراد یا معاشرے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے "لاضرر فی الاسلام" (کتاب الخراج لقرشی)

ترجمہ: "اسلام میں مضرت رسانی (کسی کو نقصان پہنچانا) جائز نہیں ہے" آپ ﷺ نے فرمایا: "اسلام میں مضرت رسانی جائز نہیں۔ نہ ابتداء نہ جوابی کارروائی کے طور پر" (کتاب الخراج)

آپ ﷺ نے فرمایا: "جو کسی دوسرے کو نقصان پہنچائے گا' اس کو اللہ نقصان پہنچائے گا۔ اور جو کسی دوسرے کو تکلیف دے گا اللہ اسے تکلیف میں مبتلا کردے گا (ترمذی)

پڑوسی کو تکلیف پہنچانے کے معاملات اور اسی طرح فضائی آلودگی میں اضافہ کا سبب بننے والے ملکیت کے استعمالات ممنوع ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۶۔ جاندار املاک پر تصرف کے حدود: مویشی اور محنت کرنے والے جاندار ہمارے فائدہ کے لئے بہت سے کام سرانجام دیتے ہیں۔ ان سے استفادہ کرنا مالک کا حق ہے۔ لیکن ان جانوروں سے اس قدر کام لیا جائے جتنا وہ آسانی سے انجام دے سکیں۔ ان کی خوراک کا بندوبست کیا جائے۔ جانوروں کو انہی مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے سے جن کے لئے قدرت نے ان کو پیدا کیا ہے۔ یعنی سواری اور باربرداری کے لئے یا زرعی و صنعتی محنت کے کاموں کے لئے وغیرہ۔ ان کو باہم لڑا کر ان کا تماشا دیکھنا ناجائز ہے (ابوداؤدؒ)۔ اسی طرح تیراندازی اور نشانہ بازی کے لئے ان کا استعمال بھی ممنوع ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس شخص پر لعنت بھیجی ہے۔ جو کسی ذی روح کو (مشق کی خاطر) حدف بنائے۔

(ب) نفع آور کاروبار کے حدود:

اسلام نے نفع آور کاروبار میں سرمایہ اور مال لگانے کے معاملے کو بھی چند حدود کے ساتھ پابند کیا ہے۔ ان میں سے کچھ حدود ایسی ہے۔ جو ایسے جائز افعال سے روکتی ہیں۔ جو کسی مخصوص حالت میں معاشرے کے لئے نقصان کا باعث ہوں۔ اگرچہ ان افعال کے پیچھے نیک ارادہ ہی موجود ہو۔ اس سلسلہ میں اسلام نے جو پابندیاں عائد کی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ منافی اخلاق حرکتیں: ان میں دھوکا و فریب اور غلط بیانی سب سے نمایاں ہیں۔ مبالغہ آمیز اشتہار بازی، عیب دار مال کو اچھا بنا کر پیش کرنا، گھٹیا مال کو بظاہر بلند معیار بنا کر سامنے لانا، قیمت خرید کے بارے میں غلط بیانی سے کام لے کر خریدار کو زیادہ قیمت دینے پر آمادہ کرنا شامل ہے، اسلام ان سے منع کرتا ہے۔

۲۔ ناپ تول میں کمی و بیشی نہ کرنا: اسلام کا حکم ہے۔ کہ ناپ تول کے پیمانے بالکل درست اور معیار کے مطابق ہوں۔ اس سلسلہ میں ہر کوتاہی قابل تعزیر جرم ہے۔

۳۔ ملاوٹ سے بچنا: اشیاء خوراک اور دوسری چیزوں میں ملاوٹ کرنا اور دھوکا دینا بالکل ناجائز ہے۔

۴۔ ذخیرہ اندوزی کی ممانعت: مال مہنگا کرنے کے لئے ذخیرہ اندوزی (احتکاز) کرنا، اور اسی طرح اس کی رسد میں مصنوعی طور پر کمی کر کے زیادہ قیمت وصول کرنا ممنوع ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ "جو مسلمانوں کے لئے نرخ گراں کرنے کی غرض سے ذخیرہ اندوزی کرے۔ وہ غلط کار ہے اور اللہ اس سے بری الذمہ ہے۔" ایک اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ کہ وہ ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے قیمتوں میں ہونے والے اضافہ کو روکے۔

۵۔ باہمی رضامندی کے بغیر کاروباری معاملہ کرنا: معاملات تجارت میں کسی پر جبر و اکراہ کرنا اور کسی شے کی خرید و فروخت پر دوسرے فرد کو مجبور کرنا ممنوع ہے۔ خرید و فروخت کا معاملہ باہمی رضامندی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے ہی ہونا چاہئے۔

۶۔ مال کے عیب پر پردہ ڈالنا:

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اس نے اپنے بھائی کے ہاتھ کوئی ایسی چیز فروخت کی ہو' جس میں کوئی نقص ہو' اور وہ اس کو اس نقص سے آگاہ نہ کردے'' (حاکم: مستدرک) پس مال تجارت میں پائے جانے والے عیب سے خریدار کو آگاہ کردینا ضروری ہے۔

۷۔ اضطراری حالت میں زائد قیمت وصول کرنا: کسی شخص کی اضطراری حالت سے بے جا فائدہ اٹھا کر زیادہ قیمت وصول کرنا بالکل ممنوع ہے۔ اسی طرح کسی مجبور شخص سے اس کا مال کم قیمت پر حاصل کرنا بھی ممنوع ہے۔

۸۔ اجارہ دارانہ قیمت کی وصولی: بعض اوقات کسی ایک کاروبار کو بازار کی قوتوں پر غیر معمولی گرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ اگر ایسا مصنوعی طریقہ سے کیا گیا ہے' تو یہ بہت ہی غلط اقدام ہے۔ لیکن اگر قدرتی عوامل کی بناء پر ایسا ہوا ہے تو بھی اپنی اس حیثیت کا ناجائز فائدہ اٹھانے' اشیاء مہنگی بیچنے' بے جا نفع اندوزی' لاگت سے بہت زیادہ منافع (غیر منصفانہ منافع) کی وصولی' اشیاء کا کم معیار' طلب سے کم پیدائش اشیاء (تاکہ قیمت بلند رکھی جاسکے) وغیرہ اسلامی تعلیمات کے یکسر خلاف ہیں۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک شخص نے مدینہ میں گھوڑے پالنے شروع کئے۔ آپؓ نے اس کو منع کردیا' بعد میں فیصلہ کے خلاف نظر ثانی کی درخواست پر اس کو حکم دیا۔ کہ گھوڑوں کے لئے چارہ مدینہ سے باہر سے منگوائے تاکہ مدینہ میں چارہ مہنگا نہ ہونے پائے۔ پس اس نے یمن سے چارہ منگوانے کا اہتمام کیا اس اصول کا مقصد یہی تھا کہ جہاں معاشرے کو نقصان پہنچا کر ایک فرد کو فائدہ پہنچ رہا ہو اسے اس کام سے زبردستی روک دیا جائے۔

(ج) انتقال ملکیت کے حدود:

انتقال ملکیت کا مقصد کسی دوسرے فرد کو نقصان پہنچانا نہیں ہونا چاہئے۔ اور انہیں ملکیت میں ایسی بے تدبیری اور ناعاقبت اندیشی اختیار نہیں کرنی چاہئے' جو اسراف اور تبذیر کے ہم معنی ہو۔ انتقال ملکیت کے مضرت رساں استعمال سے تحفظ کے لئے اسلام نے شریک جائیداد اور پڑوسی کو شفعہ کا حق دیا ہے۔ جس کی رو سے شریک یا پڑوسی زیر فروخت جائیداد کو خریدنے کا اولین مستحق قرار پاتا ہے۔ اس پابندی سے اسلام نے پڑوسی کے انفرادی مفاد کے تحفظ کے ساتھ معاشرے کے مجموعی مفاد میں اضافہ چاہا ہے۔

اسی طرح حق وصیت کو کل ترکہ کے ایک تہائی تک محدود کیا گیا ہے۔ تاکہ جائز ورثا کی حق تلفی نہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو اسی طرح ایک شخص کو بستر مرگ پر ہبہ کرنے یا برائے نام معاوضہ پر املاک کسی دوسرے کے نام کرنے سے بھی منع کیا ہے۔

(د) حق تحفظ کی حدود:

ایک مالک کو اپنی ملکیت کی حفاظت کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ لیکن جن لوگوں کو اس ملکیت سے استفادہ کا شرعی حق ہے۔ ان کو اس سے نہیں روکا جاسکتا۔ کیونکہ کسی فرد کی ملکیت میں دوسرے افراد اور اداروں کو بہت سے اخلاقی اور قانونی حقوق حاصل ہوتے ہیں' مالک کو یہ حقوق بخوشی ادا کرنے چاہئیں..... حق تحفظ کا یہ مطلب نہیں کہ مالک ٹیکس وصول کرنے والوں' حق ارتفاق رکھنے والوں' یا دوسرے حق داروں کو اپنا حق وصول کرنے سے روکے۔

اس طرح مال جمع کرنے کی اجازت تو ہے لیکن یہ حق بھی حد اعتدال کے اندر رہنا چاہئے اسلام کسی کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ اپنی دولت کو خزانوں کی شکل میں جمع کر کے گردش سے روک دے اور اسے اپنی اور معاشرے کے دوسرے افراد کی ضروریات پر خرچ کرنے سے گریز کرے۔ اسی لئے اسلام کی نظر میں بخل (کنجوسی) بھی اسراف سے کم برا فعل نہیں ہے۔ بلکہ یہ مرض زیادہ گہرا اور بہت سی اخلاقی برائیاں پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ اس سے معیشت میں صرف کا رجحان کم ہوتا ہے۔ زر کی گردش اور اشیاء کی پیدائش پر برا اثر پڑتا ہے جس کے نتیجہ میں بالآخر قومی آمدنی کی سطح' روزگار اور پورے نظام معیشت پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

زمین کی ملکیت (Ownership of Land)

زمین کی ملکیت کا مسئلہ نہایت ہی اہم ہے۔ اور اس کا منصفانہ حل زراعت میں ترقی و خوشحالی کا باعث بنتا ہے۔ کیونکہ زمین کی ذاتی ملکیت صحرا کو گلزار بنا سکتی ہے اور ایک ایسا فرد جو کہ زمین کا مالک ہے۔ اس زمین کو بہترین طریقہ سے کاش کرتا ہے۔ اس کی صلاحیتوں کو بڑھانے کی تگ و دو میں لگا رہتا ہے۔ اور اس سے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے۔ جبکہ کسی دوسرے کی ملکیتی زمین پر کام کرنے والا شخص اس خوشدلی اور محنت سے کام نہیں کرتا۔

زمین کی ملکیت کے حوالہ سے اس وقت کئی نقطہ ہائے نظر اور نظام دنیا میں رائج ہیں۔ مثلاً برطانیہ اور کچھ دوسرے یورپی ممالک میں رائج نظام ملکیت کے مطابق زمین میں انفرادی ملکیت کا حق تسلیم کیا جاتا ہے۔ کچھ ایشیائی ممالک میں انفرادی ملکیت کا حق مطلق نہیں ہے۔ بلکہ ایک شخص زمین کا مالک بن سکتا ہے۔ اپنی ملکیت کو بذریعہ وراثت اپنے ورثا کو منتقل کرسکتا ہے۔ اپنی زمین کی خرید و فروخت کرسکتا ہے۔ لیکن زمین کی حتمی (Ultimate) ملکیت کا حق ریاست کے پاس ہے۔ جبکہ چین اور سابق روس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں انفرادی ملکیت زمین کا حق مکمل طور پر ساقط کر دیا گیا تھا اور کسی بھی شخص کو زمین کی انفرادی ملکیت کا حق حاصل نہیں تھا۔

موجودہ دور میں پائے جانے والے زمین کی ملکیت کے ان مختلف نقطہ ہائے نظر کے مقابلہ میں اسلام نے ایک بالکل منفرد اور متوسط نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ جس کے مطابق کائنات کی ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جس نے اس کائنات کو اور اس میں موجود ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ اس خالق کائنات کی طرف سے یہ ملکیت افراد اور ریاست کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ ایک فرد کو زمین کی ملکیت کا حق حاصل ہے لیکن یہ حق مطلق نہیں ہے۔ بلکہ چند حدود و قیود کا پابند ہے۔ اور زمین و جائیداد کے استعمال میں ان حدود کی پابندی مالک کی ذمہ داری بنتی ہے۔

زمین کی ملکیت کے بارے میں ایک رائے یہ ہے۔ حتمی ملکیت زمین اسلامی ریاست کا حق ہے جبکہ ریاست اپنا یہ حق انفرادی طور پر افراد کی طرف منتقل کرتی ہے کہ ایک فرد اپنی ملکیتی زمین و جائیداد کو استعمال کر سکتا ہے۔ اس کی خرید و فروخت کر سکتا ہے اور وراثت میں ورثاء کو منتقل کر سکتا ہے جبکہ اسلامی ریاست کو حق حاصل ہے کہ وہ جب چاہے معاشرے اور سوسائٹی کے وسیع تر مفاد میں زمین کو سرکاری ملکیت میں لے سکتی ہے۔[1]

اس نقطہ نظر کے مطابق زمین کی اصل ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ نہ تو معاشرے اور نہ ہی افراد کی ملکیت مطلق ہے بلکہ یہ ملکیت اللہ تعالیٰ کے نائب اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے ہے۔ اس حیثیت سے ان پر دو ہری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:۔

۱۔ چونکہ ملکیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی ہے اس لئے اس ملکیت پر عائد تمام حدود کو پیش نظر رکھ کر ملکیت کے حقوق سے استفادہ کیا جانا چاہئے۔

۲۔ دوسری ذمہ داری افراد کی ایک دوسرے کے حوالے سے ہے کہ تمام مالک ایک دوسری کے حقوق کا خیال رکھیں اور اپنی حدود سے تجاوز نہ کریں اور ایک دوسرے کی حدود ملکیت میں مداخلت نہ کریں۔

اس طرح ایک رائے یہ ہے کہ اسلامی نظریہ ملکیت زمین نہ تو معروف معنوں میں سرکاری ملکیت (Public Ownership) کا نظریہ ہے اور نہ ہی انفرادی ملکیت (Individual Ownership) کا۔ عام حالات میں حق ملکیت کے بارے میں یہ اصول نہیں ہے کہ ہر چیز کی انفرادی ملکیت جائز ہے۔ اور نہ ہی یہ کہ ہر چیز سرکاری ملکیت میں لی جا سکتی ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق دونوں طرح کی ملکیت جائز ہے۔

---

[1] Economic Doctorine of Islam, Vol.II, Dr.Afzal-ur-Rehman, P-209

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔ انفرادی ملکیت:

جس کے دو ذرائع ہیں (۱) ''احیائے ارض الموت'' یعنی مردہ اور افتادہ زمینوں کو قابل استعمال بنا کر قبضہ میں لانا'' (۲) کسی اور طریقہ سے ملکیت کا ہونا' جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آئے گی۔

۲۔ سرکاری ملکیت یا اجتماعی ملکیت:

اس کے تین ذرائع ہیں۔ بیت المال کی ملکیت زمین' سرکاری ملکیت میں لی جانے والی زمینیں اور مشترکہ ملکیت کی زمینیں اور اشیاء۔

(الف) قرآن پاک اور انفرادی ملکیت زمین:

قرآن پاک کی متعدد آیات سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن عظیم زمین پر انفرادی ملکیت کے حق کو تسلیم کرتا ہے اور اسی کی بنیاد پر وہ مالک زمین پر مختلف ذمہ داریاں عائد کرتا ہے۔

سورہ انعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"کلوا من ثمرہ اذا اثمر واتوا حقہ یوم حصادہ..... (۶:۱۴۱)

ترجمہ: ''اس کے پھلوں میں سے کھاؤ جبکہ وہ پھل لائے اور اس کی فصل کٹنے کے دن اس کا (یعنی خدا کا) حق ادا کرو۔''

اس آیت میں خدا کے حق سے مراد زکوٰۃ وعشر اور صدقہ ہے' اور ایک شخص اسی صورت میں فصل کٹنے کے موقع پر عشر وصدقہ دے گا اگر وہ زمین کا مالک ہوگا۔ بصورت دیگر ایسا حکم دینے کی کوئی منطق نہ تھی۔ اس حق ملکیت کی تائید سورہ البقرہ کی درج ذیل آیت کرتی ہے۔

"یاایھا الذین امنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض" (۲:۲۶۷)

ترجمہ: ''اے ایمان لانے والو! خرچ کرو اپنی پاک کمائیوں میں سے اور ان چیزوں میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالی ہیں۔''

اس آیت میں بھی زکوٰۃ وخیرات کی تلقین کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک مالک ہی اپنی پیداوار میں سے دوسرے کو حصہ دے گا نہ کسی دوسرے یا ریاست کی ملک زمین کی پیداوار میں سے..... گھروں کی ملکیت کے حوالہ سے سورہ نور کی یہ آیت نجی ملکیت پر دلالت کرتی ہے۔

"یاایھا الذین امنوا لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا فان لم یجدوا فیھا احدا فلا تدخلوھا حتی یوذن لکم..... " (۲۴:۲۷۔۲۸)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پوچھ نہ لو۔ اور جب داخل ہو تو اس گھر والوں کو سلام کرو۔ اور اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو اندر نہ جاؤ تاوقتیکہ تم کو ایسا کرنے کی اجازت نہ دی گئی ہو۔"[1]

مندرجہ بالا آیت کی روشنی میں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام ذاتی گھر بنانے اور ملکیت رکھنے کی نہ صرف اجازت اور حق دیتا ہے بلکہ دوسرے لوگوں کو کسی کی ملک میں بغیر اجازت داخل ہونے سے منع کرتا ہے۔ تاکہ دوسرے کی جائیداد کو کسی قسم کی بیرونی مداخلت سے روکا جا سکے۔

(ب) زمین کی ملکیت اور احادیث نبویؐ:

رسول اللہ ﷺ سے مروی بہت سی احادیث زمین کی شخصی ملکیت کے حق کی توثیق کرتی ہیں۔ ان میں سے چند ایک کا تذکرہ درج ذیل ہے جبکہ مزید احادیث آئندہ صفحات میں آئیں گی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "من قتل دون مالہ فھو شھید" (بخاریؒ)

ترجمہ: "جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا گیا وہ شہید ہے۔"

حضرت سعید بن زیدؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص از راہ ظلم (کسی کی) ایک بالشت زمین لے گا قیامت کے دن سات زمینوں تک اس کے گلے میں بطور طوق ڈالی جائے گی۔" (مشکوٰۃ المصابیح)

طاؤسؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زمانہ قدیم سے افتادہ چلی آنے والی زمینیں اللہ اور اس کی رسولؐ کی ہیں' پھر یہ (ان کی جانب سے) تمہارے لئے ہیں پس جس کسی نے مردہ زمین کو زندہ کیا وہ اس کی ہوگئی اور احاطہ بندی کرنے والے کا تین سال بعد کوئی حق باقی نہیں رہ جائے گا۔ (کتاب الخراج)

پس قرآن پاک کی آیات' رسول اللہ ﷺ کے ارشادات' اور آپؐ کے عہد کے عمل اور خلفائے راشدین کے عمل سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام زمین کی شخصی ملکیت کو جائز قرار دیتا ہے۔

iii۔ اسلامی حکومت کے تحت زمینوں کی اقسام اور ان کے احکام:

اسلامی ریاست کے زیر انتظام آنے والی زمینوں کی درج ذیل چار اقسام ہیں:۔

۱۔ وہ جن کے مالک اسلام قبول کر لیں۔

۲۔ وہ جن کے مالک اپنی دین پر ہی رہیں۔ مگر اسلامی ریاست کے تابع فرمان بن جائیں۔

۳۔ وہ جن کی مالک جنگ کے نتیجہ میں مغلوب ہو جائیں۔

---

[1] اس موضوع پر مزید قرآنی آیات کے لئے درج ذیل حوالوں سے رجوع کیا جا سکتا ہے:
(۷:۱۰) (۲:۹۷) (۴:۱۰۰) (۴:۷) (۴:۱۱) (۴:۱۲) (۴:۱۲۵) (۵۹:۸) (۱۸:۳۲) (۳۳:۲۷) وغیرہ۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۴۔ وہ زمینیں جو کسی کی ملک نہ ہوں۔

ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ وہ زمینیں جن کے مالک اسلام قبول کرلیں: ایسی زمینوں کے بارے میں ارشاد نبویؐ ہے کہ ''جب لوگ اسلام قبول کرلیں تو وہ اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیتے ہیں'' (ابوداؤدؒ بحوالہ کتاب الخراج)

ایسی زمینوں کے بارے میں اسلامی اصول یہ ہے کہ ''آدمی اسلام قبول کرتے وقت جن املاک کا مالک تھا وہ اس کی ملک رہیں گی'' (کتاب الاموال لابی عبیدؒ)

اس اصول کا اطلاق منقولہ اور غیر منقولہ املاک پر ہوتا ہے۔ زرعی جائیدادوں پر بھی اور غیر زرعی جائیدادوں پر بھی۔ رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ اسلام قبول کرنے والے لوگوں کی املاک میں اسلامی ریاست نے کوئی مداخلت کی ہو یا اسے سرکاری ملکیت میں لیا ہو۔

امام ابو یوسفؒ ''کتاب الخراج'' میں اس اصول کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔

''جو لوگ اسلام قبول کرلیں' ان کا خون حرام ہے' قبول اسلام کے وقت وہ جن اموال کے مالک ہوں' وہ انہیں کی ملک رہیں گے' اسی طرح ان کی زمینیں بھی ان ہی کی ملک رہیں گی' اور وہ زمینیں عشری قرار دی جائیں گی۔ اس کی نظیر مدینہ ہے۔ جس کے باشندوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اور وہ اپنی زمینوں کے مالک رہے۔ اور ان پر عشر لگا دیا گیا۔ ایسا ہی معاملہ طائف اور بحرین کے لوگوں سے بھی کیا گیا۔''

علامہ ابن القیمؒ ''زاد المعاد'' میں لکھتے ہیں:

''نبی ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ جو شخص اسلام لانے کے وقت جس چیز پر قابض تھا۔ وہ اس کے قبضہ میں رہنے دی گئی۔ یہ نہیں دیکھا گیا کہ اسلام لانے سے پہلے وہ چیز کس ذریعہ سے اس کے قبضہ میں آئی تھی۔ بلکہ وہ اس کے ہاتھ میں اسی طرح رہنے دی گئی' جس طرح وہ پہلے چلی آرہی تھی۔

۲۔ وہ زمینیں جن کے مالک اپنے دین پر قائم رہیں لیکن اسلامی ریاست کے تابع فرمان بن جائیں ایسے لوگوں کے بارے میں اور ان کی املاک کے بارے میں اصول یہ ہے کہ جن شرائط پر ان لوگوں سے مصالحت ہوئی ہو ان شرائط کو پورا کیا جائے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

''اگر کبھی ایسا ہو کہ کسی قوم سے تمہاری جنگ ہو' پھر وہ تمہارے سامنے آکر اپنی اور اپنے بال بچوں کی جانیں بچانے کے لئے اپنے مال دینے پر تیار ہو جائیں اور تم ان سے صلح کرلو تو ایسی صورت میں جس چیز پر ان سے تمہاری صلح ہو' اس سے زائد کچھ نہ لینا کیونکہ وہ تمہارے لئے جائز نہیں۔ (ابوداؤدؒ و ابن ماجہؒ)

اس اصول کا اطلاق رسول اللہ ﷺ نے نجران' ایلہ' آذرعات' ہجر اور دوسرے علاقوں پر کیا۔ جہاں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جہاں جن جن قبیلوں کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہوا' ان کی زمینوں' جائیدادوں' صنعتوں اور تجارتوں کو بحال رکھا گیا اور صرف جزیہ وخراج وصول کیا گیا۔ یہ اصول خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی جاری رہا۔

۳۔ وہ زمینیں جن کے مالک بزور شمشیر مغلوب ہوئے ہوں: ایسے لوگ جو مجاہدین اسلام سے آخر وقت تک مقابلہ کرتے رہیں اور مسلمان جنگ کے نتیجہ میں ان پر غالب آ جائیں۔ ان کے بارے میں دور نبوت ﷺ اور دور خلافت راشدہ میں تین قسم کے طرز عمل نظر آتے ہیں:

(الف) رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر مکہ والوں کو یہ کہہ کر معاف فرمایا "لاتثریب علیکم الیوم"۔ اس طرح آپ نے مکہ والوں کے جان و مال ان کو معاف کردئے۔ اور وہ اپنی زمینوں اور جائیدادوں کے مالک رہے البتہ اسلام قبول کر لینے کے بعد ان کی زمینیں عشری قرار پائیں۔

(ب) رسول اللہ ﷺ نے فتح خیبر کے موقع پر خیبر کے مفتوحہ علاقہ کو مال غنیمت قرار دیا۔ سابقہ مالکوں کی ملکیت ختم کر کے ان زمینوں کا ایک حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے مخصوص فرمایا اور بقیہ زمینیں خیبر فتح کرنے والے لشکر میں شامل مجاہدین میں تقسیم کردیں اور وہ ان کے مالک بن گئے۔

(ج) حضرت عمرؓ نے شام اور عراق کی مفتوحہ اراضی کو مجاہدین میں تقسیم کرنے کے بجائے' تمام مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت میں دے دیا۔ اور وہ اسلامی ریاست کی ملک قرار پائیں۔ ان زمینوں کے اصل مالکان کو ان کی زمینوں پر بحال رکھا گیا۔ ان کو ذمی قرار دے کر ان سے جزیہ وخراج وصول کیا گیا۔ مفتوحہ علاقوں کے مالک ہونے کی حیثیت سے اس جزیہ وخراج کو عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کیا گیا۔

حضرت عمرؓ کے اس فیصلے کی حکمت آپ کے درج ذیل ارشاد سے واضح ہے۔ "یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کہ میں زمین تم لوگوں پر تقسیم کردوں' اور بعد کے آنے والوں کو اس حال میں چھوڑ دوں' کہ ان کا اس میں کچھ حصہ نہ ہو'..... آخر بعد کی نسلوں کے لئے کیا رہے گا؟..... کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ آئندہ آنے والوں کے لئے کچھ نہ رہے..... (کتاب الخراج)

مفتوحہ لوگ ان زمینوں پر ذمی کی حیثیت سے رہے۔ ان کو مالکانہ حقوق کی طرح کے حقوق حاصل تھے' وہ اپنے رقبوں پر قابض رہے۔ ان سے صرف خراج وصول کیا جاتا تھا۔ ان کو ان زمینوں پر بیع' رہن اور وراثت کے حقوق حاصل تھے۔

۴۔ وہ زمینیں جو کسی کی ملک نہ ہوں: ایسی زمینیں دو اقسام پر مشتمل ہوتی تھیں: 'موات' اور 'خالصہ' 'موات' سے مراد ایسی زمینیں جو افتادہ (بے کار اور بنجر) ہوں' عادی الارض (جن کے مالک مرکھپ گئے) یا جن کا کوئی مالک کبھی بھی نہ رہا ہو۔ یا جو جھاڑیوں' دلدلوں اور سیلابوں کے نیچے آ گئی ہوں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''خالصہ'' زمینوں سے مراد وہ زمینیں ہیں' جن کو سرکاری ملکیت قرار دیا گیا ہو' مثلاً جن زمینوں کے مالکان نے اپنی زمین رضاکارانہ طور پر اسلامی حکومت کے حوالے کردی ہو۔ (مثلاً انصار مدینہ نے اپنی کچھ زمینیں آپ ﷺ کے سپرد کردی تھیں) یا جن کے مالکان کو اسلامی ریاست نے کسی وجہ سے بے دخل کردیا ہو اور وہ زمینیں سرکاری ملک قرار دے دی گئی ہوں۔ (مثلاً مضافات مدینہ میں بنی نضیر کی زمینیں) یا مفتوحہ علاقوں میں خالصہ قرار دی گئی زمینیں۔ (مثلاً عراق میں کسریٰ کی اراضی)

'موات' زمینوں کے بارے میں حکم:

'موات' یعنی افتادہ اور بے مالک زمینوں کا جو اصول اسلام نے دیا وہ یہ تھا کہ جو جہاں رہ پڑا وہ جگہ اسی کی ہے۔ اور جس جگہ کو کسی نے کسی طرح سے کارآمد بنالیا اس کے استعمال کا وہی زیادہ حقدار ہے۔ یہی وہ فطری طریقہ ملکیت ہے جس کے مطابق ابتدائے آفرینش سے انسان مختلف چیزوں پر اپنی ملک قائم کرتا آیا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی درج ذیل حدیث اس امر کی توثیق کرتی ہے۔ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی ایسی زمین کو آباد کیا۔ جو کسی دوسرے کی ملک نہ ہو۔ وہی اس کا زیادہ حقدار ہے'' عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں اس پر حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں عمل درآمد کیا۔ (بخاریؒ' احمدؒ' نسائیؒ)

جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ جس کسی نے مردہ زمین کو زندہ کیا' وہ زمین اس کی ہے۔ (احمدؒ ترمذیؒ نسائیؒ ابن حبانؒ)

ملکیت کے اس حق کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے دو ضابطے ارشاد فرمائے۔ پہلا یہ کہ کسی دوسرے کی ملکیتی زمین پر آبادکاری سے حق ملکیت حاصل نہیں ہو جاتا۔

دوسرے یہ کہ جو شخص خواہ مخواہ احاطہ کھینچ کر یا نشان لگا کر کسی زمین کو روک رکھے اور اس پر کام نہ کرے اس کا حق تین سال بعد ساقط ہو جائے گا۔ ان ضابطوں کے بارے میں احادیث درج ذیل ہیں:

(پہلا ضابطہ) سعید بن زیدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس کسی نے کسی مردہ زمین کو زندہ کرلیا۔ وہ اس کی ہے۔ اور دوسرے کی زمین میں ناروا طور پر آبادکاری کرنے والے کے لئے کوئی حق نہیں۔ (احمدؒ ابوداؤدؒ ترمذیؒ)

(دوسرا ضابطہ) طاؤس (تابعیؒ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ غیر مملوکہ زمین جس کا کوئی ولی و وارث نہ ہو' خدا اور رسول ﷺ کی ہے۔ پھر اس کے بعد وہ تمہارے لئے ہے۔ پس جو کوئی کسی مردہ زمین کو زندہ کرلے وہ اسی کی ہے۔ اور بے کار روک کر رکھنے والے کے لئے تین سال کے بعد کوئی حق نہیں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(کتاب الخراج لابی یوسفؒ)

ایسی ہی روایت حضرت عمرؓ کے بارے میں بھی ان کے پوتے حضرت سالم بن عبداللہؒ سے مروی ہے۔

ارض موات پر حق ملکیت کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ حکومت کی منظوری اور اجازت ضروری قرار دیتے ہیں۔ جبکہ امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ حکومتی اجازت کو ضروری نہیں سمجھتے جبکہ امام مالکؒ بستی کے قریب کی زمینوں کے لئے سرکاری اجازت و منظوری کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ اور دور کی زمینوں کے لئے ایسی کسی منظوری کو ضروری قرار نہیں دیتے..... حضرت عمرؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا طرز عمل یہ تھا کہ اگر کوئی شخص کسی کی زمین کو موات سمجھ کر آباد کر لیتا تو دوسرے شخص کے اپنی ملکیت ثابت کر دینے پر مالک کو اجازت دیتے کہ وہ آبادکاری کے عمل کا معاوضہ ادا کر کے زمین لے لے یا زمین کی قیمت لے کر اس کا حق ملکیت آبادکار کو منتقل کر دے (کتاب الخراج)

(و) اسلامی ریاست اور عطیہ زمین یا قطیعہ

قرآن و حدیث سے دلائل کی روشنی میں واضح ہے کہ زمین کی شخصی ملکیت جائز ہے۔ اس نقطہ نظر کی مزید توضیح اسلامی ریاست کے عمل سے ہوتی ہے۔ جس میں مختلف ادوار میں اسلامی ریاست نے مختلف افراد کو زمینیں بطور عطیہ دیں اسے قطیعہ کہا جاتا ہے۔ یہ زمینیں موات اور خالصہ دونوں طرح کی زمینوں پر مشتمل تھیں۔ ان کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ عروہ بن زبیرؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اور حضرت عمر بن خطابؓ کو چند زمینیں عطا کیں تھیں..... (مسند امام احمدؒ)

۲۔ علقمہ بن وائل اپنے والد (وائل بن حجرؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرموت میں ایک زمین عطا کی تھی۔ (ابوداؤد، ترمذیؒ)

۳۔ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شوہر حضرت زبیرؓ کو خیبر میں ایک زمین عطا کی تھی۔ جس میں کھجور کے درخت بھی تھے اور دوسرے درخت بھی۔ اس کے علاوہ عروہ بن زبیرؒ کا بیان ہے۔ کہ آپؐ نے ان کو ایک نخلستان بنی نضیر کی زمینوں میں سے بھی دیا تھا..... (بخاریؒ احمدؒ ابوداؤدؒ وغیرہ)

۴۔ ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کے خاندان والوں کو ایک زمین عطا کی تھی۔ مگر وہ اسے آباد نہ کر سکے اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں انہوں نے اسے آٹھ ہزار دینار میں فروخت کر دیا۔ (کتاب الخراج)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۵۔ عرب کے مشہور طبیب حارث بن کلدہ کے بیٹے نافع نے حضرت عمرؓ سے درخواست کی کہ بصرہ کے علاقہ میں ایک زمین ہے جو نہ تو اراضی خراج میں شامل ہے اور نہ مسلمانوں میں سے کسی کا مفاد اس سے وابستہ ہے۔ آپ وہ مجھے عطا کر دیں۔ میں اپنے گھوڑوں کے لئے اس میں چارہ کی کاشت کروں گا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے گورنر ابوموسیٰ اشعریؓ کو فرمان لکھا کہ اگر اس زمین کی کیفیت وہی ہے جو نافع نے مجھ سے بیان کی ہے تو وہ ان کو دے دی جائے۔ (کتاب الاموال)

۶۔ عبداللہ بن حسنؒ کی روایت ہے کہ حضرت علیؓ کی درخواست پر حضرت عمرؓ نے ان کو ینبع کا علاقہ عطا کیا تھا۔ (کنز الاعمال)

عطیہ زمین کے بارے میں شرعی احکام:

اسلامی ریاست کی طرف سے کسی فرد کو عطیہ کی جانے والی زمینوں کے بارے میں چند قواعد وضوابط تشکیل دئے گئے جو درج ذیل ہیں:

۱۔ جو شخص زمین لے کر اس پر کچھ کام نہ کرے اس کا عطیہ منسوخ سمجھا جائے گا۔ اس کی دلیل یہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے قبیلہ مزینہ اور جہینہ کے لوگوں کو کچھ زمین دی تھی مگر انہوں نے وہ بیکار رکھ چھوڑی پھر کچھ اور لوگ آئے انہوں نے اسے آباد کرلیا۔ اس پر مزینہ اور جہینہ کے لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں دعویٰ لے کر آئے حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ اگر یہ میرا یا ابوبکر کا عطیہ ہوتا تو میں منسوخ کر دیتا۔ لیکن یہ عطیہ تو نبی ﷺ کا ہے اس لئے مجبور ہوں البتہ قانون یہی ہے کہ جس کے پاس ایک زمین ہو اور وہ اس کو تین برس تک بیکار ڈال رکھے اور آباد نہ کرے پھر کچھ دوسرے لوگ آ کر اسے آباد کرلیں تو وہی اس زمین کے زیادہ حقدار ہیں۔ (کتاب الخراج)

۲۔ جو عطیہ زمین صحیح طور پر استعمال میں نہ آ رہا ہو اس پر نظر ثانی کی جاسکتی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے بلال بن حارثؓ مزنی کو پوری وادی عقیق دے دی تھی مگر وہ اس کے بڑے حصے کو آباد نہ کر سکے یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ زمین تم کو اس لئے نہیں دی تھی کہ تم نہ خود اسے استعمال کرو اور نہ دوسروں کو استعمال کرنے دو اب تم اس میں سے اتنی رکھ لو جسے استعمال کر سکو باقی ہمیں واپس کر دو تا کہ ہم اس کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیں..... حضرت عمرؓ نے ان کے زیر استعمال رقبہ کو چھوڑ کر باقی زمین ان سے واپس لے کر مسلمانوں میں تقسیم کر دی۔ (کتاب الاموال)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ حکومت صرف اراضی موات (waste land) اور اراضی خالصہ ہی میں سے زمینیں بطور عطیہ دے سکتی ہے۔ یہ حق اس کو نہیں ہے کہ ایک شخص کی زمین چھین کر دوسرے کو دے دے یا اصل مالکان اراضی پر کسی کو جاگیردار یا زمیندار بنادے۔ اور اس شخص کو مالکانہ حقوق عطا کر کے اصل مالکوں کی حیثیت اس کے ماتحت کاشتکاروں کی سی بنادے۔[1]

۴۔ اسلامی ریاست زمین کا عطیہ ان لوگوں کو دے گی' جنہوں نے اجتماعی مفاد کے لئے کوئی قابل قدر خدمت انجام دی ہو' یا جو اس قسم کی خدمت انجام دے رہے ہوں یا ان کو عطیہ دینے پر آئندہ کوئی اجتماعی کام یا مفاد وابستہ ہو۔ ملک وقوم کے دشمن' اجتماعی مفاد کے خلاف کام کرنے والے' خوشامدی اور اس قسم کے دوسرے لوگ کسی قسم کے عطیہ کے حقدار نہیں بنتے۔

اس بارے میں امام ابو یوسفؒ کتاب الخراج میں لکھتے ہیں۔

''پس یہ نظیریں ثابت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے خود بھی زمینیں عطا کی ہیں اور آپؐ کے بعد خلفاء بھی دیتے رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے جس کو بھی زمین عطا کی یہ دیکھ کر دی کہ ایسا کرنے میں اصلاح اور بہتری ہے۔ مثلاً کسی نومسلم کی تالیف قلب' یا زمین کی آبادی' اس طرح خلفاء راشدین نے بھی جس کو زمین دی' یہ دیکھ کر دی' کہ اس نے اسلام میں کوئی عمدہ خدمت انجام دی ہے۔ یا وہ اعدائے اسلام کے مقابلہ میں کارآمد ہوسکتا ہے۔ یا یہ کہ ایسا کرنے میں بہتری ہے۔'' (کتاب الخراج)

(ز) اجتماعی ملکیت کا تصور

آبادی کے باہر کی جو زمینیں آبادی والوں کے کام آتی ہوں' مثلاً چراگاہ یا ایندھن حاصل کرنے کی جگہ وہ مشترکہ ملکیت ہے' اسے موات نہیں سمجھا جائے گا کہ جو قبضہ کر کے اسے آباد کرے وہ اس کا مالک بن جائے گا' بلکہ اس سے تمام لوگوں کو استفادہ کرنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح نمک' تیل' تارکول وغیرہ والے علاقوں کی زمینیں بھی موات نہیں' کہ جن سے حاصل ہونے والی اشیاء سارے مسلمانوں کی ضرورت ہوں' وہ زمینیں بھی موات نہیں جن میں نمک کول تار وغیرہ کی کھلی کان پائی جائے' کیوں کہ چیزیں مباح عام ہیں اور ہر فرد کو ان سے استفادہ کرنے کا حق ہے۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع)

فقہ حنفی پر مشتمل مجلۃ الاحکام العدلیہ کے مطابق ''ایسی زمینیں جو نہ کسی کی ملک میں ہوں' نہ کسی شہر یا گاؤں

---

[1] اس معاملہ میں کچھ علماء کی رائے ہے کہ اسلامی ریاست تجدید ملکیت کر سکتی ہے۔ بڑی جاگیروں کو ختم کر کے جو زمینیں حاصل ہوں' انہیں بے زمین لوگوں میں تقسیم کر سکتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے باشندے انہیں چراگاہ کے طور پر یا ایندھن حاصل کرنے کے لئے استعمال کرتے ہوں' اور جو آبادی کی آخری حد سے کم از کم اتنے فاصلے پر واقع ہوں' کہ ایک بلند آواز آدمی اگر وہاں کھڑا ہو کر پوری قوت سے چلائے تو بھی وہاں نہ سنائی دے۔[1]

قدیم ادوار میں ملکیت کے ذریعہ عموماً ارض موات پر قبضہ ہی تھا۔ لیکن بعد میں آبادی بڑھنے اور زمینیں کم ہونے پر اس کی اہمیت کم ہوگئی' لیکن نئے براعظموں کی دریافت پر پھر اس معاملہ کی اہمیت میں اضافہ ہوگیا۔ اور موجودہ دور میں سائنس کی ترقی نے عظیم ریگستانوں' برف سے ڈھکے ہوئے علاقوں اور زیر سمندر زمین کو مزید استعمال میں لانے کے راستے کھول دیئے ہیں۔ اس صورت حال نے احیائے ارض الموات (موات زمینوں کو زندہ کرنا اور قبضہ کرنا) کی اہمیت میں پھر اضافہ کر دیا ہے۔

اس کے علاوہ پانی' چارہ اور آگ کو بھی رسول اللہ ﷺ نے مباح عام قرار دیا ہے۔ ہر فرد کو بقدر ضرورت استعمال کے لئے انہیں اپنی ملک میں لانے کا حق حاصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

الناس شرکاء فی الماء والکلاء والنار (کتاب الاموال)

ترجمہ: ''سارے انسان پانی' گھاس اور آگ میں شریک ہیں۔''

سمندر' دریا' جھیل اور تالاب وغیرہ پانی کے بڑے بڑے ذخیرے انفرادی ملکیت نہیں بن سکتے' لیکن ہر فرد کو ان میں سے اپنی مختلف ضروریات مثلاً پینے اور آبپاشی کے لئے پانی حاصل کرنے کا حق ہے۔ جو پانی ان ذخیروں سے نکال کر محفوظ کر لیا جائے وہ ذاتی ملکیت بن جاتا ہے۔ ان پانیوں کی مچھلیاں اور دوسری مخلوقات بھی مباح عام ہیں۔[2]

(ھ) مالک زمین کے حقوق

ایک مالک زمین کو اپنی ملکیت پر درج ذیل حقوق حاصل ہیں:

۱۔ **زمین کی خرید و فروخت کا حق:** مالک زمین اپنی مرضی سے اپنی زمین کی خرید و فروخت کر سکتا ہے' بہت سے صحابہ کرامؓ کے بارے میں روایات ہیں کہ انہوں نے اپنی زمینوں کی خرید و فروخت کی۔ مثلاً حضرت ابو رافعؓ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عطا شدہ زمین کو فروخت کیا۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ' حضرت حسنؓ' حسینؓ اور حضرت خبیب بن ارتؓ نے خراجی زمینیں خریدیں۔

۲۔ **وصیت کا حق:** منقولہ جائیداد کی طرح مالک زمین اپنی مملوکہ اراضی کا ایک تہائی (۱/۳) کسی ایک

---

[1] اسلامی نظریہ مملکت' ص ۱۳۴۔۱۳۳

[2] اسلامی نظریہ مملکت' حصہ اول' ص ۱۳۳۔۱۴۳

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فرد یا ایک سے زیادہ افراد کو بذریعہ وصیت دے سکتا ہے۔ خواہ اپنے دوست یا عزیز یا کسی خیراتی ادارے کو دے۔

۳۔ وقف کرنے کا حق: مفاد عامہ کے لئے ایک شخص اپنی جائیداد (اراضی) وقف کرسکتا ہے۔ مثلاً حضرت عمرؓ نے اپنے حصہ کی خیبر کی زمین فی سبیل اللہ اخراجات کے لئے وقف کردی تھی (بخاریؒ) اسی طرح حضرت علیؓ نے مصر میں اپنی زمین اور مکان وقف کردیا تھا۔ حضرت طلحہؓ نے اپنا سب سے اچھا باغ وقف فرمادیا تھا۔

۴۔ اپنی مملوکہ اراضی کسی دوسرے کو بغرض انتفاع (فائدہ اٹھانے کے لئے) دینے کا حق: شخص اپنی زمین' مکان یا باغ کسی دوسرے شخص کو ایک مقررہ وقت کے لئے ہبہ کرسکتا ہے تاکہ وہ اس سے مقررہ وقت کے لئے فائدہ اٹھاسکے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے "جس کے پاس کوئی زمین ہو اسے چاہئے کہ وہ خود کاشت کرے اور اگر خود نہ کرتا ہو تو اسے کسی بھائی کو کاشت کے لئے دے دے۔"

اس کی ایک شکل منحہ ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ مالک نے عارضی استعمال کے لئے زمین کسی دوسرے فرد کو دی اور وہ اس سے اپنی زمین وقت مقرر پر یا جب چاہے واپس لے لے۔ جس شخص نے زمین لی' وہ اس سے فائدہ اٹھاسکتا ہے۔ وہ اپنے سرمایہ اور محنت سے اس میں کام کرکے پیداوار حاصل کرسکتا ہے اور پیداوار کا مالک ٹھہرتا ہے ازاں بعد زمین مالک کو واپس لوٹا دی جاتی ہے۔

اس کی دوسری شکلیں درج ذیل ہیں:

۱۔ کسی شخص کو زمین بغرض کاشت دی گئی' یا گھر بغرض رہائش ہبہ کیا گیا اور کہہ دیا گیا کہ یہ زمین یا مکان اس کی ملکیت میں رہے گا' بعد میں ورثا کی ملکیت ہوگا۔

۲۔ گھر یا اراضی بغیر بتائے کہ وہ اس کا مالک ہے اور بعد میں اس کے ورثا اس کے مالک ہوں گے۔

۳۔ زمین یا جائیداد کسی کو دی گئی' اور کہہ دیا گیا کہ اپنی زندگی میں وہ شخص اس سے استفادہ کرسکتا ہے' اور اس کے بعد اس کے ورثا اس سے استفادہ کرسکیں گے۔

اسلامی قانون کے تحت تینوں صورتوں میں جن کو اراضی ہبہ کی گئی ہے وہ زمین کے مالک بن جائیں اور ان کے بعد ان کے ورثا کی ملکیت بن جائے گی۔

(ذ) مزارعت (Tenancy)

مزارعت کا لفظ زرع سے ماخوذ ہے' جس سے مراد ہے بیج ڈالنا۔ جبکہ اصطلاح میں اس سے مراد ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''زرعی زمین کا مالک اپنی زمین کسی دوسرے فرد کو اس زمین کی پیداوار میں ایک متعین نسبت سے حصہ دار ہونے کی شرط پر کاشت کے لئے دے۔''

مزارعت کے لئے دوسری اصطلاح ''مخابرت'' بھی استعمال ہوتی ہے' البتہ بعض علماء دونوں میں یوں فرق کرتے ہیں کہ اگر بیج زمین کے مالک کی طرف سے ہو تو یہ مزارعت کا معاملہ ہے اور اگر بیج کسان خود ڈالے تو یہ مخابرت ہے ایک اور اصطلاح ''مساقات'' استعمال ہوتی ہے۔ مساقات اور مزارعت میں فرق یہ ہے کہ مزارعت عام زمین پر معاملہ ہوتا ہے۔ جب کہ مساقات انہی شرائط پر باغات کے سلسلہ میں معاملہ کرنے کو کہتے ہیں۔

i۔ مزارعت کی تعریف:

۱۔ ''مزارعت سے مراد وہ عقد ہے جو زمین کی پیداوار کے کچھ حصہ پر زمین کی زراعت کے لئے کیا جائے۔'' (الہدایہ)

۲۔ ''جب ایک شخص کسی دوسرے کو اپنی خالی زمین اس شرط پر دے کہ وہ زمین کو کاشت کرے گا۔ پھر جو کچھ اس سے اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا۔ اس میں سے اس کاشت کرنے والے کو ایک حصہ ملے گا تو اس معاملہ کا نام محاقلہ' مخابرہ یا مزارعہ ہے۔'' (امام شافعیؒ)

مزارعت کا جواز: مزارعت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث روایت کی گئی ہیں۔ ان میں سے حضرت رافع بن خدیجؓ' حضرت جابر بن عبداللہؓ' حضرت ابو ہریرہؓ' حضرت ابوسعید خدریؓ' حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ثابت بن ضحاکؓ سے مروی روایات میں خود کاشت کرنے کا حکم وارد ہوا ہے اور اس سے زائد زمین دوسروں کو مفت دینے یا اپنے پاس روک کر رکھنے کا حکم دیا گیا۔ جبکہ دیگر روایات میں اس کی اجازت دی گئی ہے' ان میں سے چند احادیث درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت انس بن مالکؓ کی روایت کے مطابق حضرت محمد ﷺ نے خیبر پر حملہ کیا اور کچھ حصہ صلح سے اور کچھ بزور شمشیر فتح کیا۔ آدھے علاقے کو حکومت کی ضروریات کے لئے مخصوص کیا اور آدھے حصے کو اٹھارہ سو حصوں میں تقسیم کر کے پندرہ سو مجاہدین میں تقسیم کر دیا (۱۲۰۰ پیادوں کا اکہرا حصہ اور تین سو سواروں کا دوہرا حصہ) اس موقع پر یہودیوں نے درخواست کی کہ انہیں ان زمینوں سے بے دخل نہ کیا جائے اور انہیں ان زمینوں پر کاشت کاری کی اجازت دی جائے' آدھی پیداوار آپؐ لے لیں اور بقیہ آدھی پیداوار ہمیں دے دیں۔ آپؐ نے اس کو منظور کیا' بٹائی کے اس معاہدے کی رو سے جو نصف پیداوار آتی' اس کو حکومت اور حصہ داروں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ یہ معاملہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت کے ابتدائی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دور تک جاری رہا' بعد میں یہودیوں کی شرارتوں کی بنا پر انہیں وہاں سے نکال دیا گیا اور اس طرح یہودیوں سے یہ معاہدہ بٹائی ختم ہوگیا۔ (بخاریؒ مسلمؒ احمدؒ ترمذیؒ ابوداؤدؒ نسائیؒ ابن ماجہؒ) اس حدیث میں یہودیوں کے ساتھ معاملہ سیدھا سیدھا بٹائی (مزارعت) کا معاملہ تھا۔

۲۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب مدینہ تشریف لائے۔ تو انصار نے آکر عرض کیا ''آپؐ ہمارے نخلستانوں کو ہمارے درمیان اور ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان بانٹ دیں'' مگر آپؐ نے ایسا کرنے سے انکار کردیا' پھر انصار نے مہاجرین سے کہا'' آپ لوگ ہماری طرف سے ان نخلستانوں میں کام کریں۔ اور ہم آپ کو ثمرہ میں شریک کریں'' اس پر مہاجرین نے کہا' ''یہ بات ہمیں بخوشی منظور ہے۔ (بخاریؒ)

۳۔ قیس بن مسلمؒ حضرت ابوجعفرؒ (یعنی امام محمد باقرؒ) سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ میں مہاجرین کا کوئی گھرانہ ایسا نہ تھا جو تہائی یا چوتھائی حصہ پیداوار کے عوض کاشت نہ کرتا ہو۔ امام بخاریؒ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس کی تائید میں مزید مثالیں دی ہیں کہ بٹائی پر معاملہ حضرت علیؓ نے کیا' سعد بن مالکؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ نے کیا' عمر بن عبدالعزیزؒ قاسمؒ اور عروہؒ نے کیا ہے۔ آل ابوبکرؓ آل علیؓ آل عمرؓ سب بٹائی پر کاشت کراتے تھے۔ حضرت عمرؓ لوگوں سے اس طرح کا معاملہ کیا کرتے تھے کہ اگر عمرؓ اپنی پاس سے بیج دے گا تو آدھی پیداوار لے گا' اور اگر کاشت کار اپنا بیج لائیں گے تو ان کا اتنا حصہ ہوگا۔ (بخاریؒ)

اوپر بیان کردہ احادیث کے علاوہ متعدد اور احادیث بھی مزارعت کا جواز پیش کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ درج ذیل عقلی دلائل سے بھی مزارعت کا جواز پیش کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ اگر مزارعت ممنوع ہو تو زمین کے مالک بوڑھے' بیمار' معذور' عورتیں اور بچے وغیرہ اپنی زمینوں سے کیسے استفادہ کرسکیں گے۔

۲۔ اسلامی قانون وراثت سے ایک طرف میراث تقسیم در تقسیم کے عمل سے گزرتی ہے۔ اور دوسری طرف اس کے نتیجہ میں ایک شخص کے پاس بہت سے عزیزوں سے وراثت کے نتیجہ میں زمین جمع بھی ہوسکتی ہے۔ اس صورت میں مالک زمین کے لئے افادہ حاصل کرنے کا جائز ذریعہ مزارعت ہی ہے۔

۳۔ اسلامی قانون کے مطابق ایک شخص اپنی جائز مال سے جائز اشیاء کی جتنی مقدار کی خرید و فروخت کرنا چاہے کرسکتا ہے۔ یہی معاملہ زمین کا ہے۔ اس لئے قانون زراعت میں مزارعت کو ممنوع کرکے قانون بیع وشراء سے حاصل کردہ اشیاء کا استفادہ کرنے کا راستہ ایک شخص کے لئے بند نہیں ہونا چاہئے۔

۴۔ اسلام نے جائز ذرائع سے حاصل کردہ کسی شے کی ملکیت کی حد پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ لیکن

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زراعت پر یہ اطلاق کس لئے۔ یہ تو ہے عام قانون البتہ بعض حالات میں اسلامی ریاست زمین کی زیادہ سے زیادہ ملکیت کے لئے مقدار کی ایک حد عارضی طور پر مقرر کرسکتی ہے۔

۵۔ اسلام نے کسی شے پر عائد کئے گئی حقوق کی ادائیگی کے بعد اس شے پر کوئی اور فرض عائد نہیں کیا۔ بلکہ اس کو انسان کی مرضی کے تابع کیا ہے۔ مثلاً مال میں سے زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد صدقہ نفل ہے' فرض نہیں ہے۔

۶۔ جس طرح اسلام نے تجارت' صنعت اور دوسرے کاروبار کے لئے شراکت و مضاربت کے اصول پر معاملہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ مزارعت بھی اس طرح کا ایک معاملہ ہے۔ اور مضاربت سے ملتا جلتا ہے۔ اس لئے مضاربت جائز ہے تو یہ بھی جائز ہونا چاہئے۔

اوپر بیان کئے گئے عقلی اور نقلی دلائل سے مزارعت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ ذیل میں مزارعت کے عدم جواز کے دلائل پر مختصر بحث ہوگی۔

ii۔ مزارعت کا عدم جواز اور اس کی وجوہات:

فقہاء اسلام میں مزارعت کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ فقہاء مزارعت کو کاروبار میں شراکت کی طرح کا معاملہ قرار دے کر اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ اور امام ابوحنیفہؒ اور کچھ دوسرے فقہاء مزارعت کے خلاف ہیں۔ اور معاملہ کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اس معاملہ کو ناجائز اور غلط قرار دینے والے فقہاء مختلف صحابہؓ سے منقول احادیث کی بناء پر اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ ان میں سے تین احادیث ذیل میں درج ہیں:

۱۔ حضرت رافع بن خدیجؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں زراعت کے لئے زمین لیتے تھے اور تہائی' چوتھائی اور ایک خاص مقدار غلہ کرایہ کے طور پر مقرر کرتے تھے۔ ایک روز میرے چچاؤں میں سے ایک آئے اور انہوں نے کہا' کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایک ایسے کام سے روک دیا ہے جو ہمارے لئے نافع تھا۔ مگر ہمارے لئے اللہ اور رسولؐ کی تابعداری زیادہ نافع ہے۔ ''آپ ﷺ نے ہم کو اس بات سے منع کردیا ہے کہ ہم زمینوں میں مزارعت کا معاملہ کریں۔ اور تہائی اور چوتھائی اور مقررہ مقدار غلہ کے عوض انہیں کرایہ پر دیں۔ اور آپؐ نے حکم دیا ہے کہ مالک زمین یا تو خود کاشت کرے یا دوسرے کو کاشت کرنے کے لئے دے دے اور آپؐ نے زمین کے کرایہ کو اور اس کے سوا دوسری صورتوں کو ناپسند فرمایا ہے۔ (مسلم)

۲۔ حضرت رافعؓ خود اپنا قصہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنی کھیتی کو پانی دے رہے تھے۔ وہاں سے رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا۔ آپؐ نے پوچھا' یہ کس کی کھیتی ہے' اور کس کی زمین ہے؟ انہوں نے عرض کیا'

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''میرٹ کھیتی ہے' اس میں تخم اور عمل میرا ہے۔ آدھی پیداوار میری ہوگی۔ اور آدھی بنی فلاں کی''۔
''اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم نے سودی معاملہ کیا (ایتما) زمین اس کے مالکوں کو واپس کردو اور اپنا خرچ ان سے وصول کرو'' (ابوداؤدؒ)

۳۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس فاضل زمین ہو' اسے چاہئے کہ یا خود کاشت کرے یا اپنے کسی بھائی کو دے دے لیکن اگر وہ نہ دینا چاہے تو پھر اپنی زمین روک رکھے'' دوسری روایت میں ہے۔ ''اسے چاہئے کہ ہبہ کردے یا عاریتاً دے دے۔'' ایک اور روایت میں ہے۔ ''اس کو اجرت پر نہ دے۔'' ایک اور روایت میں ہے۔ ''اس کو کرایہ پر نہ دے۔'' (مسلمؒ بخاریؒ ابن ماجہؒ) ۱

iii۔ مزارعت کی ممانعت والی احادیث کی تحقیق:

مزارعت کے موضوع پر تمام احادیث کے بغور مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت کو مطلقاً نہیں بلکہ اس کی چند صورتوں سے منع فرمایا۔ اس موضوع پر تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو سربراہ مملکت تھے' آپؐ کی زندگی میں مزارعت کا معاملہ ہوتا رہا اور ایک حدیث کے مطابق (جو پہلے گزر چکی ہے) مدینہ میں مہاجرین کا کوئی گھرانہ ایسا نہ تھا جو مزارعت کا معاملہ نہ کرتا ہو۔ اگر آپؐ اس کو ناپسندیدہ قرار دیتے تو اس معاملہ کو کبھی رائج نہ رہنے دیتے۔ اسی طرح مزارعت کا معاملہ خلفاء راشدین کے زمانہ میں بھی رائج رہا۔ انہوں نے بھی اس کو نہ روکا۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے جب مزارعت کے عدم جواز کی احادیث بیان کیں تو امیر معاویہؓ کی خلافت کا آخری زمانہ (یعنی تقریباً ۵۰ ہجری یا اس کے بعد کا زمانہ) تھا جبکہ حضرت نافعؒ کے بقول حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی زمینیں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں' اور آپؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں برابر کرایہ پر دیتے رہے' ۵۰ ہجری کے بعد ان تک یہ حدیث پہنچی تو انہوں نے یہ معاملہ روک دیا۔

بخاریؒ و مسلمؒ کی روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا ''مجھے معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں زمینیں کرائے پر دی جاتی تھیں'' مگر حضرت عبداللہؓ نے اس ڈر سے کہ شاید رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا ہو اور مجھے معلوم نہ ہوا ہو' اپنی زمینیں کرایہ پر دینی بند کر دیں۔ (بخاریؒ مسلمؒ ابوداؤدؒ ابن ماجہؒ) حضرت عبداللہ بن عمرؓ چونکہ آخری عمر میں بہت زیادہ محتاط ہو گئے تھے' اس لئے انہوں نے یہ کہنے کے باوجود کہ ''رافع نے ہم کو ہماری زمین کے نفع سے محروم کر دیا'' (مسلم) مزارعت کے

---

۱ اس موضوع پر مزید احادیث ''مسئلہ ملکیت زمین'' از سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ ص ۵۴ تا ۶۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معاملہ کو روک دیا۔ ان کی اس بات پر کوئی شخص ان کی اہلیت کی بنا پر نہیں مان سکتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا حکم سن کر حرف شکایت زبان پر لاتے۔ چونکہ انہوں نے احتیاط کی بنا پر ایسا کیا تھا۔ اس لئے حرف شکایت بھی زبان پر لائے۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی طرف سے ان احادیث کی توضیحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزارعت کے معاملہ میں کچھ اس قسم کے معاملات کو منع فرمایا جن کا نتیجہ نزاع کی صورت میں نکل سکتا تھا۔ اور دوسری طرف ان احادیث میں اس بات کی ترغیب بھی موجود ہے کہ کسی دوسرے غریب مسلمان کو زمین کاشت کے لئے مفت دے دی جائے تو یہ معاملہ مزارعت کے معاملہ سے بہتر ہے۔ [1]

iv۔ مزارعت کی ممنوعہ شکلیں:

رسول اللہ ﷺ نے مزارعت کی ہر ایسی شکل کو منع فرمایا جس کے نتیجہ میں کسی قسم کا نزاع پیدا ہوتا ہو' اس کی دلیل حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ' حضرت جابر بن عبداللہؓ اور ثابت بن ضحاکؓ سے روایت شدہ احادیث ہیں۔ ان ممنوعہ شکلوں میں سے کچھ ایسی تھیں جن کے نتیجہ میں معاشرے میں بے کار (Idlers) لوگوں کے گروہ کے بننے کا امکان تھا۔ جو دوسروں پر انحصار کر کے خود بیٹھ کر کھاتے' اور ان میں سے کچھ طریقے ایسے تھے۔ جن کے نتیجہ میں مزارعین کی حق تلفی ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ مزارعت کی ایسی شکلیں ممنوع قرار دی گئیں جن میں غیر منصفانہ شرائط کو معاہدہ مزارعت میں شامل کیا جاتا تھا۔ اس کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

۱۔ بعض اوقات معاہدہ مزارعت میں ایسی شرائط شامل کی جاتی تھیں کہ زمین کے زیادہ زرخیز حصوں کی پیداوار مالک کو ملے گی اور کم زرخیز حصوں کی مزارع کو۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے "نبی ﷺ کے زمانہ میں مالکان زمین کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنی زمینیں اس شرط پر زراعت کے لئے دیتے تھے کہ نالیوں کے دونوں جانب کی پیداوار اور کھیتی کے اس حصے کی پیداوار جس پر پانی خود پہنچ جائے مالک زمین کی ہوگی۔ اس پر لوگوں کے جھگڑے ہوئے اور ان کے مقدمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تب آپؐ نے ایسی شرطوں پر زمینیں دینے سے منع فرمادیا۔ اور فرمایا کہ سونے اور چاندی کی شکل میں کرایہ طے کرو (احمدؒ نسائیؒ)

۲۔ بعض معاملات مزارعت میں مالک زمین کنوؤں اور نہروں کے ذریعہ سیراب شدہ حصہ زمین کی پیداوار کا مالک بن جاتا اور مزارع کو بارانی اور بارش سے سیراب شدہ پیداوار میں حصہ دار بناتا۔

---

[1] ان احادیث کی وضاحت کے لئے "مسئلہ ملکیت زمین" مولفہ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ صفحات ۸۰ تا ۹۰ ملاحظہ فرمائیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسلمؒ ابوداؤدؒ اور نسائیؒ کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت حنظلہ بن قیسؒ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے پوچھا سونے اور چاندی کی شکل میں زمین کا کرایہ طے کرنا کیسا ہے؟ انہوں نے کہا کوئی مضائقہ نہیں۔ اس کے بعد انہوں نے مزید تشریح کے طور پر فرمایا: ''اصل بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے لوگ اپنی زمینیں اجرت پر دیتے ہوئے یہ طے کیا کرتے تھے کہ پانی کی نالیوں کے سرے پر اور ان کے کناروں پر اور کھیت کے بعض مخصوص حصوں میں جو پیداوار ہوگی وہ مالک زمین لے گا اب کبھی ایسا ہوتا کہ ایک جگہ کی کھیتی برباد ہوتی اور دوسری جگہ بچ جاتی' اور کبھی اس جگہ کی بچ جاتی اور اس جگہ کی برباد ہو جاتی۔ اس زمانہ میں زمینیں کرائے پر دینے کا کوئی دوسرا دستور اس کے سوا نہ تھا۔ اسی کو نبی ﷺ نے سختی کے ساتھ منع فرمایا۔ اور ایک واضح اور متعین حصہ ہو تو اس پر معاملہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۳۔ بعض اوقات کاشتکار کو ایک خاص مقدار پیداوار مالک زمین کو دینا پڑتی' خواہ پیداوار کم ہو یا زیادہ' یا اسے طے شدہ پیداوار کے علاوہ بھی ایک مقدار مالک زمین کو دینا پڑتی۔ یہ بھی کاشت کار پر ظلم کی صورت تھی اس لئے اس سے منع کیا گیا۔

۴۔ مزارعت کے بعض معاملات میں مزارع کے لئے ضروری تھا کہ وہ رسم و رواج کے حوالہ سے بھی طے شدہ مقدار کے علاوہ ادا کرے۔

۵۔ اوپر بیان کی گئی تمام صورتیں مساوات اور انصاف کے تقاضوں کے خلاف تھیں اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان کی ممانعت فرمائی۔

۷۔ مزارعت کی مختلف شکلوں کے بارے میں فقہاء کی آراء:

۱۔ سادہ ترین شکل میں مزارعت یہ ہے کہ زمین کا مالک صرف زمین فراہم کرے جبکہ محنت کے علاوہ بیج اور کاشت کاری کے آلات مزارع اپنی طرف سے لگائے' پیداوار فریقین میں طے شدہ نسبتوں سے تقسیم ہو۔

امام ابوحنیفہؒ اس معاملہ کو ناجائز اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ جائز قرار دیتے ہیں۔ فقہ حنفی میں فتویٰ اسی کے مطابق ہے۔ جبکہ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور شروع کے حنابلہ اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔

۲۔ زمین کا مالک زمین کے علاوہ بیج بھی فراہم کرے جبکہ مزارع اپنی آلات کاشتکاری کے ساتھ محنت کرے' پیداوار فریقین میں طے شدہ نسبتوں سے تقسیم ہو۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ اس معاملہ کو ناجائز اور امام محمدؒ امام ابو یوسفؒ اور حنبلی فقہاء اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ مالکی بھی اس شکل کو ناجائز کہتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ زمین مالک کی' محنت مزارع کی' بیج اور آلات فریقین مل کر فراہم کریں' پیداوار طے شدہ نسبتوں سے تقسیم ہو۔

امام ابوحنیفہؒ اور دوسرے حنفی فقہاء اسی معاملہ کو جائز کہتے ہیں اور اسی طرح حنبلی فقہ میں بھی یہ معاملہ جائز ہے' جبکہ شافعیؒ اسے ناجائز کہتے ہیں۔

۴۔ زمین کے علاوہ مالک زمین بیج اور آلات کاشت کاری بھی فراہم کرے اور پیداوار طے شدہ نسبتوں سے تقسیم ہو۔

امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اسے ناجائز کہتے ہیں۔ جبکہ امام محمدؒ اور امام ابویوسفؒ اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ اور فقہ حنفی میں فتویٰ انہی کی رائے پر ہے۔

۵۔ زمین' بیج' آلات زراعت اور محنت ہر چیز میں دونوں فریق شریک ہوں اور پیداوار طے شدہ نسبتوں سے تقسیم ہو۔

امام محمدؒ امام ابویوسفؒ اور حنبلی فقہاء اسے جائز قرار دیتے ہیں جبکہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ ناجائز کہتے ہیں' جبکہ مالکی فقہاء اس ترمیم کے ساتھ اس کی اجازت دیتے ہیں کہ زمین کے کرایہ کے بقدر اس کے استعمال کی قیمت مقرر کی جائے' محنت کے معاوضہ کا تعین کرلیا جائے' اسی طرح آلات زراعت کے استعمال کا معاوضہ بھی متعین کرلیا جائے' دونوں فریق آدھا آدھا بیج فراہم کریں۔ پیداوار میں دونوں کے حصے ان کے لگائے ہوئے سرمایہ کی نسبتوں کے مطابق ہوں۔

امام شافعیؒ اور شافعی فقہاء صرف مساقاۃ کو جائز قرار دیتے ہیں۔

vi۔ زمین کے استعمال کے بارے میں فقہاء کی آراء:

۱۔ اس بات پر تقریباً تمام فقہاء کا اجماع ہے کہ مالک زمین اپنی زمین خود کاشت کرے۔

۲۔ اسی طرح اس بات پر بھی تقریباً تمام فقہاء متفق ہیں' کہ مالک زمین اپنی زمین کسی دوسرے مسلمان بھائی کو مفت دے دے تاکہ وہ اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ اصلاح شدہ زمین کی ملکیت مالک کے پاس ہی رہے گی۔

۳۔ اکثر فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مالک زمین بنجر زمین کو خود کاشت نہ کرسکتا ہو تو مالک کی ملکیت اس زمین پر ختم ہو جائے گی۔

۴۔ تقریباً تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مالک زمین اپنی زمین کے استعمال کے بدلے میں درج ذیل صورتوں میں معاوضہ لے سکتا ہے۔

i۔ معینہ سرمایہ سے زمین میں اصلاح کے بدلے میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(Improvements in exchange for fixed capital)

ii- کاشت کے جاریہ اخراجات میں شرکت کرنے کے بدلہ میں اور

iii- یا کم از کم بیج یا پنیری (درخت) فراہم کرنے کے بدلہ میں۔

۵۔ مزارعت پر کاشت کے سلسلہ میں فقہاء میں درج ذیل اختلافات موجود ہیں:

i- کچھ فقہاء کا کہنا ہے کہ زمیندار صرف معین رقم وصول کرسکتا ہے' جیسا کہ اجارہ (کرایہ داری) میں ہوتا ہے' ان کے نزدیک بٹائی جائز نہیں جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ کا موقف ہے۔

ii- دوسرے گروہ کا کہنا ہے' کہ مضاربت کی طرح پیداوار میں حصہ (فیصدی یا ۱/۳' ۱/۴ وغیرہ) متعین ہو' جیسا کہ بٹائی کا معاملہ ہوتا ہے' یہ گروہ معین رقم کی وصولی کو جائز نہیں سمجھتا جیسا کہ اجارہ (کرایہ) میں ہوتا ہے' مثلاً امام ابن حزمؒ کی رائے یہی ہے۔

iii- ایک تیسرا گروہ معینہ رقم کی وصولی کو مالک زمین کا حق سمجھتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک زمین کی حیثیت پیداواری سرمایاتی آلہ (Productive Capital Tool) کی ہے۔ جبکہ وہ پیداوار میں حصہ کے خلاف ہیں۔ البتہ بیجوں کی فراہمی کی صورت میں وہ پیداوار میں حصہ کا حق دار ٹھہرتا ہے۔

کتابیات

۱۔ اسلام کا نظریہ ملکیت (حصہ اول)' ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی' اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ' لاہور۔

۲۔ مسئلہ ملکیت زمین' سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ' اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ' لاہور۔

3- Economic Doctrine of Islam (Vol.II), Dr. Afzal-ur-Rehman, Islamic Publications Ltd; Lahore.

4- Economic Implication of Islamic Land-lownership and Land Cultivation, Ahmad Mastafa and Hessein G. Askari. A paper presented in second international conference on Islamic Economics, Islamabad (March 19-23, 1993).

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۳

اسلام میں عدل اجتماعی

(Social Justice in Islam)

۱۔ مفہوم:

کسی وجود کے اجزائے ترکیبی میں پائے جانے والے توازن و تناسب اور ہم آہنگی کو عدل (Justice) کہا جاتا ہے۔ انسان کی معاشرتی زندگی (Social Life) بھی مختلف عناصر سے مرکب ہے۔ سیاست، معیشت، معاشرت، روحانیت و اخلاقیات وغیرہ اس کے اہم اجزاء ہیں۔ ان میں سے ہر جزو اپنی جگہ ایک مکمل اور منفرد حیثیت رکھنے کے باوجود دوسرے اجزاء سے مربوط اور پیوستہ ہے۔ اجتماعی یا معاشرتی عدل اسی چیز کا نام ہے کہ معاشرتی زندگی کی ان تمام اکائیوں میں توازن و تناسب اور ہم آہنگی برقرار رہے اور کسی ایک شعبہ میں افراد کا استغراق یا دلچسپی حد اعتدال سے تجاوز نہ کر جائے کیونکہ اس سے معاشرتی زندگی کا حسن اور سکون غارت ہو کر رہ جائے گا۔

۲۔ اسلام اور عدل اجتماعی:

اسلام محض چند عقائد و عبادات اور رسومات و رواج (Rites and Rituals) کا نام نہیں بلکہ یہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ایک مکمل ضابطہ ہے۔ یہ دین فطرت ہے جسے خالق کائنات نے اپنے محیط کل علم سے فطرت انسانی کے تقاضوں کے عین مطابق تشکیل دیا ہے۔ اس لئے اس میں ہر شعبہ حیات کے مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے قواعد و ضوابط تجویز کئے گئے ہیں اور انداز یہ اختیار کیا گیا ہے کہ کسی ایک شعبہ کی تعمیر و اصلاح کے لئے کئے جانے والے اقدامات کسی بھی صورت میں دوسرے شعبہ ہائے حیات کی کارکردگی میں خلل پیدا نہ کریں۔ ذیل میں عدل اجتماعی کے مختلف پہلوؤں پر اسلامی نقطہ نظر سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

۳۔ فرد اور معاشرہ کے درمیان عدل:

معاشرتی استحکام کے حوالہ سے فرد اور معاشرہ کے باہمی تعلق کا مسئلہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اگر یہ تعلق عدل کی بنیاد پر استوار ہو تو دونوں کی تقویت اور سب کے لئے سکون و راحت کا باعث بنتا ہے۔ اسلام نے ان کے درمیان اس انداز میں رشتہ قائم کیا ہے کہ فرد کو آزادی ضمیر اور آزادی عمل کے ماحول میں اپنی شخصیت اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنی خداداد صلاحیتوں کو نشوونما دینے کے تمام مواقع حاصل رہیں اور معاشرہ کو بھی اس کا خوشدلانہ تعاون اور رضاکارانہ اطاعت میسر آتی رہے۔ اس میں نہ فرد کو ایسی بے لگام آزادی دی گئی ہے کہ وہ معاشرہ کے مفاد کو نقصان پہنچا سکے اور نہ معاشرہ کو یہ اختیارات دیئے گئے ہیں کہ وہ فرد سے اس کی حریت فکر و عمل چھین کر اس کی شخصیت کی نشوونما کی راہ مسدود کر دے۔

۴۔ عدل سیاسی شعبہ میں:

ریاست کے استحکام اور تدبیر مملکت میں عدل کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ریاست کا اقتدار اپنی ہمہ گیر طاقت اور گہرے اثرات و مضمرات کے بل پر افراد کی زندگیوں کا رخ متعین کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس لئے اس قوت و اختیار کو عدل و اعتدال پر قائم رکھنا بہت ضروری ہے۔ اسلام نے یہ مقصد حاکمیت (Sovereignty) کو اللہ رب العزت کے لئے مخصوص کر کے حاصل کیا ہے۔ انسانی حاکمیت خواہ وہ کسی فرد واحد کی ہو یا کسی جماعت اور گروہ کی عدل اجتماعی کے قیام و بقاء اور اس کے ہمہ جہتی تقاضے پورے کرنے سے قاصر ہے۔ انسان اپنے علم کی محدودیت، عقل کی نارسائی اور خواہشات نفس کے غلبہ کے زیر اثر حاکمیت کے بے پایاں اختیارات کو عدل و انصاف کی راہ پر قائم رہ کر استعمال کرنے کی صلاحیت سے بالطبع (فطری طور پر) عاری ہے۔ یہ اختیار و اقتدار پروردگار عالم جیسی علیم و خبیر اور سبوح و قدوس ہستی ہی کے شایان شان ہے جس کی نظر میں تمام انسان برابر اور مساوی توجہ کے مستحق ہیں اور جو خود ان سے بے نیاز اور مستغنی عن الحاجات ہے۔ اسی کا قانون اور ضابطہ انسانوں کے درمیان کامل عدل کے قیام کا ضامن ہے۔ اس کی نیابت کے طور پر نظام حکومت جن حکام کے سپرد کیا جائے ان کے لئے لازم ہے کہ وہ بے رو و رعایت انصاف کی حکمرانی قائم کریں اور من مانی کرنے کے بجائے امور حکومت کو شورائی انداز میں سرانجام دیں۔ شہریوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ بلا چون و چرا ایسے حکمرانوں کی خوشدلانہ طور پر اطاعت کریں اور فرائض مملکت کی انجام دہی میں ان کے ساتھ تعاون کریں۔

الغرض سیاسی شعبہ میں قیام عدل کے لئے اسلام نے چار ستونی ڈھانچہ قائم کیا ہے۔

(الف) حاکمیت الٰہیہ (Sovereignty of God)

(ب) انصاف کی حکمرانی (Rule of Law)

(ج) شورائیت (Consultation)

(د) اطاعت و تعاون (Obedience and Cooperation)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان چار اصولوں پر مبنی نظام ریاست وحکومت کے علاوہ اسلام کسی نظام کو تسلیم نہیں کرتا خواہ وہ موروثی بادشاہت ہو یا آمریت' اشتراکیت ہو یا جدید مغربی جمہوریت۔ اسلام ان تمام سیاسی نظاموں کو عدل اجتماعی کے تقاضوں کی تکمیل کے منافی سمجھتا ہے۔ یہ نظام بیک وقت فرد کی آزادی ضمیر وعمل' تکمیل حاجات اور معاشرہ کے انضباط واستحکام کی ضمانت نہیں بن سکتے۔ اس لئے فلاح انسانی کے نقطہ نظر سے اسلام ان تمام نظاموں کو مردود تصور کرتا ہے۔

۵۔عدل معاشرت میں:

ایک معاشرہ میں رہنے والے افراد ایک دوسرے کے ساتھ متعدد اور مختلف قسم کے رشتوں میں بندھے ہوتے ہیں۔ ان روابط میں توازن اور ہم آہنگی پر ہی معاشرتی زندگی کی خوشگواری اور امن وسکون کا انحصار ہوتا ہے۔ اس شعبہ میں اسلام نے ایک جامع نظام ترتیب دیا ہے جس میں والدین' ہمسایوں' مسافروں' مہمانوں اور بیماروں وغیرہ کے حقوق کا تعین کر کے افراد معاشرہ کی مختلف حیثیات میں خوشدلانہ تعاون اور ترحم پر مبنی ہم آہنگی پیدا کردی ہے اور اسے اجر وثواب اور رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ بتا کر اس کے وقوع کے امکانات کو روشن کر دیا ہے۔

معاشرت کے دائرہ میں قیام عدل کے سلسلہ میں اسلام نے خاندان کے ادارہ کو توجہ کا خصوصی مرکز بنایا ہے اور اس کی بقاء اور استحکام کے لئے بڑے موثر اور مفصل اقدامات کئے ہیں۔ مرد اور عورت کے باہمی تعلق کو نکاح کی بنیاد پر قائم کر کے ان کی صنفی اور تخلیقی توانائیوں کو انتشار اور پراگندگی سے محفوظ کر دیا ہے۔ نیز عصمت و عفت اور پاکیزگی فکر ونظر کا مضبوط حصار قائم کر کے نہایت عادلانہ اور متوازن بنیادوں پر فریقین کے حقوق و فرائض کا تعین کر دیا ہے۔ اس نظام کے تحت گھر کی ذمہ داری بنیادی طور پر عورت کے سپرد ہوتی ہے اور کسب مال اور اہل خانہ کی حفاظت ونگرانی کا بوجھ مرد کے کندھوں پر ہوتا ہے۔ جبکہ اولاد کی پرورش ونگہداشت دونوں کی مشترکہ ذمہ داری شمار ہوتی ہے۔ اسلام نے اخلاقی تعلیم وتربیت اور خوشگوار صالح معاشرہ کے قیام کے ذریعہ عورت اور مرد کے درمیان پیدا ہونے والے تنازعات کے امکان کو محدود سے محدود تر کر دیا ہے اور اختلاف و نزاع کی صورت میں تصفیہ کا ایک ایسا حکیمانہ نظام تجویز کیا ہے جس کے تحت معاملات اول تو گھر کے اندر ہی طے ہو جاتے ہیں یا پھر خاندان برادری کے لوگ حکم بن کر مصالحت وموافقت کی راہ پیدا کر دیتے ہیں اور بدرجہ آخر عدالت انصاف کے تقاضوں کے مطابق فریقین کے درمیان فیصلہ کر دیتی ہے۔

اسلام نے معاشرت کے شعبہ میں تمام خود ساختہ مصنوعی امتیازات کو ختم کر کے انسان کو حقیقی مساوات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے آشنا کیا ہے۔ دولت، عہدہ و منصب اور نسل و ذات اور رنگ سے پیدا ہونے والی اونچ نیچ کو یکسر مسترد کر کے تقویٰ اور بھلائی کو عزت و اکرام کا معیار بنایا ہے۔ اس سے معاشرتی ظلم کے بہت سے رخنے بند ہو جاتے ہیں اور اجتماعی عدل کی مستحکم فضا قائم ہو جاتی ہے۔

۶۔ عدل روحانیت میں:

ایک آسمانی دین ہونے کے ناطہ سے اسلام کو اصل دلچسپی انسان کی روحانی بالیدگی اور تزکیہ و طہارت نفس سے ہی ہے لیکن اس فی اس کے حصول کے لئے ترک دنیا کا نہیں بلکہ تسخیر دنیا کا طریقہ تجویز کیا ہے۔ وہ مادی وسائل کو روحانی ترفع کی راہ میں رکاوٹ نہیں سمجھتا بلکہ انہیں روحانی ارتقاء کے لئے سعی و جہد کی جولاں گاہ تصور کرتا ہے۔ اس کے نزدیک نجات کی راہ مادی وسائل کی تنگنائیوں سے ہو کر ہی گزرتی ہے۔ کائنات کی وسعتوں میں پھیلے ہوئے ان گنت وسائل اور نفس انسانی کے داعیات و احتیاجات کے درمیان خیر کی بنیاد پر توازن قائم کر کے اسلام نے انسان کی روحانی ترقی کے لئے بڑا کشادہ میدان مہیا کر دیا ہے۔ ایک آدمی دنیا طلبی کے کام کرتے ہوئے بھی سرمایہ نجات اکٹھا کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کا مقصد نیک اور اس کے حصول کے ذرائع پاکیزہ ہوں۔ اب رضائے الٰہی کے ساحل مراد تک پہنچنے کے لئے وسائل کی کشتیاں توڑنے کی ضرورت نہیں بلکہ کشمکش حیات کے عین منجدھار میں سعی و جہد سے رضا کے موتی نکالے جا سکتے ہیں۔ لیکن اسلام انسان کو لذات مادی کے بحر ظلمات میں غرق بھی نہیں ہونے دیتا کہ وہ منزل حیات سے ہی غافل ہو جائے۔ وہ اس کی منزل..... نجات اخروی..... کو ہر لحظہ اس کے سامنے رکھتا ہے۔ عبادات کے التزام اور تلاوت و ذکر قرآن کی ترغیب کے ذریعہ وہ خیر اور بھلائی کے ساتھ اس کے مضبوط رشتہ و تعلق کو جوڑے رکھتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ وہ اسے اپنی سماجی ذمہ داریوں اور فرائض کی انجام دہی کے لئے بھی مہمیز لگاتا ہے۔ مادیت اور روحانیت کا یہ حسین امتزاج اسلامی نظام حیات کا طرہ امتیاز ہے اور اس کے آئینہ میں عدل اجتماعی کا ایک منفرد رخ ہمارے سامنے آتا ہے۔

۷۔ عدل معاشی شعبہ میں:

عدل اجتماعی کے دائرہ میں معاشی عدل (Economic Justice) کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ مسئلہ معاش کو انسانی زندگی میں جو اہم مقام حاصل رہا ہے اس کے پیش نظر معاشی شعبہ میں عدل کے قیام کے بغیر سماجی عدل (Social Justice) کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی نظام حیات میں معاشی عدل کے قیام و استحکام پر خاص توجہ دی گئی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مفہوم: معاشی عدل نام ہے معاشی رشتوں میں توازن اور ہم آہنگی کا۔ معاشی کارکن کئی رشتوں میں ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ آجر اور مزدور، خریدار اور فروخت کار، صارف اور پیدا کنندہ، مقروض اور قرض خواہ وغیرہ معاشی عمل میں باہم دگر مربوط ہوتے ہیں۔ ان روابط کو عدل و اعتدال کی بنیاد پر اس طرح استوار کرنا کہ کسی بھی صورت میں کسی عامل کی حق تلفی نہ ہو معاشی عدل کہلاتا ہے۔

اسلام کا معاشی عدل کا تصور معاشی عمل کے کئی پہلوؤں پر محیط ہے۔ ان میں مندرجہ ذیل پہلو خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

۱۔ پیدا آوری سرگرمیوں کے سلسلہ میں خدمات انجام دینے والے ہر عامل کو اس کی خدمات کے متناسب معاوضہ حاصل ہو اور کوئی فرد کسی دوسرے فرد کو ظلم اور استحصال کا نشانہ نہ بنا سکے۔

۲۔ ہر فرد کو حصول معاشی کی جدوجہد کی مکمل آزادی اور مواقع حاصل ہوں اور اس بارے میں ذات پات، رنگ، نسل اور علاقہ وغیرہ کے تعصبات حائل نہ ہوں۔

۳۔ اشیائے صرف اور اشیائے سرمایہ یعنی پیدا آوری ذرائع (Means of Production) پر نجی ملکیت کے حق کو تسلیم کیا جائے تاکہ معاشی احتیاجات کی تکمیل کے عمل اور فطرت انسانی کے حریت پسندانہ جذبہ کے درمیان موافقت پیدا ہو جائے۔ تاہم حقیقی اجتماعی مصالح کے پیش نظر ضروری وسائل پیداوار کو قومی ملکیت میں لیا جا سکتا ہے اس کی قطعی اور حتمی ممانعت نہیں کی گئی۔

۴۔ ہر فرد معاشرہ کے لئے ایک معقول معیار پر بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی کا موثر اہتمام کیا جائے تاکہ کوئی شخص بھی خوراک، لباس، رہائش، علاج اور تعلیم کی سہولتوں سے محروم نہ رہے۔

۵۔ وسائل حیات اللہ کا فضل و انعام ہیں ان کے استعمال میں کفایت و احتیاط کو ملحوظ رکھا جائے اور ان کے ضیاع کو ہر صورت میں روکا جائے تاکہ دوسرے افراد کی ضروریات پوری کرنے کے لئے انہیں زیر استعمال لایا جا سکے۔ اس سلسلہ میں ایک طرف اسراف و تبذیر کی ممانعت کر کے صرف میں توازن پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور دوسری طرف بخل سے روک کر پیدا آوری کاموں کے لئے وسائل کی دستیابی کی راہ کھول دی گئی ہے۔

۶۔ تلاش رزق کی جدوجہد کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے لیکن اسے حلال ذرائع کا پابند بنا دیا گیا ہے اور اکتساب مال کے حرام ذرائع کی کلی ممانعت کر کے معاشرہ کے مفادات کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اس سے معاشی ظلم اور استحصال بے جا کی راہیں مسدود ہو گئی ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۷۔ زکوٰۃ وصدقات وغیرہ کے ذریعہ اصحاب ثروت سے ان کی زائد از ضرورت دولت کو غرباء و مساکین کی طرف منتقل کر کے تقسیم دولت کے نظام کو متوازن کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۸۔ ارتکاز دولت کو ایک مذموم عمل قرار دے کر اس کے محرکات کو ختم کرنے اور گردش دولت کو بڑھانے کے اقدامات کئے گئے ہیں تاکہ معاشی زندگی کی رگوں میں دولت کا خون رواں دواں رہے۔ قانون وراثت اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

۹۔ لین دین کو فریقین کی باہمی رضامندی کا پابند بنا کر ظلم و جبر کی راہیں بند کر دی گئی ہیں۔

۸۔ عدل اجتماعی کے مقاصد (Goals):

عدل اجتماعی کا قیام بذات خود ایک مقصد ہے اور ایک اعلیٰ ترین مقصد کے حصول کا ذریعہ بھی ہے۔ قرآن پاک میں آسمانی کتابوں کے نزول اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد قیام عدل ہی قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

''ہم نے اپنے رسولوں کو روشن نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ انسان انصاف پر قائم ہو۔'' (الحدید۔۲۵)

اسی کے قیام کا حکم ان الفاظ میں دیا اعدلوا ھو اقرب للتقوی (المائدہ:۸)

(ترجمہ) ''انصاف کرو کہ یہی تقویٰ سے قریب تر ہے۔''

ان اللہ یامرکم بالعدل و الاحسان

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ تمہیں عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔''

عدل اجتماعی کا مقصد انسان کی خداداد فطری صلاحیتوں کی نشوونما کے لئے سازگار ماحول پیدا کرنا ہے تاکہ انسان پرسکون معاشرتی زندگی میں اپنے نائب خدا ہونے کی ذمہ داریوں کو بطریق احسن انجام دے سکے۔

تخلیق انسانی اور روئے زمین پر انسان کے خلیفۃ اللہ بنائے جانے کی غرض و غایت فقط یہ ہے کہ انسان اپنی حیات مستعار کے لمحات اور وسائل کائنات کی تسخیر کے کام کو اپنے خالق و مالک خدائے ذوالجلال کی رضا جوئی کے لئے مخصوص کر دے۔ خلافت ارضی کا منصب و مقام جہاں انسان کو عظمت و رفعت سے سرفراز کرتا ہے وہاں ذمہ داریوں کا ایک ہمالہ بھی اس کے سر پر رکھ دیتا ہے۔ یہ گراں بار ذمہ داریاں نہ صرف وسعت کے لحاظ سے بے پایاں ہیں بلکہ بے حد پیچ در پیچ بھی ہیں۔ ان سے کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہونے کی راہ عدل ہی کی راہ ہے۔ عدل ہی انسانوں کو افراط و تفریط سے بچا کر ان کے مقصد حیات سے انہیں ہمکنار کر سکتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۹۔عدل اجتماعی کے ذرائع (Instruments):

(الف) وحی الٰہی: عدل اجتماعی کے قیام کے لئے ذرائع کی تلاش وتحقیق کا کام اسلام نے فکر انسانی پر نہیں چھوڑا کہ اس کی نارسائیاں اور نا کاملیات اس اہم فریضہ کی انجام دہی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔اس نے یہ کام وحی الٰہی کے ذریعہ کیا ہے جسے خداوند قدوس وسبوح کے محیط کل علم کی روشنی حاصل ہے۔وحی الٰہی کا نور ہی انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی کی گتھیوں کو سمجھنے اور سلجھانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔انسانی زندگی کے وسیع' عمیق' پیچ در پیچ اور تہہ در تہہ مسائل اور داعیات کا صحیح فہم وادراک اور ان کے مابین توازن وہم آہنگی کو قائم رکھتے ہوئے ان کا حل تجویز کرنا خالق کائنات کے سوا کسی اور کے بس کی بات ہی نہیں ہے۔جو بھی فرد یا جماعت ایسی جسارت کرے گی وہ خلل وفساد کو جنم دے گی' عدل کو ظلم سے اور معاشرتی زندگی کے حسن کو بدصورتی و بدامنی سے بدل دے گی۔

(ب) ضمیر زندہ: اسلام نے قیام عدل کے لئے انسان کے ضمیر و وجدان کی بیداری اور درستی کو اپنا اولین ہدف بنایا ہے۔اس نے ضمیر انسانی کی اصلاح وتربیت پر ہی عدل اجتماعی کی فلک بوس عمارت تعمیر کی ہے کیونکہ اندر سے مضبوط انسان باہر کی ذمہ داریوں کا گراں بوجھ سہار لے جانے کی قوت وصلاحیت سے متصف ہو جاتا ہے۔قرآن کا سارا زور ہی تزکیہ نفس پر ہے اور اس نے چن چن کر ان اعمال ومحرکات کی نشاندہی کی ہے جو اسے آلودہ کرتے اور اسے مضمحل کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ وہ ضمیر میں خود احتسابی کا جذبہ اور گردوپیش میں پائے جانے والے منکرات وفواحش کے خلاف آواز بند کرنے کا حوصلہ پیدا کرتا ہے۔اسلام اس زندہ و بیدار ضمیر کے تحفظ وبقاء کے خلاف آواز بند کرنے کا حوصلہ پیدا کرتا ہے۔اسلام اس زندہ و بیدار ضمیر کے تحفظ وبقاء کے خلاف اٹھنے والے ہر ہاتھ اور ہر قدم کو مسترد کرتا ہے خواہ وہ آمریت وملوکیت کا ظلم و جبر ہو یا مساوات واقتصادی کفالت کے نام پر اشتراکی اجتماعیت کا شکنجہ۔اس کے نزدیک ضمیر کی آزادی انسان کا ناقابل تنسیخ حق ہے اس حق کے استقرار کے بغیر عدل اجتماعی کا قیام وحصول ناممکن ہے۔

(ج) صالح معاشرہ: ضمیر انسانی کی اصلاح کے بعد ایک صالح معاشرہ کے قیام کو بھی اسلام اپنے منصوبہ کار میں داخل کرتا ہے۔اس معاشرہ کو وجود میں لانے اور مستحکم بنانے کے لئے وہ ایک مفصل ضابطہ تجویز کرتا ہے جس کے تحت حیات اجتماعی کا ہر شعبہ عدل وانصاف کی بنیاد پر استوار کیا جاتا ہے۔یہ معاشرہ اپنی صالح فطرت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی وجہ سے بھلائیوں کو قبول کرتا اور انہیں فروغ دیتا ہے اور برائیوں کو اپنے اندر جڑ پکڑنے اور پھلنے پھولنے سے روکتا ہے۔ یہ مقاصد بالعموم تعلیم وتربیت اور ترغیب وتلقین کے نظام اور اخلاقی اقدار کی ترویج سے حاصل کر لئے جاتے ہیں۔

(د) قوانین کا نفاذ: اسلام اپنے نظام حیات کے قیام کا آغاز چونکہ انسان کے قلب وضمیر کی اصلاح سے کرتا ہے اور ایک سازگار صالح معاشرتی ماحول میں اسے پروان چڑھاتا ہے اس لئے عدل اجتماعی کے قیام وظہور کے لئے اسے سزا وتعزیر سے کام لینے کی کم ہی ضرورت پیش آئی ہے۔ تاہم معاشرہ سے جرم اور ظلم کی بیخ کنی اور سرکشوں کے طغیان کو ختم کرنے کے لئے وہ ریاستی اقتدار کو بقدر ضرورت استعمال کرتا ہے۔ یہ قوانین چونکہ حکمرانوں کے من مانے مفادات کے محافظ نہیں ہوتے بلکہ خداوند قدوس کی رضا ومنشاء کے عکاس اور مفاد عامہ اور قیام عدل کے ضامن ہوتے ہیں اس لئے افراد معاشرہ انہیں خوش دلی سے قبول کرتے اور بلا چون وچرا ان کی اطاعت کرتے ہیں۔

۱۰۔ عدل اجتماعی کی حکمت عملی (Strategy)

(الف) عقائد: حکمت عملی سے مراد وہ طریق کار ہے جو عدل اجتماعی کے قیام کے سلسلہ میں اسلام نے اختیار کیا ہے۔ یہ طریق کار ہر لحاظ سے فطرت انسانی سے مطابقت رکھنے والا اور حکمت سے پر ہے۔ اس کی خشت اول انسان کے دل میں عقل وحکمت پر مبنی عقائد کی شکل میں رکھی گئی ہے۔ یہ عقائد توحید' آخرت اور رسالت ہیں۔ انہیں ایمان کا درجہ دے کر مستحکم کیا گیا ہے۔ ان عقائد سے انسان کے فکر وعمل کا ایک مخصوص رنگ اور نقشہ تشکیل پاتا ہے۔ توحید خالق حقیقی سے اس کا تعلق جوڑتی اور اسے مساوات انسانی کا درس دیتی ہے۔ آخرت کا تصور اسے عملی زندگی میں شتر بے مہار بننے سے روکتا اور ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ رسالت کے ذریعہ اسے ہدایت الٰہی سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور اطاعت واتباع کا محفوظ نمونہ عمل دستیاب ہو جاتا ہے۔

(ب) عبادات: ان عقائد کے اثرات سے انسان کے شعور ووجدان اور قوائے عمل کو دائمی طور پر سیراب کرنے کے لئے عبادات کا ایک مستقل مگر آسان نظام ترتیب دیا گیا ہے۔ اس میں نماز کو خصوصی اہمیت حاصل ہے جو ہر دن میں پانچ مرتبہ بندے کو اس کے مالک سے ملاتی اور اس کے بندوں سے ایک پاکیزہ ماحول میں اس کا تعلق قائم کرتی ہے۔ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ سب انسانی فکر کی درستی کے ساتھ ساتھ ابنائے نوع سے انسان کے تعلق کو استوار کرنے میں مددگار ہوتے ہیں۔ انسانوں کے درمیان اس ربط باہم کے نتیجہ میں خیر کو فروغ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہوتا ہے' عدل و احسان پروان چڑھتے ہیں اور ظلم و بے اعتدالی کی راہ مسدود ہوتی ہے۔

(ج) اخلاقی اقدار کی پاسداری: عقائد و عبادات کے ساتھ ساتھ اسلام نے عدل اجتماعی کے قیام کے لئے معاملات کے وسیع دائرہ میں اخلاقی اقدار کی پاسداری سے کام لیا ہے۔ ان اقدار میں عدل و احسان' اخوت و مساوات اور تعاون و ایثار خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان اقدار کے ذریعہ انسانوں کے باہمی معاملات کو منضبط کر کے اسے افراط و تفریط کے کھڈ میں لڑھک جانے سے محفوظ کر دیا گیا ہے اور ظلم کے استیصال اور عدل کے فروغ کی راہ ہموار کر دی گئی ہے۔

(د) فرد اور جماعت میں توازن: اسلامی نظام حیات میں فرد اور جماعت کے مابین عادلانہ توازن پیدا کیا گیا ہے۔ فرد کو جماعت (ریاست یا معاشرہ) کا اطاعت گزار اور جماعت کو فرد کے مفاد کی محافظ بنا کر ان کے باہمی حقوق و فرائض کی متوازن انداز میں تعیین کر دی گئی ہے۔ اس طرح فرد کی بے لگام و بے قید آزادی اور اجتماعیت کے شکنجہ جبر دونوں سے معاشرہ کو نجات مل جاتی ہے اور نظام عدل کے قیام کے لئے سازگار فضا میسر آ جاتی ہے۔

کتابیات

۱۔ اسلام میں عدل اجتماعی' سید قطب' اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ' لاہور۔

۲۔ معاشیات اسلام' سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ' اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ' لاہور۔

3- Economic Justice in Islam, Dr. S.M. Yousaf, Sh. Muhammad Ashraf, Lahore.

4- Economic Enterprise in Islam, Dr. Nejatullah Siddiqui, Islamic Publications, Ltd; Lahore.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۴

پیدائش دولت (Production)

مفہوم: معاشیات کی اصطلاح میں پیدائش دولت سے مراد دستیاب قدرتی اور انسانی وسائل سے کام لے کر ان اشیاء و خدمات کو وجود میں لانا ہے جن میں کسی انسانی احتیاج کو پورا کرنے کی صلاحیت موجود ہو۔ کسان کا زمین سے پیداوار حاصل کرنا' مزدور کا محنت کرنا' نانبائی کا روٹی پکانا' مصنوعات کی تیاری' نیز استاذ' انجینئر' ڈاکٹر اور وکیل کی پیشہ وارانہ خدمات یہ سب پیدائش دولت کے اعمال اور سرگرمیاں ہیں۔ آغاز آفرینش میں انسانی احتیاجات مختصر اور سادہ تھیں اس لئے عمل پیدائش کا دائرہ بھی محدود تھا لیکن امتداد زمانہ کے ساتھ احتیاجات میں وسعت اور تنوع پیدا ہو جانے سے پیدائش دولت کی سرگرمیوں کا پھیلاؤ بھی بڑھتا گیا ہے اور اب حال یہ ہے کہ معاشی جدوجہد کے دائرہ میں بالخصوص سرمایہ دارانہ نظام معیشت کے اندر اسے مرکزی اور محور کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔

(الف) معاشی سرگرمیوں کی اہمیت و ترغیب

(Islamic Approach to Production)

۱۔ تقاضائے فطرت: اسلام دین فطرت ہے جسے فاطر فطرت (اللہ تعالیٰ) نے انسان کی رہنمائی اور فائدہ کے لئے ضابطہ حیات کے طور پر تجویز فرمایا ہے۔ اس ضابطہ حیات کا ہر پہلو انسان کے فطری داعیات سے مطابقت رکھتا ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنی حکمت بالغہ سے انسان کی فطرت میں کچھ ایسی احتیاجات رکھ دی ہیں جن کی تسکین کے لئے وہ ہر لحظہ بے قرار رہتا ہے۔ اس نے اپنی رحمت خاص سے خارج میں ایسے وسائل اور انسان کے داخل میں ایسے قوائے علم و عمل پیدا فرما دیئے ہیں جن سے کام لے کر وہ تسکین احتیاجات کا سامان پیدا کر سکتا ہے۔ اس اعتبار سے پیدائش دولت کا عمل انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اس سے روگردانی حسن فطرت کو مسخ کرنے اور منشائے ایزدی سے انحراف کے مترادف ہے۔

۲۔ تسخیر کائنات کا تقاضا: انسان کے گرد و پیش میں پھیلی ہوئی وسیع و عریض کائنات اور اس کے انتہاء خزانے سب انسانوں کے لئے تخلیق کئے گئے ہیں۔ ان کی تسخیر کے ذریعہ انسان اپنی حیات مستعار کی راحتوں کو بڑھا کر ایک خوشگوار پرسکون معاشرہ تشکیل دے سکتا ہے۔ تسخیر کائنات کا یہ عمل پیدائش دولت کا ہی ایک باب ہے۔ اس لئے اسلام نے اس کی اہمیت پر خصوصی توجہ دی ہے اور انسان کو تادم آخر اپنے قوائے عمل کو اس مقصد کے لئے متحرک رکھنے کی تلقین کی ہے۔

۳۔ رزق کی فراوانی: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو معاشی اعتبار سے آسودہ حال دیکھنا پسند کرتا ہے۔ اس کے بندے اگر اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر وسائل کائنات سے استفادہ کرنے کے لئے سعی و جہد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کریں تو وہ انہیں رزق و روزی سے نوازتا ہے۔ اگر تلاش رزق اور تسخیر کائنات کی جدوجہد کرنے والے یہ ہاتھ اہل ایمان اور اہل تقویٰ کے ہوں تو پروردگار کی رزق رسانی کی سنت کامل و اکمل انداز میں ظاہر ہوگی۔

قرآن پاک نے اسے اس طرح بیان کیا ہے:

ولو ان اهل القرىٰ آمنوا و اتقوا لفتحنا عليهم بركٰت السماء و الارض (الاعراف:۹۶)

ترجمہ: ''اگر بستیوں والے ایمان اور تقویٰ کی روش پر گامزن رہتے تو ہم آسمان و زمین کی برکتوں کے دروازے ان پر کھول دیتے۔'' (الاعراف:۹۶)

۴۔ شکرگزاری کا تقاضا: اللہ تعالیٰ نے انسان کو جسم و دماغ کی انمول صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ ان نعمتوں کی شکرگزاری کا تقاضا یہ ہے کہ انسان انہیں ان مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کرے جن کے لئے یہ تخلیق کی گئی ہیں۔ ان خداداد نعمتوں اور قوتوں کو بے کار ضائع کرنا پرلے درجے کی ناقدری اور نادانی ہے۔ جسے قابل مواخذہ قرار دیا گیا ہے۔

ان السمع و البصر و الفواد كل اولٰئك كان عنه مسئولا (بنی اسرائیل:۳۶)

ترجمہ: ''بے شک کان' آنکھ اور دل سب سے پرسش ہوگی (بنی اسرائیل:۳۶)

حق شکر ادا کرنے سے نہ صرف انسان مواخذہ سے بچ جاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید انعامات کا مستحق بن جاتا ہے۔

.....لئن شكرتم لازيدنكم..... (ابراہیم:۷)

ترجمہ: ''اگر تم شکرگزار بنو گے تو میں بالضرور تمہیں مزید عطا کروں گا (ابراہیم:۷)

۵۔ علوم وفنون کی ترقی: اسلام علوم وفنون میں انسان کی دلچسپی اور ترقی پر بڑا زور دیتا ہے۔ اس کا ایک مقصد تو معرفت الٰہی کا حصول ہے تاکہ انسان جادہ مستقیم پر استوار رہ سکے۔ اس کا دوسرا محرک یہ ہے کہ انسان ان وسائل و آلات تک رسائی حاصل کرلے جو زود پیدا آوری اور کثیر پیدا آوری کا باعث بن کر اسے تسکین احتیاجات کی لذتوں سے شاد کام کرسکیں۔ اسلام انسان کی اس کاوش کو محض حصول معاش کا ذریعہ نہیں بلکہ عین عبادت قرار دیتا ہے۔ کسب حلال کو فرض عبادات کے بعد سب سے بڑا فریضہ کہا گیا ہے۔ اس کی خاطر نماز تہجد جیسی عظیم عبادت میں تخفیف کردی گئی وغیرہ۔

مقصد: اسلامی نقطہ نظر سے پیدائش دولت کا مقصد محض زیادہ سے زیادہ منافع کا حصول نہیں بلکہ معاشی فلاح (Economic Welfare) کا حصول ہے۔ لیکن اس کا انداز وہ اختیار کیا جائے گا جو 'حتمی فلاح' (Final Welfare) یعنی اخروی فلاح سے مطابقت رکھنے والا ہو' اس سے متصادم نہ ہو۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور ملحوظ رکھے جائیں گے:

۱۔ وہی اشیاء و خدمات پیدا کی جائیں جو فی الواقع مفید ہوں اور انسانوں کی حقیقی ضروریات پوری کرنے والی ہوں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ اشیاء تعیش پر وسائل پیداوار صرف نہ کئے جائیں۔

۳۔ حرام اشیاء قطعی طور پر پیدا نہ کی جائیں کیونکہ حرام اشیاء و خدمات مادی منفعت کا باعث بننے کے باوجود حقیقی اور حتمی فلاح کو کم اور بعض حالات میں انسان کو اس سے محروم کر دیتی ہیں۔

۴۔ عمل پیدائش کو جاری رکھنے کے لئے طریق پیدائش بھی ایسے استعمال کئے جائیں جو:

(الف) شرف انسانی سے مطابقت رکھنے والے ہوں۔ غلامی' بیگار' کم سن بچوں سے محنت لینے اور محنت کشوں پر ان کی استعداد سے زیادہ کام کا بوجھ ڈالنے کی اسی لئے ممانعت کی گئی ہے۔

(ب) زیادہ سے زیادہ افراد کے لئے روزگار کا باعث بنیں۔ بے شک جاذب سرمایہ (Capital Intensive) ہوں مگر محنت کشوں' چھوٹے دستکاروں اور صناعوں کو بے روزگاری سے دوچار کر دینے والے نہ ہوں۔

(ج) معاشرہ میں رہنے والے عام لوگوں اور بالخصوص کارکنوں کے لئے مضر صحت نہ ہوں اور نہ ہی انہیں صنعتی خطرات سے دوچار کر دینے والے ہوں۔

(د) ماحول کی آلودگی (Pollution) کا باعث بننے والے نہ ہوں۔

۵۔ عمل پیدائش کی تنظیم اس انداز میں کی جائے کہ پیداآوری سرگرمیوں میں حصہ لینا ہر شخص کے بس میں ہو۔ رنگ' نسل' علاقہ' ذات برادری وغیرہ کی بنیاد پر کام کی راہیں کسی پر بند نہ کر دی جائیں۔ ذات پات کا ہندوانہ تصور اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ نیز اجارہ داریاں قائم نہ ہونے دی جائیں کہ دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جائے اور افراد کی اکثریت چند اجارہ داروں کی حرص و ہوس کی اسیر بن جائے۔ پیدائش دولت کی جدوجہد اعتدال پر مبنی ہو۔ اس سے نہ تو اتنا اعراض ہو کہ انسان رہبانیت کی حدوں کو چھونے لگے اور نہ ہی اس میں اتنا استغراق و انہماک ہو کہ انسان اللہ کی یاد سے غافل اور امور خیر کی انجام دہی سے محروم ہو جائے۔ قرآن پاک میں ان لوگوں کی تحسین کی گئی ہے جو ہمہ تن تلاش رزق کی جدوجہد ذکر الٰہی سے غافل نہیں ہونے دیتی۔

۶۔ عمل پیدائش ہر لحاظ سے عدل و انصاف پر مبنی ہو۔ حصول معاش کے ناجائز اور حرام ذرائع مثلاً چوری' ڈاکہ' غصب' بددیانتی' خیانت' سود' جوا وغیرہ کسی بھی صورت میں اختیار نہ کئے جائیں۔ نیز ایسے طریقے بھی بروئے کار نہ لائے جائیں جن سے ایک کا فائدہ اور دوسرے کا نقصان ہو یا جو مجموعی طور پر پورے معاشرہ کے مفاد کو ضرر پہنچانے والے ہوں۔

۷۔ عمل پیدائش کی تکمیل کے سلسلہ میں جن عوامل سے کام لیا جائے ان کی خدمات کا منصفانہ بنیاد پر معاوضہ ادا کیا جائے۔ اس سلسلہ میں بالخصوص محنت کشوں کے حقوق فراخ دلی کے ساتھ ادا کئے جائیں۔ آجر اور اجیر کے خوشگوار تعلقات پیدائش دولت کے عمل کو جاری رکھنے اور اشیاء و خدمات کی افزائش میں بڑے مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس بارے میں بڑی موثر اور مفید ہدایات دی ہیں اور ان پر عمل درآمد کرنے کی بڑی تاکید کی ہے۔

****

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

FOR M.A. (ECONOMICS) (برائے ایم۔اے (معاشیات)

1. Micro Economics	A. Hamid Shahid
2. Macro Economics	A. Hamid Shahid
3. Economic Planning with Reference to Pakistan	A. Hamid Shahid
4. Development Economics	A. Hamid Shahid
5. Monetary Economics and Public Finance	A. Hamid Shahid
6. International Economics	A. Hamid Shahid
7. Mathematical Economics	A. Hamid Shahid
8. Agriculture Economics	A. Hamid Shahid
9. Introduction to Statistical Theory	Sher Muhammad Chaudhry
10. Statistics for Economists	Muhammad Shahzad Chaudhry

جزیاتی معاشیات	اے حمید شاہد
کلیاتی معاشیات	اے حمید شاہد
معاشی منصوبہ بندی بحوالہ پاکستان	اے حمید شاہد
ترقیاتی معاشیات	اے حمید شاہد
زری معاشیات وسرکاری مالیات	اے حمید شاہد
بین الاقوامی معاشیات	اے حمید شاہد
ریاضیاتی معاشیات	اے حمید شاہد
زرعی معاشیات	اے حمید شاہد